شیعہ مذہب
المعروف
جلد چہارم
فقہ جعفریہ

لا تقبلوا علینا حدیثاً الا ما وافق القرآن والسنۃ

فرمان امام جعفرؒ

ترجمہ

ہماری طرف سے وہی حدیث قبول کرو جو قرآن اور سنت کے موافق ہو۔ (شیعوں کی معتبر کتاب رجال کشی ص ۱۹۵)

فقہ جعفریہ

جلد چہارم

تالیف

مناظر اسلام شیخ الحدیث مولانا محمد علی صاحب مدظلہ العالی

مکتبہ نوریہ حسینیہ بارسولیہ شیرازیہ امیر روڈ بلال گنج لاہور فون ۲۲۴۲۲۸

نام کتاب: ـــــــ فقہ جعفریہ جلد چہارم

مصنف ـــــــ محقق الاسلام شیخ الحدیث علامہ محمد علی صاحب
ناظم اعلیٰ جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور

کتابت: راجہ محمد صدیق حضرت کیلیانوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ

قیمت: ـــــــ ۱۲۵ روپے

مطبع ـــــــ حامد جمیل پرنٹرز لاہور

سن طباعت: دسمبر ۱۹۹۰ء

چیلنج
تمام دنیائے شیعیت کو کھلا

الحمد للہ فقہ جعفریہ جلد چہارم زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اگر میری جبینِ نیاز خدائے رحمان و رحیم کی بارگاہ میں کروڑہا دفعہ خاک آلود ہو تو بھی اس امر کا شکریہ ادا نہیں کیا جا سکتا کہ ردِ شیعیت پر میری تحریر کا اکثر حصہ منصۂ شہود پر آ چکا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔ تحفہ جعفریہ ۵ جلد، عقائد جعفریہ ۴ جلد اور فقہ جعفریہ ۴ جلد ان میں سے فقہ جعفریہ جلد ۱ و ۲، اور ۳ میں دورِ حاضر کے معروف شیعہ مصنف غلام حسین نجفی کی دو کتابوں "ماتم اور صحابہ" اور "حقیقت فقہ جعفریہ" کا بالترتیب رد لکھا گیا ہے۔ میں نے نجفی صاحب کی ان دونوں کتابوں کے ایک ایک صفحہ اور اس میں مذکور ایک ایک اعتراض کا شیعوں کی ہی کتب سے مفصل رد لکھا ہے۔

ہمیں معلوم ہوا ہے۔ کہ غلام حسین نجفی نے فقہ جعفریہ کی ابتدائی جلدوں کے رد میں کچھ صفحات اپنے نامۂ اعمال کی طرح سیاہ کیے ہیں۔ اور عنقریب اسے چھپوایا جا رہا ہے۔ نجفی صاحب کو چاہیئے تھا کہ وہ پہلے تحفہ جعفریہ اور پھر عقائد جعفریہ کا رد لکھتے مگر اس کی انہیں ہمت نہ ہو سکی اور نہ ہو سکتی تھی۔ اب اگر انہوں نے فقہ جعفریہ کا رد شروع کیا ہے تو ہم عرض کرتے ہیں کہ ان میں کچھ اخلاقی جراءت اور دل میں ذرہ برابر مادۂ انصاف موجود ہے تو وہ فقہ جعفریہ کی پہلی جلد سے چوتھی جلد تک صفحہ وار بالترتیب جواب لکھیں۔ جیسا کہ ہم نے انکی مذکورہ دو کتابوں کا مکمل صفایا کیا ہے۔ اگر وہ عقل و نقل کی روشنی میں بالترتیب جواب منظرِ عام پر لے آئیں کہ جسے اہلِ انصاف حق کہیں تو انہیں ایک لاکھ روپے انعام دیا جائے گا۔ مگر ہمارا دعویٰ ہے کہ پاکستان ایران اور دنیا بھر کے شیعہ جمع ہو کر بھی ہماری تصنیف کا بالترتیب جواب نہیں لکھ سکتے کیونکہ یہ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف سے روحانی تصرف و تعاون سے زیرِ تکمیل ہوئی ہے۔ کہ جس کیلیے اللہ تعالیٰ نے آستانہ عالیہ کا انتخاب فرمایا ہے۔ انشاء اللہ صحابہ کرام اور ائمہ اہل سنت کا جھنڈا اب تا روزِ حشر بلند رہے گا۔ کہ جس کے سائے میں کوئی گستاخِ صحابہ آ نہیں سکے گا۔

خادم آستانہ: آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف محمد علی عفا اللہ عنہ شیخ الحدیث جامعہ رسولیہ شیرازیہ لاہور

الاھداء

میں اپنی یہ ناچیز تالیف زبدۃ العارفین حجۃ الکاملین، میزبان مہمانانِ رحمۃ للعالمین حضرت قبلہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب ساکن مدینہ منورہ، خلف الرشید شیخ العرب و العجم حضرت قبلہ مولانا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدفون جنت البقیع مدینہ طیبہ (خلیفۂ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خانصاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت عالیہ میں ہدیۂ عقیدت پیش کرتا ہوں جن کی دعا سے فقیر نے اس کتاب کی تحریر کا آغاز کیا۔

ع۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف

محمد علی عفا اللہ عنہ

الانتساب

میں اپنی اس ناچیز تالیف کو قدوۃ السالکین حجۃ الواصلین پیری و مرشدی حضرت قبلہ خواجہ سید نورالحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرکار کیلیانوالہ شریف اور نگہدارِ ناموسِ اصحابِ رسول محبِ اہل بیت بتول پیرِ طریقت راہبرِ شریعت حضرت قبلہ پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب زیب سجادہ کیلیانوالہ شریف کی ذاتِ گرامی سے منسوب کرتا ہوں جن کے روحانی تصرف نے ہر مشکل مقام پر میری مدد فرمائی۔

ان کے طفیل اللہ میری یہ سعی مقبول و مفید اور میرے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین!

احقر العباد

محمد علی عفا اللہ عنہ

فہرست مضامین

فقہ جعفریہ جلد چہارم

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۴۰	اعتراض نمبر۱۳:	۳۹۸
۱۴۱	سنی فقہ میں غسل کی شان:	۳۹۸
۱۴۲	اعتراض نمبر۱۴:	۴۰۶
۱۴۳	انزال کے بغیر غسل واجب نہیں۔	۴۰۶
۱۴۴	اعتراض نمبر۱۵	۴۱۱
۱۴۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل کرنا یاد نہ رہا۔	۴۱۱
۱۴۶	اعتراض نمبر۱۶:	۴۱۷
۱۴۷	سنی فقہ میں میت کی شان	۴۱۷
۱۴۸	اعتراض نمبر۱۷:	۴۲۲
۱۴۹	میت کی دبر میں روئی ڈالی جائے۔	۴۲۲
۱۵۰	اعتراض نمبر۱۸:	۴۲۸
۱۵۱	جنازہ میں نو تکبیریں۔	۴۲۸
۱۵۲	اعتراض نمبر۱۹:	۴۳۴
۱۵۳	شیعوں کی مخالفت میں قبر کی کوہان۔	۴۳۴
۱۵۴	اعتراض نمبر ۲۰: بے وضو اذان دینے میں کچھ حرج نہیں	۴۳۷
۱۵۵	اعتراض نمبر ۲۱: حی علی خیر العمل کو اذان سے نکالنا اور الصلوۃ خیر من النوم کے اجراء کی بدعت۔	۴۴۱
۱۵۶	"الصلوۃ خیر من النوم" پڑھنے کا حکم امام جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔	۴۴۶
۱۵۷	اعتراض نمبر۲۲:	۴۴۹
۱۵۸	اہل سنت حنفیوں کی مایہ ناز نماز۔	۴۴۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات محتاج تعارف نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرات ائمہ مجتہدین میں سے آپ کو جو تفقہ فی الدین عطا فرمایا۔ وہ بے مثل تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ اپنے دور کے اولیا ءکاملین میں سے ایک عظیم ولی اللہ تھے اور رب ذوالجلال نے آپ کے مقلدین میں بھی غوث وقطب اور ابدال پیدا فرمائے اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری وساری رہے گا۔ ذالك فضل الله يؤتيه من يشآء قاضی القضاۃ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ صاحب امالی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ایسے حضرات آپ ہی سے مستفیض ومستفید تھے۔ خود امام اعظم کے اساتذہ کرام آپ کی فقہی بصیرت اور ذہنی استعداد پر حیران تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی مخالفت کے لیے اگر ابلیس اٹھا۔ تو اس سے فضیلتِ آدم علیہ السلام کم نہ ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام کے لیے فرعون نے کانٹے بوئے۔ تو ناکامی کا منہ بالآخر اُسے ہی دیکھنا پڑا۔ ابراہیم علیہ السلام کے لیے اگر نمرود نے الاؤ تیار کیا۔ تو اس سے خلیل اللہ علیہ السلام کا بال بیکا نہ ہوا۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر ابولہب و ابوجہل نے بُرا بھلا کہا۔ تو رفعتِ ذکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں کمی نہ آئی۔ امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو یزیدیوں نے اگر محاصرہ کر کے شہید کر دیا۔ تو اُن کی بجائے نام زندہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا ہی رہا۔ اسی طرح اگر امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقاہت، قرآن شناسی، حدیث فہمی اور قوت استدلال واستنباط میں دو لوگوں نے کیڑے نکالنے کی کوشش کی۔ تو اس سے شہرتِ امام موصوف کو مزید

چار چاند لگے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　　چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

ان "لوگوں" میں سے کئی ہو گزرے ہیں اور کچھ آج بھی اپنی دوکان چمکانے کی فکر میں ہیں۔ انہی میں سے ایک "شپرہ چشم" غلام حسین نجفی شیعی بھی ہے۔ ابتدائیہ میں شاید میرا یہ "شپرہ چشم" کہنا آپ کو کچھ ناگوار گزرے۔ لیکن جب آپ اس کا پہلا اعتراض پڑھیں گے۔ اور اس میں انداز گفتگو ملاحظہ فرمائیں گے۔ تو یقین سے کہتا ہوں۔ کہ آپ میرے اس لفظ کو اس کی شان میں "ادنیٰ لفظ" کہیں گے۔ نجفی شیعی نے امام اعظم پر کیے گئے اعتراضات کو ایک کتابی صورت میں شائع کیا۔ اور اس کا نام "حقیقت فقہ حنفیہ" رکھا۔ اعتراضات میں کچھ ایسی روایات بھی ذکر کی گئیں جن کا فقہ حنفیہ سے کوئی تعلق نہیں اس لیے ان کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی۔ ہاں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ذات اور ان کی فقاہت پر جو حملے کیے گئے۔ ان کا مسکت جواب دوں گا۔ جس سے قارئین کرام "حنفی فقہ" کی حقیقت اور معترض کی "صورت حمیدہ" آپ پر واضح ہو جائیگی۔ انشاء اللہ العزیز

اس کے ساتھ ساتھ ہم ہر مقام پر انشاء اللہ "فقہ جعفریہ" (جو بد قسمتی سے فقہ جعفریہ کہلاتی ہے) کا آئینہ بھی دکھائیں گے۔ اور "جَزَاءُ سَیِّئَۃٍ مِثْلُهَا" کے تحت کچھ ہمارے قلم میں بھی روانی ہو گی۔ کیونکہ "احسان" وہاں مناسب ہوتا ہے۔ جہاں اس کا کوئی "احسان مند" ہو۔ ورنہ اعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ و من رباط الخیل الخ کے تحت اینٹ کا جواب پتھر سے دینا "عدل" ہوتا ہے۔ اب آیئے میدانِ سوال و جواب میں۔ اور دیکھئے کہ ظالم "وَ اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَنْقَلِبُوْنَ" کا کیسے مصداق بنتے ہیں۔

بابِ اوّل

فقہ حنفی پر
نجفی کے اعتراضات

باب اوّل

فقہ حنفی پر نجفی کے اصولی اعتراضات

اعتراض نمبر ۱

پیغمبر اسلام کے صحابہ ہی اسلام کو بہتر جانتے تھے مگر سنیوں نے وہ ترک کر دیا

حقیقت فقہ حنفیہ

پیغمبر اسلام نے جو اسلام پہنچایا تھا۔ آنجناب کے اہل بیت اس اسلام کو دوسرے لوگوں سے بہتر جانتے تھے۔ اور اہل بیت نبوت نے وہ اسلام ہم شیعوں تک پہنچایا ہے۔ پس صحیح اسلام ہمارے پاس ہے۔ اور حنفی حضرات جس اسلام کو فقہ حنفی کی شکل میں پیش کرتے ہیں ہم اس کو اسی طرح قبول نہیں کرتے۔ جس طرح مالکی شافعی حنبلی اور اہل حدیث اسے قبول نہیں کرتے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۱)

جواب:

اس اعتراض میں جو کچھ کہا گیا وہ یہ کہ اسلام چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ اور کسی معاملہ کو گھر والوں سے بڑھ کر دوسرا کوئی نہیں جانتا اس لیے اسلام جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں تک جو پہنچا وہی صحیح اسلام ہے۔ اور یہ اسلام اہل تشیع کے پاس

ہے۔ حنفی فقہ قابل قبول نہیں۔ کیونکہ نہ اسے الکی مانتے ہیں۔ نہ شافعی وحنبلی اور اہلحدیث گویا اس اعتراض کے دو حصے ہوئے۔

۱۔ اسلام شیعوں والا ہی صحیح ہے۔ کیونکہ وہ اہل بیت کے واسطے سے پہنچا

۲۔ حنفی حضرات کا پیش کردہ اسلام قابل قبول نہیں کیونکہ اسے نہ مالکی، نہ شافعی اور نہ ہی حنبلی وغیرہ تسلیم کرتے ہیں۔

حصہ اوّل کی تردید

اہل بیت کرام کے پاس ہی اصل اسلام تھا۔ اور انہوں نے اپنے شیعوں کو ہی صرف وہ اسلام سکھایا۔ غلام حسین نجفی اور اس کے ہم نواؤں میں سے کسی نے بھی براہ راست، کسی اہل بیت سے کوئی حکم شرعی نہ لیا۔ اور نہ ہی انہوں نے ان چودہ سو سال بعد آنے والوں کو عالم ارواح میں اسلام سکھایا۔ بلکہ نجفی وغیرہ تک۔ جو اسلام پہنچا وہ ان لوگوں کے توسل سے پہنچا۔ جو کسی امام کے دور میں موجود تھے۔ اور انہیں اس امام نے دین بتایا ہو۔ قطع نظر اس سے کہ اگر یہ بات درست تسلیم کر لی جائے۔ کہ ائمہ اہل بیت نے صرف اپنے شیعوں کو اسلامی احکام بتلائے۔ تو اس سے ائمہ اہل بیت پر اللہ کے احکام کو چھپانا لازم آتا ہے کیونکہ جب کوئی غیر شیعہ مسئلہ پوچھنے گیا تو انہوں نے اُسے گھر کا فرد نہ سمجھ کر مسئلہ بتانے سے انکار کر دیا۔ اور اگر بتا دیا تو پھر دو صورتیں ہوں گی صحیح بتایا ہو گا یا غلط اگر صحیح بتایا تو معلوم ہوا کہ گھر کے فرد کے علاوہ دوسرے لوگوں کے پاس بھی صحیح اسلام منتقل ہوا۔ اسے صرف شیعوں تک محدود رکھنا حقائق کے خلاف ہو گا۔ اور غلط بتایا۔ تو شرعی مسئلہ غلط بتانے والا منصب امامت کے کہاں قابل؟

اب ہم اصل اعتراض کی طرف پھر لوٹتے ہیں۔ بات یہاں تک چلی تھی۔ کہ امام باقر یا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما سے نجفی وغیرہ آج کل کے مجتہد و ذاکرین کے پاس جو "صحیح اور اصلی اسلام" پہنچا وہ کئی واسطوں سے پہنچا۔ ائمہ اہل بیت سے براہ راست "صحیح اسلام" حاصل کرنے والوں نے بعد میں آنے والے شیعوں کو اُن کی تعلیمات پہنچائیں۔ تو گویا "صحیح اسلام" کا دارو مدار ائمہ اہل بیت سے منتقل ہو کر ان کے بلاواسطہ شاگردوں کی طرف آگیا۔ اب ہم

شیعہ کتب سے یہ بتلاتے ہیں۔ کہ ائمہ اہل بیت کو اپنے اِن بلاواسطہ شاگردوں پر کوئی اعتبار نہ تھا۔ اور اُن کی بد دیانتی اور بد نظری کی بنا پر اُن پر لعن طعن تک کا قول موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

رجال کشی:

حَدَّثَنِیْ هِشَامُ ابْنُ الْحَکَمِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ یَقُوْلُ لَا تَقْبَلُوْا عَلَیْنَا حَدِیْثًا اِلَّا مَا وَافَقَ الْقُرْاٰنَ وَ السُّنَّةَ اَوْ تَجِدُوْنَ مَعَهٗ شَاهِدًا مِنْ اَحَادِیْثِنَا الْمُتَقَدِّمَةِ فَاِنَّ الْمُغِیْرَةَ بْنَ سَعِیْدٍ لَعَنَهُ اللّٰهُ دَسَّ فِیْ کُتُبِ اَصْحَابِ اَبِیْ اَحَادِیْثَ لَمْ یُحَدِّثْ بِهَا اَبِیْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تَقْبَلُوْا عَلَیْنَا مَا خَالَفَ قَوْلَ رَبِّنَا تَعَالٰی وَ سُنَّةَ نَبِیِّنَا...... وَقَالَ لِیْ اِنَّ اَبَا الْخَطَّابِ کَذَبَ عَلٰی اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ (ع) لَعَنَ اللّٰهُ اَبَا الْخَطَّابِ وَکَذٰلِكَ اَصْحَابُ اَبِی الْخَطَّابِ یَدُسُّوْنَ هٰذِهِ الْاَحَادِیْثَ اِلٰی یَوْمِنَا هٰذَا فِیْ کُتُبِ اَصْحَابِ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ (ع) فَلَا تَقْبَلُوْا عَلَیْنَا خِلَافَ الْقُرْاٰنِ۔

(رجال کشی مصنفہ عمر بن عبدالعزیز الکشی ص ۱۹۵ در حالات مغیرہ بن سعید مطبوعہ کربلا)

ترجمہ:

ہشام بن حکم کہتا ہے۔ کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا۔ فرمایا۔ ہماری طرف سے وہی حدیث قبول کرنا جو قرآن و سنت کے موافق ہو یا ہماری پہلے سے کہی گئی احادیث اس کی شہادت اور تائید کرتی ہوں۔ کیونکہ مغیرہ بن سعید ملعون نے میرے والد گرامی کے اصحاب کی کتابوں میں ایسی بہت سی حدیثیں ٹھونس دی ہیں جو میرے والد گرامی نے

بیان ہی نہیں کی تھیں۔ خدا کا خوف کرو اور ہماری ایسی کوئی بات قبول نہ کرو۔ جو اللہ کے قول اور اس کے رسول کی سنت کے خلاف ہو ....

امام رضا نے مجھے یہ بھی فرمایا۔ کہ ابوالخطاب نے بھی میرے والد امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ پر من گھڑت حدیثوں کا بہتان باندھا۔ ابوالخطاب پر خدا کی پھٹکار۔ اسی طرح ابوالخطاب کے ساتھیوں نے بھی آج یہی وطیرہ بنایا ہوا ہے۔ کہ یہ سب میرے والد گرامی ابوعبداللہ جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ احادیث میں اپنی طرف سے من گھڑت حدیثیں ٹھونستے ہیں۔ لہٰذا کوئی روایت جو خلاف قرآن ہو اُسے قبول نہ کرنا۔

رجال کشی:

عن هشام بن الحکم انّهُ سَمِعَ اَبَا عَبدِ اللهِ علیه السلام یَقُوْلُ کَانَ الْمُغِیْرَةُ بْنُ سَعِیْدٍ یَعْتَمِدُ الْکِذْبَ عَلٰی اَبِیْ وَیَاْخُذُ کُتُبَ اَصْحَابِهٖ وَکَانَ اَصْحَابُهُ الْمُسْتَتِرُوْنَ بِاَصْحَابِ اَبِیْ یَاْخُذُوْنَ الْکُتُبَ مِنْ اَصْحَابِ اَبِیْ فَیَدْفَعُوْنَهَا اِلَی الْمُغِیْرَةِ فَکَانَ یَدُسُّ فِیْهَا الْکُفْرَ وَالزَّنْدَقَةَ وَیُسْنِدُهَا اِلٰی اَبِیْ ثُمَّ یَدْفَعُهَا اِلٰی اَصْحَابِهٖ فَیَاْمُرُهُمْ اَنْ یَبُثُّوْهَا فِی الشِّیْعَةِ۔

(رجال کشی ص۱۹۶)

ترجمہ:

ہشام بن الحکم کہتا ہے۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ مغیرہ بن سعید میرے والد گرامی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ پر جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ اُن کے اصحاب کی کتابیں لے لیتا۔ اس کے ساتھی میرے

والد کے اصحاب سے چوری چھپے ملتے جلتے تھے۔ اس طرح وہ میرے والد کے اصحاب کی کتب حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے جب انہیں کوئی کتاب ہاتھ لگتی تو وہ مغیرہ بن سعید کے پاس پہنچا دیتے۔ وہ اس میں کفر اور بے دینی (کی باتیں) ٹھونس دیتا۔ اور ان کی نسبت میرے والد کی طرف کر دیتا۔ اس طرح ہیرا پھیری کرنے کے بعد وہ کتاب واپس میرے والد گرامی کے اصحاب کو دے دی جاتی۔ اور ادھر اپنے ساتھیوں کو کہتا۔ کہ تم اس روایت و حدیث کو شیعوں میں پھیلا دو۔

رجال کشی:

عَنْ حَبِيبِ الْخَثْعَمِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عليه السلام قَالَ لِلْحَسَنِ كَذَّابٌ يَكْذِبُ عَلَيْهِ وَلَمْ يَسْمَعْهُ وَكَانَ لِلْحُسَيْنِ عليه السلام كَذَّابٌ يَكْذِبُ عَلَيْهِ وَلَمْ يَسْمَعْهُ وَكَانَ الْمُخْتَارُ يَكْذِبُ عَلَىٰ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ وَكَانَ الْمُغِيرَةُ ابْنُ السَّعِيدِ يَكْذِبُ عَلَىٰ أَبِي

(رجال کشی ص ۱۹۷ تذکرہ مغیرہ بن سعید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے حبیب خثعمی نے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ امام حسن سے ایک کذاب جھوٹی حدیثیں بیان کیا کرتا تھا۔ حالانکہ اس نے امام موصوف سے وہ روایت سنی تک نہ ہوتی۔ اسی طرح امام حسین پر بھی کذب و افترا باندھنے والا تھا۔ اس نے بھی ان احادیث کی امام موصوف سے سماعت نہ کی تھی۔ مختار نامی شخص نے امام زین العابدین پر جھوٹ باندھا۔ اور مغیرہ بن سعید سے امام باقر رضی اللہ عنہ

پر بہتان باندھے۔

توضیح:

امام حسن، امام حسین، امام زین العابدین، امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک نہ ایک ضرور کذاب لگا رہا۔ جو ان کے نام سے کفر و بے دینی سے بھری روایات ذکر کرتا اور کمال چالاکی سے اُسے اپنے شیعوں میں پھیلا دیتا یہ کام اس قدر عام ہوا کہ خود حضرات ائمہ اہل بیت تک اس کی حقیقت واضح ہو گئی۔ اور کچھ کذاب و ملعون تو ایسے تھے۔ کہ ان کی اس شہرت اور جھوٹی حدیثوں کو لگاتار پھیلانے کا معاملہ اپنے بیگانے سبھی میں عام ہو گیا۔ جس بنا پر خود حضرات ائمہ اہل بیت نے ان کا نام لے کر ان کے کرتوت بتائے۔ اس لیے ہر امام نے ایسے لوگوں سے جہاں خبردار کیا وہاں واضح طور پر یہ بھی فرما دیا۔ کہ ہماری طرف سے ہر حدیث اور روایت کو تسلیم نہ کر لیا کرو۔ بلکہ قرآن و حدیث کے موافق پاؤ تو۔ ورنہ وہ کسی کذاب کی ہو گی جو ہماری طرف منسوب کر دی گئی ہے۔ اب نجفی صاحب بتائیں۔ کہ "صحیح اسلام" ائمہ اہل بیت کے پاس تھا۔ لیکن ان سے جن واسطوں کے ذریعہ تم تک پہنچا۔ اُن پر خود امام نے لعنت ڈالی وہ اب کہاں سے تلاش کریں۔ اگر اس بارے میں نجفی وغیرہ یہ کہیں۔ کہ ان کذابوں کی روایات کو ہمارے اسماء الرجال کے ماہرین نے نشاندہی کر کے نکال باہر پھینکا ہے اب جو ذخیرہ اور مواد ہماری کتب احادیث میں ہے۔ وہ حضرات ائمہ کے قول کے مطابق قرآن و سنت کے موافق ہے۔ اس لیے "صحیح اسلام" اب بھی شیعوں کے پاس ہی ہے۔

تو اس دھوکہ اور فریب کی قلعی ہم یوں کھولیں گے۔ کہ تمہارا یہ دعویٰ کہ ہمارے اصول کی احادیث قرآن کے مطابق ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں۔ کہ اس قرآن سے تمہاری مراد کون سا

قرآن ہے۔ اگر موجودہ قرآن کہتے ہو۔ تو خود تمہارے اکابر کا متفقہ عقیدہ ہے۔ کہ یہ قرآن محرّف اور کمی بیشی سے بھرا پڑا ہے۔ اصل قرآن امام زمان غار سامرا میں لیے بیٹھے ہیں۔ اور اگر اس قرآن کے مطابق ہے۔ جو امام زمان کے پاس ہے۔ تو اس کے مضامین و آیات کا کسی شیعہ کو بھی علم نہیں۔ پھر ان کے ساتھ مطابقت کا علم کیسے ہو سکتا ہے۔

انوار نعمانیہ:

اَلثَّالِثُ اِنَّ تَسْلِیْمَ تَوَاتُرِھَا عَنِ الْوَحْیِ الْاِلٰھِیِّ وَکَوْنِ الْکُلِّ قَدْ اَنْزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ یُفْضِیْ اِلٰی طَرْحِ الْاَخْبَارِ الْمُسْتَفِیْضَةِ بَلِ الْمُتَوَاتِرَةِ الدَّالَّةِ بِصَرِیْحِهَا عَلٰی وُقُوْعِ التَّحْرِیْفِ فِی الْقُرْاٰنِ کَلَامًا وَمَادَّةً وَاِعْرَابًا۔

(۱۔ انوار نعمانیہ جلد دوم ص ۳۵۷ تذکرہ نور فی الصلوۃ طبع جدید تبریز)

(۲۔ انوار نعمانیہ طبع قدیم ص ۲۲۷ دستی صفحہ)

ترجمہ:

موجودہ قرآن کے تبدیل شدہ ہونے پر تیسری دلیل یہ ہے کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ قرآن متواتر وحی الٰہی ہے۔ اور یہ کہ جبرائیل امین جسے لے کر آئے وہ مکمل طور پر یہی ہے۔ تو پھر ان اخبار مستفیضہ بلکہ متواترہ کو پھینکنا پڑے گا۔ جو صراحت کے ساتھ اس امر پر دلالت کرتی ہیں۔

کہ اس قرآن کریم میں مادہ، کلام اور اعراب ہر طرح سے تبدیلی ہوئی ہے؟

الحاصل:

ایک طرف ائمہ اہل بیت نے کذابین کی من گھڑت روایات کا بیانگ دہل تذکرہ فرمایا۔ اور دوسری طرف اپنے ارشادات کو اس شرط کے ساتھ قبول کرنے کا ارشاد فرمایا۔ کہ وہ قرآن وسنت کے مطابق ہوں۔ ان حالات میں اہل تشیع کے ہاں جو "صحیح اسلام" فقہ جعفریہ کی صورت میں ملتا ہے۔ یہی وہ اسلام ہے جسے نجفی وغیرہ صحیح اور گھر والوں کا اسلام کہہ رہے ہیں۔

اور خود گھر والے اس اسلام کے ناقلین سے بیزار ہیں۔ ان احادیث و روایات کی پرکھ کا طریقہ قرآن وسنت پر پیش کرنا تھا۔ موجود قرآن جب اہل تشیع کے نزدیک محرف ہے۔ تو اس پر پیش کرنا درست نہ ہوا۔ ان حقائق کی روشنی میں یہی بات سامنے آتی ہے۔ کہ اہل تشیع کے نزدیک جو احادیث موجود ہیں۔ وہ بقول ائمہ اہل بیت نامقبول ہیں۔ اور ان کی قبولیت کا جس پر دارومدار تھا وہ بھی محرف ہے۔ اس لیے "فقہ جعفریہ"، کا صحیح اسلام ہونا تو درکنار اسلام کی اسے تو ہوا بھی نہ لگ سکی۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ امام غائب سے کہیں کہ حضرت اب تشریف لائیے۔ اور اصلی قرآن ہمیں عطاء کیجئے۔ ہم اس کی روشنی میں اپنی فقہ جانچنا چاہتے ہیں۔ یا نئے سرے سے بنانا چاہتے ہیں۔ پھر جب وہ آئیں اصلی قرآن ساتھ لائیں۔ اور فقہ نئی مدون ہو تو نجفی صاحب خوشی منانے کے مستحق ہوں گے لیکن نہ امام آنے کے لیے تیار، نہ کسی کو اصلی قرآن دینے پر آمادہ تو پھر "صحیح اسلام" واقعی گھر والوں کے پاس رہا۔ اور وہ آسے غار میں لیے محو استراحت ہیں۔ کروڑوں امتیوں کے کفر و اسلام کی انہیں کوئی فکر نہیں۔ اذا زلزلت الارض زلزالها واخرجت الارض اثقالها کے وقت شائد زمین اس بوجھ کو خود باہر پھینکے۔ لیکن اس وقت کون

دیکھے گا۔

تردید حصّہ دوم:

نجفی نے فقہ حنفیہ کے تسلیم نہ کرنے کو ایک تشبیہ دے کر کہا کہ ہم فقہ حنفی کو اسی طرح نہیں مانتے جس طرح شافعی، مالکی اور حنبلی تسلیم نہیں کرتے چونکہ نجفی نے پہلے فقہ حنفی کو "صحیح اسلام" سے نکالا تھا۔ اور اپنے آپ کو صحیح اسلام والے بتایا تھا۔ اب اس تشبیہ کے ذریعہ کم از کم اتنا تو تسلیم کر لیا ہے۔ کہ شافعی، مالکی اور حنبلی چونکہ احناف کے مخالف ہیں۔ اس لیے ان کا اسلام صحیح ہے۔ حالانکہ یہ تینوں فقہی مکاتب فکر بھی "دو گھر والے" نہیں ہیں، بلکہ جس طرح "حنفی"، "دو گھر والے" نہیں کہلاتے اسی طرح یہ بھی اہل تشیع نہ ہونے کی وجہ سے "غیر" ہی ہیں۔ ان کے ساتھ مماثلت اگر ہے تو صرف احناف کی مخالفت کی بنا پر ورنہ حقیقت حال کچھ اور ہے۔

یہ بات ہر شخص جانتا ہے۔ کہ حنفی، شافعی، مالکی، اور حنبلی علماء کا باہم اختلاف اصول دین میں نہیں ہے۔ بلکہ چند فقہی مسائل ہیں۔ جو اپنی اپنی اجتہادی رائے کے مطابق ہر ایک کے لیے واجب العمل ہیں۔ اور یہ اختلاف بھی نیک نیتی پر مبنی ہے۔ احناف کے ساتھ فروعی مسائل میں اختلاف زیادہ تر شافعی المذہب علماء کا ہے۔ اس کے باوجود خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام ابو حنیفہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ اور مشکلات کے حل کیلیے مزار ابو حنیفہ کو اکسیر کہتے تھے۔ جب بغداد میں انہیں امام اعظم کے مزار پر حاضری کے دوران نماز ادا کرتے ہیں تو اپنے مسلک رفع یدین کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اسی طرح ایک شخص کو جب امام ابو حنیفہ کی شان میں ایک قصیدہ پڑھتے سنا۔ تو اُسے فرمائش کی۔ کہ بار بار پڑھو۔ اور ہر بار اسے انعام سے نوازا۔ اَعِدْ ذِکْرَ نُعْمَانٍ لَنَا اِنَّ ذِکْرَہٗ ھُوَ الْمِسْکُ مَا کَرَّرْتَہٗ یَتَضَوَّعٗ ثابت ہوا کہ ان حضرات کے ۰۰ بین

اختلاف اصول پر نہ تھا۔ توحید و رسالت، آخرت ایسے اصول دین میں سب کا اتفاق ہے لیکن اہل تشیع کے ساتھ اختلاف اصول دین میں ہے۔ کیونکہ مسئلہ امامت ان کے ہاں سب سے بڑا اصل دین ہے۔ اس کی تفصیل کے لیے عقائد جعفریہ جلد دوم کا مطالعہ ضروری ہے۔ بہرحال فقہاء اربعہ کا اختلاف "اختلاف امتی رحمۃ" کا آئینہ دار ہے۔ اگر ایسے اختلافات کو صحیح اور غلط کا معیار بنایا جائے۔ تو پھر خود اہل تشیع بھی ایک دوسرے کے ساتھ اختلاف کی بنا پر کہیں کے نہ رہیں گے۔ اگر اعتبار نہیں تو فقہ جعفریہ جن کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ ذرا اُن کے بارے میں ان کے چہیتے شیعہ کی گفتگو اپنی کتابوں سے سنیے

فرق الشیعه

عمر ابن رباح زَعَمَ اَنَّهٗ سَأَلَ اَبَا جَعْفَر عَلَيْهِ السَّلَام عَنْ مَسْئَلَةٍ فَاَجَابَهٗ فِيْهَا بِجَوَابٍ ثُمَّ عَادَ اِلَيْهِ فِيْ عَامٍ اٰخَرَ فَسَأَلَهٗ عَنْ تِلْكَ الْمَسْئَلَةَ بِعَيْنِهَا فَاَجَابَهٗ فِيْهَا بِخِلَافِ الْجَوَابِ الْاَوَّلِ فَقَالَ لِاَبِيْ جَعْفَر هٰذَا خِلَافُ مَا اَجَبْتَنِيْ فِيْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ الْعَامَ الْمَاضِيْ فَقَالَ لَهٗ اِنَّ جَوَابَنَا رُبَّمَا خَرَجَ عَلٰى وَجْهِ التَّقِيَّةِ فَشَكَّ فِيْ اَمْرِهٖ وَ اِمَامَتِهٖ فَلَقِيَ رَجُلًا مِنْ اَصْحَابِ اَبِيْ جَعْفَرَ يُقَالُ لَهٗ مُحَمَّدُ بْنُ قَيْسٍ فَقَالَ لَهٗ اَبَا جَعْفَرَ عَنْ مَسْئَلَةٍ فَاَجَابَنِيْ فِيْهَا بِجَوَابٍ ثُمَّ سَأَلْتُهٗ اِنِّيْ سَأَلْتُ عَنْهَا فِيْ عَامٍ اٰخَرَ فَاَجَابَنِيْ فِيْهَا بِخِلَافِ جَوَابِهِ الْاَوَّلِ فَقُلْتُ لَهٗ لِمَ فَعَلْتَ ذٰلِكَ فَقَالَ فَعَلْتُهٗ لِلتَّقِيَّةِ وَ قَدْ عَلِمَ اللّٰهُ اَنِّيْ مَا سَأَلْتُهٗ عَنْهَا اِلَّا وَ اَنَا صَحِيْحُ الْعَزْمِ

عَلَى التَّدَيُّنِ بِمَا يُفْتِيْنِيْ بِهِ وَ قَبُوْلِهِ الْعَمَلَ بِهِ فَلَا وَجْهَ لِاتِّقَائِهِ اِيَّايَ وَهٰذِهٖ حَالِيْ فَقَالَ لَهٗ مُحَمَّدُ بْنُ قَيْسٍ فَلَعَلَّهٗ حَضَرَكَ مَنِ اتَّقَاهُ فَقَالَ مَا حَضَرَ مَجْلِسَهٗ فِيْ وَاحِدَةٍ مِنَ الْمَسْئَلَتَيْنِ غَيْرِيْ لَا وَلٰكِنْ جَوَابَيْهِ جَمِيْعًا خَرَجَا عَلٰى وَجْهِ التَّبْخِيْتِ وَلَمْ يَحْفَظْ مَا اَجَابَ بِهٖ فِي الْعَامِ الْمَاضِيْ فَيُجِيْبُ بِمِثْلِهٖ فَرَجَعَ عَنْ اِمَامَتِهٖ وَ قَالَ لَا يَكُوْنُ اِمَامًا مَنْ يُفْتِيْ بِالْبَاطِلِ عَلٰى شَيْءٍ بِوَجْهٍ مِنَ الْوُجُوْهِ وَلَا فِيْ حَالٍ مِنَ الْاَحْوَالِ وَلَا يَكُوْنُ اِمَامًا مَنْ يُفْتِيْ تَقِيَّةً بِغَيْرِ مَا يَجِبُ عِنْدَ اللّٰهِ۔

(فرق الشیعہ ص ۶۰ تا ۶۱ ذکر عمر ابن ریاح مطبوعہ نجف حیدریہ)

ترجمہ:

عمر بن ریاح کا زعم ہے۔ کہ اس نے امام ابوجعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا آپ نے اس کا جواب عنایت فرمایا۔ ایک سال کے بعد پھر واپس آیا۔ اور وہی پہلے سال والا سوال کیا۔ لیکن امام باقر نے اب اس کا جواب پہلے جواب سے مختلف دیا۔ اس پر اس نے امام محمد باقر سے کہا۔ آپ کا اس مرتبہ دیا گیا جواب گذشتہ سال دیئے گئے جواب کے خلاف ہے۔؟ آپ نے فرمایا۔ ہم بسا اوقات سوالات کے جواب بطور تقیہ دیتے ہیں۔ اس بات سے عمر بن ریاح کو امام باقر کی امامت اور ان کی شخصیت نے مشکل میں ڈال دیا۔ پھر وہ ابوجعفر کے ایک ہم نشین

محمد بن قیس سے ملا۔ اور کہا۔ کہ میں نے ابو جعفر امام محمد باقر سے ایک سوال کیا انہوں نے جواب دیا۔
۔ پھر وہی سوال جب ایک سال کے وقفہ کے بعد پوچھا۔ تو جواب پہلے جواب سے مختلف دیا۔ میں نے ان سے پوچھا۔ آپ نے ایسا کیوں کیا ہے۔ کہنے لگے بطور تقیہ کیا ہے۔ خدا جانتا ہے۔ کہ میں نے اُن سے سوال کیا تھا۔ تو میری صحیح نیت تھی کہ جو فرمائیں گے اُسے ہی میں اپنا دین بناؤں گا۔ اور اسی پر عمل پیرا ہو جاؤں گا۔ اس کے باوجود ان کا میرے ساتھ بطور تقیہ گفتگو کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ ؟ یہ سُن کر محمد بن قیس بولا۔ شائد اس وقت تمہارے ساتھ کوئی ایسا شخص امام کی مجلس میں موجود ہو۔ جس کی بنا پر تقیہ کی ضرورت پیش آئی ہو۔ عمر بن ریاح نے کہا۔ دونوں مرتبہ سوال کرتے وقت میرے ساتھ کوئی ایسا شخص امام کی مجلس میں موجود نہ تھا۔ لیکن ان کے یہ دو جواب دینے ناکامی کی وجہ سے ہیں۔ اور انہیں گزشتہ سال کا دیا جواب یاد نہ رہا۔ تاکہ اب بھی ویسا ہی جواب دیتے۔ اس کے بعد عمر بن ریاح نے امام باقر کی امامت سے رجوع کر لیا۔ اور کہنے لگا۔ وہ شخص ہرگز امام نہیں ہو سکتا۔ جو کسی وجہ پر اور کسی وقت بھی غلط فتویٰ دے۔ اور نہ ہی وہ امام ہو سکتا ہے۔ جو ایسے فتوے دے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک درست نہ ہوں۔

قارئین کرام! نجفی نے فقہ حنفی پر جو اعتراض کیا تھا۔ اگر ایسی بات کا اپنے گھر میں دیکھنا نصیب ہوتا۔ تو کبھی وہ "فقہ جعفریہ" کا بیڑہ کار نہ کہلاتا۔ عمر بن ریاح کی بات تھی بھی درست۔ جب احکام شرعیہ کا منبع اور مرکز ہی غلط مسئلے بتانے لگ جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے دین کو چھپاتا پھرے۔ تو پھر اس مرکز و منبع کے نام پر کسی اسلام کی بنیاد

رکھنا کون اُسے "صحیح اسلام" کہے گا۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ کہ "فقہ جعفریہ" نام کے اعتبار سے امام جعفر صادق کی تعلیمات پر مشتمل دکھائی دیتی ہے لیکن اس میں بکثرت ایسی روایات ہیں۔ جو من گھڑت اور تقیہ کے روپ میں بیان ہوئیں۔ گویا اصل اسلام تو وہ تھا۔ جو ان اماموں نے چھپائے رکھا۔ اور جو ظاہر کیا وہ تقیہ کے طور پر ہونے کی وجہ سے غلط تھا۔ اُسی ظاہری ارشادات کے مجموعہ کا نام "فقہ جعفریہ" ہے۔ جسے نجفی "صحیح اسلام" کہہ رہا ہے۔ اور حضرات ائمہ اہل بیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کے افراد ہونے کی وجہ سے اسلام کو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ اور صحیح جانتے تھے حنفی فقہ کو تو شافعی وغیرہ تسلیم نہیں کرتے لیکن خود حنفی تو تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن فقہ جعفری کو تو خود اس کے بانیوں نے تسلیم نہیں کیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۲

> ابوبکر و عمر نے دین کو بگاڑ دیا تھا حضرت علی نے اس کی اصلاح فرمائی اس لیے ابوبکر و عمر والی شریعت نہیں چاہیئے ۔:

حقیقت فقہ حنفیہ:

شیعوں کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ صحابہ کرام میں سے ابوذر، سلمان، مقداد، عمار، بلال اور ابوایوب انصاری وغیرہ نے صحابہ کرام سے جو احادیث معتبر طرق سے نقل کیں۔ حجت ہیں۔ اور حضرت علی سے لے کر امام مہدی تک ائمہ اہل بیت نے جو احادیث نبوی بیان فرمائیں ہیں اور صحیح اسناد سے ہم تک پہنچتی ہیں۔ وہ حجت ہیں۔

خلاصہ:

مذکورہ شیعوں نے جو اسلام کی تشریح کی ہے۔ اور جو شکل و صورت پیش کی ہے

ہم اس کو صحیح اسلام اور دین محمدی سمجھتے ہیں۔ اور اہل سنت کے بزرگوں نے مثلاً ابوہریرہ، ابوبکر، عمر، عثمان، نعمان، شافعی، مالکی، احمد بن حنبل، بخاری مسلم، غزالی، رازی ابن تیمیہ ابن عربی اور ابن کثیر وغیرھم نے جو شکل و صورت اسلام کی پیش کی ہے۔ چودہ سو برس کی تاریخ گواہ ہے۔ کہ شیعہ اسے کسی قیمت پر قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوئے۔ جناب امیر نے شیخین کے بگڑے ہوئے اسلام کی اصلاح فرمائی تھی۔ البتہ آنجناب نے اپنی پوری رعایا کو اس پر چلنے کے لیے مجبور نہیں کیا تھا۔ اور یہی انصاف ہے۔ کہ حاکم اپنی رعایا کو اپنے عقیدہ پر چلنے کے لیے مجبور نہ کرے۔ اور نہ اس پران کا قتل عام کرے

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۳)

جواب:

نجفی اس اعتراض میں مولوی عبدالستار تونسوی کی ایک بات کا جواب دینا چاہتا ہے۔ بات یہ ہے۔ کہ جب ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما نے دین و اسلام کو اپنے دور خلافت میں بگاڑا تھا۔ تو اس بگاڑ کو حضرت علی المرتضٰی نے کیوں درست نہ کیا؟ اس کا نجفی نے یہ جواب دیا۔ کہ علی المرتضٰی نے اُسے درست ضرور کیا تھا لیکن اس صحیح اسلام پر چلنے کی پابندی نہیں لگائی تھی۔ لہٰذا جن لوگوں نے اصلاح شدہ دین اسلام قبول کیا وہ آپ کے شیعہ کہلائے۔ اور جنہوں نے اپنی مرضی سے وہی دین جو ابوبکر و عمر کا تھا قبول کیے رکھا۔ اور اس کی اصلاحی صورت سے منہ گردانی کی۔ وہ اہلسنت کہلانے لگے۔ گویا شیعوں کے پاس حضرت علی المرتضٰی، ابوذر، سلمان، مقداد وغیرہ صحابہ کرام اور ائمہ اہل بیت کا اسلام ہے۔ اور سنیوں کے پاس رہی ابوبکر و عمر کا اسلام ہے جو بگاڑ دیا گیا تھا۔ علی المرتضٰی نے دین میں اصلاح فرمانے کے باوجود انہیں اصلاح شدہ اسلام پر چلنے کا پابند نہ بنایا تھا۔ اس اعتراض میں بطور خلاصہ دو باتیں سامنے آتی ہیں۔ پہلے یہ کہ شیخین نے دین بگاڑا تھا۔ دوسری یہ کہ علی المرتضٰی نے اسے درست کیا۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں

درست نہیں ہیں۔

پہلی بات کی تردید:

ابوبکر وعمر کا دین کو بگاڑنا اور اس وجہ سے کسی شیعہ (جن میں ائمہ اہل بیت بھی ہیں) کا ان کی کوئی بات تسلیم نہ کرنا غلط ہے۔ کیونکہ خود شیعہ کتب میں گواہ ہیں۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے افعال واعمال ائمہ اہل بیت کے لیے کسی بھی شرعی مسئلہ میں حجت رکھتے تھے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

كشف الغمه فى معرفة الائمه:

وعن عروة بن عبد الله قَالَ سَأَلْتُ اَبَا جَعْفَرٍ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ عَنْ حِلْيَةِ السُّيُوفِ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِهِ قَدْ حَلَّى اَبُوْبَكْرٍ الصِّدِّيْقُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سَيْفَهُ قُلْتُ فَتَقُوْلُ الصِّدِّيْقُ قَالَ فَوَثَبَ وَثْبَةً وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَقَالَ لَهُمْ الصِّدِّيْقُ نَعَمِ الصِّدِّيْقُ نَعَمِ الصِّدِّيْقُ فَمَنْ لَمْ يَقُلْ لَهُ صِدِّيْقٌ فَلَا صَدَّقَ اللهُ لَهُ قَوْلًا فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ۔

(كشف الغمه جلد دوم ص ۱۴۷ ذكر فى معاجز الامام مطبوعه تبريز)

ترجمہ:

عروہ بن عبداللہ کا کہنا ہے۔ کہ میں نے ابوجعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ کیا تلوار پر زیورات لگانے درست ہیں۔ فرمایا کوئی حرج نہیں

کیونکہ ابوبکر صدیق نے اپنی تلوار کو زیورات سے مزین کیا تھا۔ میں نے کہا حضرت آپ بھی ابوبکر کو صدیق کہہ رہے ہیں؟ یہ سن کر آپ اپنی جگہ سے اچھلے۔ اور قبلہ رخ ہو کر فرمایا۔ ہاں وہ صدیق ہیں۔ ہاں وہ صدیق ہیں۔ اور جو انہیں صدیق نہیں کہتا۔ اللہ تعالیٰ اس کی کسی بات کو دنیا و آخرت میں سچا نہ کرے۔

توضیح:

اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم جناب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے بتائے گئے مسائل کی تائید و حجت کے طور پر پیش کرتے تھے اور یہ دلیل ہے۔ اس امر کی کہ یہ لوگ اُن کے دین و اسلام کو صحیح سمجھتے تھے۔ اور قول و عمل میں انہیں سچا ہونے اور سمجھنے کی بنا پر "صدیق" کہتے تھے۔ اسی طرح امام زین العابدین نے بھی ایک موقعہ پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بصیرت اور حق رسی کی داد دی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

ابن حدید:

ثُمَّ قَالَ زَيْدٌ وَ اَيْمُ اللّٰهِ لَوْ رَجَعَ الْاَمْرُ اِلَيَّ لَقَضَيْتُ فِيْهِ بِقَضَاءِ اَبُوْ بَكْرٍ۔

(شرح ابن حدید جلد ۱۶ ص ۸۲)

ترجمہ:

(حضرت علی کے ایک خط کی شرح کرتے ہوئے جو آپ نے عثمان بن حنیف کی طرف بھیجا) پھر زید نے کہا۔ مجھے اللہ کی

قسم! اگر باغ فدک کے جھگڑے کا معاملہ میرے سامنے پیش ہوتا تو میں بھی اس میں وُہی فیصلہ کرتا۔ جو ابوبکر صدیق نے کیا تھا۔

ان دونوں حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دین کا محافظ اور پاسدار ہی سمجھا۔ اور ان کے قول و فعل کو حجت مانا۔ لیکن نجفی وغیرہ نام نہاد "غلامان اہل بیت"، نہ اہل بیت کے غلام ہیں اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین ابوبکر و عمر کے خیرخواہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطاء فرمائے۔

دوسری بات:

"ابوبکر نے دین بگاڑا اور اسے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے درست کیا" یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ اور دیگر ائمہ اہل بیت ابوبکر و عمر کو "عادل" کہتے ہیں۔ اور انہیں دین حق پر استقامت والا کہتے ہیں۔ اور اسی حق پر ان کا انتقال بھی ہوا۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول ملاحظہ ہو۔

اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ کَانَا عَلَی الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَیْہِ

یعنی ابوبکر و عمر دونوں عادل امام تھے۔ دونوں انصاف کرنے والے تھے۔ دونوں حق پر رہے اور حق پر ہی انتقال فرمایا۔ ان حالات میں تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت علی اور دیگر ائمہ اہل بیت دین کے بگاڑنے والے نہ سمجھتے تھے۔ اور اگر بقول نجفی یہ تسلیم کر لیا جائے۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دین کو بگاڑا اس بگاڑ کو علی المرتضیٰ نے درست کیا۔ تو پھر ان کی کتابوں میں علی المرتضیٰ کی اس میں ناکامی کا کیا جواب ہوگا۔ ان کے بڑے مجتہد جناب نور اللہ شوستری اس موضوع پر کیا کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

مجالس المومنین:

چوں حضرت امیر در ایام خلافت خود دید کہ اکثر مردم حسن سیرت ابی بکر و عمر را معتقد اند و ایشاں را برحق می دانند قدرت براں نداشت باشد کہ کاری کند کہ دلالت بر فساد خلافت ایشاں داشتہ باشد بنا بر آنکہ مخالفت قول و فعل ایشاں را دلیل است بر آنکہ ایشاں ظالم بودہ اند ولیاقت خلافت حضرت پیغمبر نداشتند۔ وچگونہ قدرت براں داشتہ باشد۔ وحال آنکہ اکثر اہل آں زماں را اعتقاد آں بود کہ امامت حضرت امیر مبنی بر امامت ایشاں است وفساد امامت ایشاں را دلیل فساد امامت او می دانند ومشہور است کہ حضرت امیر در ایام خلافت مردم را از نماز تراویح کہ بدعت عمر است منع کرد وایشاں بفریاد آمدند وآواز بابلند کردند۔ کہ وا عمراہ تا آنکہ آں حضرت بنا بر مصلحت وقت ایشاں را بحال خود داشت۔

(مجالس المومنین جلد اول ص ۵۴ در ذکر فدک
مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:

جب علی المرتضٰے نے اپنے دور خلافت میں دیکھا کہ لوگوں کی اکثریت ابوبکر و عمر کی حسن سیرت کی معتقد ہے۔ اور انہیں حق پر سمجھتی ہے۔ تو آپ کو ہرگز یہ ہمت نہ ہوئی۔ کہ کوئی ایسا کام کریں۔ جو ان دونوں کی خلافت کے فاسد اور غلط ہونے پر دلالت کرے۔ کیونکہ ان دونوں کے قول و فعل کی مخالفت کرنا اس بات کی دلیل بن جاتی کہ یہ

دونوں ظالم تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بننے کی ان میں اہلیت نہ تھی۔ ایسا کرنے کی حضرت علی المرتضیٰ کو ہمت بھی کیسے سکتی تھی۔ کیونکہ اس وقت کی اکثریت یہ اعتقاد رکھتی تھی۔ کہ ان کی امامت کا دراصل ابوبکر وعمر کی امامت پر دارومدار ہے۔ اوران دونوں پر امامت کا فاسد ہونا خود ان کی اپنی امامت کو فاسد کرنا تھا۔ یہ بات مشہور ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ نے اپنے دورِ خلافت میں لوگوں کو جب نماز تراویح سے منع کیا۔ جو حضرت عمر کی شروع کردہ تھی۔ تو لوگوں نے شوروغوغا بلند کیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یاد کرنا شروع کر دیا۔ اس شوروغوغا کے باعث وقت کی مصلحت کے پیش نظر آپ نے لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔

توضیح:

اس حوالہ سے یہ ثابت ہوا۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابوبکر وعمر کے بگاڑے ہوئے دین کو درست کرنا چاہا۔ لیکن ایسا نہ کر سکے۔ کیونکہ اس سے خود ان کی امامت و خلافت خطرے میں پڑ سکتی تھی۔ اور ایک آدھ کوشش کر کے دیکھ لی۔ کہ عوام کی اکثریت ایسا برداشت نہیں کر سکتی۔ لہٰذا آپ نے دین و اسلام کو اسی طرح چھوڑ دیا۔ جس حالت پر ان کے پاس پہنچا تھا۔ خود بھی اسی پر عمل کرتے رہے۔ اور لوگوں کو بھی اسی پر عمل کرتے رہنے دیا۔ اب ان سے جو دین لوگوں نے سیکھا۔ اور اہل بیت نے اس درس گاہ سے جو کچھ حاصل کیا۔ وہ وہی تھا۔ جو ابوبکر وعمر کا قول وفعل تھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ "صحیح اسلام" اگر اہل بیت کے پاس ہے۔ تو وہ بھی شیخین سے ان کو ملا۔

نوٹ:

مجالس المومنین کی مذکورہ عبارت کے مضمون کو ہم قطعاً درست تسلیم نہیں کرتے حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ جب منصب خلافت سنبھالنے سے قبل خلفاء ثلاثہ کے مشیر رہے۔ اور ان کے مشورے اور فیصلہ جات پر وہ عمل کرتے رہے۔ اور پھر ان کی اقتداء میں نمازیں ادا فرماتے رہنے کے ساتھ ساتھ ان کے ہاتھ پر بیعت بھی کرلی۔ تو پھر یہ کس منہ سے کہا جاسکتا ہے۔ کہ ابوبکر نے دین کو بگاڑا اور علی المرتضےٰ اُن کے مشیر بھی رہے۔ اس لیے نہ انہوں نے دین بگاڑا۔ اور نہ علی المرتضےٰ نے اسے درست کرنے کی کوشش کی۔ یہ سب فرضی کہانیاں ہیں۔

اعتراض نمبر۳

حالتِ تقیہ ختم ہوگئی ہے اس لیے شیعوں کو اپنی فقہ آزادی سے عمل درآمد کی اجازت ہونی چاہیئے

جب اہل سنت کے خلفاء اور حکام ان پر ظلم کرتے تھے اور ان کو قتل کرتے تھے تو شیعوں نے اپنی جان بچانے کی خاطر تقیہ کیا۔ اور اس میں کیا حرج ہے۔ اب جبکہ شیعوں کو جان کا خطرہ نہیں رہا۔ تو تقیہ کی ضرورت بھی نہیں۔ پس شیعوں کا یہ جائز مطالبہ ہے کہ ہم اپنے امور زندگی میں فقہ جعفریہ پر عمل کریں گے۔

(حقیقت حنفیہ ص ۱۴)

جواب:

مندرجہ بالا عبارت ایک اعتراض یا اپنے عقیدہ پر عمل کرنے کی تلقین کے جواب میں ہے۔ وہ یہ کہ اب اہل تشیع حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ "فقہ جعفریہ" کا نفاذ کرو۔ ان کے اس مطالبہ پر عبدالستار تونسوی نے لکھا کہ تمہارا یہ مطالبہ دراصل اپنے مسلک سے دستبرداری کے مترادف ہے۔ لہٰذا تمہیں یہ مطالبہ نہیں کرنا

چاہیئے۔ کیونکہ "تقیہ" کا تمہیں تمہارے ائمہ نے ہر دور میں حکم دے رکھا ہے۔ اب بھی تقیہ کی زندگی بسر کرو۔ اور چار و ناچار اہل سنت کے حکومتی قوانین کے تحت زندگی بسر کرو۔ نجفی نے اس مطالبہ کی تائید کی اور تقیہ کے بارے میں اپنا نقطۂ نظر مندرجہ بالا عبارت میں بیان کیا۔ یعنی "تقیہ ہم ضرور کرتے رہے۔ لیکن یہ اس دور کی بات ہے۔ جب اہل سنت کے حکام و خلفاء ہم پر ظلم و تشدد کرتے تھے۔ ایسے حالات میں ہمارے ائمہ نے ہمیں جان بچانے کے لیے "تقیہ" کا لازمی حکم دیا۔ جب تقیہ کی علت اب موجود نہیں یعنی جان کا خطرہ اہل تشیع کو نہیں۔ تو پھر تقیہ کی ضرورت باقی نہ رہی۔ لہٰذا الفاذ فقہ جعفریہ کا مطالبہ اور تقیہ ان دونوں میں کوئی تعارض یا تضاد نہیں ہے۔

نجفی کے بقول ان کے ائمہ نے جان کے خطرے کے پیش نظر "تقیہ" کی اجازت دی۔ یہ بات یا تو اسے اپنے مسلک کی صحیح معلومات نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ یا دھوکا اور فریب سے متجاہل بن کر اپنے ائمہ کو بدنام کرنے کی ناپاک سعی ہے۔ جہاں تک شیعوں پر اہل سنت کے خلفاء کا ظلم کرنا اور ان سے انہیں اپنی جان کا خطرہ رہنے کا ذکر کیا گیا یہ ایک طویل بحث ہے۔ اس کے بارے میں مختلف عنوانات کے تحت ہم تفصیلی بحث فقہ جعفریہ میں کر چکے ہیں۔ سردست یہاں نجفی کے اس دھوکہ سے آگاہ کرنا ہے۔ کہ "تقیہ"، کیا بوقت ظلم جائز تھا۔ اور پھر ظلم اٹھ جانے پر اس کی اباحت نہیں رہتی؟ اس بارے میں انہی حضرات کے اقوال ملاحظہ ہوں کہ جنہوں نے (بقول نجفی) اہل تشیع کو "تقیہ" کی اجازت دی ہے۔

جامع الاخبار:

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ تَرَكَ تَقِيَّةً قَبْلَ خُرُوجِ قَائِمِنَا فَلَيْسَ مِنَّا۔ وَقَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ اَذَاعَ عَلَيْنَا شَيْئًا مِنْ اَمْرِنَا فَهُوَ كَمَنْ قَتَلَنَا۔

(جامع الاخبار ص ۲۸۔ الفصل الثالث
والاربعون فی التقیہ مطبوعہ نجف
اشرف)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جس (شیعہ) نے ہمارے قائم (امام مہدی) کے تشریف لانے سے قبل وہ تقیہ، کرنا چھوڑ دیا۔ وہ ہم میں سے نہیں .... امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس نے بھی ہمارے امور میں سے کوئی امر لوگوں میں پھیلا دیا۔ گویا اس نے ہمیں قتل کر دیا۔

جامع الاخبار:

وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ (ع) يَغْفِرُ اللهُ الْمُؤْمِنِيْنَ كُلَّ ذَنْبٍ وَيُطَهِّرُ مِنْهُ فِي الْاٰخِرَةِ مَا خَلَا ذَنْبَيْنِ تَرْكِ التَّقِيَّةِ وَتَضْيِيْعِ حُقُوْقِ الْاِخْوَانِ۔

(جامع الاخبار ص ۱۰۸ الفصل فی التقیہ

ترجمہ:

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مومنین کے تمام گناہ معاف کر دے گا اور آخرت میں ان سے پاک کر دے گا۔ مگر دو گناہ ایسے ہیں (جن کی نہ مغفرت ہو گی اور نہ ہی آخرت میں ان سے پاکیزگی) پہلا تقیہ کو چھوڑ دینا اور دوسرا بھائیوں کے حقوق ضائع

کرنا۔

مذکورہ حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے امام مہدی کے خروج تک تقیہ نہ کرنے والے کو "شیعوں" سے نکال دیا۔ اور پھر ایسے کو اپنا قاتل تک فرمادیا۔ امام زین العابدین نے تقیہ نہ کرنے کو ناقابل معافی جرم قرار دیا۔ ان اقوال کی روشنی میں "فقہ جعفریہ" کے نفاذ کا مطالبہ کرنے والا بقول امام جعفر صادق شیعہ ہی نہیں رہا۔ اور ایسا مطالبہ کر کے اس نے اپنے امام کو قتل کرنے کا ذمہ لیا۔ اور بقول امام زین العابدین یہ مطالبہ "ناقابل معافی جرم" ہے۔

نوٹ:

غلام حسین نجفی نے تقیہ کرنے کی تائید در اثبات میں ابوبکر صدیق کے غار ثور میں تقیہ کرنے، عثمان غنی کا گھر میں بیٹھا رہنا۔ اور امیر معاویہ کا فتح مکہ سے چند دن پہلے تک ایمان چھپائے رکھنا یہ مثالیں پیش کر کے کہا۔ جب ان حضرات نے تقیہ کیا ہے۔ تو پھر ہمارے لیے بھی جائز ہے ...... یہ ایک دھوکہ ہے۔ اس کا مختصر جواب یوں ہے۔ کہ ہم اہل سنت کے ہاں جب جان کا خطرہ ہو۔ تو کلمہ کفر زبان سے ادا کر لینے کی اجازت ہے۔ لیکن اگر کسی نے اس کی بجائے موت کو ترجیح دی تو وہ شہادت کی موت ہوگی۔ اس مسئلہ میں اہل تشیع کے نزدیک اگر کلمہ کفر نہیں بولا جاتا۔ تو شہادت نہیں بلکہ وہ ائمہ اہل بیت سے تعلق توڑ بیٹھا ہے۔ اور یہ گناہ قیامت کو بھی معاف نہ ہوگا۔ لہذا ایسا شخص جہنمی ہے۔ اور تقیہ کی اہل تشیع کے نزدیک بہت وسعت ہے۔ حتی کہ دین کا دارومدار اسی پر رکھا گیا ہے۔ لہذا اہل سنت کا تقیہ اور ہے اہل تشیع کا اور

جامع الاخبار:

قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامِ لَا دِيْنَ لِمَنْ لَا تَقِيَّةَ لَهُ

وَاِنَّ التَّقِيَّةَ لَاَوْسَعُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ۔

(جامع الاخبار ص ۱۰۹، الفصل الثالث

والا ربعون فی التقیہ مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جس کا وطیرہ تقیہ کرنا نہیں وہ بے دین ہے۔ اور یقیناً تقیہ میں زمین و آسمان کے خلا سے زیادہ وسعت ہے

اعتراض نمبر ۴

فقہ حنفی رسول کیطرف منسوب ہے نہ صحابہ کیطرف اور اس میں کتے کے چمڑے کی طہارت جیسے فتوے بھی ہیں۔

فقہ حنفی نہ ہی رسول اللہ سے منسوب ہے۔ نہ ہی ابوبکر و عمر و عثمان و معاویہ رضی اللہ عنہم اور نہ ہی یزید سے منسوب ہے۔ یہ فقہ صرف ابو نعمان کی طرف منسوب ہے۔ اور حضرت نعمان کی فقہ وہ ہے۔ جس میں کتے کا چمڑا بھی پاک سمجھا جاتا ہے۔ پس ایسی فقہ کو ہم نہیں مانتے ہمارا یہ مطالبہ ہے۔ کہ ہم ایسی فقہ پر عمل کریں گے۔ جو ہمارے بارہ اماموں کی روشنی میں درست ہے۔ (فقہ حنفیہ ص ۱۶)

جواب:

غلام حسین نجفی نے "فقہ حنفیہ" کی نسبت کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے۔ عبدالستار تونسوی کی عبارت کا تقابلی طریقہ ہے۔ بہر حال اتنی بات دونوں میں مشترک ہے۔ کہ اگر فقہ حنفیہ رسول اللہ یا آپ کے اصحاب میں سے کسی طرح منسوب نہیں۔ تو فقہ جعفریہ بھی تو ایسی ہی ہے۔ ہم اس لفظی تقابل کو یہیں چھوڑتے ہیں۔ اصل اعتراض کی طرف لوٹتے ہیں۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی فقہ پر یہ اعتراض کیا گیا کہ اس میں کتے کا چمڑا پاک قرار دیا گیا لہذا ہم ایسی فقہ کو نہیں مانتے۔ کتے کے چمڑے کا پاک ہونا ایک جزئی مسئلہ ہے۔ جو اپنے پیچھے قانون

ضابطہ یا اصل رکھتا ہے۔

اصل یہ ہے۔ کہ فقہ حنفی میں "نجس العین" خنزیر ہی ہے۔ اس کے سوا دیگر حیوانات گندے ناپاک اور حرام بے شک ہیں لیکن اس کی نجاست اُن تمام سے بڑھ کر ہے۔ کتے کے چمڑے کا مسئلہ بھی اسی ضمن میں آتا ہے۔ کہ اگر شرعی طریقہ کے مطابق کسی نے کتے کو ذبح کر دیا۔ اور اُس سے خون بہہ گیا۔ تو اس کی کھال (چمڑا) پاک ہو گا لیکن ایسا کرنے سے خنزیر کا چمڑا ہرگز پاک نہیں ہو سکتا۔ لیکن حیرانی کی بات ہے۔ کہ اگر کسی فقہ میں کتے کا چمڑا پاک کہا گیا۔ تو وہ ناقابل عمل ہو گئی۔ اور اگر کسی میں خنزیر کے چمڑے کو پاک کہا گیا تو اس کے نفاذ کا مطالبہ؟

من لا یحضرہ الفقیہ:

وَ سُئِلَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ جِلْدِ الْخِنْزِيرِ يُجْعَلُ دَلْوًا يُسْتَقَى بِهِ الْمَاءُ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِهِ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۱ ص ۹ ذکر فی المیاہ الخ

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ کہ خنزیر کا چمڑا پاک پلید کیسا ہے۔؟ اگر اس کا ڈول بنا کر پانی پینے کے لیے کنوئیں سے نکالا جائے۔ تو اُس پانی کے بارے میں کیا حکم ہے۔؟ فرمایا۔ اس میں کوئی گناہ نہیں۔ (جائز ہے)

نوٹ:

"فقہ جعفریہ" میں صرف دو حیوانات نجس و حرام ہیں۔ ایک کتا دوسرا خنزیر۔

لیکن بعض اہل تشیع ان دونوں کو بھی جب تک یہ زندہ ہوں نجس نہیں مانتے۔ ہاں مرجانے کے بعد ان کی نجاست کے قائل ہیں۔ حوالہ درج ذیل ہے۔

المبسوط:

وَاَمَّا مَاحُرِمَ شَرْعًا فَجُمْلَتُهُ اَنَّ الْحَيَوَانَ ضَرْبَانِ طَاهِرٌ وَ نَجِسٌ فَالنَّجِسُ الْكَلْبُ وَالْخِنْزِيْرُ وَمَاتَوَالَدَ مِنْهُمَا اَوْمِنْ اَحَدِهِمَا وَمَاعَدَاهُمَا كُلُّهُ طَاهِرٌ فِيْ حَالِ حَيَاتِهٖ وَقَالَ بَعْضُهُمُ الْحَيَوَانُ كُلُّهُ طَاهِرٌ فِيْ حَالِ حَيَاتِهٖ وَلَمْ يَسْتَثْنِ الْكَلْبَ وَالْخِنْزِيْرَ قَالَ اِنَّمَا يَنْجُسُ الْخِنْزِيْرُ وَالْكَلْبُ بِالْقَتْلِ وَالْمَوْتِ۔

(المبسوط جلد ۶ ص ۲۷۹ ذکر مایحل اکلہ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

بہر حال جو شرعاً حرام کر دیئے گئے۔ تو بات یہ ہے کہ تمام حیوانات کی دو قسمیں ہیں۔ کچھ طاہر اور کچھ نجس۔ کتا اور خنزیر اور ان دونوں سے یا ایک سے پیدا ہونے والا ہر جانور نجس ہے۔ ان دو کے سوا تمام حیوانات جب تک زندہ ہیں پاک ہیں۔ اور بعض کا کہنا ہے۔ کہ حیوان کتے خنزیر سمیت تمام پاک ہیں۔ جب تک زندہ ہیں۔ انہوں نے اس حکم سے کتے خنزیر کو بھی نہیں نکالا۔ اور کہا کہ یہ دونوں قتل یا موت کے ساتھ ناپاک ہوتے ہیں۔

لمحہ فکریہ

اہل تشیع کے نزدیک کتا اور خنزیر دونوں زندہ ہوں یا مردہ پاک ہیں۔ ان دونوں کے زندہ ہوتے وقت طہارت کی دلیل "الحیوان کلہ طاھر فی حال حیاتہ" مذکور ہوئی۔ ہو سکتا ہے۔ کہ آپ سوچیں۔ کہ ان دونوں کے مرنے کے بعد طہارت کیسے ثابت ہوئی۔ تو من لایحضرہ الفقیہ کا حوالہ آپ دوبارہ پڑھیں۔ اس میں خنزیر کی کھال کو ڈول بنانے کا سوال کیا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ کسی کے چمڑے کا ڈول بنانے کا سوال کیا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ کسی کے چمڑے کا ڈول اس کے زندہ رہتے ہوئے تو نہیں بنایا جا سکتا۔ خنزیر مرا یا مارا گیا۔ پھر کسی نے اس کی کھال اتاری۔ اس کا ڈول بنایا اور اس سے پانی نکالا۔ اگر کھال اتنے مراحل کے بعد بھی طاہر ہے۔ تو پھر خنزیر کی نجاست کدھر گئی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ کتے اور خنزیر کے مرنے کے بعد اس کی کھال اہل تشیع کے نزدیک طاہر ہے۔ بلکہ خنزیر کو اگر کوئی کھاتا ہے۔ اور ایک آدھ مرتبہ نہیں بلکہ بار بار کھاتا ہے۔ تو فقہ جعفریہ میں ایسا شخص صرف ڈانٹ کا مستحق ہے۔ ملاحظہ ہو۔

فروع کافی:

وَبِهٰذَا الْاَسْنَادِ عَنْ اسحاق بن عمار عن اَبِيْ عَبْدِ اللهِ اَنَّهُ قَالَ اَكْلُ الْمَيْتَةِ وَالدَّمِ وَلَحْمِ الْخِنْزِيْرِ عَلَيْهِ اَدَبٌ فَاِنْ عَادَ اُدِّبَ فَاِنْ عَادَ اُدِّبَ وَلَيْسَ عَلَيْهِ حَدٌّ۔

(فروع کافی جلد ۷ ص ۲۴۲ کتاب الحدود
مطبوعہ تہران)

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جس نے مُردار، خون اور خنزیر کا گوشت کھایا۔ اُسے ڈانٹ پلائی جائے۔ پھر اگر اعادہ کرے۔ اور پھر دوبارہ سہ بارہ کرے۔ تو بھی اسے ڈانٹ پلائی جائے۔ اس پر حد نہیں ہے۔

کتب شیعہ سے ہم نے نجفی کے گھر کی "فقہ" کی آپ کو تھوڑی سی سیر کرائی۔ فقہ حنفی پر کتے کے چمڑے کی طہارت وجہ اعتراض تھی۔ لیکن اپنے گھر خنزیر کے ڈول سے پانی نکال کر استعمال کرنے کی ان کا امام اجازت دے رہا ہے۔ اس کی طرف کوئی خیال نہیں۔ اگر کوئی خنزیر کا گوشت کھاتا ہے۔ اور بار بار کھاتا ہے۔ تو وہ بھی صرف ڈانٹ کے لائق ہے۔ کیا خیال ہے۔ ایسے مسائل کے ہوتے ہوئے "فقہ جعفریہ" کو سینے سے لگائے رکھنا اور اس کے نفاذ کا مطالبہ کرنا "فقہ حنفیہ" سے بہتر ہے؟ اللہ تعالیٰ حقائق کی سمجھ اور ان کے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اعتراض نمبر ۵

ابوحنیفہ تو بہت بڑے جولاہے تھے اور جولاہا اسلام کو کیا سمجھے

اہل سنت کی معتبر کتاب شذرات الذہب ص ۲۲۰ میں لکھا ہے
نُعمانُ لَہٗ دَارٌ کَبِیْرٌ لِعَمَلِ الخَزِّ وَجُنْدُہٗ صَنَّاعٌ۔ کہ نعمان صاحب کا ایک بہت بڑا گھر تھا۔ اور اس گھر میں نعمان کا کھڈی کا بہت بڑا کاروبار تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نعمان بہت بڑے جولاہے تھے۔ پس کہاں ایک بہت بڑا جولاہا اور کہاں دین اسلام جولاہا مسلمان تو ہو سکتا ہے۔ لیکن امت محمدی کا امام نہیں ہو سکتا اور اسی جولاہا پن کا ثبوت نعمان صاحب، نے فقہ اکبر میں یوں دیا ہے۔
وَوَالِدَا رَسُوْلِ اللّٰہِ مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ۔ کہ نبی کریم کے والدین

(معاذ اللہ) کفر کی حالت میں مرے تھے۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۹)

جواب:

الزام مذکورہ بالا میں نجفی نے سرکار امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر دو اعتراض کیے۔ اول یہ کہ آپ جولا ہے تھے۔ اور جولا ہا مسلمان تو ہو سکتا ہے۔ لیکن امت کا امام نہیں بن سکتا دوم یہ کہ انہوں نے دو چار حرف پڑھ کر بے تکی باتیں کہیں۔ ان میں ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے متعلق کفر پر انتقال کرنا بھی ہے۔

تردید امر اول:۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کو جولا ہا کہہ کر نجفی دراصل ان کی تحقیر چاہتا ہے۔ کاش کہ اس موضوع پر اُسے اپنے مسلک کے مجتہدین کی تحریرات دیکھنا نصیب ہوتیں۔ تو اس طرح نہ ہینگتا۔ امامت کے لیے یہ شرط کہ وہ اعلیٰ خاندان کا ہی ہو۔ کس نے لگائی ہے خاندان یا پیشہ ایک عارضی اور ضمنی چیز ہے۔ اصل آدمی ہوتا ہے۔ اولاد آدم ہونے کے اعتبار سے باعتبار ذات تمام ایک ہیں۔ اس کی ذرا وضاحت اپنے مجتہد سے سنیئے۔

تفسیر لوامع التنزیل

دریں جا دلالت میکند کہ دختر والا نسب و عالی حسب و جلیل نسب سُنی ذات اگرچہ دراصل غلام زنگی و حبشی باشد دادن جائز است ایں احد مطاعن اسـ ـلام است چنانچہ خود اعزا اہل اسلام ایں را قبیح و منکر میدانند بل میگو یند کہ علماء مسلمانان تجویز کردہ اند کہ بنکاح سید ہند دختر سادات

بی فاطمہ را کہ او لادِ رسول باشند بعام آدمی اگرچہ شرابی قمار باز کم ذات وغلام حبشی رذیل صفات ابا وجدا باشد دریں عقل تنفری کند۔

جواب اول:

عند العقل و مجروح نقل بل بالضرورۃ ثابت و مقطوع است کہ ہمساویان من حیث الذات متحد اند پس تقطعی بودن ایں کفاۃ و مماثلۃ ذاتی درایشاں ثابت و ثبوت ایں مناکح درمین خود ایشاں لازم و ثابت باشد وازایجا درحدیث مرتضےٰ علی علیہ السلام آمدہ۔ ان الناس من جھۃ التمثال اکفاء ابو نا ادم والام حواء۔

(تفسیر لوامع التنزیل الجزء الثانی ص ۴۷ مطبوعہ
رفاہ عامہ پریس لاہور)

ترجمہ:

(علامہ حیری نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا۔ کہ وہ اعلیٰ کا ادنیٰ سے نکاح جائز نہیں سمجھتے اور یہ نظریہ غلط ہے لیکن ملا حیری خود ایک اشکال بیان کرتا ہے کہ اگر اعلیٰ کا ادنیٰ سے نکاح جائز قرار دیا جائے تو یہ نظریہ اس بات پر دلالت کرے گا۔ کہ ایک اعلیٰ نسب کی لڑکی اچھے حسب و عمدہ کردار کی مالک ایک ایسے شخص کے نکاح میں دے دی جائے۔ جو ذات کے اعتبار سے کمینہ ہو اگرچہ وہ حبشی غلام اور سیاہ رنگ والا ہو۔ یہ اسلام پر کیے گئے اعتراضات میں سے ایک اعتراض ہے۔ چنانچہ اس بات کو خود مسلمانوں کے نامور لوگ قبیح اور برا سمجھتے ہیں۔ بلکہ مذکورہ نظریہ والے تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہرا کی نسل سے

کسی سیدزادی کا نکاح ایک عام آدمی کے ساتھ کر دینا جائز ہے۔
چاہے وہ عام آدمی شرابی، جواری، کم ذات، غلام حبشی اور
باپ دادا سے کمینی صفات سے متصف چلا آرہا ہو۔ اس بات سے
عقل نفرت اور بیزاری کا اظہار کرتی ہے۔

جواب اول:

ازروئے عقل اور باتفاق نقل بلکہ بدیہی طور پر یہ ثابت اور یقینی بات ہے کہ تمام آدمی باعتبار ذات متحد ہیں۔ لہذا یقینی طور پر دو آدمیوں کے درمیان پائے جانے والی یہ مماثلت اور کفاءت ان کے درمیان جواز نکاح کے لیے کافی ہے۔ اسی حقیقت کو سامنے رکھیں۔ تو سیدنا علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کا مفہوم اسی کی تائید کرے گا۔ وہ بے شک تمام انسان ایک دوسرے کی مثل ہونے کے اعتبار سے ایک دوسرے کا کفو ہیں۔ ہم سب کا باپ آدم اور ماں حوا ہے۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ اولاد آدم ہونے میں اعلیٰ وادنیٰ کا کوئی امتیاز نہیں۔ اگر عزت واکرام میں درجہ بندی ہے تو وہ تقویٰ وخوفِ خدا پر ہے۔ لہذا پیشہ کے اعتبار سے کسی کی حقارت نہ عقلاً درست اور نہ نقل اس کی اجازت دے۔ خود اہل تشیع اس قسم کی تفریق کرنے والوں کی بروز حشر گرفت کے قائل ہیں۔

مجمع البیان

يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى اَیْ مِنْ اٰدَمَ وَحَوَّا وَالْمَعْنٰى اِنَّكُمْ مُتَسَاوُوْنَ فِى النَّسَبِ لِاَنَّ كُلَّكُمْ يَرْجِعُ فِى النَّسَبِ اِلٰى اٰدَمَ وَحَوَّا زَجَرَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَنِ التَّفَاخُرِ بِالْاَنْسَابِ ...... وَرُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَّہٗ قَالَ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَمَرْتُکُمْ فَضَیَّعْتُمْ مَاعَہِدْتُ اِلَیْکُمْ فِیْہِ وَرَفَعْتُمْ اَنْسَابَکُمْ فَالْیَوْمَ اَرْفَعُ نَسَبِیْ وَاَضَعُ اَنْسَابَکُمْ اَیْنَ الْمُتَّقُوْنَ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ۔

(تفسیر مجمع البیان جز ۹ ص ۱۳۷-۱۳۸

سورۃ حجرات مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:

اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا یعنی آدم و حوا سے معنی یہ ہے کہ تم نسب کے اعتبار سے سب برابر ہو اس لیے کہ تم نسب میں سبھی آدم و حوا کی طرف ہی پلٹتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ میں نسب کے طور پر ایک دوسرے پر فخر کرنے پر ڈانٹا ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ بروز قیامت فرمائے گا۔ اگر میں نے تمہیں ایک حکم دیا تھا۔ تو تم نے میرے ساتھ کیا گیا اقرار و عہد ضائع کر دیا۔ اور اپنے اپنے نسب کو اونچا کرنے لگے لہذا آج کے دن میں اپنے نسب کو بلند کرتا ہوں۔ اور تمہارے نسب کو جھکاتا ہوں۔ کہاں ہیں صاحبان تقویٰ؟ بے شک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تم میں سے صاحب اکرام وہی ہے۔ جو صاحب تقویٰ ہے۔

لہذا معلوم ہوا۔ کہ سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر ان کے ایک پیشے کا اعتبار کرنا عقل و نقل کے خلاف ہے۔ کیونکہ ایک آدمی ہونے کے اعتبار سے وہ اور سب آدمی ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں۔ لہٰذا اس قسم کی تفریق کرنے والے

کل قیامت کو سرنگوں ہوں گے۔ ہاں اگر بڑائی کا معیار ہے تو وہ خوفِ خدا اور تقویٰ ہے۔ اب اس معیار کے اعتبار سے امام اعظم کی سیرت کو دیکھیں۔ تو نظر آئے گا کہ آپ واقعی "عند اللہ اکرم" ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

امام ابوحنیفہ اور ان کے والد گرامی کی شخصیت ایک شیعہ کی نظر میں

الامام الصادق:

(اختصار کے پیش نظر ہم صرف استاد السید عفیفی شیعی کے تاثرات ترجمہ کی صورت میں پیش کر رہے ہیں۔)

امام ابوحنیفہ کے والد کا نام و نسب ثابت بن نعمان بن مرزبان ہے۔ اور یہ ثابت دین و عقل کی طرف جو لوٹے تو اپنے اصل کی وجہ سے تھا۔ (کیونکہ ان کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے برکت کی دعا کی تھی۔ كَانَ ثَابِتٌ صَغِيْرًا فَدَعَا لَهُ الْإِمَامُ عَلِيٌّ بِالْبَرَكَةِ)

(الامام الصادق ص ۲۸۲)

روایت کی گئی ہے کہ ثابت اپنی جوانی میں عابد اور زاہد تھا۔ ایک دن نہر پر وضو کر رہے تھے۔ کہ ایک سیب پانی میں بہتا ہوا آیا۔ تو آپ نے اس کو روک لیا۔ اور وضو کرنے کے بعد اس کو کھا لیا۔ اس کے بعد جب تھوکا تو تھوک میں خون آیا۔ انہوں نے دل میں خیال کیا۔ کہ یہ سیب جس کو میں نے کھایا ہے۔ یہ حرام ہے ورنہ میری تھوک خون سے نہ بدلتی لہٰذا آپ اٹھ کر اس طرف روانہ ہوئے کہ جدھر سے پانی آرہا تھا۔ آگے آکر ایک سیب

کا درخت اُبا جس کا پھل اسی طرح کا تھا جیسا انہوں نے کھایا تھا۔ تو آپ نے اس کے مالک کو تلاش کیا۔ اور اس کو سارا واقعہ سناتے ہوئے اس سیب کا معاوضہ ایک درہم پیش کیا۔ مالک نے جب اس اتقاء اور پرہیزگاری کو دیکھا تو اس نے کہا کہ میں ایک درہم سے راضی ہوں۔ اور نہ اس سے زیادہ سے۔ تو حضرت ثابت نے فرمایا تو کس طرح راضی ہوتا ہے تو اس نے کہا کہ میری ایک بیٹی ہے جو نہ دیکھتی ہے نہ بولتی ہے نہ سنتی ہے نہ چلتی ہے۔ لہذا تو اگر اس کو قبول کرے تو میں تمہیں معاف کر دوں گا۔ ورنہ میں تیرے ساتھ قیامت میں جھگڑا کروں گا۔ تو حضرت ثابت نے اپنے دل میں سوچنے کے بعد اپنے دل میں کہا کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلہ میں بہت نرم اور سہل ہے۔ تو جب نکاح ہو گیا۔ تو اپنی بیوی کے پاس گئے اس کو بے مثال خوبصورت پایا۔ تو اس پر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سخت اشتباہ میں پڑ گئے کہ یہ کون ہے۔ تو اس نے آگے سے بول کر کہا کہ میں فلاں کی بیٹی اور تمہاری بیوی ہوں تو حضرت ثابت نے فرمایا۔ میں تجھے اس کے خلاف پاتا ہوں۔ جو تیرے باپ نے تیرے متعلق بیان کیا۔ تو اس نے کہا کہ یہ بات صحیح ہے کہ میں کئی سالوں سے گھر سے باہر نہیں نکلی اور نہ میں نے کسی اجنبی آدمی کو نہیں دیکھا اور نہ ہی کسی کے کلام کو سنا اور نہ ہی انہوں نے میرے کلام کو سنا۔ لہذا حضرت ثابت نے حقیقت حال کو پاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا کہ تمام تعریفیں اس ذات کے لیے جو تمام ... مضموں کیا ... اور ہمارا رب بخشنے والا اور شکر کی جزا دینے والا ہے۔ اس کے بعد ... مصنف لکھتا ہے۔

الامام الصادق:

هَيْهَاتَ لَا يَاْتِي الزَّمَانُ بِمِثْلِ ثَابِتٍ وَلَا بِمِثْلِ صَاحِبَتِهِ فَلَا عَجَبَ اَنْ يَتَوَلَّدَ مِنْهُمَا وَلَدٌ فِي صُوْرَةِ الْاِنْسَانِ وَسِيْرَةِ الْمَلَكِ وَيُحْيِي اللّٰهُ بِهِ الدِّيْنَ الْقَوِيْمَ وَيَشِيْعُ مَذْهَبُهُ فِي الْاَقْطَارِ وَعِلْمُهُ فِي الْاَمْصَارِ وَيَقُوْلُ مِنْ هٰذَا الْوَالِدِ الْوَرِعِ الزَّاهِدِ وَهٰذِهِ الْاُمِّ الطَّاهِرَةِ وُلِدَ الْاِمَامُ الْاَعْظَمُ اَبُوْحنيفة النعمان فِي مَدِيْنَةِ الْكُوْفَةِ فِي سَنَةِ ٨٠ مِنَ الْهِجْرَةِ النَّبَوِيَّةِ فِي عَصْرِ الدَّوْلَةِ الْاُمَوِيَّةِ فِي خِلَافَةِ عَبْدِالْمَلِكِ بن مروان

الامام الصادق ص ۲۸۲ مطبوعہ بیروت لبنان

ترجمہ:

ہائے افسوس! اب زمانہ حضرت ثابت ایسا آدمی اور اُن کی بیوی ایسی عورت نہیں لائے گا۔ ایسے دو بزرگوار میاں بیوی سے اگر ایک بچہ جو صورت انسانی میں سیرت ملکوتی سے مزین پیدا ہو۔ تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ اور اس بچے کے سبب اللہ تعالیٰ دین قویم کو زندگی بخشے۔ اور اس کا مذہب چار دانگ عالم میں پھیلے۔ اور اس کا علم شہروں میں پڑھا پڑھایا جائے۔ اور ان دونوں بزرگوں یعنی ایک عابد، زاہد متقی والد اور پاکیزہ صفات

کی حامل والدہ سے امام اعظم ابوحنیفہ نعمان رضی اللہ عنہ ۸۰ ہجری میں کوفہ شہر میں پیدا ہوئے۔ جب اموی دور تھا۔ اور عبدالملک بن مروان خلیفہ تھا
(الامام الصادق ص ۸۲ مطبوعہ بیروت لبنان)

توضیح:

استاذ حنفی نے تعصب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے جو حقیقت تھی۔ اسے قارئین کے گوش گزار کیا ہے۔ امام ابوحنیفہ کے والدین کا زہد و تقوی بے مثل تھا اللہ تعالی نے حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ کی دعا و وسیلہ سے انہیں ایسا بچہ عطا کیا۔ جو خداداد صلاحیتوں کی بنا پر دین و اسلام کا عظیم خادم اور امت مسلمہ کا عظیم امام و رہنما ہوا۔ دنیا میں اس کے علم کی روشنی پھیلی۔ ایک طرف یہ حقائق اور دوسری طرف حسد و بغض سے بھرے نجفی کی تحریر (کہ چند حرف پڑھ کر بے تکی باتیں کرنے والا امام کیسے ہو سکتا ہے۔) دونوں کا موازنہ کریں۔ تو حقائق خود بخود سامنے آ جائیں گے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

تردید امر دوم

"امام اعظم نے چار حرف پڑھ کر بے تکے فتوے دیئے الخ"، نجفی اس تحریر سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے علم کو تحقیر بھرے انداز میں بیان کر رہا ہے۔ گویا امام ابوحنیفہ "عالم" تھے ہی نہیں پھر امامت کا دعوٰے یا لوگوں کا انہیں امام تسلیم کر لینا نری حماقت ہے۔ اور انہیں مجتہد کا درجہ دینا کوئی عقلمندی نہیں۔ آیئے الامام الصادق کے مصنف استاذ حنفی سے پوچھیں۔ کہ امام ابوحنیفہ واقعی علمی طور پر ایسے ہی تھے۔

امام ابوحنیفہ اگر مٹی کے ستون کو دلائل سے سونا ثابت کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے

الامام الصادق:

إنَّ عَصْرَ أبِي حَنِيْفَةَ كَانَ عَصْرَ الْمُنَاظَرَاتِ وَالْجَدَلِ إلىٰ أقْصىٰ حَدٍّ فَمُنَاظَرَاتٌ بَيْنَ أهْلِ الْهَوَاءِ وَبَيْنَ فِرَقِ الْمُخْتَلَفَةِ وَبَيْنَ الْفُقَهَاءِ بَعْضِهِمْ بَعْضًا وَكَانَ أبُوْ حَنِيْفَةَ قَوِيَّ الْمُنَاظَرَةِ شَدِيْدَ الْجَدَلِ يَنْتَجُ بِمَسَائِلِ الرَّسَائِلِ يُعِيْنُهُ عَلَى الرَّسْلِ إلىٰ الْأُمُوْرِ بِالنَّتِيْجَةِ فِيْ غَالِبِ الْأحْيَانِ كَمَا وَصَفَهُ

الْإِمَامُ مَالِكٌ بِقَوْلِهِ رَأَيْتُ رَجُلاً لَوْ كَلَّمَهُ فِي هٰذِهِ السَّارِيَةِ أَنْ يَجْعَلَهَا ذَهَبًا لَقَامَ بِحُجَّتِهِ وَفِي رِوَايَةٍ أَنَّهُ قَالَ تَاللّٰهِ لَوْ قَالَ إِنَّ هٰذِهِ الْأُسْطُوَانَةَ مِنْ ذَهَبٍ لَأَقَامَ الدَّلِيلَ الْقِيَاسِيَّ عَلٰى صِحَّةِ قَوْلِهِ ۔

(الامام الصادق ص ۳۱۵)

ترجمہ:

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ مناظرات و باہمی جھگڑوں کا زمانہ تھا۔ اور یہ علمی بحثیں اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھیں۔ بے دینوں کے درمیان مناظرے اور فقہاء کے ایک دوسرے کے ساتھ مناظرے معمول بن چکے تھے۔ امام ابوحنیفہ مضبوط ترین مناظر اور سخت ترین جدل کرنے والے تھے۔ آپ ہر قسم کے اُن اسباب سے مسلح تھے۔ جو انہیں کامیابی سے ہمکنار کرنے میں ان کے معاون ہو سکتے تھے۔ اور اکثر اوقات غلبہ انہی کا ہوتا تھا۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں کہا۔

میں نے ایک شخص دیکھا۔ اگر وہ اس ستون کو سونے کا کر دکھانا چاہے تو وہ اپنی دلیل سے ایسا کر سکتا تھا۔

ایک اور روایت میں ہے۔ امام مالک نے فرمایا۔ خدا کی قسم! اگر ابوحنیفہ کہہ دیتا کہ یہ ستون سونے کا ہے۔ (اور ہوتا وہ لکڑی یا مٹی کا بنا ہوا) تو وہ دلیل قیاسی سے اسے صحیح کر دکھاتا۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی جلالت علمیہ اور زور استدلال کو اپنے دور کی مسلم شخصیات بھی تسلیم کرتی تھیں۔ اگر اس علم و استدلال کے سورج کو چمگادڑ نہ دیکھ سکے۔ تو اس میں سورج کا کیا قصور ہے؟ رہا یہ مسئلہ کہ امام ابوحنیفہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے والدین کریمین کے بارے میں فقہ اکبر میں وہ ماتا علی الکفر، لکھا ہے۔ تو ہم اس پر چیلنج کرتے ہیں۔ کہ فقہ اکبر متن کی یہ عبارت کوئی دکھادے۔ تو اسے پچاس ہزار روپیہ نقد انعام دیا جائے گا۔ فقہ اکبر کے پرانے اور نئے دونوں مطبوعہ نسخوں میں یہ عبارت موجود نہیں ہے۔

نوٹ:

عبارت مذکورہ فقہ اکبر کی شرح میں ملا علی قاری نے لکھی ہے۔ اس کا رد تقریباً سبھی اہل سنت علماء نے لکھا ہے۔ بلکہ نبراس (جو شرح عقائد کی شرح ہے) میں ملا علی قاری کی اس عبارت سے توبہ ورجوع تحریر ہے۔ اس لیے نجفی ایسے شخص کو یہ کہہ کر ابوحنیفہ جولاہا ہے۔ ان کی تحقیر نہیں کرنی چاہیے تھی۔ کیونکہ اس سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ذات پر بھی الزام آجاتا ہے۔ اور ان کی توہین کے مترادف ہے

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ امام ابوحنیفہ کے سوتیلے باپ ہیں

مناقب ابن شہرآشوب:

اِنَّ اَبَا حَنِیْفَۃَ مِنْ تَلَامِذَتِہٖ وَاِنَّ اُمَّہٗ فِیْ حَبَالَۃِ الصَّادِقِ۔

(مناقب ابن شہرآشوب جلد ۲ ص ۲۳۸ مطبوعہ خیابان قم)

ترجمہ:

(ابوعبداللہ محدث کہتا ہے کہ) امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ جناب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

کے شاگرد تھے۔ اور ان کی والدہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقد میں تھیں۔

خلاصہ کلام:

جب امام ابو حنیفہ جولاہے ہوئے تو ان کی والدہ بھی جولاہی کہلائیں گی۔ اب یہی طعن والزام امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ پر بھی آئے گا۔ کہ آپ نے ایک جولاہی سے شادی کی۔ اس کا کیا جواب ہوگا؟ مختصر یہ کہ شذرات الذہب میں امام اعظم کے پیشہ کے بارے میں لکھا گیا ہے۔ کہ آپ کپڑے کی تجارت کیا کرتے تھے۔ اور خود گھر پر کپڑا تیار کرنے کے لیے آپ کے پاس کئی ایک ملازم بھی تھے۔ اسے کاروبار تو کہا جا سکتا ہے لیکن اس کاروبار کی بنا پر کسی کو جولاہا کہہ دینا ہرگز درست نہیں۔ جیسا کہ اگر کوئی حسنی حسینی سید جوتیوں کے کاروبار کرتا ہو۔ اور اپنے کارخانے میں بہت سے مزدور رکھے ہوں۔ تو وہ سید "موچی" نہیں بن جائے گا۔ جس طرح جوتیوں کے کاروبار اور کارخانہ چلاتے ہوئے ایک سید، موچی نہیں بنتا۔ اسی طرح کپڑے کے کاروبار سے آدمی "جولاہا" نہیں ہو جاتا۔ حضرات انبیاء کرام خود کئی کام اپنے ہاتھوں سے کرتے رہے۔ لیکن اس کے باوجود انہیں ایسے الفاظ سے یاد کرنے کا کوئی مسلمان سوچ بھی نہیں سکتا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۶

اگر یہ دعویٰ درست ہے کہ امام جعفر صادق کے ارشادات ہی فقہ حنفی کی بنیاد ہیں۔ تو بخاری و مسلم نے ائمہ اہل بیت سے روایات کیوں نہیں لیں۔

تونسوی صاحب نے اپنے رسالہ کے ص ۱۲ پر یہ چال بھی چلی ہے کہ امام جعفر کی وہی فقہ ہے جو انہوں نے اپنے شاگردان رشید ابو حنیفہ مالک اور دیگر اکابرین اہلسنت کو تعلیم فرمائی تھی۔ پس یہی فقہ حقیقت میں فقہ جعفریہ ہے۔

جواب:

تونسوی صاحب کیا آپ کا ذہنی توازن تو خراب نہیں ہو گیا۔ اگر امام جعفر آپ کے تمام بزرگوں کے استاد ہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ اہل سنت کے امام بخاری اور مسلم نے اپنی حدیث کی کتابوں میں ان سے حدیث نہ لی یا آپ کی فقہ کی کتابوں میں امام جعفر کے فرامین کیوں مذکور نہیں اور اس فقہ حنفیہ کو فقہ جعفریہ کا نام کیوں نہیں دیا جاتا۔ فقہ حنفیہ کو فقہ جعفریہ کہنا یہ چودھویں صدی میں آپ کا ڈھکوسلا اور سفید جھوٹ ہے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۰)

جواب:

نجفی صاحب نے اس اعتراض میں دو پریشانیوں کا ذکر کیا ہے۔ اول یہ کہ اگر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تمام اہل سنت کے اکابر کے استاد ہیں۔ تو پھر ان کی روایات بخاری و مسلم میں کیوں نہیں۔؟ دوم یہ کہ امام ابو حنیفہ کا علم دراصل امام جعفر صادق کا علم تھا۔ تو اس بنا پر ان کی فقہ کو حنفیہ کی بجائے فقہ جعفریہ کہا جاتا۔

حصہ اول کا جواب:

امام بخاری اور مسلم کا اپنی صحاح میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی احادیث کو ذکر نہ کرنا اس بنا پر ہے۔ کہ ان دونوں محدثین کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بالمشافہ اکتساب و استفاضہ کا موقع نہ مل سکا۔ کیونکہ جعفر صادق کی ولادت ۸۲ھ میں ہوئی۔ اور امام بخاری ٹھیک ایک سو بارہ سال بعد ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔ اور امام مسلم تقریباً ایک سو بائیس سال بعد ۲۰۴ھ میں پیدا ہوئے۔ لہٰذا ان کی باہم حدیث کی سماعت و اخذ ناممکن تھی۔ دوسرا طریقہ کہ ثقہ راوی کے ذریعہ ان تک امام جعفر صادق کی احادیث پہنچیں۔ امام موصوف سے روایت کرنے والے زرارہ اور بصیر وغیرہ ایسے افراد ہیں۔ جن پر خود امام موصوف نے لعنت بھیجی۔ اور ان کا وطیرہ یہ تھا۔ کہ وہ احادیثِ ائمہ اہل بیت میں کمی بیشی کیا کرتے تھے۔ بلکہ موضوع احادیث ان کی طرف منسوب کر دیا کرتے تھے۔ اسی بنا پر امام موصوف نے فرمایا۔ ہماری کسی حدیث کو اس وقت تسلیم کرو۔ جب وہ قرآن و حدیث سے ملتی ہو۔ اب ایسے راویوں کی روایت پر کون اعتبار کرے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری و مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی شرائط پوری نہ ہونے کی بنا پر امام جعفر صادق کی روایات کو اپنی صحاح میں ذکر نہیں کیا۔ اس لیے اعتراض زرارہ اور بصیر پر کریں۔ کہ انہوں نے آپ کے امام کی روایات کو اپنے مفاد کی خاطر دوسروں تک پہنچنے میں رکاوٹ کھڑی کر دی۔

حصہ دوم کا جواب:

یہ ٹھیک ہے۔ کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے تعلیم حاصل کی۔ اور امام موصوف آپ کے سوتیلے باپ بھی ہیں لیکن اس کے باوجود آپ کی فقہ کو جعفریہ کی بجائے حنفیہ کہا جاتا ہے۔ بات دراصل یہ ہے۔ کہ یہ نسبت کسی کے مرتبہ اور مقام

کے پیش نظر نہیں۔ اگر یہی وجہ ہوتی تو فقہ صدیقیہ، فقہ فاروقیہ وغیرہ نام ہوتا۔ اور اس کو آپ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ آپ اپنی فقہ کو فقہ علویہ، فقہ حسنیہ، فقہ حسینیہ یا فقہ باقریہ کی بجائے فقہ جعفریہ کہتے ہیں۔ حالانکہ مرتبہ و مقام کے اعتبار سے یہ نسبت درست نہیں۔ اسی طرح ہم حنفی نے فقہ کی نسبت ابوحنیفہ کی طرف اس لیے کی۔ کہ مسائل شرعیہ کی تمام انواع پر جزئیات اُن اکابر سے نہیں ملتیں۔ جب ان جزئیات کا حصول ابوحنیفہ سے ہے۔ تو پھر فقہ کی نسبت ان کی طرف ہوگئی۔ رہا یہ معاملہ کہ ابوحنیفہ کی بیان کردہ تمام جزئیات کا ماخذ اور مرکز امام جعفر صادق کی ذات ہے۔ تو پھر اس اعتبار کے پیش نظر بھی اس فقہ کا نام فقہ جعفریہ ہونا چاہیے تھا۔ تو اس بارے میں ہم عرض کرتے ہیں۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے دور میں کچھ ایسے لوگوں کے درمیان گھرے ہوئے تھے۔ جنہوں نے آپ کے ارشادات میں اپنی خواہشات کو بھی دخل دے دیا۔ اس طرح ان کی تعلیمات اور من گھڑت باتیں خلط ملط ہوگئیں۔ بایں وجہ ان کی تعلیمات اور من گھڑت باتیں خلط ملط ہوگئیں۔ بایں وجہ ان کی طرف نسبت نہ کی گئی ورنہ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں۔

لولا السنتان لهلك النعمان۔ اگر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مجھے دو سال بسر کرنے کا موقعہ نہ ملتا۔ تو میں ہلاک ہو گیا ہوتا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ امام صاحب کو اپنی طرف فقہ کی نسبت کرنے شوق نہ تھا۔ بلکہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ان پر احسانات عظیم ہونے کے باوجود ان کی روایات میں چونکہ گڑبڑ ہو چکی تھی۔ اس لیے احتیاط سے کام لیا گیا۔ جہاں تک حضرات ائمہ اہل بیت سے کسی روایت کا مقام و مرتبہ ہے بشرطیکہ وہ صحیح سند کے ساتھ ہو۔ تو اس کے بارے میں ہمارے اکابر یہاں تک فرما گئے ہیں:۔

ؒ

سند حدیث میں اگر تمام راوی اہل بیت کے افراد ہوں۔ تو اس سند کو پڑھ کر مجنوں پر دم کرنے سے اس کا جنون جاتا رہتا ہے

ابن ماجہ:

حدثنا علی بن موسیٰ الرضا عن ابیہ عن جعفر ابن محمد عن ابیہ عن علی بن حسین عن ابیہ عن علی ابن ابی طالب قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْاِیْمَانُ مَعْرِفَۃٌ بِالْقَلْبِ وَقَوْلٌ بِاللِّسَانِ وَعَمَلٌ بِالْاَرْکَانِ قَالَ اَبُوالصَّلْتِ لَوْ قُرِئَ هٰذَا الْاِسْنَادُ عَلٰی مَجْنُوْنٍ لَبَرَأَ

(ابن ماجہ ص ۸ مطبوعہ نور محمد آرام باغ کراچی)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ ایمان قلبی معرفت، لسانی اقرار اور اعضاء سے عمل کا نام ہے ابوالصلت کہتے ہیں۔ کہ اگر اس روایت کی اسناد کسی مجنوں پر پڑھ کر دم کیا جائے، تو وہ ٹھیک ہو جائے۔

لمحۂ فکریہ:

ائمہ اہل بیت کا احترام اور قدر و منزلت کا حوالہ تشنہ روایت بالا میں بیان کیا گیا

ہے۔ شاذ ہی "محبان اہل بیت" ایسی قدرومنزلت کرتے ہوں۔ صرف ان حضرات کے اسماءگرامیہ کو پڑھ کر مجنوں پردم کردینا اور پھر اسے افاقہ کی خوشخبری کچھ کم قدرومنزلت نہیں۔ اور اہل سنت کو اللہ تعالیٰ نے یہ خدمت وعقیدت عطاء فرمائی ہے۔ ہمارے اکابر بھی اسی عقیدت سے سرشار تھے۔ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کی جو واضح وجہ خود شیعہ مصنفین نے تحریر کی ہے۔ وہ بھی عقیدت اہل بیت تھی۔ ناسخ التواریخ ص ۳۲۰-۳۱۹ الامام الصادق بیروت جلد اول ذکر اسباب مقتل ابی حنیفہ ص ۳۶۴ اور مقاتل الطالبین مطبوعہ بیروت۔

اعتراض نمبر ۲

فقہ حنفی کے راوی اور سنیوں کے مسلمہ خلیفے ناقابل اعتماد ہیں۔

تونسوی اور لک صاحب نے اپنے رسالوں میں دل کی بھڑاس یوں بھی نکالی ہے۔ کہ شیعہ مذہب کی کتب احادیث کے راوی جھوٹے ہیں۔ فقہ جعفریہ جھوٹ کا پلندہ ہے۔

جواب:

مثل مشہور ہے چھاج کو چھلنی کیا طعنے دیگی۔ جبکہ اس میں بے شمار چھید موجود ہیں۔ ہم بھی یہی عرض کرتے ہیں۔ کہ جب اہل سنت کی کتب احادیث کے راوی جھوٹے ہیں پس فقہ حنفیہ بھی جھوٹ کا پلندہ ہے بلکہ راوی کی شان اور ہے اور خلیفہ و امام کی شان اور ہے۔ اور اہل سنت کے امام اور خلیفے بھی قابل اعتبار نہیں۔ نمونے کے طور پر بعض کا تذکرہ کرتے ہیں۔

اہل سنت کا پہلا مایہ ناز خلیفہ اور راوی ابوبکر ہے۔ بخاری شریف کتاب الخمس و

ہے۔ کہ اس نے نبی کریم کی بیٹی کا حق غصب کر کے رسول اللہ کو اذیت دی ہے۔ اور اس پر قرآن پاک میں لعنت کا ذکر ملتا ہے۔ نیز ادب المفرد کتاب الدعاء میں حضور نے فرمایا یَا اَبَا بَکْرٍ الشِّرْکُ فِیْکُمْ اَخْفٰی مِنْ دَبِیْبِ النَّمْلِ کہ شرک تم میں بیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے۔ نیز مؤطا امام مالک کتاب الجہاد میں ہے۔ کہ حضور نے ابوبکر کے بارے میں فرمایا۔ مَا اَدْرِیْ مَا تُحْدِثُوْنَ بَعْدِیْ۔ کہ معلوم آپ میرے بعد کیا کیا بدعات کریں گے۔ نیز مسلم شریف کتاب الفئ میں ہے۔ کہ حضرت عمر نے اقرار کیا۔ کہ جناب امیر اور جناب عباس ابن عبدالمطلب ابوبکر کو کاذباً عاصماً خائناً غادراً جھوٹا گناہ گار خیانت دار اور دغاباز جانتے تھے۔ فقہ حنفیہ کے مایۂ ناز راوی ابوبکر کے بھی وارے وارے جاواں۔ کیا شان ہے۔ راوی کی اگر مذکورہ صفات والے بزرگ کی خلفاء کی لسٹ میں گنجائش نکل سکتی ہے تو حنفیوں کو ہمارا حضرت زرارہ کیوں چبھتا ہے۔

جواب:

علام حسین نجفی نے اعتراض کا جواب جس انداز سے دیا ہے۔ اس سے اتنا ضرور پتہ چلا۔ کہ زرارہ کی صفائی میں اس کے پاس کوئی معقول دلیل نہ تھی۔ اس کی بجائے اس نے خلیفۂ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر چار الزامات لگائے۔ ہم ان شاء اللہ آئندہ سطور میں ان چاروں کا بالترتیب جواب ذکر کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

الزام اول کی تردید:

"ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سیدہ فاطمۃ الزہرا کا حق غصب کرنا"۔ اس الزام کی تفصیلی تردید ہم تحفہ جعفریہ جلد سوم میں پیش کر چکے ہیں۔ یہاں اختصار کے ساتھ اس بارے میں چند سطور سپرد یک۔ "باغ فدک" کہ جس کے غصب کا الزام لگایا گیا ہے۔ وہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی ملکیت تھا ہی نہیں اس لیے غصب کا اطلاق ایسی چیز پر نہیں ہوتا جو کسی

کی ملکیت میں نہ ہو۔

اصول کافی کی عبارت ملاحظہ ہو۔ لَا نُوْرِثُ الْاَنْبِیَاءَ دِرْھَمًا وَّلَا دِیْنَارًا اِلَّا عِلْمًا۔ حضرات انبیاء کرام اپنے پیچھے وراثت میں درہم و دینار نہیں بلکہ علم چھوڑتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "باغ فدک" کو اپنی ملکیت قرار ہی نہیں دیا۔ تو پھر اس کو بطور وراثت تقسیم کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا۔ کہ اگر صدیق اکبر کی جگہ میں ہوتا تو میں بھی باغ فدک کا فیصلہ وہی کرتا جو آپ نے کیا۔ (شرح ابن حدید) اور اگر نجفی وغیرہ کے بقول یہ تسلیم کر لیا جائے۔ کہ باغ فدک سیدہ خاتون جنت کی جاگیر تھی۔ ابوبکر صدیق نے اسے غصب کیے رکھا تو جب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر ممکن ہوئے۔ تو آپ نے حق کو حقدار کی طرف پہنچانے کا فیصلہ کیوں نہ فرمایا؟ اس عقلی استدلال کا جواب۔ صاحب حلیۃ الابرار نے یوں دیا ہے۔ چونکہ یہ باغ ظالموں کے ہاتھ لگ چکا تھا۔ اس لیے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے واپس نہ لیا۔ اس پر کوئی ان سے پوچھ سکتا ہے۔ کہ باغ واپس نہ لینے کی وجہ جب ظلم ہے۔ تو یہی وجہ خلفاء ثلاثہ میں بقول اہل تشیع موجود ہے۔ کیونکہ وہ ان لوگوں کے نزدیک غاصب اور ظالم تھے۔ (معاذ اللہ) تو پھر ان تین غاصبوں کی چیز کو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے لینے میں تامل کیوں نہ کیا۔؟

"باغ فدک" کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا۔ کہ اس کی آمدنی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ خاتون جنت کو گھر کے اخراجات کے لیے کچھ دیا کرتے تھے جب آپ کا انتقال ہو گیا۔ تو سیدہ نے سمجھا۔ کہ اس کی آمدنی کے حقدار ہم ہیں۔ لہٰذا یہ باغ ہمیں ملنا چاہیئے۔ جناب صدیق اکبر نے اس کی آمدنی کے مصارف بیان کیے۔ اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل شریف کی شہادت پیش کی۔ تو سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اسے تسلیم کر لیا۔ شرح ابن میثم میں یہی مضمون منقول ہے۔ جب فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے شکوک و شبہات کے دور ہونے کے بعد صدیق اکبر کے فیصلہ پر راضی ہو گئیں۔ تو پھر اس پر نجفی وغیرہ کو

دُکھ کیوں ہے۔ جس کا مطالبہ تھا۔ وہ راضی ہیں۔ اور جن کا دُور کا بھی تعلق نہیں۔ وہ چیخ و پکار میں مصروف ہیں۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دینے کی وجہ ہی جب موجود نہیں۔ تو پھر ابوبکر صدیق کے بارے میں یہ فرض کرنا کہاں کی دانش مندی ہے۔ کہ انہوں نے سیدہ کو باغ فدک نہ دے کر ناراض کیا۔ اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی مول لے لی؟۔

الزام دوم کی تردید:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ تم میں شرک ہے گویا ادب المفرد کے حوالے سے نجفی یہ ثابت کرنا چاہتا ہے۔ کہ جس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک والا یعنی مشرک کہا سنیوں نے اُسے اپنا امام بنالیا۔ (معاذ اللہ) ادب المفرد کی عبارت سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مشرک ثابت کرنا بہت بڑا دھوکہ ہے۔ اس دھوکہ ہی کو ظاہر کرنے کے لیے ہم پہلے ادب المفرد کی عبارت مذکورہ سیاق و سباق کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ پھر اس کی تشریح بیان کریں گے۔ ملاحظہ ہو۔

ادب المفرد:

حدثنا العباس الفرسی قال حدثنا عبد الواحد قال حدثنا لیث قال اخبرنی رجل من اھل البصرۃ قال سمعت معقل بن یسار یقول انطلقت مع ابی بکر الصدیق الی النبی فقال یا ابا بکر للشرک فیکم اخفی من دبیب النمل فقال ابوبکر وھل الشرک الا من جعل مع اللہ الھا اٰخر فقال النبی والذی نفسی بیدہ للشرک اخفی من دبیب النمل الا ادلک علی شیء اذا قلتہ ذھب

عَنْكَ قَلِيْلَهٗ وَكَثِيْرَهٗ قَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ أَنْ
أُشْرِكَ بِكَ وَأَنَا أَعْلَمُ وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا أَعْلَمُ

(ادب المفرد ص ۱۰۵-۱۰۶ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

جناب لیث کہتے ہیں۔ کہ ایک بصری مرد نے مجھے بتایا۔ کہ میں نے معقل بن یسار سے سُنا۔ کہ میں (معقل بن یسار) ابوبکر صدیق کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ تو آپ نے ابوبکر کو کہا البتہ شرک تم میں چیونٹی کے چلنے سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے۔ ابوبکر صدیق نے عرض کیا۔ شرک تو یہی ہے۔ کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا بنائے (اور میں تو یہ ہرگز نہیں کرتا۔) آپ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ شرک چیونٹی کے چلنے کی آواز سے بھی زیادہ مخفی ہوتا ہے۔ کیا میں تجھے ایک ایسی چیز نہ بتاؤں۔ جو قلیل وکثیر سب کو تجھ سے نکال دے؟ عرض کی ضرور۔ فرمایا۔ یہ کہو۔ اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں اس سے کہ میں تیرے ساتھ کسی کو جانتے بوجھتے شریک ٹھہراؤں۔ اور میں تجھ سے طلب مغفرت کرتا ہوں۔ اس سے جس کا مجھے علم نہیں۔

توضیح:

ادب المفرد کی روایت سے معلوم ہوا۔ کہ اس شرک سے مراد وہ شرک ہے۔ جو بہت پوشیدہ اور مخفی ہے۔ جس کی پوشیدگی اور اخفا خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔ کہ وہ چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے۔ اس شرک سے مراد وہ نہیں جو مشرکین مکہ میں تھا۔ کیونکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ کہ شرک تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا

خدا بتاتا ہے۔ اور میں ایسا ہرگز نہیں کرتا۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ اس شرک سے مراد عام مشرکوں والا شرک نہیں۔ بلکہ اور ہے۔ اور اس اخفیٰ شرک کو ایک دوسری روایت نے صراحۃً بیان فرمایا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

مسند امام احمد بن حنبل:

عن عبادہ ابن نسیٔ عن شداد بن اوس رضی اللہ عنہ انہ بکی فقیل ما یبکیک قال شیئا سمعتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فذکرتہ فابکانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اتخوف علی امتی الشرک والشھوۃ الخفیۃ قال قلت یا رسول اللہ اتشرک امتک من بعدک قال نعم اما انھم لا یعبدون شمسا ولا قمرا ولا حجرا ولا وثنا ولکن یراؤن باعمالھم۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۱۲۴ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ رو پڑے۔ تو پوچھا گیا۔ کیا وجہ ہوئی؟ فرمانے لگے۔ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی ایک بات یاد آگئی ہے۔ اس نے مجھے رلا دیا۔ آپ نے فرمایا۔ میں اپنی امت پر شرک اور شہوۃ خفیہ کا خوف کرتا ہوں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا آپ کی امت آپ کے بعد مشرک ہو جائے گی؟ فرمایا ہاں بے شک۔ وہ سورج۔ چاند اور بتوں کی عبادت تو نہیں کرے گی لیکن اعمال دکھلاوے کی غرض سے کریں گے۔ اور یہی شرک خفیہ ہے۔)

توضیح:

معلوم ہوا۔کہ حدیث مذکورہ میں شرک سے مراد "ریا" ہے۔وہ شرک نہیں۔جس سے آدمی مشرک ہو کر دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔اور خلود فی النار کی وعید اس پر منطبق ہو جاتی ہے۔دکھاوا یا ریاکاری ایک اخلاقی مرض ہے۔اور اسے گناہ صغیرہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ریاء کو شرک کہنا جیسا کہ اہل سنت کی کتب احادیث میں ہے۔اسی طرح کتب اہل تشیع میں بھی ہے۔ملاحظہ ہو۔

اصول کافی:

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ کُلُّ رِیَاءٍ شِرْکٌ اِنَّہٗ مَنْ عَمِلَ لِلنَّاسِ کَانَ ثَوَابُہٗ عَلَی النَّاسِ وَمَنْ عَمِلَ لِلّٰہِ کَانَ ثَوَابُہٗ عَلَی اللّٰہِ۔

(اصول کافی جلد دوم ص ۲۹۳ کتاب الایمان)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ہر دکھلاوا شرک ہے۔بیشک جس نے کوئی کام لوگوں کے دکھانے اور خوش کرنے کے لیے کیا۔تو اس کا ثواب لوگوں سے ہی ملے گا۔اور جس نے محض اللہ کی خاطر کوئی کام کیا۔اس کا ثواب خدا کے پاس ہے۔

لمحہ فکریہ:

جب یہ طے ہو گیا۔کہ مذکورہ شرک سے مراد شرک جلی نہیں بلکہ شرک خفی ہے۔تو پھر

اس سے مشرک بن جاتا کس طرح درست ہوا۔ پھر ذرا غور سے دیکھا جائے۔ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے "فیکم"، فرما کر تمام امت کو مخاطب کیا ہے۔ صرف سیدنا صدیق اکبر کہاں سے مخصوص ہو گئے۔ گویا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی ہے۔ جو آج تقریباً پوری ہوتی نظر آ رہی ہے۔ نجفی کو یہ روایت بڑی پسند آئی۔ اور اس سے ابوبکر صدیق کی ذات پر الزام تراشا۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ یہی روایت تمام شیعوں کو پکا جہنمی بنا دیتی ہے۔ ہم نہیں بلکہ شیعوں کے ایک بڑے مجتہد شیخ عباس قمی یہ کہہ رہے ہیں۔ ان کے الفاظ غور سے پڑھو۔

منتہی الآمال:

خصوصا ریا و کذب و غناء کہ در یں عمل جاری و ساری شدہ است......
آثار بسیار در کتاب و سنت آیات و اخبار بسیار وارد شدہ بر حرمت و وعید برآں و در حدیث نبوی است کہ ادنی ریا شرک است و نیز از آنحضرت مروی است کہ اہل آتش صیحہ و فغان میکند از اہل ریا عرض کنند یا رسول اللہ آتش نیز بفغاں می آید فرمود بلے از حرارت آتشے کہ ریا کاراں آں معذب باشد و نیز فرمود کہ ریا کار را روز قیامت بچہار نام ندا میکنند میگویند ای کافر ای فاجر اے غادر ای خاسر۔

(منتہی الامال جلد اول ص ۲۴۵ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

خاص کر ریا۔ جھوٹ، اور گانا بجانا کہ اس عمل (ماتم اور تعزیہ داری) میں جاری ہو چکا ہے۔ بہر حال ریا تو کتاب وسنت میں بہت سی آیات و اخبار اس کی حرمت پر وارد ہوئی ہیں۔ اور حدیث نبوی میں اس پر شدید وعید موجود ہے۔ وہ یہ کہ ریا ادنیٰ درجہ کا بھی شرک ہے۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے مروی ہے۔ کہ دوزخ کی آگ چیخ و پکار کے ذریعہ ریاکاروں پر ناراضگی کا اظہار کرتی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا آگ بھی چیخ و پکار کرتی ہے۔؟ فرمایا اس کی چیخ و پکار اس آگ سے ہے جو ریاکاروں کے عذاب کے لیے مقرر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا۔ کہ ریاکار کو کل قیامت کے دن، چار ناموں سے بلایا جائے گا۔ اے کافر۔ اے فاجر۔ اے دھوکہ باز اور اے حسد کرنے والے۔

منتہی الآمال کے حوالے سے جہاں یہ ثابت ہوا۔ کہ اہل تشیع نے تعزیہ اور ماتم کی محافل و مجالس میں جھوٹ کے ساتھ ریاکو بھی دخیل کر لیا ہے۔ وہاں انہی لوگوں کے لیے ریاکار شیعوں کے لیے قرآن و سنت سے حرام فعل کا مرتکب ہونا بھی ثابت کر دیا گیا۔ اور پھر بڑی ہمدردی سے کام لیتے ہوئے انہیں مشورہ دیا گیا۔ کہ دوزخ سے بچو۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ریاکار ماتمی تمام کے تمام از روئے حدیث، مشرک ہیں اور اس کی سزا کے لیے اللہ تعالیٰ نے دوزخ میں ایسی آگ تیار کر رکھی ہے۔ جس سے دوزخ بھی پناہ چاہتا ہے۔ اور یہ سب خاسر، غادر، کافر اور فاجر ہیں۔ یہ نتیجہ ہم نے غلام حسین نجفی کے انداز دلائل سے نکالا ہے۔ اس لیے اگر کسی ماتمی اور تعزیہ دار کو یہ تحریر چبھے تو وہ نجفی کا گلا دبائے۔ جس نے ایسے دلائل دیئے۔ کہ اپنے شیعوں کو بھی کہیں کا نہ چھوڑا۔

الزام سوم کی تردید:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق کو کہا: "مَا اَدْرِیْ مَا تُحْدِثُوْنَ بَعْدِیْ"
جس کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا بخوبی علم تھا۔ کہ ابوبکر ان کی رحلت کے بعد بدعات کا شکار ہو جائے گا۔ اس الزام کے لیے نجفی نے مؤطا امام مالک رضی اللہ عنہ کا حوالہ دیا۔ الفاظ مذکورہ اسی سے لیے گئے ہیں۔ لیکن دھوکہ دینے کے لیے اس نے صرف اتنے الفاظ نقل کرنے پر اکتفا کیا۔ جن سے اس کی مطلب برآری ہو سکتی تھی۔ ہم مذکورہ روایت کے پورے الفاظ نقل کر کے سامعین، و قارئین کرام کو اس کے فریب سے آگاہ کرتے ہیں۔

موطا امام مالک:

مالک عن ابی النضر مولی عمر ابن عبید اللہ انہ بلغہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لشھداء احد ھؤلاء اشھد علیھم فقال ابوبکر رضی اللہ عنہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السنا باخوانھم اسلمنا لما اسلموا وجاھدنا کما جاھدوا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلی ولا ادری ما یحدثون بعدی قال فبکی ابوبکر ثم بکی ثم قال ائنا لکائنون بعدک۔

(موطا امام مالک ص ۴۷۷-۴۷۸ کتاب الجہاد تذکرہ شہداء فی سبیل اللہ مطبوعہ کراچی آرام باغ)

ترجمہ:

عمر بن عبید اللہ بیان کرتا ہے۔ کہ مجھے یہ روایت پہنچی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں احد کے شہیدوں کی گواہی دیتا ہوں اس پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا ہم ان کے بھائی نہیں ہیں۔ ہم بھی ان کی طرح اسلام لائے۔ ہم نے بھی ان کی طرح جہاد میں شرکت کی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں (کیوں نہیں تم بھی ان کی طرح ہی ہو) اور میں نہیں جانتا کہ تم میرے بعد کیا نئے نئے کام انجام دو گے۔ اور نئی نئی چیزیں نکالو گے۔ یہ سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ رو دیئے اور خوب روئے پھر کہا۔ کیا ہم آپ کے بعد دنیا میں رہیں گے۔

توضیح:

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غزوۂ احد کے شہداء کی عبادات، ایمان اور جہاد وغیرہ افعال و اعمال صالحہ کی گواہی دی۔ اور ان کی شہادت کے حق ہونے پر بھی شہادت دی۔ تو موجود تمام صحابہ کرام کو خیال آیا۔ کاش آپ ہمیں بھی اس گواہی میں شامل فرمائیں۔ بالآخر سب کی ترجمانی کرتے ہوئے ابو بکر صدیق نے درخواست کر ہی ڈالی۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا۔ ان سب کی زندگیاں آخری وقت تک میرے سامنے گزریں۔ اس لیے اب جبکہ یہ میدانِ تکلیف اور اعمال سے گزر گئے۔ اور خوب گزرے تو میں ان کی گواہی دے رہا ہوں۔ لیکن تم میں جو ابھی زندہ ہو۔ جب تک میں نفس نفیس موجود ہوں۔ اس وقت تک کاموں کی گواہی تو دے سکتا ہوں۔ لیکن جو کام ابھی میرے ہوتے ہوئے تم نے کیے ہی نہیں۔ ان کی گواہی کیسے دوں۔ اور ممکن کہ میرے وصال کے بعد تم میں سے کچھ لوگ وہ کام نہ کر سکیں۔ جو ان شہداء احد نے کر دیئے۔ بلکہ تم سے کچھ غلطیاں بھی سرزد ہو جائیں۔ تو اس حدیث میں اگرچہ گفتگو کرنے والے صدیق اکبر ہی تھے۔ لیکن آپ موجود تمام صحابہ کرام کے ترجمان بن کر مجسمہ سوال بنے ہوئے تھے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آپ نے صرف اپنے بارے میں نہیں۔ بلکہ سب کے بارے میں عرض کیا۔ کیا ہم سب ان کی طرح مسلمان مجاہد نہیں؟ اور پھر ان کے جواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے "ما تحدثون" جمع کا صیغہ فرما کر ان تمام کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ اس سے صرف اور صرف ابو بکر صدیق ہی مراد لینے نامرادوں کا کام ہی ہو سکتا ہے۔ اس سے اگر صدیق اکبر کو بدعتی کہنا مان لیا جائے۔ تو پھر اس کا اطلاق دیگر موجود صحابہ کرام پر بھی ہو گا۔ اس کے برعکس یہ روایت تو صدیق اکبر کے پختہ ایمان، اور محبت رسول کی دلیل بھی بن سکتی ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تم لوگ میرے بعد نئی نئی باتیں نکالو گے۔ تو ابو بکر صدیق اس پر رو دیئے۔ یہ رونا

کیوں تھا؟ اور پھر بڑے درد بھرے لہجہ میں بولے حضور! کیا ایسا وقت آئے گا کہ آپ ہم میں تشریف فرما نہ ہوں گے۔ اور ہم موجود ہوں گے۔ یعنی آپ کا وصال شریف ہم سے پہلے ہو جائے گا۔ کاش کہ ہم پہلے مرنے والے ہوتے۔ یہی ابوبکر صدیق ہیں۔ جنہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوبکر فی الجنۃ۔ بلکہ جنت میں اپنا رفیق فرمایا۔ حوالہ ملاحظہ ہو

تفسیر امام حسن عسکری:

اَمَرَكَ اَنْ تَسْتَصْحِبَ اَبَا بَكْرٍ فَاِنَّهُ اٰنَسُكَ وَسَاعَدَكَ وَوَادَدَكَ وَتَبَتَ عَلٰى تَعَاهُدِكَ وَتَعَاقُدِكَ كَانَ فِي الْجَنَّةِ مِنْ رُفَقَائِكَ وَفِيْ غُرُفَاتِهَا مِنْ خُلَصَائِكَ.... لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ اَطَّلَعَ عَلٰى قَلْبِكَ وَوَجَدَ مَا فِيْهِ مُوَافِقًا لِمَا جَرٰى عَلٰى لِسَانِكَ جَعَلَكَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَالرَّاْسِ مِنَ الْجَسَدِ۔

(تفسیر حسن عسکری ص ۲۳۱ طبع قدیم)

ترجمہ:

شب ہجرت جبرئیل امین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا یہ حکم پہنچایا کہ آپ اپنے ساتھ ابوبکر کو لے لیں۔ کیونکہ وہ آپ کا مونس ہے۔ آپ کا معاون اور چاہنے والا ہے۔ اور آپ کے ساتھ کیے گئے عہد و پیمان پر ثابت قدم ہے۔ وہ آپ جنت میں آپ کے رفقاء میں سے ایک ہوگا۔ اور آپ کے مخلصین کے ساتھ جنت میں وہ بھی بلند ترین محلات

میں ہوگا......... یقیناً اللہ تعالیٰ اسے ابوبکر تیرے دل کے خیالات پر مطلع ہے
اور اسے اس بات کا بھی بخوبی علم ہے۔ کہ تیرا دل اور تیری زبان دونوں
متفق اور موافق ہیں۔ اللہ نے تیرا میرے ساتھ ایسا تعلق فرما دیا ہے۔ جیسا جسم کے
ساتھ آنکھ، کان اور سر کا ہوتا ہے۔

لمحۂ فکریہ:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جنتی فرمائیں۔ جبریل امین
کے ذریعہ اللہ تعالیٰ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمدرد، خیرخواہ اور محب فرمائے۔ اور جنت
میں آپ کا رفیق کرے۔ ان تمام باتوں کے مقابلہ میں "نجفی" کی بکواسات کی کیا
اہمیت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جب کان اور آنکھ کے بمنزلہ ابوبکر ہوئے۔
تو انہیں بدعتی کہنا اور ان پر الزام تراشی دراصل سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو برا
بھلا کہنا ہے۔ (معاذ اللہ) ابوجہل سے کسی نے پوچھا۔ کہ حضور کیسے ہیں کہنے لگا۔ بہت
بدصورت ہیں۔ ابوبکر سے یہی سوال ہوا۔ تو فرمایا۔ بے مثل ہیں۔ کچھ یہی کیفیت نجفی کی بھی ہے
اللہ، اللہ کا رسول اور تمام صحابہ و اجماعِ امت سبھی ابوبکر کی خوبیاں بیان کریں۔ اور اس
نجفی ابوجہل کو حدیث مناقب سے بھی ابوبکر کا بدعتی ہونا معلوم ہو۔ دماغ میں کفر کا ناسور
ہو تو اس کا علاج سوائے ایمان صحیح کے کیا ہو سکتا ہے۔ اور یہ نعمت اللہ ہی جسے عطا
فرمائے۔ ورنہ بڑے بڑے جہنم واصل ہو گئے۔

الزام چہارم کی تردید:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا
جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خائن، بددیانت دغاباز کہنے کا الزام لگایا گیا۔ ہم نے

اس کا تفصیلی جواب تحفہ جعفریہ جلد سوم ص ۳۸۰ پر پیش کیا ہے۔ وہاں ملاحظہ کریں۔ مختصر طور پر یہاں بھی اس کا تذکرہ ضروری سمجھتے ہیں مسلم شریف کے حوالہ سے جو الزام مذکورہ پیش کیا گیا اس حدیث میں کافی طوالت ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مالک بن اوس کہتے ہیں مجھے حضرت فاروق اعظم نے بلوایا۔ تو آپ کے یرفا نامی دربان نے آپ سے عرض کیا۔ کہ باہر حضرت عثمان عبدالرحمن بن عوف اور سعد کھڑے آپ سے اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں جب انہیں اجازت ملی۔ اور یہ اندر آ گئے۔ دربان پھر باہر آیا۔ اور واپس جا کر عرض کی۔ کہ علی المرتضے رضی اللہ عنہ اور عباس بن عبدالمطلب بھی اجازت چاہتے ہیں۔ انہیں بھی اجازت مل گئی۔ جب یہ سب اکٹھے ہو گئے۔ تو عباس بن عبدالمطلب کہنے لگے۔ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْضِ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ هٰذَا الْکَاذِبِ الْاٰثِمِ الْغَادِرِ الْخَائِنِ قَالَ فَقَالَ الْقَوْمُ اَجَلْ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَاقْضِ بَیْنَهُمْ وَ اَرِحْهُمْ۔ میرے اور اس جھوٹے، گناہ گار، دھوکہ باز اور خیانت کرنے والے کے درمیان فیصلہ کریں۔ قوم (موجود لوگوں) نے بھی عرض کیا۔ ہاں یا امیرالمومنین، مہربانی فرما کر فیصلہ کر دیجئے۔ اس کے بعد فاروق اعظم بولے۔ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں جو آسمانوں اور زمین کا قائم فرمانے والا ہے۔ تم بتلاؤ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ ہم انبیاء کرام میراث نہیں چھوڑتے۔ جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں۔ وہ صدقہ ہوتا ہے حاضرین نے کہا۔ ہاں یہ ٹھیک ہے۔ علی المرتضے اور عباس نے بھی اس کی تصدیق کی۔ فاروق اعظم بولے۔ کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم بنی نضیر کے مال میں سے بقدر ضرورت ایک سال کا خرچہ رکھ کر بقیہ مصارف میں خرچ کر دیتے تھے۔ اس پر فاروق اعظم نے علی المرتضیٰ، عباس، عثمان اور عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہم سے پوچھا۔ کیا جو مصارف میں نے بیان کیے ہیں۔ وہ درست ہیں؟ سب نے اس کی تصدیق کر دی۔ فاروق اعظم پھر بولے۔ کہ اے علی اور عباس تم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد ابوبکر صدیق کے پاس آئے اور آپ کی میراث طلب کی۔ ابوبکر صدیق نے تم دونوں کو یہی جواب دیا۔ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کی وراثت نہیں ہوتی۔ تو تم نے اس پر انہیں کاذب اور غادر وغیرہ ٹھہرایا۔ پھر جب یہی بات میرے پاس پیش ہوئی۔ اور میں نے بھی اُسے اسی طرح انہی مصارف پر خرچ کرنا شروع کیا۔ تو تم نے مجھے بھی ایسے ہی الفاظ سے یاد کیا۔ تم نے بنی نضیر کے اموال کا مطالبہ کر دیا۔ کہ ہمارے سپرد کر دیئے جائیں۔ میں نے اس شرط پر رضامندی کا اظہار کر دیا۔ کہ تم اس میں وہی طریقہ اختیار کرو گے۔ جو رسول اللہ کا تھا۔ چنانچہ جب عہد ہو گیا۔ تو میں نے تمہارے سپرد کر دیا۔

لمحہ فکریہ:

اس واقعہ سے معلوم ہوا۔ کہ علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس نے جب بنی نضیر کے اموال کو اپنی تولیت میں لے لیا۔ تو کچھ عرصہ بعد دونوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اب اس کو ختم کرنے کے لیے دونوں پھر فاروق اعظم کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ تو فاروق اعظم نے تولیت کی تقسیم کرنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ملکیت کا وہم پڑ سکتا تھا۔ اس اختلاف میں عباس بن عبدالمطلب نے حضرت علی المرتضٰے کو خائن، غادر اور کاذب کہا۔ فاروق اعظم نے فرمایا۔ اگر علی المرتضٰے کو تولیت کی تقسیم کی مخالفت کی بنا پر تم یہ الفاظ کہہ رہے ہو۔ تو پھر انہی الفاظ کا مصداق میں اور ابوبکر صدیق تو بطریقہ اولیٰ ہوں گے۔ کیونکہ ہم نے بھی اس کی تقسیم نہیں ہونے دی۔ گویا فاروق اعظم نے عباس بن عبدالمطلب کو یہ باتیں جواب الزامی کے طور پر فرمائیں اور ساتھ ہی فرمایا کہ دیکھو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک نیک، دیانتدار اور پاکباز شخص تھے۔ ان کی طرح میں نے بھی بنی نضیر کے اموال کے ساتھ جو سلوک کیا۔ اور علی المرتضٰے وہی کچھ چاہتے ہیں۔ لہٰذا ان میں سے کوئی غلطی پر نہیں۔ مقصد یہ تھا۔ کہ اے عباس! علی المرتضٰی سے تمہارا جھگڑا بیکار ہے۔

اب وہی الفاظ جو نجفی نے چن کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غادر، کاذب اور خائن ثابت کرنا چاہا۔ آپ حضرات ان الفاظ کا انداز اظہار ملاحظہ کر چکے۔ ان سے فاروق اعظم کی قطعًا

یہ مرادنہ تھی۔ کہ ابوبکر صدیق واقعی خائن، غادر اور کاذب تھے۔ بلکہ آپ کا مقصد یہ تھا۔ کہ عباس تمہارا مطالبہ غلط ہے۔ اگر اس کو صحیح تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر میرا اور ابوبکر کا ایسا ہونا لازم آئے گا حالانکہ تم ہمیں ایسا نہیں سمجھتے۔ جب ہمیں تم اچھا سمجھتے ہو۔ تو پھر علی المرتضٰے کو بھی یہ الفاظ نہ کہو کیونکہ ان کا اور ہمارا مقصد ایک ہی ہے۔ اور اگر نجفی وغیرہ کو اصرار ہو۔ کہ فاروق اعظم نے ان الفاظ کے ذریعہ حقیقت حال بیان فرمائی۔ تو پھر علی المرتضٰے کو بھی ایسا ہی کہنا پڑے گا۔ کیونکہ جناب عباس نے تو انہیں دوٹوک انداز میں فاروق اعظم کے سامنے اور صحابہ کرام کی موجودگی میں یہ الفاظ کہے۔ اب نجفی علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا کہے گا۔ اس لیے روایت مذکورہ مذکورہ کا صحیح مطلب اور مفہوم یہی ہے۔ کہ حضرت عمر فاروق نے صرف خاموش کرانے کے لیے عباس بن عبدالمطلب کو علی المرتضٰی کے ساتھ ملا کر خطاب دونوں سے فرمایا۔ لہٰذا نہ علی المرتضٰی خائن وغادر اور نہ ہی فاروق اعظم اور ابوبکر صدیق ایسے ہوئے۔

نوٹ:

نجفی نے کہا۔ کہ اگر ایسی صفات والا اہل سنت کا خلیفہ ہو سکتا ہے۔ تو پھر زرارہ ہمارا راوی انہیں کیوں قبول نہیں۔ اس بارے میں ہم اتنا ہی کہہ دینا کافی سمجھتے ہیں۔ کہ　ابوبکر پر اٹھائے گئے الزامات لغو اور باطل ہیں۔۔ جبکہ زرارہ پر لعنت کا قول امام جعفر صادق رضی سے ایسا مشہور و معروف ہے۔ کہ کوئی شیعہ اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ تنقیح المقال اور رجال کشی میں صراحتہً لعنت کا ذکر موجود ہے۔ یہ دونوں کتابیں عام ملتی ہیں۔ اس لیے زرارہ پر لعنت کا انکار ناممکن ہے۔

چیلنج ۱:

ابوبکر صدیق اور زرارہ کا مقابلہ کرنے والے نجفی وغیرہ کو ہم چیلنج کرتے ہیں۔ کہ تم ہماری کسی کتاب میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا لعنت کرنا ثابت

کردو۔ تو بیس ہزار روپے نقد انعام دیں گے۔ ورنہ ہم تمہیں تمہاری کتابوں سے امام جعفر کی زرارہ پر ایک نہیں تین مرتبہ لعنت کرنا دکھاتے ہیں۔

رجال کشی:

قَالَ فَابْتَدَا اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ مِنْ غَیْرِ ذِکْرٍ لِزُرَارَۃَ فَقَالَ لَعَنَ اللّٰہُ زُرَارَۃَ لَعَنَ اللّٰہُ زُرَارَۃَ لَعَنَ اللّٰہُ زُرَارَۃَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

(رجال کشی ص ۱۳۵ ذکر زرارۃ بن امین مطبوعہ کربلا طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق نے ابتداء میں زرارۃ پر لعنت بھیجتے ہوئے تین مرتبہ کہا اللہ تعالیٰ کی زرارۃ پر پھٹکار ہو لعنت ہو۔ رحمت سے دُوری ہو۔ اسی روایت سے پہلے صفحہ پر یوں مذکور ہے۔ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ یَقُوْلُ لَعَنَ اللّٰہُ بُرَیْدًا لَعَنَ اللّٰہُ زُرَارَۃَ۔ میں نے امام جعفر صادق کو سُنا وہ کہہ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ لعنت بھیجے۔ برید پر اور لعنت بھیجے زرارہ پر۔

چیلنج ۲:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے میری اور میرے والد کی احادیث میں غلط ملط کیا۔ اور غلط احادیث داخل کر دیں (رجال کشی ۱۹۴) اگر نجفی وغیرہ کوئی ایک ایسا حوالہ پیش کر دے جس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے بارے میں یہی کچھ کہا ہو۔ تو فی حوالہ پچیس ہزار روپے نقد انعام ملے گا۔

اعتراض نمبر ۸

فقہ حنفی کا مایہ ناز راوی عمر بن خطاب ناقابل اعتماد ہیں

اہل سنت کا دوسرا مایہ ناز خلیفہ اور راوی عمر فاروق ہے۔

۱۔ مسلم شریف باب ترک الوصیۃ میں ہے۔ کہ عمر صاحب نے نبی پاک کے بارے میں کہا تھا۔ کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ہذیان ہو گیا ہے۔ (یعنی وہ بک رہا ہے۔)

۲۔ یہ عمر صاحب قاتل نواسۂ نبی اور حدیبیہ میں نبوت پر شک کرنے والا ہے۔ خیبر اور احد میں جہاد سے بھاگنے والا ہے۔ اس خلافت کے بھی وارے وارے جاواں جس میں مایہ ناز خلیفہ عمر ہے۔ اور اس فقہ کے بھی قربان جاؤں جس کی حدیثوں کا راوی عمر صاحب ہے۔
(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۳)

جواب الزام ۱:

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ تاثر دینا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہذیان کہنے والا کہا۔ قطعی غلط اور باطل ہے۔ اس کا تفصیلی جواب تحفہ جعفریہ جلد سوم ص ۳۲۵ سے لے کر ص ۳۴۲ پر موجود ہے۔ بطور انتصار یہاں پیش خدمت ہے۔

جواب اول:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ایتونی بقرطاس فرمایا۔ تو حدیث میں موجود ہے۔ کہ اس وقت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اِنَّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قَدْ غَلَبَہُ عَلَیْہِ الْوَجَعُ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شدید تکلیف میں ہیں آپ لوگ انہیں مزید تکلیف نہ دیں۔ عِنْدَ کُمُ الْقُرْاٰنُ حَسْبُنَا کِتَابُ اللہِ جب ہمارے پاس قرآن کریم موجود ہے۔ تو پھر ہمیں کوئی مشکل پیش نہ آئے گی۔ اس سے سب کچھ مل جائے گا۔

جواب دوم:

یہ بھی احادیث میں موجود ہے۔ کہ جب عمر فاروق نے حَسْبُنَا کِتَابُ اللہِ کہا۔ تو اہل بیت کے کچھ افراد اس کے مؤید اور کچھ مختلف ہو گئے بعض دوسروں نے کہا۔ مَاشَأْنُہٗ اَھَجَرَ اِسْتَفْھِمُوْہُ فَذَھَبُوْا یَرُدُّوْنَ عَنْہُ فَقَالَ دَعُوْنِیْ اَنَا فِیْہِ خَیْرٌ مِّمَّا تَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْہِ۔ (بخاری جلد ۲ ص ۶۳۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا حالت ہے کیا آپ کی زبان اقدس سے بے ربط گفتگو نکل سکتی ہے۔ لہٰذا آپ سے اس کا اچھی طرح مفہوم معلوم کرو۔ یہ معاملہ کتابت جب دوبارہ آپ سے پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ جس میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو۔

تو معلوم ہوا۔ کہ "اَھَجَرَ"، کے الفاظ اہل بیت کے ان افراد نے کہے تھے۔ جو دوبارہ آپ سے کہی گئی بات دُہرانا چاہتے تھے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بدحواسی کے عالم میں تو نہیں فرما رہے۔ اس لیے آپ کے ارشاد کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔ یہاں "اھجر" میں ہمزہ استفہامیہ موجود ہے۔ اور جہاں موجود نہیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بقول وہاں اسے مقدر مانا جائے گا۔ "اگر در بعض روایات حرف استفہام مذکور نہ باشد مقدر است"، اب ہمزہ استفہامیہ کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص اس کلام کو خبریہ انداز بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بدحواسی کا اثبات کرتا ہے تو اس سے بڑا نادان اور بے وقوف اور کون ہو سکتا ہے۔؟ اور اس سے بڑھ کر نادانی یہ کہ ان الفاظ

کے کہنے والے اہل بیت اور الزام واعتراض حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر کیونکر درست ہے

جواب سوئم:

"ایتونی"، جمع مذکر مخاطب کا صیغہ ہے۔ جس سے تمام موجود حضرات سے خطاب معلوم ہوتا ہے۔ اس سے صرف اور صرف مراد حضرت فاروق اعظم لینا بالکل خلاف اصل ہے۔ گویا اہل بیت سے آپ فرما رہے تھے۔ تم میرے پاس قلم و دوات لاؤ۔

جواب چہارم:

"ایتونی"، کا امر وجوب کے لیے نہ تھا۔ یا جس مقصد کے لیے آپ منگوانا چاہتے تھے۔ وہ کوئی لازم بات نہ تھی۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعد میں جب کاغذ دوات آ گئی۔ تو لکھوانے سے انکار نہ فرماتے۔ ان چار عدد جوابات سے معلوم ہوا۔ کہ مذکورہ حدیث کسی طرح بھی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر اعتراض بننے کی گنجائش نہیں رکھتی۔ اور جو مطلب و مفہوم نجفی وغیرہ نے اس کو پہنایا۔ وہ ہرگز ہرگز اس کا مفہوم نہیں ہے۔

جواب الزام ۲:

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نواسہ رسول کے قاتل ہیں"، عجیب الزام ہے۔ جس کا نہ سر پاؤں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے جو شہید ہوئے وہ امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور ان کی شہادت سنہ ۶۱ھ میں ہوئی۔ لیکن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سنہ ۲۳ھ میں انتقال فرماتے ہیں۔ ۳۷ سال پہلے رخصت ہونے والے پر امام حسین کے قتل کا الزام دھرنا کوئی پاگل بھی نہیں کہے گا۔ اگر اس کی کوئی یہ تاویل کرے۔ کہ چلو خود نہ سہی لیکن ان کا بالواسطہ ہاتھ تھا۔ اس طرح کہ عمر بن الخطاب نے امیر معاویہ کو شام کا گورنر بنایا اسی گورنر شام کے بیٹے یزید نے امام حسین کو شہید کروایا۔ لہذا امام حسین کی شہادت کی ذمہ داری بالواسطہ عمر بن الخطاب پر پڑتی ہے

تو اس طرح حضرت علی المرتضےٰ بھی قتل حسین میں ملوث ہونے سے نہ بچ سکیں گے۔ کیونکہ فارس کا گورنر زیاد، حضرت علی المرتضےٰ کا مقرر کردہ تھا۔ اور اسی زیاد کے بیٹے نے امام حسین کو قتل کیا تھا۔

الزام مذکور میں نجفی نے یہ بھی لکھا۔ کہ غزوۂ حدیبیہ میں عمر بن الخطاب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک پڑ گیا۔ یہ الزام بھی بے حقیقت ہے۔ اس کا تفصیلی جواب بھی تحفہ جعفریہ جلد چہارم ص ۶۶ تا ۹۵ پر دیا جا چکا ہے۔ مختصراً یہ کہ جب صلح حدیبیہ کی شرائط لکھی گئیں۔ تو کفار کی جانب سے کچھ ایسی شرائط پیش کی گئیں۔ جو سراسر نا انصافی پر مبنی تھیں۔ جب ان شرائط کی کتابت حضرت علی المرتضےٰ فرمانے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں یہ الفاظ لکھوائے۔ هٰذا مَا قَضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ۔ تو کفار نے آپ کے رسول اللہ　　لکھوانے پر اعتراض کیا۔ آپ نے بات کو ختم کرنے کی غرض سے اسے مٹا دینے کو کہا۔ حضرت علی نے ان الفاظ کو مٹانے سے انکار کر دیا۔ حضور نے خود کاغذ لیا اور مذکورہ الفاظ مٹا دیئے۔ اور شرائط جب تحریر ہو چکیں۔ تو فاروق اعظم کا جذبہ ایمانی ابل اٹھا۔ ابوبکر صدیق سے کہا۔ کیا ہم مسلمان نہیں۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول برحق نہیں کیا قریش کافر نہیں؟ صدیق اکبر نے کہا۔ کیوں نہیں۔ فاروق اعظم نے کہا۔ کہ پھر ان کفار کی من مانی شرائط ماننے کا کیا مطلب؟ اس پر صدیق اکبر نے کہا۔ چپ ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ کرتے ہیں وہ اللہ کے حکم سے ہی کرتے ہیں۔ یہی بات چیت جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی ہوئی۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ میں رسول خدا ہوں اور وہ مجھے کبھی فراموش نہیں کرتا۔ "عمر اظہار پشیمانی کرد و باستغفار کردہ است، حضرت عمر نے اپنے رویہ پر پشیمانی کا اظہار کیا۔ اور استغفار میں لگ گئے۔ (ناسخ التواریخ جلد ۲ ص ۲۲۱ وقائع سال ششم ہجری مطبوعہ تہران) میں لکھا ہے کہ "... بکفارت این جرأت و جسارت نماز و روزہ و تصدق فراوان گذاشتم" اس جرأت کے بدلہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت سی نفلی نمازیں، روزے اور صدقہ

خیرات کیا۔ (جلد دوم ص ۲۱۶ تا ۲۲۶)

اس واقعہ کے ملاحظہ کرنے کے بعد کوئی شخص یہ کیسے کہہ سکتا ہے۔ کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں ایسی جسارت کی۔ جو نجفی وغیرہ نے اپنی تحریر میں پیش کی ہے۔ "عمر فاروق نبوتِ رسول پر شک کرنے والا ہے" اگر کوئی یہ سوچے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کی مخالفت کی اس لیے اُن پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے۔ تو پھر علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کو کیا کہو گے۔ آخر انہوں نے بھی تو لفظ "رسول اللہ" مٹانے سے انکار کر دیا تھا۔ جسے بعد میں خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹایا۔

نوٹ:

اگر نجفی وغیرہ الزام مذکورہ کی تائید میں درمنثور کی یہ عبارت پیش کریں۔ وَاللّٰہِ مَا شَکَکْتُ مُنْذُ اَسْلَمْتُ اِلَّا یَوْمَئِذٍ۔ خدا کی قسم! جب سے میں مسلمان ہوا ہوں۔ آج کے سوا مجھے کبھی شک نہ پڑا۔ تو اس بارے میں ہم کہیں گے۔ کہ روایت کے مذکورہ الفاظ بخاری جلد اول ص ۳۷۷ تا ۳۷۸ پارہ گیارہ باب الشروط فی الاجتہاد، مسند امام احمد بن حنبل مبوب المعروف الفتح الربانی جلد ۲۱ ص ۹۵ غزوۂ حدیبیہ میں نہیں پائے جاتے ہیں۔ صرف درمنثور میں علامہ السیوطی نے نقل کیے ہیں۔ السیوطی نے یہ روایت ابن جریر سے نقل کی جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ معمر راوی کے کسی شاگرد نے روایت بالمعنیٰ کرتے ہوئے یہ الفاظ لکھ دیئے۔ ان الفاظ کے قائل فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نہیں ہیں۔ اسی طرح اگر اس مقام پر یہ کہا جائے۔

کہ عمر فاروق کے اس رویہ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف وایذاء ہوئی۔ اور یہ کفر ہے۔ تو اس بارے میں ہم درج ذیل عوارض پیش کر دیتے ہیں۔

ناسخ التواریخ:

مسلمانان ازایں شرط شگفتی گرفتند کہ چگونہ مسلمانے را بکافراں باز فرستیم وعمر بن خطاب گفت یا رسول اللہ چگونہ بدیں شرط رضا دہی پیغمبر تبسم فرمود وگفت ہرکہ ازا شدر بنزد ما مسلمان آید ما اورا باز فرستیم خداوندش فرج بخشد وہرکہ از ما روئے بگرداند وبنزدیک کافراں رود باو حاجتے نداریم واو باکافراں سزاوار تراست ...... در غم مباش کہ زیارت کعبہ خواہی کرد و طواف خواہی گذاشت۔

(ناسخ التواریخ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جلد دوم ص ۲۱۹)
(روضۃ الصفاء جلد دوم ص ۳۶۶)

ترجمہ:

مسلمانوں نے اس شرط پر تعجب کا اظہار کیا۔ کہ ہم کسی مسلمان کو کس طرح کافروں کے پاس بھیجیں گے۔ عمر بن خطاب نے کہا۔ یا رسول اللہ! آپ نے یہ شرط کس طرح بخوشی قبول فرمالی؟ آپ نے تبسم فرماکر کہا۔ جو بھی اُن کفار میں سے ہمارے پاس مسلمان آئے گا۔ اور ہم اُسے واپس بھیج دیں گے اللہ تعالیٰ اُس کو فراخی وخوشی دکھائے گا۔ اور جو ہم میں سے منہ پھیر کر کفار میں چلا جائے گا۔ ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ کافروں کے ساتھ ہی بھلا لگتا ہے۔ تو فکر مند مت ہو۔ کعبہ کی زیارت بھی کرے گا اور طواف بھی کرے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمر بن الخطاب کے سوال پر تبسم فرمانا اس امر کی

دلیل ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر کے سوال کرنے پر بُرا نہیں منایا تھا۔ بلکہ اس شرط کی حکمت سمجھا کر آخر میں خوشخبری بھی دی۔ کہ تجھے کعبہ پاک کی زیارت و طواف کا شرف حاصل ہو گا۔ باوجود اس کے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خندہ پیشانی اور تبسم فرماتے ہوئے جواب دیا پھر بھی عمر بن الخطاب، کے دل میں محبت مصطفیٰ نے انہیں اس پر شرمندگی کا احساس دلایا۔ اور وہ اس کے پیش نظر صدقہ و خیرات کر کے دل کو تسکین و اطمینان دیتے رہے۔ یہ واقعہ تو عمر بن الخطاب کے کمالِ ایمان اور محبت کامل پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن حسد و بغض کی آنکھ کو بجز عیب و نقص کے کچھ دکھائی نہ دے۔ تو اس میں کسی کا کیا قصور؟

اس اعتراض کا آخری حصہ بھی ایک اعتراض ہے۔ وہ یہ کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ غزوۂ احد اور خیبر سے بھاگ گئے تھے۔ اس معاملہ میں بھی حقیقت حال یوں ہے۔ کہ خیبر کی جنگ میں اِن کو فتح حاصل نہ ہوئی تھی۔ اس قدر تو کتب تاریخ میں مذکور ہے۔ لیکن آپ کا کفار سے بھاگ کھڑے ہونا یہ نجفی کی اختراع کے سوا کچھ نہیں۔ باقی رہا غزوۂ احد میں سے بھاگنا تو چونکہ کفار نے اچانک مسلمانوں پر حملہ کر دیا تھا۔ اس لیے مسلمانوں کی کثیر تعداد میدان میں قائم نہ رہ سکی لیکن یہ کہنا کہ اُن تمام میں سے عمر بن الخطاب میدانِ جنگ سے یوں دوڑے کہ گھر میں آکر سانس لیا۔ یا کسی خفیہ جگہ چھپ کر بیٹھ گئے۔ ان کے سوا باقی تمام مسلمان پھر میدان میں آگئے۔ تو یہ بات ہرگز ہرگز مبنی بر حقیقت نہیں ہے۔ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو آواز دی۔ تو سب سے پہلے لبیک کہنے والے اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے حضرات میں عمر بن الخطاب بھی تھے۔ تھوڑے سے وقت کے لیے اِن صحابہ کرام سے لغزش ہوئی۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ (اللہ نے انہیں یقیناً معاف کر دیا۔) نازل فرما کر ان کی تقصیر معاف کر دی۔ اب ان کی معافی ہو جانے کے بعد نجفی کو اگر دکھ ہوتا ہے۔ تو ہم اس کا کیا علاج کریں۔ جبکہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پر لگائے گئے الزامات سراسر باطل اور لغو ٹھہرے۔ تو پھر جس نقشہ کو ان جیسا۔ گیا۔ وُہ

بھی صحیح اور حق ثابت ہوئی حضرت عمر بن الخطاب کو نحفی اچھا کہے یا نہ کہے۔ علی المرتضے رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔

نہج البلاغہ:

لِلّٰهِ بِلَادُ فُلَانٍ فَلَقَدْ قَوَّمَ الْاَوَدَ وَدَاوَى الْعَمَدَ وَاَقَامَ السُّنَّةَ وَخَلَّفَ الْفِتْنَةَ ذَهَبَ نَقِيَّ الثَّوْبِ قَلِيْلَ الْعَيْبِ اَصَابَ خَيْرَهَا وَسَبَقَ شَرَّهَا اَدّٰى اِلَى اللّٰهِ طَاعَتَهُ وَاتَّقَاهُ بِحَقِّهٖ

(نہج البلاغہ ص ۳۵۰ خطبہ ۲۲۸)

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ عمر فاروق کے شہروں کو برکت دے انہوں نے ٹیڑھی راہ کو سیدھا کیا۔ اور بیماری کا علاج کیا۔ مختلف شہروں کے باشندوں کو دین اسلام کی طرف پھیرا۔ سنت کو قائم کیا۔ حضور کے احکام کو جاری کیا۔ اور فتنے کو پس پشت ڈالا۔ آپ کا زمانہ فتنہ وفساد سے پاک رہا۔ اور دنیا سے کم عیب اور پاک جامے کو رخصت ہوئے۔ اور خلافت کی بھلائیوں کو پایا اور اس کے شر سے پہلے چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حق ادا کر دیا۔ اور اس کی نافرمانی سے پرہیز کیا۔

احقاق الحق:

هُمَا اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ كَانَا عَلَى الْحَقِّ فَمَاتَا عَلَيْهِ عَلَيْهِمَا رَحْمَةُ اللّٰهِ

يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

(۱۔احقاق الحق صفحہ ۱۶)

(۲۔انوار نعمانیہ جلد ۱ ط ۹۹)

ترجمہ:

ابوبکر و عمر دونوں عادل اور منصف امام تھے حق پر زندہ رہے اور اسی پر پر خاتمہ ہوا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمت ہو۔

لمحہ فکریہ:

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تعریف و توصیف میں حضرت علی المرتضیٰ اور دیگر حضرات اہل بیت نے بہت کچھ بیان فرمایا۔ یہاں اس کا تذکرہ کرنا بے محل ہے۔ صرف ایک دو حوالہ جات اس لیے پیش کیے تاکہ نمونہ کے طور پر ائمہ اہل بیت کی عقیدت کا آپ اندازہ کر سکیں۔ ایسی بزرگ شخصیت کے مقابلہ میں زرارہ کی کیا وقعت اور حیثیت جسے نجفی پیش کر رہا ہے۔ نجفی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے بہرحال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عادل مقسط اور حق کے شیدائی تھے۔ اور زرارہ خود اپنے ائمہ کی احادیث میں غلط بیانی کی وجہ سے ملعون کاذب اور باطل کا ہم نوا ہے۔ اسی لیے ایسے راوی کی روایات سے جمع شدہ فقہ بھی ایسی ہی ہے۔ جیسا کہ یہ خود۔ اس کے مقابلہ میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور ان کی فقہ قابل ستائش اور منظور خدا و رسول ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔ اور حق و باطل کو سمجھنے کے بعد حق قبول کرنے اور باطل کو رد کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۹

جیشِ اسامہ سے پیچھے رہنے والے ارشادِ نبی کے مطابق لعنتی تھے اور وہی فقہ حنفی کے بانی ہیں

کتاب الملل والنحل جلد اول ذکر بارہ اختلاف میں لکھا ہے۔ کہ حضور نے بوقت موت فرمایا تھا۔ لعن اللّٰہ من تخلف عن جیش اسامہ کہ جو لشکر اسامہ کے ساتھ نہ جائے اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ ابوبکر و عمر بھی اس لشکر میں تھے اور ساتھ نہیں گئے تھے۔ بلکہ واپس آ گئے تھے۔ فقہ حنفیہ چلے چلے جن لوگوں پر نبی لعنت فرمائے وہ فقہ حنفیہ کے خلیفہ بھی ہیں راوی اور امام بھی ہیں۔ چشم بددور شالا نظر نہ لگے۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے۔ کہ فقہ جعفریہ والے راویوں کو چھوڑ دیں اور فقہ حنفیہ والے ایسے خلیفوں کو چھوڑ دیں۔ جن پر نبی نے لعنت فرمائی ہے۔ اور پھر حساب کر کے دیکھیں کہ گھاٹے میں کون ہے۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۴)

جواب اول:

صاحب الملل والنحل محمد بن عبدالکریم شہرستانی اسماعیلی شیعہ ہے۔ بلکہ غالی شیعہ ہے۔ اور اس پر الحاد اور بے دینی تک کے الزامات بھی ہیں۔ لہذا عقائد کے ضمن میں ایسے شخص کی بات خصوصاً خلفائے ثلاثہ پر طعن کے معاملہ میں کوئی تحریر کس طرح قابل حجت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ شیعہ غالی اور بے دین ہونے کی وجہ سے اس سے ایسی ترنگ کی توقع ہے۔

طبقات شافعیۃ الکبریٰ:

فی تاریخ شیخنا الذہبی ان ابن السمعانی ذکرانہ

كَانَ مُتَّهِمًا بِالْمَيْلِ إِلَى اَهْلِ الْقِلَاعِ يَعْنِي اِسْمٰعِيلِيه وَالدَّعْوَةِ اِلَيْهِمْ وَالنُّصْرَةِ لِطَاعَتِهِمْ وَاَنَّهٗ ذَكَرَ لَهٗ فِي التَّحْبِيرِ اَنَّهٗ مُتَّهِمٌ بِالْاِلْحَادِ وَالْمَيْلِ اِلَيْهِمْ غَالٍ فِي التَّشَيُّعِ۔

(طبقات شافعیۃ الکبریٰ جز ۴ ص ۷۹)

ترجمہ:

ہمارے شیخ علامہ ذہبی کی تاریخ میں ہے۔ کہ ابن سمعانی نے صاحب الملل والنحل کے بارے میں ذکر کیا۔ کہ وہ اسماعیلیہ فرقہ کی طرف میلان رکھنے کا متہم تھا۔ لوگوں کو ان کے عقیدہ کی طرف بلاتا اور ان کی اطاعت کرنے پر مدد کرتا۔ اور تحبیر میں کہا ہے۔ کہ وہ الحاد سے متہم تھا۔ کٹر شیعہ تھا۔

جواب دوم:

اسی اعتراض کا تفصیلی جواب تحفہ جعفریہ جلد سوم ص ۳۵۷ تا ۳۷۹ پر موجود ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ "لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا"۔ کے الفاظ شہرستانی کے علاوہ کسی اور نے ذکر کیے۔ اسی کی تائید ایک بہت بڑے شیعہ عالم نے بھی ان الفاظ میں کی ہے۔

"محمد بن عبدالکریم شہرستانی در کتاب ملل و نقل کردہ کہ پیغمبر فرمود جَهِّزُوا جَيْشَ اُسَامَةَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا و صدر ایں حدیث اگرچہ متواتر است ولے ذیلش آں مشتمل بر لعن است از طرق عامہ من بندہ در غیر ملل و نحل ندیدہ ام"۔

(شفاء الصدور فی شرح زیارۃ العاشور مطبوعہ بمبئی ص ۲۶۰ سن طباعت ۱۳۱۰ھ)

ترجمہ:

محمد بن عبدالکریم شہرستانی نے کتاب ملل و نحل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث نقل کی۔ جھزوا جیش الخ جناب اسامہ کے لشکر کے ساز و سامان کی تیاری کرو جو اس سے پیچھے رہا اس پر اللہ کی لعنت اس حدیث کا ابتدائی حصہ اگرچہ متواتر ہے۔ لیکن آخری حصہ جو کہ لعنت کے مضمون پر مشتمل ہے عام طریقوں سے راقم کو ماسواء ملل و نحل کے اور کہیں نہیں ملا۔

جواب سوم:

واقعہ مذکورہ تاریخ کی روشنی میں مختصر یوں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید کو دوشنبہ ۲۶ صفر ۱۱ھ کو رومیوں سے جنگ کرنے پر مامور کیا۔

۲۷ صفر کو انہیں لشکر کی سرداری عطاء کی گئی۔ ۲۸ صفر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم شدید بیمار ہو گئے۔ ۲۹ صفر کو آپ نے اسامہ کے لیے اپنے ہاتھ سے جھنڈا تیار کر کے دیا۔ اور فرمایا۔ نکلو اور جہاد کرو۔ مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر شام کی طرف مقام جرفا میں قیام کیا۔ تا کہ فوج اکٹھی ہو جائے۔ ابوبکر عمر، عبیدہ بن جراح نے شرکت کی تیاری کی۔ آٹھ ربیع الاول کی صبح تک تیاری مکمل ہو گئی۔ اسی دن حضور نے شدتِ مرض کی وجہ سے ابوبکر کو نماز کا خلیفہ مقرر فرمایا۔ دیگر صحابہ کرام دس ربیع الاول تک گروہ در گروہ لڑائی کے لیے لشکر میں پہنچ چکے تھے۔ گیارہ ربیع الاول کو حضرت اسامہ نے حضور سے اجازت طلب کی اجازت ملنے پر لشکر کو خروج کا حکم دیا۔ خود سوار ہو کر جانے کے لیے تیار تھے۔ کہ ان کی والدہ ام ایمن کی طرف سے پیغام ملا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت رحلت قریب معلوم ہوتا ہے۔ یہ پیغام سن کر اسامہ، عمر فاروق اور عبیدہ ابن جراح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

مختصر طریقہ سے ذکر کردہ واقعہ پر نظر دوڑائیے۔ کہ کس طرح اس سے ثابت ہوتا ہے

کہ ابوبکر و عمر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے گریز کیا ہے۔؟ صاف ظاہر ہے کہ لشکر اسامہ میں شرکت کا حکم بھی آپ کا اور مصلیٰ امامت پر کھڑا ہونے کا ارشاد بھی آپ کا تھا۔ اور دوسرے صحابہ ام ایمن کا پیغام سن کر واپس آئے۔ جو حقیقت پر مبنی تھا۔ کیونکہ ۱۲ ربیع الاول کو انتقال ہو گیا تھا۔

جواب چہارم:

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین و تدفین مکمل ہو گئی۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جناب اسامہ کو حکم دیا۔ شام کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ دیگر صحابہ کرام نے کہا۔ کہ ابھی توقف فرمائیں۔ ایک حضور کی وفات کا صدمہ اور دوسرا قبائل میں سے کچھ کا زکوٰۃ دینے سے انکار کا فتنہ اس لیے حالات کی بہتری تک اس پروگرام کو معطل کر دیا جائے۔ اس کے جواب میں ابوبکر نے کیا کہا۔ ایک شیعہ مصنف مرزا تقی کی زبانی سنیے۔

ناسخ التواریخ:

من فرمان پیغمبر دگرگون نکنم و خدا و ند بیچوں را محافظ خویش دانم۔

(ناسخ التواریخ جلد اول ص ۱۸۷ تاریخ الخلفاء
گسیل شدن اسامہ ابن زید)

ترجمہ:

میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو ہرگز ٹال نہیں سکتا۔ اور اللہ بے نیاز کو اپنا محافظ جانتا ہوں۔

جب لوگوں نے آپ کی اس پختگی کا مظاہرہ دیکھا تو عمر بن خطاب سے عرض کیا۔ آپ انہیں کچھ سمجھائیں۔ چنانچہ عمر بن الخطاب کو جو جواب ملا وہ بھی اسی شیعی کی زبانی سن لیجیے

اے عمر! سخن دیوانگان گوئی آں را کہ پیغمبر بداشتہ است من چگونہ توانم پست کرد

ترجمہ:

اے عمر! دیوانوں کی سی باتیں کرتے ہو۔ وہ کہ جسے سرکار دو عالم نے بلند کیا ہو۔ میں ابوبکر اُسے کس طرح پست کر سکتا ہوں۔

نتیجہ:

معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نزدیک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے صحابہ کرام کے روکنے کے باوجود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تیار کردہ لشکر کو روانہ کر دیا۔ اس میں ابوبکر صدیق نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہیں کی۔ لہٰذا انھی کا یہ کہنا ملعون دماغ کی اختراع ہے۔ فقہ جعفریہ والے ایسے راویوں کو چھوڑ دیں جن پر اماموں نے لعنت کی اور فقہ حنفیہ والے ایسے خلیفوں کو چھوڑ دیں جن پر نبی نے لعنت کی روایت۔ مذکورہ میں ابوبکر صدیق پر لعنت کا کوئی شائبہ تک ثابت نہیں ہوتا۔ ورنہ لازم آئے گا کہ ایک ملعون کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کا امام بنا رہے ہوں۔ اب صرف ایک شق باقی رہ گئی۔ وہ یہ کہ زرارہ وغیرہ راویانِ ائمہ اہل بیت پر تو لعنتِ ائمہ بالتصریح موجود ہے۔ لہٰذا ان ملعون رواۃ کی ریت پر بنائی گئی فقہ جعفریہ کی عمارت کا الزام فطری امر ہے۔ لیکن یہ لوگ زرارہ کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ کیونکہ اس کے چھوڑنے سے امام باقر کی تعلیمات ہباءً منثوراً ہو جاتی ہیں۔

رجال کشی:

فَقَالَ لِی لَولَا زُرَارَۃُ لَظَنَنْتُ اَنَّ اَحَادِیْثَ اَبِی سَتَذْھَبُ۔

(رجال کشی ص ۱۲۲)

ترجمہ:

امام جعفر صادق نے ابوبصیر سے کہا۔ اگر زرارہ صاحب نہ ہوتے تو میرے والد امام باقر کی احادیث ختم ہو جاتیں۔

رجال کشی:

بریدبن معاویہ العجلی وابالیث بن البختری المرادی ومحمد بن مسلم وزرارہ اَنَّ بَعۡدَہٗ نُجَبَاءُ اُمَنَاءُ اللّٰہِ عَلٰی حَلَالِہٖ وَ حَرَامِہٖ لَوۡلَا هٰؤُلَاءِ اِنۡقَطَعَتۡ اٰثَارُ النُّبُوَّةِ وَ انۡدَرَسَتۡ ۔

(رجال کشی ص ۱۵۲)

ترجمہ:

بریدہ بن معاویہ العجلی، ابولیث بن بختری مرادی، محمد بن مسلم اور زرارہ چار شخص بہت پاکیزہ حضرات ہیں اللہ تعالیٰ کے حلال و حرام کے امین ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو نبوت کے آثار ختم ہو گئے ہوتے اور مٹ گئے ہوتے

نتیجہ:

اہل سنت جن حضرات کو خلفاء راشدین مانتے ہیں۔ یہ وہ حضرات ہیں۔ جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی خوشخبری دی۔ جن کو آپ کا مصلی ملا۔ ان کے جنتی ہونے کو اہل تشیع کا مصنف بھی تسلیم کرتا ہے۔ لوامع التنزیل میں ہے۔ حضور نے فرمایا "جس نے اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کیا یا جس کو میں نے اپنی بیٹی نکاح میں دی ایسے لوگوں کے لیے میں نے اللہ تعالیٰ سے جنت کا وعدہ لے لیا ہے"۔ لہٰذا ان کے بارے میں لعنت کا تصور کرنے والا بھی ملعون ہے۔ اس کے خلاف جن راویوں پر فقہ جعفر

کا دارو مدار ہے۔ وہ خود امام جعفر کے بقول ملعون ہیں۔ اور ان چاروں کو اگر نکال دیا جائے تو فقہ جعفریہ کا کچھ بھی نہیں بچتا۔ چونکہ فقہ جعفریہ ان کی مرتب شدہ ہے۔ اور یہ عندالامام ملعون لہذا ان ملعونوں کی مرتب کردہ فقہ بھی ملعون اور بے اصل ہے۔ اب حساب ہم نے کر دیا۔ دیکھیں گے ناظرین کہ کون ڈوبا اور کون کنارے لگا۔

اعتراض نمبر۱

سنیوں کی فقہ کا ایک اور مایہ ناز راوی عثمان بن عفان ہے جس نے قرآن جلوا دیئے تھے۔

اہل سنت کے ایک اور مایہ ناز خلیفہ اور راوی عثمان صاحب بھی ہیں بخاری شریف باب جمع القرآن میں لکھا ہے۔ کہ

۱۔ اس نعثل نے قرآن جلائے

۲۔ اسی خدمت دین کے صلے میں اصحاب نبی نے اسے قتل کر دیا تھا۔

۳۔ اور بی بی عائشہ نے ہی اسے قتل کا حکم دیا تھا۔

(فقہ حنفیہ ص ۲۴)

جواب الزام ۱:

اگر تسلیم کر لیا جائے۔ کہ عثمان غنی نے تمام قرآن کے نسخہ جات جلا دیئے تھے۔ تو پھر اعتراض آتا ہے۔ کہ اہل تشیع کے پاس صحیح قرآن کہاں سے آیا۔ اور کس سے ملا۔؟ دراصل اہل تشیع کی طرف سے نجفی اس اعتراض میں بھی غلط وکالت کر رہا ہے۔ وہ اس بات سے ثابت یہ کرنا چاہتا ہے۔ کہ عثمان غنی نے جب قرآن جلا دیا۔ تو آج تک موجود قرآن کہاں سے آگیا۔؟ حالانکہ اس موجود قرآن کو اہل تشیع صحیح مانتے ہی نہیں۔ بلکہ ان کا نظریہ یہ ہے۔ کہ صحیح قرآن امام غائب کے پاس ہے۔ وہ غار میں اسے اپنے ساتھ رکھے

ہوئے ہیں۔ جب آئیں گے تو ساتھ لائیں گے۔ حضرت عثمان غنی کے قرآن جلانے کا جو واقعہ کتب میں مذکور ہے۔ وہ یہ کہ کچھ لوگوں نے آیات قرآنی پر تفسیری نوٹ لکھ رکھے تھے۔ اور بعض کے پاس منسوخ التلاوۃ آیات بھی لکھی پڑی تھیں۔ آپ نے ایسی تحریرات کو ایک خطرے کے پیش نظر جلایا تھا۔ وہ یہ تھا کہ کہیں زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ آنے والے لوگ ان تفسیری تحریروں کو بعینہٖ قرآن کی آیات نہ سمجھ لیں۔ چونکہ اختلاف قرأت نے ایک مستقل جھگڑا کھڑا کر رکھا تھا۔ اس لیے اس خطرہ کو تقویت ملتی تھی۔ لہٰذا آپ نے اصل قرآن اور تفسیری تحریر کے درمیان فرق کے پیش نظر یہ قدم اٹھایا۔ تاکہ آئندہ چل کر کوئی جھگڑا نہ اٹھ کھڑا ہو۔ یاد رہے کہ ہم نے تحریف قرآن کے بارے میں ایک مستقل بحث لکھی ہے جو تقریباً ساڑھے پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس بحث کو ہم نے عقائد جعفریہ جلد سوم میں تفصیل سے لکھا ہے۔

جواب الزام ۲:

"حضرت عثمان کی شہادت قرآن جلانے کی وجہ سے ہوئی"، یہ سراسر بہتان ہے اور کذب ہے جو نجفی نے صحابہ کرام پر لگایا۔ اہل سنت کی کتب اس کی واضح تردید کرتی ہیں۔

البدایہ والنہایۃ:

وَاَمَّا مَا يَذْكُرُهُ بَعْضُ النَّاسِ مِنْ اَنَّ بَعْضَ الصَّحَابَةِ اَسْلَمَهُ وَرَضِيَ بِقَتْلِهِ فَهٰذَا لَا يَصِحُّ عَنْ اَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ اَنَّهُ رَضِيَ بِقَتْلِ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ بَلْ كُلُّهُمْ كَرِهَهُ وَمَقَتَهُ وَسَبَّ مَنْ فَعَلَهُ

(البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۱۹۸)

ترجمہ:

بہرحال جو کچھ لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام میں سے بعض عثمان غنی کے قتل کو درست فعل قرار دیتے تھے اور اس پر راضی تھے۔ تو یہ کسی ایک صحابی سے بھی ثابت نہیں ہے۔

کہ وہ عثمان غنی کے قتل پر راضی تھا۔ بلکہ تمام صحابہ نے اسے ناپسند کیا۔ اور اس پر غصہ کا اظہار کیا۔ اور قتل کرنے والوں کو برا بھلا کہا۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قتل عثمان پر ہرگز خوش نہ تھے۔ اور نہ ہی ان کا کوئی اس میں دخل تھا۔ کچھ لوگوں کا نجفی کی طرح خیال تھا کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قتل عثمان میں دخل تھا۔ اس پر علی المرتضیٰ نے حجر اسود اور خانہ کعبہ کے دروازے کے درمیان کھڑے ہو کر فرمایا۔ میں حلفیہ کہنے کو تیار ہوں۔ کہ میرا قتل عثمان میں کوئی دخل نہیں۔ تاریخ یعقوبی جلد دوم کو دیکھیں۔

جواب الزام ۳:

"سیدہ عائشہ نے قتل عثمان کا حکم دیا تھا" اس کا تفصیلی جواب تحفہ جعفریہ جلد پنجم کے ص ۲۸ تا ۶۱ پر ہم نے تحریر کیا ہے۔ جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے۔

۱۔ مذکورہ واقعہ کسی مسند اور صحیح حدیث میں موجود نہیں ہے۔ لہٰذا ناقابل تسلیم ہے۔ اگر کوئی ایک ایسی حدیث پیش کر دے تو فی حوالہ بیس ہزار روپے نقد انعام حاصل کرے۔ اس کی تردید صحیح حدیث سے ملاحظہ ہو۔

طبقات ابن سعد:

قال اخبرنا ابو معویۃ الضریر قال اخبرنا الاعمش عن خیثمہ عن مسروق عن عائشۃ قالت حین

قُتِلَ عُثْمَانُ تَرَكْتُمُوْهُ كَالثَّوْبِ النَّقِيِّ مِنَ الدَّنَسِ ثُمَّ قَرَّبْتُمُوْهُ تَذْبَحُوْنَهٗ كَمَا يُذْبَحُ الْكَبْشُ هَلَّا كَانَ هٰذَا قَبْلَ هٰذَا فَقَالَ لَهَا مَسْرُوْقٌ هٰذَا عَمَلُكِ اَنْتِ كَتَبْتِ اِلَى النَّاسِ تَاْمُرِيْنَهُمْ بِالْخُرُوْجِ اِلَيْهِ قَالَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ لَا وَالَّذِيْ اٰمَنَ بِهِ الْمُؤْمِنُوْنَ وَكَفَرَ بِهِ الْكَافِرُوْنَ مَا كَتَبْتُ اِلَيْهِمْ بِسَوَادٍ فِيْ بَيْضَاءَ حَتّٰى جَلَسْتُ مَجْلِسِيْ هٰذَا قَالَ الْاَعْمَشُ فَكَانُوْا يَرَوْنَ اَنَّهٗ كُتِبَ عَلٰى لِسَانِهَا۔

(طبقات ابن سعد جلد سوم ص ۸۲ تذکرہ
عثمان بن عفان مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

جناب مسروق سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں۔ کہ جب عثمان غنی کو قتل کر دیا گیا تو سیدہ عائشہ نے کہا۔ تم نے اُسے (عثمان) صاف ستھرے کپڑے کی مانند چھوڑا پھر تم قریب آئے اور اس طرح بے دوری سے اُسے قتل کر دیا۔ جس طرح بھیڑ بکری ذبح کی جاتی ہے۔ کیا ایسا نہیں ہوا؟ یہ سن کر مسروق نے سیدہ سے کہا۔ یہ تو آپ کا ہی عمل ہے۔ کیونکہ آپ نے ہی لوگوں کو لکھا تھا۔ کہ عثمان غنی پر خروج کر دیا جائے۔ مائی صاحبہ نے فرمایا۔ ہرگز نہیں۔ اس خدا کی قسم جس پر مومن ایمان لاتے ہیں اور کافروں نے جس کا انکار کیا میں نے ان کی طرف کسی سفید کاغذ پر کوئی حرف نہ لکھا۔ یہاں تک کہ میں اس جگہ تمہارے سامنے بیٹھی ہوں۔ اعمش نے کہا۔ سو لوگوں کی رائے یہ تھی

کہ کچھ آدمیوں نے (از روئے شرارت) مائی صاحبہ کی طرف سے تحریری کام کیا۔

حوالہ بالا سے معلوم ہوا۔ کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف قتل عثمان کی نسبت کرنا درست نہیں۔ کیونکہ یہی بات جناب مسروق نے جب مائی صاحبہ سے کہی تو آپ نے حلفیہ اس کی تردید فرمادی۔ یہ حدیث سند کے اعتبار سے اور روایان کے اعتبار سے قابل استدلال ہے۔ کیونکہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ اس کی تفصیل تحفہ جعفریہ جلد پنجم از ص ۵۷ تا ص ۶۰ پر دیکھی جا سکتی ہے۔

اعتراض نمبر ۱۱

سنیوں کی فقہ کی ایک مایہ ناز اور یہ بی بی عائشہ ہے بقول ابوہریرہ شیشے اور سرمے سے فرصت نہ تھی (معاذ اللہ)

اہل سنت کی محدثوں کی ایک مایہ ناز راویہ بی بی عائشہ بھی ہے۔ کتاب اضواء علی السنۃ المحمدیہ ص ۲۰۴ میں لکھا ہے۔ کہ ابوہریرہ نے بی بی عائشہ سے کہا تھا۔ شَغَلَكِ عَنْہُ الْمِرْآۃُ وَالْمِكْحَلَۃُ۔ کہ شیشے اور سرمے کی کاروائی نے نبی کی حدیث یاد کرنے سے آپ کو باز رکھا ہے۔ سبحان اللہ کیا شان بیان کی ہے ابوہریرہ نے بی بی عائشہ کی معلوم ہوا کہ حنفیوں نے خُذُوْا شَطْرَ دِیْنِکُمْ عِنْدَ ہٰذِہِ الْحُمَیْرَاءِ کہ آدھا دین حمیرا سے لو۔ یہ ایک ڈھکوسلا بنایا ہے۔ کیونکہ بی بی عائشہ کو ہار سنگار اور میک اپ سے فرصت ہی کیا ملتی تھی۔ عراب کے کہتے تھا اسی بی بی کو بعو ٹکتے تھے اور عثمان صاحب کے قتل کا فتویٰ صادر فرما کر انہیں بھی اسی سے ذبح کروایا۔　　(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۴-۲۵)

جواب:

کتاب "اضواء السنۃ المحمدیہ"، جس میں سے ایک عبارت اعتراض بالا میں دی گئی اسی کتاب کی ایک اور عبارت چند سطور بعد نجفی نے بطور اعتراض ذکر کی۔ گویا مذکورہ کتاب

دو اعتراض کیے گئے۔ ایک یہ کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ آپ اپنی زیب و زیبائش میں لگی رہتی ہیں۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی طرف آپ کی توجہ کم رہتی ہے۔ دوسری بات یہ کہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا جھوٹی احادیث بیان کرتی تھیں۔ اس بنا پر فاروق اعظم نے ان کی پٹائی بھی کی تھی۔ یہ کتاب ابوریہ محمود کی تصنیف ہے۔ اور اس کے مصنف کی شیعیت اور بدزبانی خود اس کی تصانیف بیان کرتی ہیں۔ کتاب مذکورہ میں حضرات صحابہ کرام پر نازیبا اعتراضات کیے گئے۔ ایک اور تصنیف "ابو ہریرہ" نامی میں اس نے اپنی شیعیت کا کھل کر اظہار و قرار کیا۔ اس بارے میں ہم آگے چل کر کچھ بیان کریں گے۔ رہا یہ اعتراض کہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کو ابو ہریرہ نے وہ باتیں کہیں۔ جو اس کتاب میں مذکور ہیں۔ تو سب سے پہلے اس کی تردید بایں طلان یوں ہے۔ کہ اس روایت کی کوئی سند پیش نہیں کی گئی۔ لہٰذا بے سند روایت سے اعتراض نہیں بن سکتا۔ پھر اسی مصنف نے اسی روایت کو "ابو ہریرہ" نامی کتاب میں ذکر کر کے یہاں یہ تاثر دیا۔ کہ ابو ہریرہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ کی ان الفاظ سے گستاخی کی۔ لہٰذا یہ کہنا پڑے گا۔ ابوریہ محمود نہ تو سیدہ عائشہ صدیقہ کا احترام کرنے والا اور نہ ہی حضرت ابو ہریرہ کا غم خوار ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر ایسی باتیں لکھیں۔ کہ اُن سے ان کا صحابی ثابت ہونا کجا مسلمان ہونا بھی محل نظر ہو جاتا ہے۔ انہیں پیٹ کی خاطر اسلام قبول کرنے والا کہا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ نجفی کو سیدہ عائشہ صدیقہ پر اعتراض کرنے کے لیے اس خبیث مصنف کی خبیث تصنیف کا سہارا لینا پڑا۔ اس لیے ایسے مصنف کی ایسی تصنیف سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ذات پر اعتراض کرنا قطعاً قابل قبول نہیں۔ اگر مذکورہ عبارت کو بفرض محال تسلیم کر لیا جائے۔ تو بھی زیادہ سے زیادہ ان دونوں کے مابین مکالمہ کی صورت میں یہ باتیں ہو سکتی ہیں۔ یعنی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ذات پر اعتراض کرنا قطعاً قابل قبول نہیں۔ اگر مذکورہ عبارت کو بفرض محال ان دونوں کے

مابین مکالمہ کی صورت میں یہ باتیں ہو سکتی ہیں یعنی سیدہ عائشہ نے کہا ہو۔ اے ابوہریرہ!
تم اتنی احادیث کیسے یاد کر لیتے ہو؟ ابوہریرہ نے کہا حضور نے مجھے دعا دی تھی۔ پھر
مائی صاحبہ نے پوچھا۔ تمہیں اتنی احادیث سننے کے مواقع کیسے میسر آتے ہیں۔ ابوہریرہ
نے کہا ہو۔ کہ میں فارغ ہوتا ہوں۔ میرے پاس وقت کافی ہوتا ہے۔ آپ کی طرح
میری ذمہ داریاں نہیں۔ آپ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے حصول
کی خاطر کچھ وقت بناؤ سنگار کے لیے بھی نکالنا ہوتا ہے۔ اس لیے احادیث سننے کے
مواقع مجھے زیادہ ملتے ہیں۔ یہ بات اسی طرح ہوگی جس طرح ابوہریرہ اکثر فرمایا کرتے تھے
کہ میرے ساتھی مہاجر و انصار میری کثرت روایاتِ حدیث پر تعجب کرتے ہیں۔ حالانکہ
وہ جانتے ہیں۔ کہ ان میں سے مہاجرین حضرات تجارت میں بھی مصروف رہتے ہیں۔
اور انصار حضرات کھیتی باڑی بھی کرتے ہیں۔ میں ان دونوں کاموں سے فارغ ہوں۔ اس
لیے ان حضرات کا تعجب کوئی انوکھی بات نہیں۔

مقصد یہ ہے۔ کہ اگر حضرت ابوہریرہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کثرت
روایاتِ حدیث نہ کرنے کی وجہ بیان کر دی کہ آپ کو بناؤ سنگار بھی تو کرنا ہوتا ہے
تو اس میں کون سی قباحت ہے۔ اگر بناؤ سنگار کیا تھا تو وہ بھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم
کی خوشنودی کے لیے اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ آپ ہر وقت اسی کام میں مصروف رہتی تھی
عورت کے اس فطری کام کو ان دونوں شیعوں (نجفی اور ابوریہ محمود) نے نقص سمجھا۔ یہ دراصل
ان کی دشمنی و بغض کی نشانی ہے۔ یہی مصنف حضرات صحابہ کرام پر الزام دھرتا ہے۔ کہ
انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تنقیص پر مشتمل احادیث خود بنائیں۔ ایک
نمونہ ملاحظہ ہو۔

ابوہریرہ:

أَبُو هُرَيْرَةَ وَضْعُهُ أَحَادِيثَ عَلَى عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

وَضَعَ اَبُوْهُرَيْرَةَ اَحَادِيْثَ كَثِيْرَةً عَلٰى عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَطُوْلُ بِنَا الْحَدِيْثُ لَوْ اَتَيْنَا بِهَا كُلِّهَا فَنَكْتَفِيْ بِاَمْثَالٍ قَلِيْلَةٍ تُغْنِيْ عَنْ غَيْرِهَا۔

۱۔ قَالَ اَبُوْ جَعْفَرِ الْاِسْكَافِيُّ اِنَّ مُعَاوِيَةَ وَضَعَ قَوْمًا مِّنَ الصَّحَابَةِ وَقَوْمًا مِّنَ التَّابِعِيْنَ عَلٰى رِوَايَةِ اَخْبَارٍ قَبِيْحَةٍ فِيْ عَلِيٍّ تَقْتَضِي الطَّعْنَ فِيْهِ وَالْبَرَاءَةَ مِنْهُ وَجَعَلَ لَهُمْ عَلٰى ذَالِكَ جُعْلًا يُرْغَبُ فِيْ مِثْلِهٖ فَاخْتَلَقُوْا مَا اَرْضَاهُ۔ مِنْهُمْ اَبُوْ هُرَيْرَةَ وَعَمْرُو ابْنُ الْعَاصِ وَمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ وَمِنَ التَّابِعِيْنَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ

۲۔ رَوَى الْاَعْمَشُ قَالَ لَمَّا قَدِمَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ الْعِرَاقَ مَعَ مُعَاوِيَةَ عَامَ الْجَمَاعَةِ ۴۱ھ جَاءَ اِلٰى مَسْجِدِ الْكُوْفَةِ وَقَالَ يَا اَهْلَ الْعِرَاقِ اَتَزْعُمُوْنَ اَنِّيْ اَكْذِبُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَاُحْرِقُ نَفْسِيْ بِالنَّارِ وَاللّٰهِ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَرَمًا وَاِنَّ حَرَمِيْ بِالْمَدِيْنَةِ مَا بَيْنَ عَيْرٍ اِلٰى ثَوْرٍ فَمَنْ اَحْدَثَ فِيْهِمَا حَدَثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ وَاَشْهَدُ بِاللّٰهِ اِنَّ عَلِيًّا اَحْدَثَ فِيْهَا فَلَمَّا بَلَغَ مُعَاوِيَةَ قَوْلُهٗ اَجَازَهٗ وَاَكْرَمَهٗ وَوَلَّاهُ اِمَارَةَ الْمَدِيْنَةِ۔

(ابو ہریرۃ صفحہ ۲۳۶ مطبوعہ لبنان)

ترجمہ:

(ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ کے خلاف جھوٹی احادیث بنایا کرتا تھا۔)

ابو ہریرۃ نے علی المرتضے رضی اللہ عنہ کے خلاف بکثرت احادیث گھڑیں ان تمام کا تفصیلی ذکر کتاب کو بہت طویل کر دے گا۔ اس لیے ہم ایسی چند احادیث پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ ان سے آپ دوسری بکثرت چھوڑی گئی احادیث کا اندازہ لگا سکیں گے۔

ابو جعفر اسکافی کہتا ہے کہ امیر معاویہ نے صحابہ کرام اور تابعین کرام میں سے ایک ایک جماعت اس کام کے لیے مقرر کی۔ کہ وہ علی المرتضے رضی اللہ عنہ کے خلاف احادیث بنایا کریں۔ جن قبیح حدیثوں میں ان پر طعن کا جواز نکلتا ہو۔ اور آن سے بیزاری کا اظہار ہوتا ہو۔ امیر معاویہ نے اس کام کے لیے انہیں بھاری معاوضہ دینے کی پیش کش کر رکھی تھی۔ تا کہ وہ اسے بخوشی کریں۔ لہذا انہوں نے امیر معاویہ کی حسب منشاء احادیث گھڑیں ان لوگوں میں سے ابو ہریرہ، عمرو بن العاص اور مغیرہ بن شعبہ تھے، اور تابعین میں سے عروہ بن زبیر وغیرہ تھے۔

اعمش بیان کرتا ہے۔ کہ جب ابو ہریرہ عراق میں امیر معاویہ کے ساتھ آئے یہ عام الجماعۃ سنہ ۴۱ھ کا واقعہ ہے۔ یہاں آ کر ابو ہریرہ کوفہ کی ایک مسجد میں گئے۔ اور موجود لوگوں سے کہا۔ اے اہل عراق! کیا تم میرے بارے میں یہ زعم کرتے ہو کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی جھوٹی حدیث بیان کروں گا۔ اور ایسا کر کے میں اپنے آپ کو آگ میں جلاؤں گا۔ خدا کی قسم! میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا

کہ بے شک ہر نبی کا حرم ہوتا ہے۔ اور میرا حرم مدینہ میں عیر اور ثور کے مابین جگہ
ہے۔ لہٰذا جس نے ان دونوں مقامات کے اندر کوئی نئی بات نکالی۔ تو اس
پر اللہ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت۔ میں اللہ تعالیٰ کی گواہی دے کر
کہتا ہوں۔ کہ علی المرتضیٰ نے ان دونوں جگہوں کے درمیان نئی بات نکالی
ہے۔ جب ابو ہریرہ کا یہ قول امیر معاویہ تک پہنچا۔ تو ان کا بڑا احترام واکرام
بجالایا۔ اور مدینہ منورہ کی امارت ان کے سپرد کر دی۔

حضرت علی المرتضیٰ کا ایک خطبہ بھی اس کتاب میں درج کیا گیا۔ جس میں سیدہ عائشہ
صدیقہ پر لعن طعن کا تذکرہ ہے۔ ملاحظہ ہو۔

کتاب ابوہریرہ:

اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ عَائِشَةَ سَارَتْ اِلَی الْبَصْرَةِ وَمَعَهَا
طَلْحَةُ وَالزُّبَیْرُ وَکُلٌّ مِنْهُمَا یَرَی الْاَمْرَ لَهُ
دُوْنَ صَاحِبِهِ اَمَّا طَلْحَةُ فَابْنُ عَمِّهَا وَاَمَّا الزُّبَیْرُ
فَخَتَنُهَا وَاللهِ اِنَّ رَاکِبَةَ الْجَمَلِ الْاَحْمَرِ مَا
تَقْطَعُ عُقْبَةً وَلَا تَحِلُّ عُقْدَةً اِلَّا فِیْ مَعْصِیَةِ اللهِ
وَسُخْطِهِ۔

(کتاب ابو ہریرہ صفحہ ۱۷۱ طبع
بیروت لبنان)

ترجمہ:

لوگو! عائشہ بصرہ کی طرف چل پڑی۔ اس کے ساتھ طلحہ اور زبیر بھی ہیں
ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے لیے طالب حکومت ہے۔ بہرحال

طلحہ تو وہ عائشہ کا چچازاد بھائی ہے۔ اور زبیر اس کا بہنوئی ہے۔ خدا کی قسم :
سرخ اونٹ پر سوار ہونے والی (عائشہ) جو بھی گھاٹی طے کرتی ہے۔ اور
جو بھی عقدہ حل کرتی ہے۔ وہ تمام کا تمام اللہ کی نافرمانی اور ناراضگی لیے
ہوئے ہوتا ہے۔

قارئین کرام! یہ خطبہ جو علی المرتضےٰ کی طرف منسوب کیا گیا۔ اسی قسم کی لایعنی باتیں یہ مصنف بے دھڑک لکھتا ہے۔ حتیٰ کہ زبان درازی اور دشنام طرازی تک آجاتا ہے۔ اس لیے ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ رویہ اس کے کٹر شیعہ ہونے کی دلیل ہے۔ ہم ہی نہیں بلکہ اس کے ہم عصر علماء نے اسے شیعہ کہا۔ اور پھر اس کے طرفداروں نے اس کی صفائی میں بھی اوراق سیاہ کیے۔ صدرالدین شرف الدین نامی ہم نوا نے جو کچھ کہا۔ اسی کتاب کے پیش لفظ میں آیے یوں لکھا گیا ہے۔

كتاب ابي هريرة:

بَقِيَ اَنَّ السَّبَاعِيَ وَاَمْثَالَهٗ سَيُوَكِّدُوْنَ لِلْبُسَطَاء
مِنْ قُرَّاءِهِمْ تُهْمَةَ تَشَيُّعِ اِلَيْهِ وَيَسُوْقُوْنَ
التُّهْمَةَ كَمَا جَاءَتْ فِيْ كِتَابِ السُّنَّةِ بِاُسْلُوْبِ الْمُرْجِفِيْنَ
وَلَيْتَ السِّبَاعِيْ يَحْيِيْ عَصْرَهٗ لِيُخَفِّفَ عَلٰى نَفْسِهٖ
ثِقْلَ هٰذَا الْاُسْلُوْبِ الْغَلِيْظِ فَالتَّشَيُّعُ لَمْ يَعُدُّ
كُفْرًا وَلَا اِلْحَادًا فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يَعُدَّ التَّسَنُّنَ
ضَلَالَةً وَلَا خُرُوْجًا عَلَى الْاِسْلَامِ كَذٰلِكَ
وَاِنَّمَا هُمَا فِيْ مَفْهُوْمِ الْوَعْيِ الْحَدِيْثِ جَدْوَلَانِ
يَتَاَلَّفُ مِنْهُمَا نَهْرُ الْاِسْلَامِ الْكَبِيْرِ فَلَا يُخْطِيَ الْاِسْلَامَ

مُتَدِيِّنٌ تَشَيَّعَ اَوْ تَسَنَّنَ ۔ الخ ۔

(کتاب ابوھریرہ ص۱۰۶ مطبوعہ لبنان)

ترجمہ:

باقی رہی یہ بات کہ سباعی اور اس کے ہم نوا اپنے قارئین کو یہ تاکید کرتے ہیں۔ کہ ابوریّہ شیعہ ہے۔ اور یہ لوگ اس پر منافقانہ طور پر ایسا کہتے ہیں۔ کاش کہ سباعی اس تشدد میں کمی کرتا۔ کیونکہ تشیع نہ تو کفر شمار ہوتا ہے۔ اور نہ ہی دین میں الحاد۔ یونہی سنی ہونا نہ تو گمراہ ہونے کی علامت ہے اور نہ ہی اسلام سے خارج ہونے کی علامت یہ دونوں تو علم کے دو نالے ہیں جن سے اسلام کی عظیم نہر بنتی ہے۔ جو بھی دیندار ہے وہ راہ اسلام سے ہٹا ہوا نہیں چاہیئے وہ سنی ہو یا شیعہ۔ اسلام سے ہٹنے والے دونوں گروہوں میں سے وہ لوگ ہیں۔ جو متعصب اور منافق ہیں۔

قارئین کرام! صدر الدین شرف الدین نامی شخص نے جو ابوریّہ کی صفائی پیش کی اور اس کے نا مین کو منافق تک بننے سے نہ چوکا۔ آخر ان مخالفین نے مخالفت کیوں کی خود اسی تحریر سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے ابوریّہ کو کٹر شیعہ ہونے کے بنا پر اسلام سے خارج کیا۔ اسی وجہ کو لے کر صدر الدین یہ کہہ رہا ہے۔ کہ شیعہ اور سنی دونوں اسلام کی نہر کے نالے ہیں۔ یعنی جس طرح سنی مسلمان ہیں۔ اسی طرح شیعہ بھی مسلمان اسلام سے خارج نہیں۔ گویا۔ صدر الدین اپنی اس تحریر کے ذریعہ تسلیم کرتا ہے۔ کہ ابوریّہ شیعہ ضرور ہے۔ لیکن شیعہ ہونے کی بنا پر اسے خارج از اسلام قرار دینا منافقت ہے۔ ہم یہاں اسلام کے ان دو نالوں کا کچھ نظر اندا[illegible] ن کر کے اس کا فیصلہ قارئین کرام پر چھوڑتے ہیں۔ کہ کیا واقعی یہ دونوں اسلام نامی نہر سے نکلنے

والے نالے ہیں۔

۱ ۔ ہر نماز کے بعد ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی اور امیر معاویہ پر اور سیدہ عائشہ صدیقہ، سیدہ حفصہ، ہندہ پر لعنتیں بھیجنا ضروری ہے۔ (شیعہ عقیدہ)

کسی صحابی یا صحابہ خصوصاً ازواج مطہرات کو برا بھلا کہنا دراصل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانا ہے۔ اور ان کو ایذا پہنچانے والا جہنمی ہے
(عقیدہ اہل سنت)

۲ ۔ ابوذر غفاری، سلمان فارسی اور مقداد کے سوا دیگر تمام صحابہ کرام مرتد ہو گئے تھے۔ (شیعہ عقیدہ)

صحابہ کرام میں سے ہر ایک ایسا تھا۔ کہ ان میں سے کسی کی اقتداء کی جائے۔ تو ہدایت نصیب ہو جاتی ہے۔ (اہل سنت کا عقیدہ)

۳ ۔ موجودہ قرآن کریم محرف اور متبدل ہے۔ صحیح اور مکمل قرآن امام غائب کے پاس ہے۔ (شیعہ عقیدہ)

یہی موجودہ قرآن ہی اصل اور صحیح و مکمل قرآن ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہی اترا
(اہل سنت کا عقیدہ)

صرف نمونہ کے طور پر تین عقائد کا ہم نے تذکرہ کیا۔ تفصیل کے لیے ہماری تصنیف عقائد جعفریہ چھ جلدیں ہیں۔ ان تین عقائد کے پیش نظر کیا کوئی دونوں (اہل سنت شیعہ) کو ایک ہی اسلام کے دو نالے کہہ سکتا ہے۔ صدرالدین خود نظریاتی طور پر اہل سنت سے دور ہے۔ اور شاید اس کا مقصد شیعوں کی تائید کرنے میں تھا۔ اس لیے اس نے شیعیت اور سنیت کو ہی ایک چیز کے دو نام قرار دے دیا۔ اس کی سنیت کا اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اس نے اسی کتاب "ابوہریرہ" میں امام بخاری پر بعض روایات صحیحہ کو لے کر سخت تنقید کی۔ اور انہیں موضوع تک کہہ دیا۔ کیونکہ ان سے

ہوتی تھی۔ اور کہیں ایسی تاویلات کیں۔ کہ جن سے تشیع ٹپکتا نظر آتا ہے۔ ان احادیث میں سے بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ قیامت میں دوزخیوں کے اعضاء بڑھا دیئے جائیں گے۔ تاکہ ان کے مطابق سزا دی جائے۔

۲۔ آدم علیہ السلام کو اللہ نے اپنی صورت پر پیدا کیا۔

۳۔ مکھی کے ایک پر میں شفاء اور دوسرے میں بیماری ہے۔

۴۔ نوافل کے ادا کرنے سے بندہ قرب الٰہی پالیتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کے کان، آنکھ اور دیگر اعضا قدرت الٰہیہ کا مظہر ہو جاتے ہیں۔

۵۔ موسیٰ علیہ السلام نے تھپڑ مار کر عزرائیل کی آنکھ پھوڑ دی۔

یہ احادیث اور ان جیسی دیگر احادیث کے بارے میں خود امام بخاری کہتے ہیں کہ میں نے انہیں اس وقت تک نہ لکھا جب تک اشتباہ رہ گیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی جالیوں کے سامنے بیٹھ کر انہیں تحریر کیا۔ ایسی احادیث یا تو متشابہات میں سے ہیں۔ یا ان کی توجیہات نصوص قرآنیہ میں موجود ہیں۔ لیکن ان کو موضوع کہہ کر دراصل ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ذات کو حدیثیں گھڑنے والا ثابت کرنا چاہا۔ پھر اسی مصنف نے اپنی کتاب میں بہت سے حوالہ جات تاریخ ابوالفداء اور عقد الفرید کے دیئے۔ حالانکہ یہ دونوں بھی شیعہ مصنفین کی کتابیں ہیں۔ لہٰذا نخفی کا اضواء علی السنۃ المحمدیہ کا حوالہ پیش کرنا قطعاً ہمارے خلاف حجت نہیں بن سکتا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی سیرت کی چند جھلکیاں

صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے اوصاف وکمالات سے کتب سیرت بھری پڑی ہیں۔ ان کے بارے میں جو تاثر ابوریۃ نے پیش کیا۔ وہ اس کے تشیع کا غماز تو ہو سکتا ہے۔ لیکن وہ حقیقت حال منکشف کرنے سے بہت دُور ہے۔ دیکھئے تاکہ اگر بقول ابوریہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دنیوی لالچ کے پیش نظر حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں ایسی احادیث گھڑتے تھے جوان پر لعن طعن کا جواز پیدا کرتی ہوں تو اس سے ثابت ہو گا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (معاذ اللہ) فاسق وفاجر تھے۔ وہ صادق اور عادل نہ تھے۔ حافظ ابن حجر سے پوچھئے کہ سیرت ابو ہریرہ کیسی تھی۔

البدایہ والنہایہ:

وَقَدْ كَانَ اَبُوْهريره مِنَ الصِّدْقِ وَالْحِفْظِ وَالدِّيَانَةِ وَالْعِبَادَةِ وَالزَّهَادَةِ وَالْعَمَلِ الصَّالِحِ عَلٰى جَانِبٍ عَظِيْمٍ قَالَ حماد بن زيد عن عباس الجريری عن ابی عثمان النهدی قَالَ كَانَ اَبُوْهريرة يَقُوْمُ ثُلُثَ اللَّيْلِ وَامْرَأَتُهُ ثُلُثَهُ وَابْنَتُهُ ثُلُثَهُ يَقُوْمُ هٰذَا ثُمَّ يُوْقِظُ هٰذَا ثُمَّ يُوْقِظُ هٰذَا وَفِى الصَّحِيْحَيْنِ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ اَوْصَانِىْ خَلِيْلِىْ بِصِيَامِ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَكْعَتَىِ الضُّحٰى وَاَنْ

اُدْرِبَّرَ قَبْلَ اَنْ اَنَامَ قَالَ ابْنُ جریج عَمَّنْ حَدَّثَهُ قَالَ قَالَ اَبُوْ هریرة اِنِّیْ اُجْزِیْ اللَّیْلَ ثَلَاثَةَ اَجْزَاءٍ فَجُزْءٌ لِقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ وَجُزْءٌ اَنَامُ فِیْهِ وَجُزْءٌ اَتَذَكَّرُ فِیْهِ حَدِیْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ و قال محمد بن سعد حدثنا مسلم بن ابراهیم حدثنا اسحاق بن عثمان القرشی حدثنا ابوایوب قَالَ كَانَ لِاَبِیْ هُرَیْرَةَ مَسْجِدٌ فِیْ مَخْدَعِهِ وَ مَسْجِدٌ فِیْ بَیْتِهٖ وَمَسْجِدٌ فِیْ حُجْرَتِهٖ وَ مَسْجِدٌ عَلٰی بَابِ دَارِهٖ اِذَا خَرَجَ صَلّٰی فِیْهَا جَمِیْعًا وَ اِذَا دَخَلَ صَلّٰی فِیْهَا جَمِیْعًا۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۱۰ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سچائی، یادداشت، دیانت، عبادت ذہانت اور عمل صالح میں اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔ حماد ابن زید عباس جریری کے ذریعہ ابوعثمان نہدی سے بیان کرتے ہیں۔ کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تہائی رات قیام کرتے۔ ان کی بیوی دوسری تہائی اور ان کی بیٹی تیسری تہائی جاگ کر اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو جگاتے تھے۔ بخاری و مسلم میں ہے۔ کہ ابوہریرہ فرماتے ہیں۔ مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی ہے۔ کہ ہر مہینہ میں تین راتیں جاگوں۔ اور چاشت کی دو رکعتیں پڑھا کروں اور سونے

سے قبل وتر ادا کر لیا کروں۔ ابن جریج اپنے شیخ سے بیان کیا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں رات کے تین حصے کر لیتا ہوں۔ ایک حصہ قرآن کریم کی قراءت کے لیے دوسرا سونے کے لیے اور تیسرا احادیث رسول کو یاد کرنے کے لیے۔ ابوایوب راوی ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی چار مسجدیں تھیں۔ ایک مکان کی پچھلی کوٹھڑی میں دوسری اپنے گھر میں، تیسری اپنے حجرہ میں اور چوتھی گھر کے آخری دروازے کے قریب۔ جب گھر سے نکلتے تو ان چاروں میں نماز ادا کر کے نکلتے اور جب اندر آتے تب بھی چاروں میں نماز ادا کر کے آتے۔

البدایہ والنہایہ:

وَرَوٰی عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَحْمَدَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ كَانَ لَهٗ خَیْطٌ فِیْهِ اِثْنَا عَشَرَ اَلْفَ عُقْدَةٍ یُسَبِّحُ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّنَامَ۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۱۲)

ترجمہ:

عبداللہ بن احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ ان کا ایک دھاگہ تھا۔ جس میں بارہ ہزار گانٹھیں تھیں۔ سونے سے پہلے آپ ان پر تسبیح کر لیا کرتے تھے۔

توضیح:

معلوم ہوا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بڑے عابد، زاہد اور شب بیدار

ان کے عادل و حافظ ہونے کی یہ بڑی دلیل ہے۔ کہ بخاری اور مسلم نے ان کی مرویات کو بغیر چون وچرا قبول کیا۔ ان سے کثیر تعداد میں روایات پائی جاتی ہیں۔ ان حقائق کے بعد آپ کے متعلق یہ کہنا کہ وہ حدیثیں گھڑتے تھے۔ کس قدر زیادتی ہے۔ ابوریہ نے ان پر یہ الزام لگا کر خود اپنے نظریات کا اظہار کیا ہے۔ یہی ابوہریرہ ہیں جن کی والدہ کے لیے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء خیر فرمائی تھی۔ صاحب البدایہ نے اسے یوں لکھا ہے۔

البدایہ والنہایہ:

ابوہریرہ فرماتے ہیں۔ کہ میں جب اپنی والدہ کو دعوت ایمان دیتا تو وہ انکار کر دیتیں۔ ایک دن میری دعوت کے جواب میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی۔ میں نے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا۔ اور عرض کی کہ آپ اس کے لیے دعا کریں کہ اللہ اُسے اسلام سے بہرہ ور کر دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِ اُمَّ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ۔ اے اللہ! ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا فرما۔ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں اس دعا کے بعد فوراً گھر آیا۔ تاکہ میں اپنی والدہ کو حضور کی دعا کے متعلق بتاؤں۔ گھر آیا۔ تو دیکھا کہ والدہ غسل کر کے کپڑے پہن رہی ہیں سامنے آنے پر بلند آواز سے اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ پڑھا۔ میں یہ سن کر واپس حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اور پہلے تو غم کے بارے لیکن اب خوشی کی وجہ سے رو دیا۔ عرض کی حضور مبارک ہو۔ آپ کی دعا کی برکت سے

اللہ تعالیٰ نے میری والدہ کو مشرف باسلام کر دیا۔ میں نے ایک اور دعا کے لیے گزارش کی۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور میری والدہ کو لوگوں کے لیے محبوب بنا دے۔ اس پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعاء فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ عُبَيْدَكَ هٰذَا وَاُمَّهٗ اِلٰى عِبَادِكَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَحَبِّبْهُمْ اِلَيْهِمَا

ترجمہ:

اے اللہ! اپنے اس بندے اور اس کی والدہ کو مومنین کے لیے محبوب بنا دے۔ اور ان دونوں کو بھی مومنوں سے محبت کرنے والا بنا دے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جب بھی کوئی صاحب ایمان میری باتیں سنتا، مجھے دیکھتا یا میری والدہ کو دیکھتا تو وہ مجھ سے لازماً محبت کرتا۔ یہ حدیث پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو تمام امت مسلمہ کا محبوب بنا دیا۔ آپ کی مرویات تمام امت کے خطیب و مقرر اپنے خطاب میں لوگوں کو پڑھ کر سناتے ہیں۔ یہ اللہ رب العزت کا فضل و کرم ہے۔ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تمام مومنوں کے محبوب ٹھہرے۔ اب جو اس دولت سے محروم ہو یعنی اس کے دل میں ابوہریرہ کی محبت کی بجائے عداوت ہو۔ تو وہ اپنے ایمان کی خبر منائے۔ لہٰذا ابو ریّہ اور اس قماش کے دوسرے "نام نہاد مومنین،، کو سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے اہل تشیع

کو شاید اس لیے ناراضگی ہے۔ کہ انہوں نے باغ فدک اور خلافت حقہ کے بارے میں جو روایات بیان فرمائیں۔ وہ ان لوگوں کی موت نظر آتی ہیں۔ تو اس میں ابو ہریرہ پر ناراضگی کی بجائے اپنے ایمان کی اصلاح کرنا چاہیئے۔ اہل تشیع کی طرح ابو ریہ نے بھی "ابو ہریرہ" نامی کتاب میں ان کے متعلق یہی رویہ اپنایا ہے۔ جس سے اس کی شیعیت عیاں ہوتی ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ کے حافظ الحدیث ہونے کی وجہ سے دعائے خیر کیا کرتے تھے

طبقات ابن سعد:

قال اخبر نا محمد بن عمر قال حدثنی عبد اللہ بن نافع عن ابیہ قال کنت مع ابْنِ عُمَرَ فِیْ جَنَازَةِ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَهُوَ یَمْشِیْ اَمَامَهَا وَیُکْثِرُ التَّرَحُّمَ عَلَیْهِ وَیَقُوْلُ کَانَ مِمَّنْ یَحْفَظُ حَدِیْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ۔

(طبقات ابن سعد جلد ۴ صفحہ ۳۴۔ ذکر ابو ہریرہ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

عبداللہ بن نافع کہتے۔ کہ مجھے میرے باپ نافع نے بتایا۔ کہ میں ابن عمر

کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ کے جنازہ میں شریک تھا۔ ابن عمر جنازہ کے
آگے آگے چل رہے تھے۔ اور آپ اُن پر بکثرت اللہ تعالیٰ سے رحمت
کی دعا کر تے تھے۔ اور کہتے تھے کہ وہ شخص ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی احادیث کا حافظ تھا۔ اور مسلمانوں کے پاس پہنچانے والا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوہریرہ کو ایک انعام عطا کرنا جو قتلِ عثمان تک ان کے پاس رہا

صفوۃ الصفوۃ:

عن ابی العالیہ عن ابی هریرة رضی الله عنه
قَالَ اَتَيْتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم
بِتَمَرَاتٍ قَدْ عَافِيهِنَّ بِالْبَرَكَةِ وَقَالَ اجْعَلْهُنَّ
فِي مِزْوَدِكَ فَاِذَا اَرَدْتَ اَنْ تَاْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا
فَاَدْخِلْ يَدَكَ فَخُذْهُ تَنْثُرُهُ فَجَعَلْتُهُ فِي مِزْوَدِي
فَوَجَهْتُ مِنْهُ رَوَاحِلَ فِي سَبِيلِ اللهِ تَعَالٰى
وَكُنْتُ اٰكُلُ مِنْهُ وَاُطْعِمُ وَكَانَ
فِي حِقْوِي حَتّٰى كَانَ يَوْمَ قُتِلَ عُثْمَانُ فَوَقَعَ
فَذَهَبَ۔

(صفوة الصفوة جلد اول ص۶۹۱
مطبوعه بيروت)

ترجمہ:

ابوالعالیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے کہا۔ میں ایک دفعہ چند کھجوریں لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ نے ان میں برکت کی دعا فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ انہیں اپنے تھیلے میں ڈال لو۔ پھر جب کبھی تم اس سے کچھ نکالنا چاہو۔ تو ہاتھ ڈال کر نکال لیا کرنا۔ لیکن مکمل نہ کھولنا۔ ابوہریرہ کہتے ہیں۔ میں نے انہیں تھیلے میں ڈال لیا۔ پھر کئی مراحل کا سفر کیا۔ ان میں کھاتا پیتا رہا۔ اور وہ میری پیٹی میں تھیں۔ حتی کہ حضرت عثمان غنی کے قتل کا دن آگیا۔ اور وہ پیٹی مجھ سے گم ہوگئی۔

توضیح:

اس واقعہ سے معلوم ہوا۔ کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے غیب سے رزق کا انتظام کر دیا۔ یہ ان کے روحانی مراتب اور کمالِ ایمان کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ کے علم کی ایک جھلک

طبقات ابن سعد:

قال اخبرنا محمد بن اسماعیل بن ابی فدیک عن ابن ابی ذئب عن سعید بن ابی سعید المقبری عن ابی هریرة [illegible]

يَقُوْلُ حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ وُعَائَيْنِ فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهُ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهُ قَطَعَ هٰذَا اللُّعْقُوْمُ اخبرنا سليمان بن حرب قال حدثنا ابو هلال قال الحسن قال ابو هريرة لو حدثتكم بكل ما في جوفي لرميتمونى بالبعر قال الحسن صدق والله لو اخبرنا ان بيت الله يهدم او يحرق ما صدقه الناس۔

(طبقات ابن سعد جلد ۴ ص ۳۳۱)

ترجمہ:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دعائیں سکھائیں ایک تو میں نے تم تک پہنچا دیا۔ اور اگر دوسری بیان کروں تو مجھ میرا شہ رگ کا ... دو گے۔ ابوہریرہ ہی فرماتے ہیں۔ اگر میں ہر وہ بات جو میرے دل میں ہے تمہیں بتا دوں تو تم مجھے اونٹ کی مینگنیں مارو حسن کہتے ہیں۔ ابوہریرہ نے سچ کہا ہے۔ خدا کی قسم اگر وہ یہ خبر دیں کہ بیت اللہ گرادیا گیا۔ یا اسے جلا دیا گیا۔ تو لوگ اس کی تصدیق نہیں کریں گے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی نظر میں ماں کی شان

طبقات ابن سعد:

عن ابن شهاب ان ابا هريرة لم يكن يحج

حَتّٰی مَاتَتْ اُمُّہٗ صُحْبَتِهَا۔

(طبقات ابن سعد جلد ۴ ص ۳۲۹)

ترجمہ:

ابن شہاب کہتے ہیں۔ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کے انتقال تک حج نہیں کیا۔ کیونکہ ان کی صحبت میں رہنا ضروری تھا۔

بوقت موت حضرت ابوہریرہ کی عاجزی

طبقات ابن سعد:

حدثنا ابو معشر عن سعید قال لَمَّا نَزَلَ بِاَبِیْ هُرَیْرَةَ الْمَوْتُ قَالَ لَاتَضْرِبُوْا عَلٰی قَبْرِیْ فُسْطَاطًا وَلَا تَتْبَعُوْنِیْ بِمِجْمَرٍ وَاِذَا حَمَلْتُمُوْنِیْ فَاَسْرِعُوْا فَاِنْ اَكُنْ صَالِحًا تَاْتُوْنَ بِیْ اِلٰی رَبِّیْ وَاِنْ اَكُنْ غَیْرَ ذٰلِكَ فَاِنَّمَا هُوَ شَیْءٌ تَطْرَحُوْنَهٗ عَنْ رِقَابِكُمْ۔

(طبقات ابن سعد جلد ۴ ص ۳۳۸)

ترجمہ:

جناب سعد سے ابو معشر بیان کرتے ہیں۔ کہ جب حضرت ابوہریرہ پر آثار موت طاری ہوئے۔ تو انہوں نے کہا۔ میری قبر پر خیمہ لگانا اور نہ ہی میرے جنازے کے پیچھے آگ لے کر چلنا۔ جب میری میت اٹھاؤ تو جلدی سے قبرستان لے جانا۔ اگر میں صالح

اور نیک ہوں گا تو تم میرے رب کے پاس مجھے جلدی پہنچا دو گے
اور اگر میں ایسا نہ ہوا۔ تو پھر تمہارے کندھوں پر ایسی شئی ہے جسے تمہیں
جلدی نیچے رکھ دینا چاہیئے۔

بطور اختصار حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے چند فضائل و مناقب اس لیے بیان کیے گئے۔ تاکہ قارئین کرام کے ذہن میں ایسی شخصیت کے بارے میں جو نجفی اور ابو ریہ نے تاثر دینے کی کوشش کی۔ اس کا ابطال ہو جائے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۱۲
سنیوں کی فقہ کا ایک مایہ ناز راوی طلحہ بھی ہے جس نے بی بی عائشہ سے نکاح کی تمنا کی تھی (معاذ اللہ)

اہل سنت کی فقہ کا ایک اور مایۂ ناز راوی طلحہ بھی ہے۔ تفسیر فتح القدیر سورت احزاب میں لکھا ہے۔ کہ اسی طلحہ نے آرزو کی تھی کہ نبی مرجائے تو میں بی بی عائشہ سے نکاح کروں گا۔ ماں سے نکاح کرنے والا راوی فقہ نعمان کو مبارک ہو۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۵)

جواب اوّل:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے شادی کی تمنا کرنے والا ایک منافق تھا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اس الزام سے بری ہیں۔ اس کی تصدیق تفسیر قرطبی سے ملاحظہ ہو۔

تفسیر قرطبی:

قُلْتُ وَكَذَا حَكَى النَّحَّاسُ عَنْ مَعْمَرٍ أَنَّهُ طَلْحَةُ وَلَا يَصِحُّ قَالَ ابْنُ عَطِيَّةَ لِلّٰهِ دَرُّ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهٰذَا عِنْدِي لَا يَصِحُّ عَلَى طلحة بن عبيد الله قَالَ شَيْخُنَا الامام ابو العباس وَقَدْ حُكِيَ هٰذَا الْقَوْلُ عَنْ بَعْضِ فُضَلَاءِ الصَّحَابَةِ وَحَاشَاهُمْ عَنْ مِثْلِهِ وَالْكَذِبُ فِي نَقْلِهِ وَإِنَّمَا يَلِيقُ مِثْلُ هٰذَا الْقَوْلِ بِالْمُنَافِقِينَ الْجُهَّالِ يُرْوَى أَنَّ رَجُلًا

مِنَ الْمُنَافِقِیْنَ قَالَ حِیْنَ تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُمَّ سَلَمَۃَ بَعْدَ اَبِیْ
سَلَمَۃَ وَحَفْصَۃَ بَعْدَ خُنَیْسِ بْنِ حُذَافَۃَ
مَا بَالُ مُحَمَّدٍ یَتَزَوَّجُ نِسَاءَنَا وَاللّٰہِ لَوْقَدْ
مَاتَ لَاَجْعَلْنَا السِّهَامَ عَلٰی نِسَائِہٖ فَنَزَلَتِ
الْاٰیَۃُ فِیْ ھٰذَا فَحَرَّمَ اللّٰہُ نِکَاحَ اَزْوَاجِہٖ وَ
جَعَلَ بِهِنَّ حُکْمَ الْاُمَّهَاتِ وَھٰذَا مِنْ
خَصَائِصِہٖ ۔۔۔

(تفسیر قرطبی جلد ۱۴ صفحہ ۲۲۹
مطبوعہ قاہرہ)

ترجمہ:

میں کہتا ہوں کہ یہ بات حضرت طلحہ کی طرف سے بھی بیان کی گئی ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ ابن عطیہ نے کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ ابن عباس کو خوش رکھے اور یہ بات میرے نزدیک حضرت طلحہ کے متعلق ہرنا درست نہیں۔ یہی ہمارے شیخ امام ابوالعباس نے کہا۔ یہی قول بعض بزرگ صحابہ کرام سے بھی حکایت کیا گیا ہے۔ لیکن ایسے قول کے کرنے سے وہ حضرات بَری ہیں۔ اور اس کے نقل میں جھوٹ ہوسکتا ہے۔ ایسا کہنا اور ایسا قول نقل کرنا تو منافقین اور جاہل لوگوں کا کام ہوا کرتا ہے۔ مروی ہے کہ ایک منافق مرد نے اس وقت کہا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسلمہ کے بعد ام سلمہ سے اور خنیس بن حذیفہ کے بعد حفصہ سے شادی کی۔ کہ دیکھو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری عورتوں سے

شادی کرتا ہے۔ خدا کی قسم! اگر وہ مر گیا۔ تو ہم بذریعہ قرعہ اندازی اس کی بیویوں سے شادی کریں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی پس اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے نکاح کرنے کو حرام کر دیا اور انہیں ماؤں کے منزلہ کر دیا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ اور اس میں آپ کے مرتبہ پر آگاہ کیا گیا ہے۔

جواب دوم:

اور اگر تسلیم کر لیا جائے۔ کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد شادی کی تمنا کی تھی۔ تو پھر یہ قابل اعتراض اس وقت ہو گا۔ جب یہ متعین ہو جائے۔ کہ انہوں نے آیت کی حرمت نازل ہونے کے بعد تمنا کی تھی۔ لیکن یہ ثبوت نجفی وغیرہ کوئی شیعہ پیش نہیں کر سکتا۔ مفسرین کرام نے اس تمنا کے بارے میں یہاں تک لکھا ہے۔ کہ حضرت طلحہ نے اس خیال اُٹھنے پر کئی مرتبہ ندامت کا اظہار کیا۔

تفسیر قرطبی:

لَوْ تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ لَتَزَوَّجْتُ عَائِشَۃَ وَھِیَ بِنْتُ عَمِّیْ قَالَ مُقَاتِلُ ھُوَ طَلْحَۃُ بْنُ عُبَیْدِ اللّٰہِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَنَدِمَ ھٰذَا الرَّجُلُ عَلٰی مَا حَدَّثَ بِہٖ فِیْ نَفْسِہٖ فَمَشٰی اِلٰی مَکَّۃَ عَلٰی رِجْلَیْہِ وَحَمَلَ عَلٰی عَشَرَۃِ اَفْرَاسٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاَعْتَقَ رَقِیْقًا فَکَفَّرَ اللّٰہُ عَنْہُ۔

(تفسیر قرطبی جلد ۱۴ ص ۲۲۸)

ترجمہ:

"اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو میں عائشہ سے شادی کروں گا کیونکہ وہ میرے چچا کی بیٹی ہے"۔ مقاتل نے کہا کہ یہ قول طلحہ بن عبید اللہ کا ہے۔ ابن عباس نے کہا۔ کہ اس اللہ کے بندے نے اس پر ندامت کا اظہار کیا۔ جو یہ بات اس کے دل پر آئی تھی پس یہ شخص (طلحہ) پیدل مکہ مکرمہ روانہ ہوا۔ اور دس گھوڑے فی سبیل اللہ صدقہ کر دئے۔ ایک غلام بھی آزاد کر دیا۔ اللہ نے اس کا کفارہ منظور کر لیا۔

لمحہ فکریہ:

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ حضرت طلحہ کا یہ خیال اول تو ثابت ہی نہیں بلکہ کسی منافق کا ہو سکتا ہے۔ اور اگر حضرت طلحہ کا آیت حرمت کے بعد ہوتا تو بھی قابل ملامت تب ہوتا جب آپ اس کا کھلے بندوں اظہار کرتے۔ لیکن یہ سب کچھ قطعاً ثابت نہیں۔ اس کے باوجود وہ اس خیال پر نادم ہوئے اور اس کا از خود بہت بڑا کفارہ ادا کیا۔ یہ ان کے کامل الایمان ہونے کی بہت بڑی علامت ہے۔ اور ایسا ہونا بھی چاہیے کیونکہ خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جنتی ہونے کی خوشخبری دی تھی۔ شیعہ کتاب سے حوالہ ملاحظہ ہو۔

✣

حضرت طلحہ کے جنتی ہونے پر ابن حدید شیعی کا اعتراف

شرح ابن حدید:

وَطَلْحَةُ اَحَدُ الْعَشْرَةِ الْمَشْهُوْدِ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ وَاَحَدُ اَصْحَابِ الشُّوْرٰى وَكَانَ لَهُ فِى الدِّفَاعِ عَنْ رسول الله صلى الله عليه وسلم يَوْمَ اُحُدٍ اَثَرٌ عَظِيْمٌ وَشُلَّتْ بَعْضُ اَصَابِعِهٖ يَوْمَئِذٍ وَقٰى رسول الله صلى الله عليه وسلم بِيَدِهٖ مِنْ سُيُوْفِ الْمُشْرِكِيْنَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ اَلْيَوْمَ اَوْجَبَ طَلْحَةُ الْجَنَّةَ۔

(شرح ابن حدید جلد اول ص ۷۶

مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ:

حضرت طلحہ ان دس صحابہ کرام میں سے ایک ہیں۔ جن کے جنتی ہونے کی گواہی دی گئی۔ اور اصحاب شوریٰ میں سے ایک تھے۔ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں ان کی قربانی بڑی عظیم تھی اس دن ان کی کچھ انگلیاں بیکار ہو گئی تھیں۔ کیونکہ انہوں نے مشرکین کی تلواروں کے وار جو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کرتے تھے اپنے ہاتھ پر روکے تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے دن فرمایا

طلحہ نے آج اپنے لیے جنت واجب کر لی ہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا جنتی ہونا باتفاق روایات ثابت ہے۔ اس لیے مذکورہ اعتراض کا اگر کوئی وجود ہوتا۔ یا اس قسم کے خیال سے اُن کا دوزخی ہونا لازم ہوتا۔ تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو جنت کی بشارت نہ دیتے۔ جب بالیقین آپ جنتی ہیں۔ تو پھر کوئی ناپسندیدہ فعل بھی آپ کو جہنم میں لے جانے کا سبب نہیں بن سکتا۔ چہ جائیکہ ایک کام کا سرے سے وجود ہی نہ ہو۔ اس کو لے کر ان کی ذات پر الزام دھرنا کونسی عقلمندی اور دینداری ہے ہم فقہ حنفی کے ماننے والے ایسے روایاتِ حدیث رکھتے ہیں جن کا جنتی ہونا بارگاہِ رسالت سے ثابت ہے گویا فقہ حنفی جنتیوں کی فقہ ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب آیت قرآنیہ کے پیش نظر مومنوں کی ماں ہیں۔ (اس کو نجفی بھی تسلیم کرتا ہے۔) تو علی المرتضےٰ کی بھی ماں ہونگی۔ اب ہم نجفی وغیرہ شیعوں سے پوچھتے ہیں۔ کہ علی المرتضےٰ نے جنگ جمل میں اپنی ماں حضرت عائشہ کو مطلقہ خود کیوں کہا (معاذ اللہ) اور پھر کوئی اپنی ماں سے بھی جنگ کرتا ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

بقول شیعہ حضرت علی نے سیدہ عائشہ صدیقہ ام المومنین کو طلاق دی (معاذ اللہ)

احتجاج طبرسی:

وَرُوِیَ عَنِ الْبَاقِرِ اَنَّہٗ قَالَ لَمَّا کَانَ یَوْمُ الْجَمَلِ وَقَدْ اَشَقَّ هَوْدَجُ عَائِشَةَ

بِالنَّبْلِ قَالَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاللّٰهِ مَا اَرَانِيْ اِلَّا مُطَلِّقَهَا

(احتجاج طبرسی جلد اول ۸۸ مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:

امام باقر سے مروی ہے کہ جنگ جمل میں جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہودج تیروں سے ٹوٹ پھوٹ گیا۔ تو علی المرتضٰے نے کہا۔ خدا کی قسم! میں اپنے آپ کو ام المومنین کو طلاق دینے والا دیکھتا ہوں۔

ہم نجفی سے حوالہ بالا کے ضمن میں پوچھتے ہیں۔ کہ جب علی المرتضٰے نے جنگ جمل میں سیدہ عائشہ صدیقہ کو طلاق دی۔ تو طلاق دینا یہ تقاضا کرتا ہے۔ کہ پہلے نکاح پیدا ہوا ہو۔ اب سیدہ عائشہ جبکہ ام المومنین ہونے کے ناطے سے علی المرتضٰے کی بھی ماں ہوئیں۔ تو اس طرح علی المرتضٰے نے بھی آپ کے عقیدہ کے مطابق پہلے ماں سے نکاح کیا پھر طلاق دی۔ حضرت طلحہ نے تو تمہارے بقول صرف نکاح کا ارادہ کیا تھا لیکن علی المرتضٰے نے تو نکاح کر کے پھر چھوڑا۔ اب وہی الفاظ جو نجفی صاحب آپ نے حضرت طلحہ اور فقہ نعمان کے بارے میں کہے تھے ذرا انصاف کیجئے اور حضرت علی المرتضٰے اور فقہ جعفریہ کے بارے میں ارشاد فرمایئے۔ یوں اہل تشیع کو بھی پتہ چل جائے۔ کہ آپ اُن کے واقعی خیر خواہ ہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُوْلِى الْاَبْصَارِ

اعتراض نمبر ۱۲

سنیوں کی احادیث کا ایک راوی عبداللہ بن مسعود بھی ہے جو قرآن کی ۲ دو آخری سورتوں کا منکر تھا

اہل سنت کی احادیث کا ایک راوی عبداللہ بن مسعود بھی ہے۔ تفسیر اتقان میں لکھا ہے۔ کہ یہ قرآن پاک کی آخری دو سورتوں کا منکر تھا۔ پس قرآن پاک کا منکر راوی فقہ نعمان کو ہی مبارک ہو۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۵)

جواب:

اعتراض مذکورہ چونکہ تحریف قرآن کے ضمن میں آتا ہے۔ اس موضوع پر مذکورہ اعتراض کے سوا اور بھی کئی اعتراضات ہیں۔ جو اہل تشیع اپنے نظریہ چھپانے یا اس کا اہل سنت کو ہم نوا بنانے کے لیے ہم پر کرتے ہیں۔ اس لیے ہم اس موضوع کو مالہ و ما علیہ کے ساتھ عقائد جعفریہ جلد سوم میں تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں۔ اور اس مخصوص اعتراض کا جواب ص ۳۲۶ تا ۳۰۸ پر موجود ہے۔ صرف خلاصۃً یہاں چند سطور سپرد قلم کی جا رہی ہیں۔ تاکہ تشنگی نہ رہے۔

تفسیر اتقان کی وہ عبارت جو اعتراض ہذا پر مشتمل ہے۔ اسے اہل تشیع بڑے بلند بانگ دعووں سے پیش کرتے ہیں۔ اور ثابت یہ کرتے ہیں۔ کہ اہل سنت کے قرآن میں دو سورتیں زائد جمع کر دی گئیں۔ ان دو سورتوں کو عبداللہ بن مسعود قرآن نہیں مانتے۔ لیکن اہل تشیع عبارت مذکورہ صرف اس قدر ذکر کرتے ہیں۔ جس سے وہ اپنا مقصد نکال سکتے ہیں۔ اگر اتقان کی پوری عبارت پیش سامعین کر دیں تو نہ اعتراض باقی رہتا ہے۔

اور نہ ہی اس کے لیے کوئی حجت ۔ لہٰذا اتقان کی مکمل عبارت ملاحظہ ہو۔

تفسیر اتقان:

فَخْرُ الدِّيْنِ قَالَ نُقِلَ فِيْ بَعْضِ الْكُتُبِ الْقَدِيْمَةِ أَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ كَانَ يُنْكِرُ كَوْنَ السُّوْرَةِ الْفَاتِحَةِ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَهُوَ فِيْ غَايَةِ الصُّعُوْبَةِ لِأَنَّا إِنْ قُلْنَا إِنَّ النَّقْلَ الْمُتَوَاتِرَ كَانَ حَاصِلًا فِيْ عَصْرِ الصَّحَابَةِ يَكُوْنُ ذَالِكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ وهو لا يُوْجِبُ الْكُفْرَ وَإِنْ قُلْنَا لَمْ يَكُنْ حَاصِلًا فِيْ ذَالِكَ الزَّمَانِ فَيَلْزَمُ أَنَّ الْقُرْاٰنَ لَيْسَ بِمُتَوَاتِرٍ فِي الْأَصْلِ قَالَ وَالْأَغْلَبُ عَلَى الظَّنِّ أَنَّ نَقْلَ هٰذَا الْمَذْهَبِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ نَقْلٌ بَاطِلٌ......... وَقَالَ النَّوَوِي فی شرح المهذب اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى أَنَّ الْمُعَوِّذَتَيْنِ وَالْفَاتِحَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَأَنَّ مَنْ جَحَدَ مِنْهَا شَيْئًا كَفَرَ وَمَا نُقِلَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ بَاطِلٌ لَيْسَ بِصَحِيْحٍ قَالَ ابْنُ حَزْمٍ فی کتاب القدح المعلی تتمیم المحلی هٰذَا كَذِبٌ عَلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَمَوْضُوْعٌ وَإِنَّمَا صَحَّ عَنْهُ قِرَاءَةُ عَاصِمٍ عَنْ زِرٍّ عَنْهُ وَفِيْهَا الْمُعَوِّذَتَيْنِ وَالْفَاتِحَةُ۔

(تفسیر اتقان جلد اول ص۸۱

مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

امام فخرالدین رازی نے کہا۔ کہ بعض قدیم کتابوں میں منقول ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سورۂ فاتحہ اور معوذتین کا قرآن میں سے ہونے کا انکار کرتے تھے۔ یہ بات بہت پریشان کن اور مشکل سے قابل تسلیم ہے کیونکہ اگر ہم یہ کہیں کہ نقل متواترہ صحابہ کرام کے دور میں حاصل تھی۔ تو پھر ان سورتوں کا قرآن ہونا لازم ہے۔ اور ان کا انکار کفر کو واجب کر دے گا۔ اور اگر ہم یہ کہیں کہ تواتر دور صحابہ میں حاصل نہ تھا۔ تو پھر سرے سے تمام قرآن کا متواتر ہونا ہی ماننا پڑے۔ اور کہا۔ کہ غالب ظن یہ ہے کہ ابن مسعود سے اس مذہب کا نقل باطل ہے۔ ..... نووی نے شرح المہذب میں کہا۔ کہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ معوذتین اور فاتحہ قرآن میں۔ اور اگر کوئی شخص ان میں سے کسی کا انکار کرتا ہے۔ تو وہ کافر ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود سے اس بارے میں جو منقول ہے۔ باطل اور غیر صحیح ہے۔ ابن حزم نے کتاب القدح میں اسے ابن مسعود پر جھوٹ باندھنا کہا ہے۔ اور اس روایت کو موضوع لکھا ہے۔ کیونکہ ابن مسعود سے جو روایت قراءۃ جناب ذر کے طریقہ سے عاصم نے بیان کی۔ اس میں معوذتین اور فاتحہ موجود ہیں۔

"اتقان" کی طرح علامہ السیوطی کی ایک اور تفسیر در منثور نامی بھی ہے۔ اس میں انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی ایک روایت یوں ذکر کی۔

تفسیر در منثور:

واخرج الطبرانی فی الاوسط بسند حسن عن ابن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَقَدْ اُنْزِلَ عَلَیَّ

اٰیَاتٌ لَمْ یَنْزِلْ عَلَیَّ مِثْلُھُنَّ الْمُعَوِّذَتَیْنِ۔

(تفسیر در منثور جلد ۶ ص ۴۱۶ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

طبرانی نے اوسط میں سند حسن کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ پر چند آیات الٰہی نازل کی گئیں جن کی مثل اس سے پہلے نہیں اتریں۔ وہ معوذتین ہیں۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ معوذتین کو قرآن تسلیم کرتے ہیں۔ اور اس کے قرآن ہونے کی روایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں۔ لہٰذا ان دونوں سورتوں کو قرآن نہ ماننے کی روایت ان کی طرف منسوب کردی گئی۔ ان کا مذہب یہ نہیں۔ لہٰذا روایت مذکورہ باطل اور موضوع ہے۔ اب نجفی کا حضرت عبداللہ بن مسعود کو منکر قرآن کہنا کس قدر دریدہ دہنی ہے۔ دراصل نجفی یہ چاہتا ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تحریف قرآن میں ان کے اور ان کے ائمہ کے ہم نوا بن جائیں۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ اور نہ قیامت تک ہوگا

اعتراض نمبر ۱۴

سنیوں کا ایک اور راوی عبداللہ بن عباس بھی ہے جو متعہ کو جائز سمجھتا ہے

فقہ حنفی کا ایک اور مایۂ ناز راوی عبداللہ بن عباس بھی ہے۔ مروج الذہب ذکر عبداللہ بن زبیر میں لکھا ہے۔ کہ ابن عباس متعہ کو جائز جانتا تھا۔ اور حنفی لوگ متعہ کو زنا جانتے ہیں۔ جائز جاننے والا راوی فقہ نعمان کو مبارک ہو۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۵)

جواب:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جواز متعہ کے قائل تھے۔ لیکن یہ اس وقت کی بات ہے۔ جب، آپ کو اس کے حرام ہونے کا علم نہ تھا۔ جونہی اس کی حرمت کا پتہ چلا۔ تو آپ نے اپنے سابقہ مذہب سے رجوع فرمالیا۔ تفسیر ابن عباس میں خود ان کی زبانی یہ بات موجود ہے۔ لہٰذا جب رجوع ثابت تو پھر قبل رجوع لاعلمی کی بنا پر یا ابتداءً جواز کے پیش نظر اگر عبداللہ بن عباس نکاح متعہ کے جواز کے قائل تھے۔ تو اس پر کیا اعتراض؟ ہم نے اس اعتراض کی مکمل تفصیل فقہ جعفریہ جلد چہارم میں بیان کر دی ہے۔ جو عنقریب چھپ کر آ رہی ہے۔ وہاں ملاحظہ کر لی جائے۔

جواب دوم:

"مروج الذہب" نامی کتاب خیر سے شیعہ مصنف کی کتاب ہے۔ اس میں اگر ادھر اُدھر سے کوئی واہی تباہی بات درج کر دی گئی۔ تو وہ اہل سنت یا حنفی فقہ کا مسئلہ نہیں بن جاتی۔ نجفی وغیرہ عوام کو دھوکہ دینے کے لیے اس کتاب کو "اہل سنت کی کتاب" لکھ کر حوالہ دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ امامی شیعہ کی تصنیف ہے۔ اس کی تحقیق تمام عقائد جعفریہ جلد پنجم میں مذکور ہے۔ اس کتاب کے مصنف کا حال اور اس کا عقیدہ ہم نہیں بلکہ اہل تشیع کی زبانی سناتے ہیں۔ سنیئے یہ کیسا راوی ہے۔؟

الکنی والالقاب:

مسعودی (النجاشی) در فہرستش از راویان شیعہ شمردہ وگفتہ او راست کتاب اثبات الوصیۃ لعلی بن ابی طالب علیہ السلام وکتاب مروج الذہب در سال ۳۳۳ برابر (اشلج)

(الکنی والالقاب اصل عربی ج ۳ ص ۱۸۴ الکنی والالقاب فارسی جلد ۳ ص ۲۲۱)

ترجمہ:

اور مسعودی (صاحب مروج الذہب) کو نجاشی نے اپنی فہرست میں شیعہ راویوں میں) سے شمار کیا ہے۔ اور کہا کہ اس کی ایک کتاب "اثبات الوصیۃ لعلی بن ابی طالب" ہے۔ اور مروج الذہب کتاب اس نے تصنیف کی تھی۔ ۳۳۲ میں اس کا انتقال ہوا۔

اعیان الشیعہ:

وَذَكَرَلَهُ النَّجَاشِيُ اَيْضًا الْاَبَانَةَ فِي اُصُوْلِ الدِّيَانَاتِ نَصَّ عَلٰى تَشَيُّعِهِ الشَّيْخُ الطُّوْسِيُ وَالنَّجَاشِيُ وَغَيْرُهُمَا وَلَهُ مُؤَلَّفَاتٌ فِي اِمَامَةِ الْاَئِمَّةِ الْاِثْنٰى عَشَرَ۔

(اعیان الشیعہ جلد اول ص ۱۵۷
مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ:

نجاشی نے مسعودی کے بارے میں ذکر کیا کہ اس کی ایک کتاب "الابانۃ فی اصول الدیانات" ہے۔ اس کے اہل تشیع ہونے پر شیخ طوسی اور نجاشی نے نص بیان کی۔ اس کی بہت سی ایسی کتابیں ہیں۔ جن میں بارہ ائمہ کی امامت کے اثبات کا تذکرہ ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ صاحب مروج الذہب پکا شیعہ ہے۔ اب ایک شیعہ مصنف کی بات کو لے کر حضرت عبداللہ بن عباس پر جواز متعہ کا فتویٰ لگانا

کس قدر حسد و بغض ہے۔ دیانتداری کا تقاضا تو یہ تھا کہ کسی حقیقی سنی حنفی کی کتاب سے ثابت کیا جاتا۔ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اس بات کے قائل تھے۔ اور وہ بھی ایسا کہ انہوں نے اس سے رجوع نہیں کیا۔ لیکن ایسا حوالہ نجفی کو کہاں سے ملے گا۔؟

جواب سوم:

اہل تشیع کا نظریہ ہے۔ کہ اہل سنت و جماعت کافر اور منافق ہیں۔ چونکہ ان کے بقول عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اہل سنت کے راوی ہیں۔ لہذا وہ بھی اسی فتوے کی زد میں آئیں گے۔ حالانکہ ان کی کتب یہ بتلاتی ہیں۔ کہ علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ ان سے محبت و پیار کرتے تھے۔ اور آپ کے مایۂ ناز شاگردوں میں سے ایک یہ بھی تھے

منتہی الآمال:

عبداللہ بن عباس از اصحاب رسول خدا و محبین امیرالمومنین و تلمیذ آں جناب است۔ علامہ در خلاصہ فرمود کہ حال عبداللہ در جلالت و اخلاص بامیرالمومنین علیہ السلام اشہر از آں است کہ مخفی باشد۔

(منتہی الآمال جلد اول ص ۲۰۲ مطبوعہ ایران)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے ہیں۔ اور علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے محبین اور شاگردوں میں سے ایک ہیں۔ علامہ نے خلاصہ میں ذکر کیا کہ حضرت عبداللہ بن عباس کی حالت جلالت اور علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اخلاص کی کیفیت اس قدر مشہور ہے کہ وہ چھپی نہیں رہ سکتی۔

حضرت علی المرتضےٰ کے شاگرد رشید اور ان کے محب کو چاہیئے تو یہ تھا کہ نجفی اہل تشیع

میں شمار کرتا۔ لیکن اس طرح اہل سنت پر اعتراض نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے پہلے جناب ابن عباس کو اہل سنت میں شامل کیا۔ اور پھر ان کی ایسی عبارت جو شیعہ مصنف نے لکھی اُس سے فقہ حنفی پر اعتراض دے مارا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نجفی کا دین وایمان ایک چلتی پھرتی چیز ہے جدھر موڑنا چاہا موڑ لیا۔

اعتراض نمبر ۱۵

فقہ حنفی کا ایک مایہ ناز راوی عبداللہ بن زبیر بھی ہے جس نے جھوٹی گواہی دلوائی تھی

فقہ حنفی کا ایک اور مایہ ناز راوی عبداللہ بن زبیر ہے۔ الامامت والسیاست اذکر جمل میں لکھا ہے۔ کہ حواب کے مقام پر جھوٹی گواہی اسی نے دلوائی تھی۔ پس یہ جھوٹ کا بیوپاری راوی سنی بھائیوں کو مبارک ہو۔　　(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۵)

جواب:

"الامامت والسیاست" ابن قتیبہ کی تصنیف ہے۔ اسے کتب اسماء الرجال نے بدعقیدہ اور غلط بیانی کا مرتکب کہا ہے۔ کرامیہ کی طرف اس کی نسبت کی گئی۔ اس کی روایت سے ایک عظیم صحابی پر جھوٹی گواہی دلوانے کی تہمت کہاں ثابت ہو سکتی ہے۔

لسان المیزان:

وَرَاَیْتُ فِیْ مِـ ۔ ۃ الزَّمَانِ اَنَّ الدَّارَ قُطْنِیَّ قَالَ
کَانَ ابْنُ قُتَیْبَہ یَمِیْلُ اِلَی التَّشْبِیْہِ مُنْحَرِفٌ عَنْ

الْعِتْرَۃِ وَکَلَامُہٗ یَدُلُّ عَلَیْہِ۔ وَقَالَ الْبَیْہَقِیُّ یَرٰی
رَأْیَ الْکَرَامِیَّۃِ وَذَکَرَ الْمَسْعُوْدِیُّ فِی الْمُرُوْجِ
اَنَّ ابْنَ قُتَیْبَۃَ اِسْتَمَدَّ فِیْ کُتُبِہٖ مِنْ اَبِیْ حنیفہ
الدینوری وَسَمِعْتُ الشیخ العراقی یَقُوْلُ کَانَ
ابْنُ قُتَیْبَۃَ کَثِیْرَ الْغَلَطِ۔

(لسان المیزان جلد سوم ص۳۵۷، ۳۵۹
حرف العین)

ترجمہ:

میں نے مرآۃ الجنان میں دیکھا۔ کہ دارقطنی نے ابن قتیبہ کو مشبہ لوگوں کی طرف میلان والا بتایا۔ اور اہل بیت سے منحرف تھا۔ اس کا کلام اس پر دلالت کرتا ہے۔ بیہقی نے کہا کہ یہ شخص کرامیہ نظریہ رکھتا تھا مسعودی نے مروج میں ذکر کیا۔ کہ ابن قتیبہ نے اپنی تصانیف میں ابوحنیفہ دینوری کی کتب سے بہت سا استفادہ کیا۔ اُن سے مدد لی۔ میں نے اپنے شیخ عراقی سے ابن قتیبہ کے بارے میں یہ کہتے ہوئے سنا۔ کہ وہ بہت زیادہ غلطیاں کرتا تھا۔

"المعارف" جو ابن قتیبہ کی تصنیف ہے۔ کے مقدمہ میں ابن قتیبہ کے حالات ان الفاظ میں موجود ہیں۔

المعارف مقدمۃ التحقیق:

یَقُوْلُ فِیْ تَذْکِرَۃِ الْحُفَّاظِ ابْنُ قُتَیْبَۃَ مِنْ
اَوْعِیَۃِ الْعِلْمِ لٰکِنَّہٗ قَلِیْلُ الْعَمَلِ فِی الْحَدِیْثِ۔۔۔۔

إِنَّ ابْنَ قُتَيْبَةَ خُلِطَ عَلَيْهِ بِحِكَايَاتٍ عَنِ الْكُوفِيِّينَ
لَمْ يَكُنْ أَخَذَهَا عَنْ أَوْعِيَةِ الْعِلْمِ يَتَسَرَّعُ فِي الْأَشْيَاءِ
لَا يَقُومُ بِهَا نَحْوُ تَعَرُّضِهِ لِتَأْلِيفِ كِتَابِهِ فِي النَّحْوِ
وَكِتَابِهِ فِي تَعْبِيرِ الرُّؤْيَا وَكِتَابِهِ فِي مُعْجِزَاتِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعُيُونِ الْأَخْبَارِ
وَالْمَعَارِفِ وَالشُّعَرَاءِ وَنَحْوِ ذَالِكَ مِمَّا أُزْرِيَ بِهِ
عِنْدَ الْعُلَمَاءِ وَإِنْ كَانَ نَفَقَ بِذَالِكَ عِنْدَ الْعَامَّةِ
وَمَنْ لَا بَصِيرَةَ لَهُ وَغَايَةُ ابْنِ الْأَنْبَارِيِّ وَأَبِي
الطيب نَجْمُ الْحَاكِمِ أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدٍ
النَّيْسَابُورِيِّ (۴۰۵) الَّذِي يَقُولُ أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَى
أَنَّ الْقُتَيْبِيَّ كَذَّابٌ كَمَا نَجِدُ ابْنَ تَغْرِي بِرْدِي
يَرْوِي (۸۷۴) وَكَانَ ابْنُ قُتَيْبَةَ خَبِيثَ اللِّسَانِ
يَقَعُ فِي حَقِّ كِبَارِ الْعُلَمَاءِ۔

المعارف مقدمۃ التحقیق للدکتور ثروت عکاشہ

ص ۵۸-۶۱ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے۔ کہ ابن قتیبہ اگرچہ بہت بڑا عالم تھا لیکن حدیث پر عمل کرنے میں بہت سست تھا۔ ابن قتیبہ کو ان حکایات میں خلط ہوا۔ جو اس نے کوفیوں سے سنی تھیں لیکن ان میں کوئی بھی ثقہ آدمی نہ تھا۔ اور ایسی چیزیں شروع کر دینے کی عادت تھی جن پر بعد میں قائم نہ رہتا۔ اس نے علم نحو، تعبیر الرؤیا، معجزات النبی

عیون الاخبار، المعارف، والشعراء اور اس قسم کی بہت سی کتابوں کا ترجمہ
کیا۔ جن کی بنا پر علما نے اس کی بدگوئی کی ہے۔ اگرچہ اس کی تصنیفات
عوام اور بے بہرہ لوگوں میں بہت مشہور ہیں۔ ابن انباری، ابوالطیب،
حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری نے کہا کہ تمام امت کا اس بات پر اجماع ہے
کہ ابن قتیبہ کذاب ہے۔ جیسا کہ ہم تعزیہ بیروی کو دیکھتے ہیں۔ کہ اس نے
ابن قتیبہ کو خبیث اللسان کہا۔ کیونکہ اس نے بڑے بڑے علماء کی پگڑی
اچھالی ہے۔

لمحۂ فکریہ:

ابن قتیبہ کی مختصر سی سرگزشت ہم نے بیان کی۔ جس کی بدزبانی مشہور ہو۔ جو کذاب اور
بے عمل ہو۔ اس کی باتوں کو سچ کرایک جلیل القدر صحابی پر الزام دھرنا کون تسلیم کرے گا
یہی ابن قتیبہ ہے۔ کہ جس نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو
بھی معاف نہ کیا۔

المعارف:

وَكَانَتْ وَاقِدَةُ مِنْ بَنِيْ مَازِنِ بْنِ صَعْصَعَةَ عِنْدَ
عَبْدِ مُنَافٍ فَوَلَدَتْ لَهُ نَوْفَلًا وَاَبَا عَمْرٍو وَهَلَكَ
عَنْهَا وَخَلَفَ عَلَيْهَا ابْنُهُ هَاشِمُ بْنُ عَبْدِ مُنَافٍ

(المعارف ص ۱۲)

ترجمہ:

واقدہ نامی عورت جو بنی مازن کے قبیلہ سے تھی۔ ابن مناف کے

نکاح میں تھی۔ اس کے ہاں نوفل اور ابو عمرو پیدا ہوئے۔ پھر اس کا خاوند فوت ہو گیا۔ تو اس نے خاوند کے بیٹے یعنی ہاشم بن عبد مناف کے ساتھ شادی کر لی۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب اقدس کو اس طرح گندی زبان اور نجس تحریر کے ذریعہ بیان کیا۔ معاذ اللہ آپ کے خاندان کی ایک عورت کو پہلے خاوند اور پھر اپنے بیٹے سے منکوحہ بنا کر پیش کیا۔ تو جس کے قلم سے سید العالمین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نہ چھوٹ سکے۔ اگر وہ عبداللہ بن زبیر کے بارے میں غلیظ زبان استعمال کرے تو اس پر کیا تعجب؟ علاوہ ازیں نجفی نے ابن قتیبہ کی کتاب سے مقام حواب کا جو واقعہ ذکر کیا۔ نہ ابن قتیبہ نے اس کی کوئی سند بیان کی۔ اور نہ ہی نجفی کو معلوم۔ تو معلوم ہوا کہ اس واقعہ کا راوی بھی خود ابن قتیبہ ہی ہے اور شاگرد رشید نجفی ہے۔

اعتراض نمبر ۱۶

اہل سنت کا مایہ ناز راوی ابوہریرہ رضی ہے جسے حضرت عمر نے جھوٹی حدیثیں بیان کرنے کی پاداش میں پٹوایا تھا

اہل سنت کا ایک او[illegible]یہ ناز راوی ابوہریرہ بھی ہے۔ کتاب اضواء علی السنۃ المحمدیہ ذکر ابوہریرہ میں لکھا ہے۔ کہ اسے ابوبکر و عمر و عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم جھوٹا سمجھتے تھے۔ اور ایک مرتبہ حضرت عمر نے جھوٹی حدیثیں بیان کرنے کی بابت اس کی ٹھکائی بھی کی تھی۔ چار یاروں کی نظر میں کذاب۔ راوی فقہ نعمان کو مبارک ہو۔

اہل سنت کی فقہ کا ایک ا در مایۂ ناز راوی انس بن مالک بھی ہے۔ کتاب اضواء علی السنۃ المحمدیہ ذکر ابوہریرہ پر لکھا ہے۔ کہ نعمان صاحب انس بن مالک کو جھوٹا سمجھتے تھے۔ حنفی بھائیو مبارک مبارک ۔

اہل سنت کی فقہ کا ایک راوی عمرو ابن العاص بھی ہے ۔ تذکرہ خواص الامۃ میں لکھا ہے۔ کہ ا ن کے پیدا ہونے کے بعد چار آدمیوں نے دعویٰ کیا تھا۔ کہ یہ ہمارا نطفہ ہے پس ایسا پاکیزہ نسب راوی فقہ نعمان کو مبارک ہو۔

(حقیقت فقہ حنفیہ صفحہ نمبر ۲ تا ۲۶)

جواب:

اعتراض مذکورہ میں دو عدد الزامات جن میں ایک حضرت ابوہریرہ کو جھوٹا راوی اور دوسرے میں انس بن مالک کو مورد طعن بنایا گیا۔ یہ دونوں اعتراض جس کتاب سے پیش کیے گئے۔ یعنی "اضواء علی السنۃ المحمدیہ" اس کا تعارف اور اس کے مصنف کے بارے میں گفتگو ہم کر چکے ہیں۔ لہٰذا وہی جواب یہاں بھی دیا جائے گا ہاں تیسرے الزام کا حوالہ جس کتاب سے دیا گیا۔ یعنی خواص الائمہ اس کے بارے میں کچھ تحریر کرتے ہیں۔ اس کا مصنف سبط ابن جوزی ہے۔ اور اس کے حالات سنی شیعہ دونوں کی کتب کچھ یوں بیان کرتی ہیں ۔

لسان المیزان:

یوسف بن فرغلی الواعظ المورخ شمس الدین ابو المظفر سبط ابن الجوزی روی عن جدہ و طائفۃ و الف کتاب مرآۃ الزمان فتراہ یاتی فیہ بمناکیر الحکایات وما اظنہ

بِثِقَةٍ فِيْمَا يَنْقُلُهُ بَلْ يَجْنِفُ وَ يُجَازِفُ ثُمَّ اِنَّهُ تَرَفَّضَ ...... كَانَ رَافِضِيًّا وَلَمَّا ذُكِرَ اَنَّهُ تَحَوَّلَ حَنَفِيًّا لِاَجْلِ الْمُعَظَّمِ عِيْسٰى قَالَ اِنَّهُ كَانَ يُعَظِّمُ الْاِمَامَ اَحْمَدَ وَ يَتَغَالٰى فِيْهِ وَعِنْدِيْ اَنَّهُ لَمْ يَنْتَقِلْ عَنْ مَذْهَبِهٖ اِلَّا فِي الصُّوْرَةِ الظَّاهِرَةِ۔

(لسان المیزان جلد ۶ ص ۳۲۸
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

یوسف بن قرغلی واعظ مؤرخ شمس الدین مظفر سبط ابن جوزی اپنے دادا اور دیگر بہت سے لوگوں سے روایت کرتا ہے اس نے مرآۃ الزمان نامی کتاب بھی تالیف کی۔ اس کے مطالعہ سے تمہیں معلوم ہو گا کہ اس میں بہت سی عجیب وغریب حکایات موجود ہیں۔ میں اسے ثقہ راوی نہیں گمان کرتا۔ بلکہ یہ اپنی منقولہ روایات میں باتونی اور طمع ساز لگتا ہے پھر یہ بھی کہ اس نے رافضیت اختیار کر لی ...... رافضی تھا۔ لیکن اپنے استاد عیسیٰ کی تعظیم اور احترام کے پیش نظر حنفی بن گیا۔ امام احمد کی عظمت میں بہت غلو کرتا تھا۔ میرے نزدیک اس نے رافضی مذہب چھوڑا ہی نہ تھا۔ بلکہ صرف ظاہری دکھاوے کے لیے حنفیت کا جامہ اوڑھ لیا تھا۔

میزان الاعتدال:

قال الشیخ محی الدین سبق البرسی لَمَّا بَلَغَ جَدِّیْ

مَوْتَ سِبْطِ ابْنِ الْجَوْزِيْ قَالَ لَا رَحِمَهُ اللّٰهُ كَانَ رَافِضِيًّا

(میزان الاعتدال جلد سوم ص ۳۲۳

مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

شیخ محی الدین نے کہا جب میرے دادا جان کو سبط ابن جوزی کے مرنے کی خبر پہنچی تو انہوں نے کہا اللہ اسے رحمت سے دور رکھے رافضی تھا۔

الکنیٰ والالقاب:

سبط ابن جوزی ابوالمظفر یوسف بن فرغلی بغدادی عالم فاضل مؤرخ و کامل است و از اوست کتاب تذکرۃ الخواص الامۃ در ذکر خواص ائمہ علیہم السلام و مرأۃ الزمان در تاریخ اعیان در صدود چہل مجلد۔ ذہبی گفتہ در آں حکایت ہائے باور نکردنی آوردہ و گمان ندارم ثقہ باشد نا روا گو و گذافہ پرداز است و با اینہم رافضی است ہاں ہاں۔

(الکنیٰ والالقاب فارسی جلد سوم ص ۲۹۷ مطبوعہ تہران طبع جدید۔

(اصل عربی الکنی والقاب جلد دوم ص ۲۵۷)

ترجمہ:

سبط ابن جوزی بہت بڑا عالم فاضل اور تاریخ دان تھا۔ اس کی ایک کتاب تذکرہ خواص الائمہ ہے۔ جس میں اس نے ائمہ کے خواص بیان کیے ہیں اور دوسری کتاب مرأۃ الزمان ہے۔ جو مشاہیر کی تاریخ ہے۔ تقریباً

چالیس جلدیں ہے۔ ذہبی نے کہا کہ سبط ابن جوزی نے اس کتاب میں
ایسی حکایات ذکر کیں۔ جو ناقابل یقین ہیں۔ اور ان تمام باتوں کے ساتھ
ساتھ بے ہودہ حکایات کا دلدادہ ہے۔ اور ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ
وہ ہاں ہاں رافضی بھی ہے۔

لمحۂ فکریہ:

صاحب تذکرۃ خواص الائمۃ سبط ابن جوزی اہل سنت اور اہل تشیع دونوں کے نزدیک ایک گپی آدمی ہے۔ اور اس کی رافضیت بھی دونوں کے نزدیک مسلم ہے۔ رافضیوں کے عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ بھی ہے۔ کہ چند صحابہ کرام کو چھوڑ کر سبھی صحابہ مرتد ہو گئے تھے۔ (معاذاللہ) اسی لیے ان چند کے علاوہ دیگر صحابہ کرام پر لعن طعن، تبرا بازی اور الزام تراشی ان کے ہاں عام ہے۔ سبط ابن جوزی رافضی ہونے کے ناطے سے یہی عقیدہ رکھتا تھا۔ اس لیے اس نے زیر نظر کتاب میں جابجا ایسے واقعات اور ایسی حکایات درج کیں۔ جو ناقابل یقین ہیں۔ مذکور الزام اس نے ایک واقعہ کے ضمن میں درج کیا۔ جو امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت سے دستبرداری اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا خلیفہ بننا ہے۔ اس میں بقول سبط ابن جوزی، امام حسن نے امیر معاویہ، ان کے والد اور عمرو بن العاص کے بارے میں کچھ ایسی باتیں کیں۔ جو قابل ذکر نہیں۔ حالانکہ خلافت سے دستبرداری کے بعد امام حسن نے امیر معاویہ کی بیعت کر لی تھی۔ ان حالات میں امام حسن کا امیر معاویہ پر لعن طعن کرنا کیونکر قابل قبول ہو سکتا ہے؟ اس لیے معلوم ہوا کہ ایسی بے سروپا باتیں سبط ابن جوزی نے اپنے نظریات و عقائد کے پیش نظر خود بنائیں۔ جیسا مصنف شیعہ کرتا رہا ہے۔ جس کا نمونہ نجفی کی تحریرات میں بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔ اسی لیے شیخ محی الدین نے اس کی خبر موت سن کر بددعا کی تھی۔ (فاعتبروا یا اولی الابصار)

اعتراض نمبر ۱۷

ابوموسیٰ اشعری بھی سنیوں کا راوی ہے جو حضرت علیؓ سے بغض رکھتا تھا۔

اہل سنت، کا ایک، اور مایۂ ناز راوی ابوموسیٰ اشعری بھی ہے۔ کتاب الاستیعاب ذکر ابوموسیٰ اشعری اور عبداللہ ابن قیس بن سلیم میں ہے۔ کہ یہ حضرت علی سے بغض رکھتا تھا۔ پس دشمن علی راوی فقہ نعمان کو مبارک ہو۔

(حقیقت، فقہ حنفیہ ص ۲۵)

جواب:

حضرت ابوموسیٰ اشعری کا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے کا جو واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ اس کا پس منظر یہ ہے۔ کہ جب جنگ جمل اور جنگ صفین لڑی گئیں تو بہت سے صحابہ کرام نے ان دونوں میں شرکت نہ کی۔ ان حضرات نے نہ تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور نہ ہی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا۔ اور نہ ہی امیر معاویہ کی حمایت و مخالفت کی۔ بلکہ ان حضرات کے پیش نظر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد تھا۔ کہ جب تم میری امت میں فتنہ رونما ہوتے دیکھو۔ تو اپنی تلواروں کو احد پہاڑ پر مار کر اپنے گھر بیٹھ جانا۔ ان شرکت نہ کرنے والوں میں حضرت اسامہ بن زید بھی تھے۔ جو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خاص الخاص آدمی تھے۔ ان میں سے ہی جناب ابوموسیٰ اشعری بھی تھے۔ انہوں نے جنگ جمل کے وقت کوفہ میں کھڑے ہو کر خطبہ دیتے ہوئے کہا۔ کہ لوگو! اس جنگ میں شرکت نہ کرو۔ بعد میں علی المرتضیٰ نے انہیں معزول کر دیا تھا۔ اس واقعہ میں "الاستیعاب" نے ایک جملہ لکھا۔ جو نجفی کے لیے اعتراض بن گیا۔ جملہ یہ ہے۔ كَانَ مُنْحَرِفًا عَنْ عَلِيٍّ۔ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔ کہ جناب ابوموسیٰ اشعری، حضرت علی المرتضیٰ کی طرف داری سے انحراف کرتے

والے تھے۔ لیکن نجفی نے "منحرفاً" کا معنی بغض رکھنے والا کیا ہے۔ انحراف کا معنی بغض شاید نجفی لغت میں ہو۔ ورنہ اس کا سیدھا سادھا معنی روگردانی کرنا (منہ پھیر لینا) کسی کی طرف داری نہ کرنا۔ دوسرا راستہ اختیار کرنا وغیرہ آتا ہے۔ یہی الفاظ الاستیعاب میں اور اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ میں موجود ہیں۔ نجفی کا پروگرام یہ ہے۔ کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری کے بارے میں یہ ثابت کیا جائے۔ کہ انہیں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بغض تھا۔ (جس طرح خود نجفی کو تمام صحابہ کرام سے ہے۔ اجب یہ ثابت کر دکھایا جائے تو پھر شور مچا دیا جائے۔ کہ علی المرتضیٰ سے بغض رکھنے والا منافق ہے۔ لہٰذا ابوموسیٰ اشعری منافق ہے۔ (معاذ اللہ)

ہم بار بار یہ لکھ چکے ہیں۔ کہ اہل سنت نہ تو کسی صحابی کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ اور نہ ہی اہل بیت کے حق میں دریدہ دہنی روا رکھتے ہیں۔ ان پر کسی قسم کا کوئی اعتراض یا الزام دھرنے کے لیے تیار نہیں۔ ان حضرات کے مابین جو اختلافات تھے۔ جو جھگڑے ہوئے وہ سپردِ خدا ہیں۔ زیادہ سے زیادہ خطاء اجتہادی کا قول کہا جا سکتا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۱۸

سنیوں کا ایک اور راوی عبداللہ بن عمر ہے جس نے یزید پلید کی بیعت کی تھی

سنیوں بھائیوں کا ایک راوی عبداللہ بن عمر بھی ہے۔ بخاری شریف کتاب الفتن میں لکھا ہے۔ کہ اسی عبداللہ نے یزید کی بیعت کی تھی۔ پس یزید پلید کی بیعت کرنے والا راوی فقہ حنفیہ کو مبارک ہو۔ اگر ضرورت پڑی تو ہم طبقہ ثانی کے رواۃ مثلاً مجاہد عکرمہ، حسن بصری، عطاء ابن ریاح وغیرہ کے بھی پول کھولیں گے۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۶)

جواب:

نجفی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا نقص یہ بیان کیا۔ کہ انہوں نے یزید پلید کی بیعت کر لی تھی۔ لہٰذا وہ ثقہ راوی نہ رہے۔ اس کا الزامی جواب یوں ہے۔ کہ اگر عبداللہ بن عمر نے یزید کی بیعت کی تھی۔ تو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے بھی تو ایسا ہی کیا تھا۔ ذرا اپنی کتب ہاتھ سے اس کو ملاحظہ تو کرو۔

روضہ کافی:

ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰی عَلِی بن الحسین علیھما السلام فقال لَهٗ مِثْلَ مقالتہ لِلْقُرَشِیِّ فَقَالَ لَهٗ عَلِیُّ ابن الحسین علیھما السلام اَرَأَیْتَ اِنْ لَمْ اُقِرَّ لَكَ اَلَیْسَ تَقْتُلُنِیْ کَمَا قَتَلْتَ الرَّجُلَ بِالْاَمْسِ فَقَالَ لَهٗ یَزِیْدُ لَعَنَهُ اللّٰهُ بَلٰی فَقَالَ لَهٗ عَلِیُّ ابن الحسین علیھما السلام

قَدْ اَقْرَرْتُ لَكَ بِمَا سَئَلْتَ۔

(روضۃ کافی جلد ۸ ص ۲۳۵ حدیث یزید
مع علی بن الحسین۔ مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:

ایک قریشی کو یزید نے بلا کر اپنی بیعت اکرنے کو کہا۔ اس نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد یزید نے اُسے قتل کروا دیا۔ پھر ایک آدمی یزید نے امام زین العابدین کی طرف بھیجا۔ اور انہیں بھی وہی پیغام بھجوایا۔ جو قریشی کو کہا جا چکا تھا۔ اس کے جواب میں امام زین العابدین نے کہا۔ کیا خیال ہے اگر میں تیری بیعت کا اقرار نہ کروں۔ تو میرے ساتھ بھی وہی کچھ ہو گا جو قریشی نوجوان کے ساتھ ہو چکا ہے؟ یزید نے کہا۔ ہاں۔ پھر امام زین العابدین نے اسے کہا۔ اچھا جو چاہتے ہو میں اس کا اقرار کرتا ہوں۔ (یعنی تیری بیعت قبول ہے۔)

جب یہ بیعت ہو گئی۔ تو پھر عمر بھر امام زین العابدین نے اسے توڑا نہیں۔ اس کے علاوہ کتب شیعہ میں یہاں تک موجود ہے۔ کہ جب واقعہ حرّہ میں یزید نے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا تو ساتھ ہی یہ بھی کہا تھا۔ کہ امام زین العابدین اور ان کے گھرانے کے افراد کو کچھ نہ کہا جائے۔ یہی نہیں۔ ذرا اس سے بھی آگے چلئے۔ کہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے والا مشرف نامی کمانڈر جب قتل و غارت سے فارغ ہوا۔ تو امام زین العابدین اس کے پاس تشریف لائے۔ اور پھر جس کی انہوں نے سفارش کی مشرف نے اسے بھی چھوڑ دیا ہر آں کہ حضرت شفاعت کرد مشرف بجہت آنحضرت از او در گزشت۔ و مکرما از نزد او بیروں رفت

(منتہی الامال جلد ۲ ص ۴۰)

اور چھوڑنے کے ساتھ ساتھ اس کی بڑی عزت کی۔ اب امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے بارے میں نجفی صاحب آپ کا کیا فتویٰ ہے۔ ذرا دل تھام کر یزید پلید کی بیعت کرنے کے ارادے پر امام حسین رضی اللہ عنہ کا قول بھی سن لیا جائے۔ جن کی شہادت نے اُسے پلید کر دیا۔ تمہاری کتابوں میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا بیعت یزید کی پیش کش کرنا یوں منقول ہے۔

تلخیص الشافی:

وقد روی انہ علیہ السلام قال لعمر ابن سعد اِخْتَارُوْا مِنِّیْ اِمَّا الرُّجُوْعَ اِلَی الْمَکَانِ الَّذِیْ اَقْبَلْتُ مِنْہُ اَوْ اَنْ اَضَعَ یَدِیْ عَلٰی یَدِ یَزِیْدَ فَھُوَ ابْنُ عَمِّیْ یَرٰی فِیْ رَایِہٖ وَ اِمَّا اَنْ تُسَیِّرُوْنِیْ اِلٰی ثَغْرٍ مِنْ ثُغُوْرِ الْمُسْلِمِیْنَ فَاَکُوْنَ رَجُلًا مِنْ اَھْلِہٖ لِیْ مَا لَہٗ وَعَلَیَّ مَا عَلَیْہِ۔

(تلخیص الشافی جلد ۴ ص ۱۸۶

مطبوعہ قم ایران)

ترجمہ:

مروی ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے ابن عمر سعد سے کہا۔ میرے لیے تین باتوں میں سے کوئی ایک بات تم پسند کرلو۔ ۱۔ اس جگہ واپس چلا جاؤں۔ جہاں سے آیا ہوں۔ ۲۔ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پر رکھ دوں (بیعت کرلوں) آخر وہ میرے چچا کا بیٹا ہے۔ اُس نے میرے لیے اچھا ہی سوچا ہوگا۔ ۳۔ یا کسی قلعہ میں لے چلو۔ تاکہ پھر ان قلعہ بند ور کے نفع ونقصان میں بھی شریک ہو جاؤں۔

لمحہ فکریہ:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت کرنے کی وجہ سے معیوب راوی ہو گئے یہی کام امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے کیا۔ اسی کے لیے امام حسین رضی اللہ عنہ نے آمادگی فرمائی۔ اب یہ دونوں حضرات روایاتِ حدیث میں کیا مقام رکھتے ہیں۔ کیا ان کے حق میں بھی وہی کلمات کہے گا۔ جو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس نے کہے ہیں۔ بالاختصار جواب مذکور ہوا۔ اگر تفصیل درکار ہے تو پھر ہماری تصنیف عقائد جعفریہ جلد دوم ص ۷۵ تا ۸۴ مطالعہ کریں۔ انشاء اللہ تسلی ہو جائے گی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

بَابْ دوم

امام اعظم ابوحنیفہ کے مناقب اور آپ پر وارد کیے گئے اعتراضات کے جوابات

باب دوم:

فصل اوّل

آپ پر وارد کردہ اعتراضات کی تردید

اعتراض نمبر ۱

دین اسلام کو سب سے زیادہ نقصان ابو حنیفہ رض نے پہنچایا ہے۔

امام ابو حنیفہ نعمان امام اعظم کی پوزیشن صرف تاریخ بغداد سے نقل کرتے ہیں۔ کہ جس میں آپ کی مذمت کی گئی ہے۔ اور اگر ہمارے حنفی بھائیوں کی تسلی نہ ہو۔ تو ایک مستقل کتاب نعمان لکھیں گے۔

(دین اسلام کو سب سے زیادہ نقصان ابو حنیفہ نے پہنچایا) ثبوت ملاحظہ ہو۔
اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۴۱۵ ذکر نعمان مؤلف حافظ ابی بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی۔

تاریخ بغداد

عن اسحاق بن ابراهيم الحسينى قال قال مالك
مَا وُلِدَ فِي الْإِسْلَامِ مَوْلُوْدًا شَرُّ عَلٰى اَهْلِ الْإِسْلَامِ مِنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۴۱۵ ذکر نعمان مؤلف)

ترجمہ:

یعنی اسحاق بن ابراہیم کہتا ہے۔ کہ حضرت مالک فرماتے ہیں۔ کہ کوئی بچہ اسلام میں ایسا نہیں پیدا ہوا۔ جس نے ابوحنیفہ سے زیادہ اسلام کو نقصان پہنچایا ہو

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۷۲)

جواب:

"امام اعظم کی پوزیشن صرف تاریخ بغداد سے نقل کرتے ہیں۔ کہ جس میں آپ کی مذمت کی گئی ہے۔" نجفی کا یہ جملہ خاص کر اس کا آخری حصہ "کہ جس میں آپ کی مذمت کی گئی ہے" اُس کے اپنے اندر کے چور کی طرف اشارہ کرتا ہے مقصدیہ ہے۔ کہ امام صاحب کی مذمت لکھی ہے۔ اس کے لیے اس کتاب سے جو بھی جیسا بھی مل جائے۔ وُہ کافی ہوگا۔ تاریخ بغداد سے جتنی روایات نجفی نے نقل کی ہیں۔ وُہ ایک مستقل باب کے تحت درج ہیں۔ پھر ان روایات پر محشی نے جرح بھی کی ہے کاش! نجفی اس باب کے الفاظ بھی نقل کر دیتا۔ اور محشی کی جرح بھی ساتھ ہی درج کر دیتا۔ پھر ہم دیکھتے کہ کس زبان وقلم سے یہ کہا جاتا ہے "آپ کی مذمت کی گئی ہے" علاوہ ازیں صاحب تاریخ بغداد نے جن لوگوں کی امام موصوف کے خلاف روایات نقل کی ہیں۔ ان ہی سے امام کی شان میں بھی روایات درج کیں۔ اسی لیے مصنف تاریخ بغداد خطیب بغدادی نے شروع میں ہی یہ کہہ دیا ہے۔ کہ میں نے اس کتاب میں تمام وُہ روایات جو امام اعظم کی شان کے خلاف یا آن کے مناقب واوصاف کے بارے میں ہیں۔ درج کر دی ہیں۔ اس سے آپ خود اندازہ لگائیں۔ کہ ایک شخص ابوحنیفہ کے بارے میں کبھی تو تعریفی الفاظ اور کبھی ان کی شان کے خلاف کہتا ہے۔ ایسے شخص کی بات کب قابل یقین ہوسکتی ہے۔ گویا اس کتاب میں روایات کے اندر

تناقض موجود ہے۔ اس کی تفصیل اور وضاحت انشاء اللہ آئندہ صفحات پر آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ اس حقیقت کو سامنے رکھ کر نجفی کو یہ الفاظ لکھنے چاہیئے تھے۔

"امام اعظم کی پوزیشن تاریخ بغداد سے نقل کرتا ہوں۔ صرف ان کی طرف سے جو اس کتاب میں آپ کی مذمت کے بارے میں ہیں۔ اور جو روایات اسی کتاب میں امام موصوف کی شان میں ہیں۔ میری تریہ کریں ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھوں"۔ جس باب سے نجفی نے مذکورہ روایت ذکر کی ہے۔ محشی اس باب اور اس میں ذکر کردہ روایات کے بارے میں لکھتا ہے۔

روایات ھذا الباب کلھا واھیۃ الاسناد۔

(صفحہ نمبر ۳۹۵)

ترجمہ:

اس باب میں درج تمام روایات سند کے لحاظ سے ناقابل اعتبار ہیں۔

نجفی کے مذکورہ اعتراض والی روایت کے تحت محشی نے جو جرح کی ہے۔ وہ پیش خدمت ہے۔

تاریخ بغداد:

فیھا ابن درستویہ وقد تقدم ذم وفیھا اسحاق بن ابراھیم الحنینی من اصحاب مالک حکی ابن ابی حاتم ان احمد بن صالح المصری کان لا یرضاہ وذکرہ ابن الجوزی فی کتاب الضعفاء وقال النسائی لیس بثقۃ وقال الازدی وابن عدی ضعیف

مِنَ الْمِيزَانِ۔ ذَرَاتَهُ غَيْرُ مَعْقُوْلٍ صُدُوْرُ مِثْلِ هٰذَا الْقَوْلِ عَنِ الْإِمَامِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نَقَلَهُ الثِّقَاتُ مِنْ تَقْرِيْظِهِ لِأَبِيْ حَنِيْفَةَ وَ ثَنَائِهِ عَلَيْهِ قَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ فِي الْاِنْتِقَاءِ بَعْدَ اَنْ سَاقَ مِثْلَ هٰذَا الْحِكَايَةِ وَرَوٰى ذَالِكَ كُلَّهُ عَنْ مَالِكٍ اَهْلُ الْحَدِيْثِ وَ اَمَّا اَصْحَابُ مَالِكٍ مِنْ اَهْلِ الرَّأْيِ الْفُقَهَاءِ فَلَا يَرْوُوْنَ مِنْ ذَالِكَ شَيْئًا عَنْ مَالِكٍ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص۴۱۵ مطبوعہ المکتبہ السلفیہ المدینۃ المنورہ طبع جدید)

ترجمہ

روایت مذکورہ میں ایک راوی "ابن درستویہ" ہے۔ جس کے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے۔ (کہ یہ انتہا درجہ کا ضعیف راوی ہے۔) اور اسی روایت میں ایک اور راوی "اسحاق بن ابراہیم" بھی ہے۔ جو امام مالک رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ہے۔ ابن ابی حاتم نے روایت کی کہ احمد بن صالح المصری اس کو پسند نہیں کرتا تھا۔ ابن الجوزی نے اس کو ضعیف راویوں میں ذکر کیا۔ امام نسائی نے اس کو "غیر ثقہ" کہا ازدی اور ابن عدی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ پھر یہ بھی ہے۔ کہ اس قسم کی بات امام مالک رضی اللہ عنہ سے صادر ہونا عجیب سا لگتا ہے۔ عقل اس کو باور نہیں کرتی۔ ثقہ لوگوں سے تو امام مالک کے متعلق یہ منقول ہے۔ کہ وہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی بہت تعریف کیا کرتے تھے۔ ابن عبد البر نے

"انتقاء" میں یہ روایت ذکر کرنے کے بعد کہا کہ اس قسم کی روایات
امام مالک رضی اللہ عنہ سے "اہل حدیث" نے روایت کی ہیں۔ جو
امام موصوف کے اصحاب میں سے نہیں۔ لیکن امام مالک کے اصحاب
میں سے اہل الرائے نے اس قسم کی کوئی روایت ذکر نہیں کی۔

روایت مذکورہ پر اس جرح سے معلوم ہوا۔ کہ اس کے راوی "ابن درستویہ اور اسحاق بن ابراہیم"، ناقابلِ اعتبار ہیں ضعیف اور غیر ثقہ ہیں۔ ان کے مقابلہ میں امام مالک رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ثقہ اور قابل اعتبار حضرات نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مناقب و فضائل بیان کیے ہیں۔ لہٰذا امام مالک رضی اللہ عنہ سے ثقہ راویوں کے ذریعہ یہ ثابت ہے۔ کہ امام موصوف نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شان کے خلاف نہیں بلکہ ان کے حق میں ہی فرمایا ہے۔ اب نجفی شیعی کو تو وہ روایات درکار تھیں۔ جن میں مذمت ہونی چاہیے وہ معتبر ہوں یا غیر معتبر۔ لیکن حقیقت سامنے آنے کے بعد قارئین حضرات یقیناً اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہوں گے۔ کہ امام اعظم کی ذات پر نجفی نے الزام تراشی کی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر۲

حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا فتنہ ابلیس کے فتنے سے سخت ہے

حقیقت فقہ حنفیہ: اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۴۱۶

تاریخ بغداد:

عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ قَالَ كَانَتْ فِتْنَةُ اَبِي حَنِيْفَةَ اَضَرَّ عَلٰى هٰذِهِ الْاُمَّةِ مِنْ فِتْنَةِ اِبْلِيْسَ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۴۱۶)

ترجمہ:

یعنی مالک بن انس فرماتے ہیں۔ کہ ابوحنیفہ کا فتنہ اس امت کے لیے ابلیس کے فتنے سے زیادہ نقصان دہ تھا۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۸)

جواب:

اس روایت کا ایک راوی حبیب ابن حبیب ہے۔ اس کی کنیت ابوحبیب اور اس کے باپ کا نام زریق ہے۔ اس روای کا روایت میں کیا مقام ہے۔ صاحب

میزان الاعتدال کی زبانی سنئے۔

میزان الاعتدال:

حبیب ابن ابی حبیب و اسم ابیہ زریق ......
قَالَ اَحْمَدُ لَیْسَ بِثِقَۃٍ ...... وَقَالَ اَبُوْدَاوُدَ
کَانَ مِنْ اَکْذَبِ النَّاسِ وَقَالَ اَبُوْحَاتِمٍ رَوٰی
عَنْ اِبْنِ اَخِیْ الزُّھْرِیْ اَحَادِیْثَ مُنْکَرَۃً
وَقَالَ اِبْنُ عَدِیْ اَحَادِیْثُہٗ کُلُّھَا مَوْضُوْعَۃٌ
وَقَالَ اِبْنُ حَبَّانٍ کَانَ یُوَرِّقُ بِالْمَدِیْنَۃِ عَلَی
الشُّیُوْخِ وَرَوٰی عَنِ الثِّقَاتِ الْمَوْضُوْعَاتِ کَانَ
یُدْخِلُ عَلَیْھِمْ مَا لَیْسَ مِنْ حَدِیْثِھِمْ۔

(میزان الاعتدال جلد اول ذکر حرف الحاء صفحہ ۲۱۰
مطبوعہ مصر طبع قدیم)
(الکامل فی ضعفاء الرجال جلد دوم ص ۸۱۸ مطبوعہ
بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حبیب ابن حبیب اس کے باپ کا نام زریق تھا۔ امام احمد نے کہا کہ یہ غیر ثقہ تھا۔ اور ابو داؤد کا کہنا ہے کہ لوگوں میں سب سے جھوٹا شخص تھا۔ ابو حاتم نے کہا۔ کہ یہ شخص زہری کے بھتیجے سے من گھڑت روایتیں کرتا تھا۔ ابن عدی اس کی تمام احادیث کو من گھڑت قرار دیتا ہے ابن حبان نے کہا۔ کہ یہ شخص مدینہ منورہ میں شیوخ کے پاس آتا جاتا رہتا

تھا۔ اور پھر ان کی طرف سے من گھڑت روایات بیان کرتا ہے۔ اور ان کی احادیث میں ایسے پیوند لگایا کرتا تھا جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھے۔

روایت مذکورہ کے راوی کا حال سامنے آنے پر آپ نجفی کو واقعی شاباش دیں گے۔ کہ "حجۃ الاسلام"، واقعی ایسا ہی ہونا چاہیے۔ ایک بناوٹی حدیثیں بنانے والا امام اعظم کی ذات پر کیچڑ اچھالے تو نجفی کی خوشی کی انتہا نہیں رہتی اور پھر اس راوی نے اپنی دیرینہ عادت کے تحت یہ قول سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیا۔ حاشا وکلا امام مالک رضی اللہ عنہ ایسی بات کہیں۔ سنیے امام مالک رضی اللہ عنہ حضرت امام اعظم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ اور وہ بھی اسی کتاب سے ملاحظہ ہو۔

تاریخ بغداد:

اَخْبَرَنَا اَحْمَدُ بْنُ الصَّبَاحِ قَالَ سَمِعْتُ الشَّافِعِيَّ مُحَمَّدَ بْنَ اِدْرِيْسَ قَالَ قِيْلَ لِمَالِكِ بْنِ اَنَسٍ هَلْ رَاَيْتَ اَبَا حَنِيْفَةَ قَالَ نَعَمْ رَاَيْتُ رَجُلًا لَوْ كَلَّمَكَ فِيْ هٰذِهِ السَّارِيَةِ اَنْ يَجْعَلَهَا ذَهَبًا لَقَامَ بِحُجَّتِهِ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ تذکرہ قیل فی فقہ ابی حنیفہ ص ۳۳۸
مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ طبع جدید)

ترجمہ:

ہمیں احمد بن صباح نے خبر دی۔ میں نے امام محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے فرمایا۔ کہ امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے

پوچھا گیا۔ کیا آپ نے امام ابوحنیفہ کی زیارت کی ہے۔ کہنے لگے ہاں۔ میں نے
انہیں ایک عظیم شخص پایا۔ اگر وہ اس ستون کے بارے میں تجھ سے گفتگو
کرے۔ اور اس کو سونے کا ستون ثابت کرنا چاہے۔ تو ایسے دلائل
دے گا۔ کہ وہ اس کو سونے کا ہی ثابت کرے گا۔

قارئین کرام! سیدنا امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ امام اعظم کی فقاہت کے
سبب کس قدر معتقد ہیں۔ ایک عظیم شخص پایا۔ اگر وہ اس ستون کو سونے کا ثابت کرنا چاہے تو کر دے گا۔ اور دوسری طرف
ان کا امام صاحب کے متعلق یہ فرمان کہ ان کا فتنہ ابلیس کے فتنے سے زیادہ سخت ہے
دونوں قول ایک ہی شخص کے اور ایک ہی کے متعلق یک وقت درست کیسے ہو سکتے ہیں
اس لیے امام وقت اور ولی کامل ہوتے ہوئے امام مالک رضی اللہ عنہ سے ایسے نازیبا
الفاظ کا صدور مشکل بلکہ ناممکن نظر آتا ہے۔ جن سے امام اعظم کی توہین اور تنقیص نکلتی ہو۔
کسی کے علم و فضل کا معتقد اسی کے متعلق غیر مہذب اور ناشائستہ الفاظ نہیں کہہ سکتا۔
تو معلوم ہوا۔ کہ کسی نے یہ الفاظ خود تراش کر حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ کی طرف
منسوب کر دیئے ہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْاَبْصَارِ

اعتراض نمبر ۳

ابو حنیفہ کا فتنہ دجال کے فتنہ کے بعد سب سے بڑا ہے

حقیقت فقہ حنفیہ: تاریخ بغداد:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِيٍّ يَقُوْلُ مَا اَعْلَمُ فِي الْاِسْلَامِ فِتْنَةً بَعْدَ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ اَعْظَمَ مِنْ رَاْيِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۴۱۶)

ترجمہ:

یعنی عبدالرحمن کہتا ہے۔ کہ مجھے معلوم نہیں کہ اسلام میں دجال کے فتنے کے بعد ابو حنیفہ کی رائے سے کوئی بڑا فتنہ ہو۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۹)

جواب:

عبدالرحمن بن مہدی کی طرف لگایا گیا الزام تو ہمارے سامنے ہے۔ اور نجفی نے اسے بڑے طمطراق سے ذکر کر دیا لیکن یہی تاریخ بغداد مختلف ثقہ لوگوں سے جو امام اعظم کی سیرت بیان کرتی ہے۔ وہ بھی پیش نظر ہونی چاہیئے۔ ثقہ لوگوں نے آپ کو علم و رائے میں بڑے پایہ کا شخص کہا ہے۔ حلت و حرمت کے جاننے والا عظیم انسان قرار دیا۔ اور شب بیداری جیسے اوصاف کا مالک گردانا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی حدیث صحیح اور حضرات صحابہ کرام کے اقوال صحیحہ کے مقابلہ میں اپنے قیاس و اجتہاد کو خیر باد کہنے والا بزرگ فرمایا۔ ان کے برخلاف عبدالرحمن بن مہدی کا آپ کی ذات پر اعتراض کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ خاص کر ایسا اعتراض و الزام جس کو ذکر تو کر دیا گیا لیکن اس کی وجہ و سبب معلوم نہیں۔ اگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی رائے بہت بڑا فتنہ ہے تو آخر کس سبب سے؟ عبدالرحمن بن مہدی کے پاس اگر اس امر کی کوئی ٹھوس دلیل اور قوی سبب ہوتا۔ تو وہ ضرور ذکر کر دیتا۔ اس لیے ہم کہتے ہیں۔ کہ ایک طرف ثقہ لوگوں کی امام اعظم کی صفت و ثناء کرنا اور دوسری طرف عبدالرحمن بن مہدی کی جرح اور وہ بھی بلا دلیل ان میں کیا مقابلہ ہو سکتا ہے۔ جرح بغیر دلیل تو از روئے قانون "مردود" ہوتی ہے۔ نجفی نے قول مردود کو سینے سے لگایا۔ اور قول ثقات سے آنکھیں چرا لیں۔ تاریخ بغداد سے ہی پڑھیے۔

تاریخ بغداد:

قَالَ سَمِعْتُ فُضَيْلَ بْنَ عِيَاضٍ يَقُوْلُ كَانَ اَبُوْحَنِيْفَةَ رَجُلًا فَقِيْهًا مَعْرُوْفًا بِالْفِقْهِ مَشْهُوْرًا بِالْوَرْعِ وَاسِعَ الْمَالِ مَعْرُوْفًا بِالْاَفْضَالِ عَلٰى كُلِّ مَنْ يُطِيْفُ بِهٖ صَبُوْرًا عَلٰى تَعْلِيْمِ الْعِلْمِ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ حَسَنَ اللَّيْلِ كَثِيْرَ الصَّمْتِ قَلِيْلَ الْكَلَامِ حَتّٰى تَرِدُ مَسْئَلَةٌ فِىْ حَلَالٍ وَّحَرَامٍ فَكَانَ يُحْسِنُ اَنْ يَّدُلَّ عَلَى الْحَقِّ هَارِبًا مِّنْ مَّالِ السُّلْطَانِ هٰذَا اٰخِرُ حَدِيْثِ مُكَرَّمٍ وَزَادَ ابْنُ الصَّبَّاحِ وَكَانَ اِذَا وَرَدَتْ عَلَيْهِ مَسْئَلَةٌ فِيْهَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ اِتَّبَعَهٗ وَاِنْ كَانَ عَنِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ

وَ اِلَّا قَاسَ وَ اَحْسَنَ الْقِيَاسَ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۴۰ مطبوعہ سلفیہ مدینہ

منورہ طبع جدید)

ترجمہ:

ابن منصور کا کہنا ہے کہ میں نے فضیل بن عیاض (رضی اللہ عنہ) سے سنا انہوں نے کہا۔ کہ امام ابوحنیفہ (رضی اللہ عنہ) ایک فقیہ شخص تھے۔ فقہ میں معروف تھے۔ تقویٰ میں مشہور۔ مال میں وسیع جود و سخا میں کھلے ہاتھ والے اور ہر ملاقاتی کے ساتھ دادودہش کا رویہ رکھنے والے تھے۔ علم دین کی تعلیم میں رات دن مصروف رہتے تھے۔ راتیں اللہ کی یاد میں گزارتے۔ اکثر خاموش رہتے۔ بات کم کرتے۔ ہاں حلال و حرام کے مسئلہ پوچھے جانے کے وقت گفتگو فرماتے۔ بات کی حقانیت اور تحقیق پر بڑی خوبصورت بات کرتے بادشاہ وقت کے پیسے سے دُور بھاگنے والے تھے۔ یہ حدیث محرم لوی کی احادیث میں سے آخری حدیث ہے۔ ابن الصباح نے امام اعظم کے مذکورہ بالا اوصاف بیان کرنے میں یہ بھی اضافہ کیا ہے۔ کہ امام صاحب کا یہ طریقہ تھا جب آپ کے سامنے کوئی مسئلہ پیش ہوتا۔ اور اس کے بارے میں کوئی حدیث صحیح ہوتی۔ تو آپ حدیث نبوی کی اتباع کرتے۔ بصورت دیگر حضرات صحابہ کرام اور تابعین کے اقوال و ارشادات کی طرف رجوع کرتے اگر ان سے کوئی قول وغیرہ نہ پاتے۔ تو قیاس و اجتہاد فرماتے۔ اور آپ کا قیاس و اجتہاد اپنی مثال آپ ہوا کرتا تھا۔

لمحہ فکریہ:

۱۔ پہلے دور کے مشہور امام اور جانی پہچانی شخصیت حضرت فضیل بن عیاض (رضی اللہ عنہ)

کے تاثرات امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ حضرات نے پڑھے۔ یہ اقرار کر رہے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ مقام ولائت پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ مسائل شرعیہ میں بہت محتاط رہتے تھے۔ اگر حدیث صحیح ملتی یا صحابہ کرام اور تابعین سے کوئی اس مسئلہ کے متعلق صراحت ملتی۔ تو اپنی رائے کو استعمال نہ فرماتے۔ یعنی حتی الوسع رائے سے بچنے کی کوشش فرماتے۔ ناچار اور مجبور ہو کر قیاس و اجتہاد کا راستہ اپناتے۔ کیا اس قدر محتاط شخص کی رائے "دو دجال کا فتنہ" کہلا سکتی ہے۔؟ لہذا معلوم ہوا کہ یہ محض امام اعظم کو بدنام کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور ان کی شخصیت کو داغدار کرنے کے لیے الزام تراشی کی گئی ہے۔ ایسے جلیل القدر آدمی کے متعلق اتنے گرے ہوئے الفاظ وہی کہہ سکتا ہے۔ جو تعصب اور عناد کا شکار ہو۔ اللہ تعالیٰ ودانہ جے نجفی" کو بصیرت عطا کرے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۴

ابو حنیفہ نے اسلامی مشین کے پیچ ڈھیلے کیے ہیں

حقیقت فقہ حنفیہ:

تاریخ بغداد:

عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ إِذْ جَاءَهُ نَعْيُ أَبِي حَنِيفَةَ فَقَالَ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَرَاحَ الْمُسْلِمِينَ مِنْهُ لَقَدْ كَانَ
يَنْقُضُ عُرَى الْإِسْلَامِ عُرْوَةً عُرْوَةً مَا وُلِدَ
فِي الْإِسْلَامِ مَوْلُودٌ أَشْأَمُ عَلَى أَهْلِ الْإِسْلَامِ مِنْهُ،

(اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۳
ص ۴۱۸)

ترجمہ:

یعنی سفیان ثوری کو جب امام ابو حنیفہ کی موت کی خبر پہنچی تو اس نے شکر خدا کیا اور کہا کہ ابو حنیفہ اسلام کی رسی کے پیچ ڈھیلے کرتا تھا۔ اور اسلام میں ابو حنیفہ سے زیادہ بدبخت کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۹)

جواب اول:

روایت مذکورہ سے امام اعظم کی ذات پر الزام دھرنے کا کوئی جواز نہیں۔
کیونکہ اس کا ایک راوی، نعیم بن حماد، سخت مجروح ہے۔

میزان الاعتدال:

نعیم بن حماد الخزاعی ...... قَالَ ابوداود
كَانَ عِنْدَ نُعَيْمِ بْنِ حَمَّادٍ عِشْرِيْنَ حَدِيْثًا
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لَيْسَ لَهَا
اَصْلٌ وَقَالَ النِّسَائِيُّ هُوَ ضَعِيْفٌ ...قَالَ الْاَزْدِيُّ
كَانَ نُعَيْمٌ يَضَعُ الْحَدِيْثَ فِيْ تَقْوِيَةِ السُّنَّةِ
وَحِكَايَاتٍ مُزَوَّرَةٌ فِيْ ثَلْبِ النُّعْمَانِ كُلُّهَا
كَذِبٌ۔

(میزان الاعتدال جلد سوم حرف النون ص ۲۳۸
مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

نعیم بن حماد خزاعی کے متعلق ابو داؤد نے کہا۔ کہ اس کے پاس بیس احادیث تھیں جنہیں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتا تھا۔ لیکن اُن کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ اور نسائی نے اسے ضعیف کہا ...... ازدی کا کہنا ہے۔ کہ نعیم بن حماد سنت کی مضبوطی و تقویت کے موضوع پر احادیث اپنی طرف سے بنا لیا کرتا تھا.

اسی طرح امام ابو حنیفہ کے عیوب ونقائص بیان کرنے کے لیے من گھڑت حکایات ادر ادھر اُدھر کی باتیں کیا کرتا تھا۔ جو تمام کی تمام جھوٹی ہیں۔

جواب دوم:

روایت مذکورہ کی نسبت حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کی طرف ہے۔ تھوڑا سا آگے چل کر صاحب تاریخ بغداد نے اسی روایت کو امام اوزاعی کی طرف سے بیان کیا ہے۔ گویا جناب سفیان ثوری اور امام اوزاعی نے جب امام ابو حنیفہ کی موت کی خبر سنی۔ تو دونوں حضرات نے ایک جیسے الفاظ کہے۔ قطع نظر اس کے کہ یہ اتفاق کس طرح ہوا۔ ان دونوں جلیل القدر شخصیات کے وہ ارشادات جو انہوں نے امام اعظم کے فضائل ومناقب میں بیان فرمائے۔ وہ اُن کے اس قول کی نفی کرتے ہیں۔ ہم سردست ایک تو تاریخ بغداد کی عربی عبارت کی بجائے صرف ترجمہ پر اکتفا کریں گے۔ اور دوسرا وہ تمام روایات درج نہیں کریں گے۔ جو ان دونوں سے شان ابی حنیفہ میں مروی ہیں۔ بطور نمونہ ایک دو کا ذکر ہی کافی ہوگا۔ ملاحظہ ہو کہ سفیان ثوری نے کیا فرمایا۔

تاریخ بغداد:

جب حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کے بھائی عمر بن سعید کا انتقال ہوا۔ تو ابوبکر بن عیاش نے اپنے ساتھیوں کو لیا اور سفیان ثوری کے گھر ان کے بھائی کی تعزیت کے لیے آئے۔ گھر تعزیت کرنے والوں سے بھر گیا تھا۔ ان میں عبداللہ بن ادریس بھی تھے۔ اتنے میں امام ابو حنیفہ اپنے ساتھیوں کی معیت میں جناب سفیان کے گھر تشریف لائے۔ جناب سفیان ثوری ان کے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے۔ امام ابو حنیفہ کو گلے سے لگایا۔ اور اپنی مسند پر انہیں بٹھایا۔ اور خود ان کے سامنے باادب بیٹھ

گئے ابوبکر بن عیاش کا کہنا ہے۔ کہ یہ دیکھ کر مجھے سخت غصہ آیا۔ مجھے غصہ میں آیا دیکھ کر عبداللہ بن ادریس بولے۔ کہ تجھ پر افسوس ہے۔ بلاوجہ غصہ کر رہا ہے۔ کاش تجھے حقیقت حال کا علم ہوتا۔ بہرحال ہم بیٹھے رہے۔ اور اس انتظار میں تھے۔ کہ لوگ چلے جائیں۔ اتنے میں میں (ابوبکر) نے عبداللہ بن ادریس سے کہا۔ کہ دیکھو اتنے میں ہم نے سفیان ثوری سے کہا۔ کہ آپ نے آج وہ کام کیا۔ جو نہ مجھے پسند آیا۔ اور نہ ہی میرے ساتھی اس سے خوش ہیں۔ سفیان ثوری نے پوچھا۔ کونسا ایسا کام مجھ سے ناگوار ہو گیا۔ جو آپ کو اچھا نہیں لگا۔ میں نے کہا۔ کہ تم نے ابوحنیفہ کی اس قدر عزت کی۔ اُن کے استقبال کے لیے کھڑے ہوئے ان کو گلے لگایا پھر انہیں اپنی مسند پر بٹھایا۔ اس قدر عزت افزائی نہ مجھے اچھی لگی۔ اور نہ میرے ساتھیوں کو ایک آنکھ بھائی۔ تو اس پر سفیان ثوری کہنے لگے۔ تم اس کو ناپسند کیوں کرتے ہو۔ کیا دیکھتے نہیں۔ کہ

هٰذَا رَجُلٌ مِنَ الْعِلْمِ بِمَكَانٍ فَاِنْ لَمْ اَقُمْ لِعِلْمِهٖ قُمْتُ لِسِنِّهٖ وَاِنْ لَمْ اَقُمْ لِسِنِّهٖ قُمْتُ لِفِقْهِهٖ وَاِنْ لَمْ اَقُمْ لِفِقْهِهٖ قُمْتُ لِوَرَعِهٖ فَاَحْجَمَنِيْ فَلَمْ يَكُنْ عِنْدِيْ جَوَابٌ۔

(ص ۳۴۱ جلد سوم)

ترجمہ:

یہ شخص علم میں ایک اعلیٰ مقام رکھتا ہے۔ میں اُسے دیکھ کر کھڑا ہوا اور اگر اس کے علمی مرتبہ کے لیے کھڑا نہ ہوتا۔ تو اس کی عمر کی وجہ سے کھڑا ہوتا۔ (کیونکہ وہ عمر میں مجھ سے بڑا ہے) اور اگر عمر کی وجہ سے بھی کھڑا نہ ہوتا۔ تو اس کے تفقہ فی الدین کی وجہ سے کھڑا ہوتا۔ اور اگر فقہ بھی قیام کا سبب نہ ہوتا تو اس کا متقی اور پرہیزگار ہونا مجھے کھڑا ہونے پر مجبور کرتا (ابوبکر عیاش

کہتے ہیں۔) جب جناب سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنے قیام کی یہ وجوہات بتلائیں۔ تو میں لاجواب ہو گیا۔

یہ تھا ایک رویّہ جناب سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کے احترام و تعظیم کا۔ جو انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ برتا۔ اب امام اوزاعی رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ اسی کتاب سے درج ہے۔ ملاحظہ ہو۔

تاریخ بغداد:

سیدنا حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک مرتبہ امام اوزاعی کو ملنے شام آیا۔ تو امام موصوف نے مجھے کہا۔ اے خراسانی! ابوحنیفہ کنیت کا ایک مرد کوفہ میں ظاہر ہوا۔ یہ بدعتی کون ہے؟ عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں۔ کہ میں اس کا جواب دینے کی بجائے وہاں سے واپس آگیا۔ اور اپنے گھر میں رکھی ابوحنیفہ کی کتابوں کو دیکھنے لگا۔ ان میں سے چند چیدہ چیدہ مسائل لے کر تین دن بعد پھر امام اوزاعی کے ہاں حاضر ہوا۔ امام اوزاعی مسجد کے امام اور مؤذن بھی تھے۔ کتاب میرے ہاتھ میں دیکھی۔ دیکھ کر پوچھا۔ یہ کونسی کتاب ہے۔ اس کے جواب میں میں نے وہ کتاب ہی آن کو دے دی۔ کتاب لے کر پڑھنے لگے۔ ایک مسئلہ کے عنوان پر نظر پڑی۔ کتاب کو چھوڑا اور اذان کہی۔ فارغ ہونے پر پھر کتاب کو پڑھنا شروع کر دیا۔ کچھ حصہ پڑھا۔ اُسے بند کیا اور جیب میں ڈال لی نماز پڑھانے کے بعد پھر اُس کو نکال کر پڑھنا شروع کر دیا۔ اور پوچھا کہ اس کے لکھنے والا النعمان بن ثابت کون ہے۔

قُلْتُ شَيْخٌ لَقِيتُهُ بِالْعِرَاقِ فَقَالَ هٰذَا نَبِيلٌ مِنَ الْمَشَايِخِ إِذْهَبْ فَاسْتَكْثِرْ مِنْهُ قُلْتُ هٰذَا أَبُوحَنِيفَةَ نَهَيْتَ عَنْهُ (جلد ۱۳ ص ۳۳۸)

ترجمہ:

میں نے کہا ایک بہت بڑا شیخ ہے۔ جس سے میں نے عراق میں ملاقات کی ہے۔ یہ سن کر امام اوزاعی نے کہا۔ کہ یہ تو کوئی عظیم و کبیر مشائخ کرام میں سے معلوم ہوتا ہے۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ کہ اس کے پاس جاؤ اور اس سے اور زیادہ سیکھو۔ یہ سن کر میں نے کہا۔ حضرت! یہی تو ابو حنیفہ ہے۔ جس سے آپ منع کر رہے تھے۔

لمحہ فکریہ:

نجفی شیعی نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی پر الزام دھرنے کے لیے جو جو روایت پیش کی۔ وہ ایک ایسے راوی کی ہے۔ جس سے بیسیوں ایسی احادیث ملتی ہیں۔ جو اس نے خود بنائیں۔ اور پھر کمال جرأت سے اُن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا۔ جو راوی اس قدر بے باک ہو۔ وہ اگر ابو حنیفہ کے متعلق گھر بیٹھ کر کوئی روایت تراش لیتا ہے۔ تو اس میں کون سی تعجب کی بات ہے۔ اور پھر ایسی روایت سے امام ابو حنیفہ کی ذات پر الزام کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔ ایک جھوٹ کو ثابت کرنے کے لیے کئی جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔ اسی طرح من گھڑت روایت اور جھوٹی بات کو ثابت کرنے کے لیے دوسرا جھوٹ یہ بولا۔ کہ مجھے (نعیم بن حماد کو) یہ روایت سفیان ثوری نے بتلائی ہے۔ اور کبھی یہ کہا۔ کہ امام اوزاعی نے مجھے ایسا کہا تھا۔

ان دونوں جلیل القدر شخصیات کے امام ابو حنیفہ کے بارے میں آپ خیال سن چکے ہیں۔ ایک یہ کہے۔ کہ ایسا نابغۂ روزگار کبھی کبھی ملتا ہے۔ اس سے کسب فیض کرو۔ دوسرا اس کے علم و تقوای کے پیش نظر کھڑے ہو کر استقبال کرے۔ اور اپنی مسند پیش کر دے ادھر یہ اور اُدھر وہ کہ "ابو حنیفہ نے اسلامی مشین کے پیچ ڈھیلے کر دیے" ان دونوں

میں کیا تعلق و ربط ہے۔ معلوم ہوا کہ روایت مذکورہ "نعیم بن حماد" کی من گھڑت ہے۔ لہذا کذاب کی من گھڑت روایت نجفی کو اگر یہی نظر آئی۔ تو یہ اس کی پسند ہو گی۔ آخر "تقیہ" کے خوگر کو ایسا پسند ہو گا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض ۵

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوحنیفہ کے فتووں پر عمل کرنے سے منع کیا

حقیقت فقہ حنفیہ:

تاریخ بغداد:

مُحَمَّدُ بْنُ حَمَّادٍ يَقُوْلُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا تَقُوْلُ فِي النَّظْرِ فِيْ كَلَامِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَأَصْحَابِهِ أَنْظُرُ فِيْهَا وَأَعْمَلُ عَلَيْهَا قَالَ لَا. لَا. لَا.

(اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۴۲۵)

ترجمہ:

یعنی محمد بن حماد کہتا ہے۔ کہ میں نے خواب میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور عرض کی۔ کہ کیا ابوحنیفہ کے مسئلوں پر عمل کرنا جائز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا۔ نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۰)

جواب:

جیساکہ واضح طور پر مذکور ہے۔ کہ اس روایت کا راوی "محمد بن حماد" ہے۔ اس کے متعلق نجفی شیعی کو اسمائے رجال کی کتابیں دیکھنا نصیب نہ ہوئیں۔ اور اگر دیکھ کر اس راوی کی حیثیت معلوم ہو گئی تھی۔ تو پھر اس کا ذکر کرنا اس کی انتہائی حماقت ہے۔ کیونکہ نسب کے اعتبار سے یہ مجہول اور روایات کے اعتبار سے غیر محفوظ ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

لسان المیزان:

لَا یُعْرَفُ وَخَبَرُہٗ مُنْکَرٌ اِنْتَھٰی ذَکَرَہُ الْعُقَیْلِیُّ فَقَالَ مَجْھُوْلٌ فِی النَّسَبِ وَالرِّوَایَۃِ حَدِیْثُہٗ غَیْرُ مَحْفُوْظٍ ثُمَّ سَاقَ لَہٗ عَنْ مِھْرَانَ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ فُلَانِ ابْنِ عَبِیْدٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ ابْنِ اَبِیْ رَافِعٍ عَنْ اَبِیْہِ رَفَعَہٗ مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ الخ۔

(لسان المیزان جلد پنجم حرف میم ص ۱۴۶ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

محمد بن حماد سامری غیر معروف ہے۔ اور اس کی روایات منکر ہیں عقیلی نے کہا۔ کہ یہ شخص نسب اور روایت میں مجہول ہے۔ اس کی روایت کردہ حدیث غیر محفوظ ہے۔ الخ۔

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا۔ کہ روایت مذکورہ ایک ایسے شخص کی ہے جس کے نسب کا کوئی پتہ نہیں۔ جس کی روایات منکر ہیں۔ جس کی احادیث غیر محفوظ ہیں۔ ایسے

شخص کی بات سے امام ابوحنیفہ کی شان میں کیا فرق پڑتا ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ یہ سب کچھ خواب میں دیکھا گیا۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ محمد بن حماد راوی مذکور نہ تو صحابی ہے۔ اور نہ ہی تابعین میں شامل ہے۔ اگر ان دونوں طبقوں میں سے ہوتا۔ تو شاید حالت نیند میں دیکھا گیا کچھ وزن رکھتا۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ خواب کے معاملات دوسرے پر دلیل و حجت نہیں بنا کرتے۔ لہٰذا اس خواب کے واقعہ کو امام ابوحنیفہ کے خلاف دلیل و حجت نہیں بنایا جا سکتا۔ ادھر خواب اور خواب دیکھنے والا مجہول النسب والروایہ ہے اور ادھر سفیان ثوری اور امام اوزاعی ایسے ثقہ لوگ ان دونوں میں سے کن کی بات وزنی ہے۔ صاف بات ہے۔ کہ ثقہ اور ہوش و حواس قائم ہوتے ہوئے بیداری میں بات کرنے والے کی بات کا وزن زیادہ ہوتا ہے۔ اور سویا ہوا خواب دیکھنے والا غیر محفوظ و منکر روایات والا ان حضرات کی بات کی برابری کیسے کر سکتا ہے۔ "محمد بن حماد" کا خواب کہتا ہے۔ کہ ابوحنیفہ کے مسائل پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر کرنے اور عمل کرنے سے منع کر دیا۔ اور اُدھر ابوحنیفہ کے بارے میں یہ احتیاطی قول موجود کہ حدیث پاک کے ہوتے ہوئے اور اقوال صحابہ کے سامنے یہ اپنی رائے کو بروئے کار نہیں لاتے تھے۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ ایسی روایات کے ذریعہ نجفی دراصل حسد و کینہ کے ہاتھوں مجبور ہو کر "کھسیانی بلی کھمبا نوچے" کا مصداق بنا ہے۔ اس سے امام ابوحنیفہ کی ذات پر الزام قطعاً ثابت نہیں ہو سکتا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۶

ابوحنیفہ کی کتاب الحیل کی شان

حقیقت فقہ حنفیہ: اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۴۲۷
ابن مبارک کہتا ہے۔ کہ جو شخص ابوحنیفہ کی کتاب الحیل پڑھے۔ تو حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرسکتا ہے۔ مولوی ابن المبارک کہتا ہے۔ مَاوَضَعَ کِتَابَ الْحِیَلِ اِلَّا شَیْطَانٌ۔ کہ کتاب الحیل کسی شیطان نے بنائی ہے۔ ابن مبارک کہتا ہے۔ کہ جس نے کتاب الحیل بنائی ہے۔ وہ ابلیس سے زیادہ شریر ہے۔ اور جو شخص کتاب الحیل کو پڑھے اس کی عورت کو طلاق ہو جائے گی۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۳۱)

جواب اوّل:

اس ایک الزام میں نجفی شیعی نے چار الزامات جمع کر دیے ہیں۔
۱۔ کتاب الحیل کو پڑھنے والا حلال اشیاء کو حرام اور حرام اشیاء کو حلال کر سکتا ہے۔
۲۔ یہ کسی شیطان کی تصنیف ہے۔
۳۔ اس کا مصنف شریر ترین شخص ہے۔
۴۔ اس کے پڑھنے والے پر اسی کی بیوی مطلقہ ہو جاتی ہے۔

ان الزامات کے جواب میں اجمالی طور پر اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے۔ کہ یہ کتاب سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تصنیف نہیں۔ "میزان" میں ذہبی نے کہا ہے۔

ولم نر کتاب الحیل الذی نسب الی ابی حنیفہ

ترجمہ:

یعنی امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب "کتاب الحیل" نامی تصنیف کو ہم نہیں جانتے۔

علاوہ ازیں خطیب بغدادی نے اپنی تصنیف میں اس باب کے اندر جن الزامات جناب عبداللہ بن مبارک کی طرف منسوب کر ذکر کیے۔ ابن تیمیہ اور ابن قیم نے ان تمام الزامات کو رد کر دیا ہے۔ اور اس تردید میں خطیب بغدادی کو بھی ان دونوں نے معاف نہ کیا حیران کن بات یہ ہے۔ کہ خطیب بغدادی نے یہ تمام الزامات جناب عبداللہ بن مبارک کی طرف منسوب کر کے ذکر کیے۔ عبداللہ بن مبارک وہ شخصیت ہیں۔ جو سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے انتہائی عقیدت مند تھے۔ ان کے قابل ذکر شاگردوں میں سے تھے۔ جس کتاب کے بارے میں خطیب بغدادی نے ذکر کیا۔ سرے سے وہ امام ابوحنیفہ کی تصنیف ہی نہیں۔ انہی عبداللہ بن مبارک کی ذکر کردہ روایت مذکورہ کے بارے میں محشی فرماتے ہیں۔

تاریخ بغداد:

وَكَيْفَ يَنْسِبُ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ هٰذَا الْكِتَابَ
اِلٰى اَبِيْ حَنِيْفَةَ مَعَ اَنَّهُ مِنْ تَلَامِذَتِهِ الَّذِيْنَ
كَانُوْا يُبَجِّلُوْنَهُ حَيًّا وَمَيِّتًا كَمَا نَقَلَ ذَالِكَ
الثِّقَاتُ الْعُدُوْلُ نَقْلًا يُفِيْدُ الْعِلْمَ

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن المبارک اس کتاب کو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کیسے کرسکتے ہیں۔ حالانکہ آپ امام صاحب کے ان شاگردوں میں سے ہیں۔ جو آپ کی زندگی میں اور وصال کے بعد بھی آپ کی انتہائی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ اور ان کی شہرت کا باعث بنے۔ جیسا کہ یہ بات، بہت سے باوثوق لوگوں نے بیان کی۔ اور ان ثقہ لوگوں کا بیان کرنا مفید اور علم قطعی ہے۔

بطور نمونہ حضرت عبداللہ بن المبارک کے دو تین تعریفی اقوال اسی تاریخ بغداد سے پیش خدمت ہیں۔

تاریخ بغداد:

ابو وهب محمد بن مزاحم قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الْمُبَارَكِ يَقُوْلُ لَوْ لَا اَنَّ اللهَ اَغَاثَنِيْ بِاَبِيْ حَنِيْفَةَ وَسُفْيَانَ كُنْتُ كَسَائِرِ النَّاسِ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۳۷، ۳۴۷)

ترجمہ:

ابو وہب محمد بن مزاحم نے عبداللہ بن المبارک کو یہ کہتے پایا۔ اگر اللہ تعالیٰ ابوحنیفہ اور سفیان ثوری رضی اللہ عنہما کے ذریعہ میری اعانت نہ فرماتا۔ تو میں بھی عام لوگوں کی طرح (بے علم و جاہل) ہی ہوتا۔

÷

تاریخ بغداد:

محمد بن مزاحم یقول سمعت عبد اللہ بن المبارک یقول رأیت اعبد الناس ورأیت اورع الناس ورأیت اعلم الناس ورأیت افقہ الناس فاما اعبد الناس فعبد العزیز ابی رواد و اما اورع الناس فالفضیل بن عیاض و اما اعلم الناس فسفیان الثوری و اما افقہ الناس فابو حنیفۃ ثم قال ما رأیت فی الفقہ مثلہ

تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۴۲، ۳۴۳ مطبوعہ السلفیہ المدینہ المنورہ طبع جدید)

ترجمہ:

محمد بن مزاحم کا کہنا ہے۔ کہ میں نے عبداللہ بن مبارک سے سنا فرمایا۔ میں (وہ خوش قسمت انسان ہوں کہ جس) نے تمام لوگوں سے بڑھ کر عبادت گزار کی زیارت کی تمام سے زیادہ پرہیزگار کو دیکھا اور سب سے بڑھ کر عالم کو پایا اور جسے فقہ میں بے مثل شخصیت کو دیکھنا نصیب ہوا۔ وہ عبادت گزار عبدالعزیز ابی رواد تھے۔ وہ پرہیزگار جناب فضیل بن عیاض کی شخصیت تھی اور بڑے عالم جناب سفیان ثوری تھے۔ اور فقہ میں بے مثل جناب ابو حنیفہ تھے پھر کہا۔ کہ فقہ میں امام ابو حنیفہ سا کوئی دوسرا میں نے نہیں دیکھا۔

تاریخ بغداد:

مَنْصُوْرِبْنِ هَاشَمْ يَقُوْلُ كُنَّا مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارِكِ بِالْقَادِسِيَّةِ إِذْجَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ الْكُوْفَةِ فَوَقَعَ فِىْ اَبِىْ حَنِيْفَةَ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللهِ وَيْحَكَ اَتَقَعُ فِىْ رَجُلٍ صَلَّى خَمْسًا وَاَرْبَعِيْنَ سَنَةً خَمْسَ صَلَوَاتٍ عَلَى وُضُوْءٍ وَاحِدٍ وَكَانَ يَجْمَعُ الْقُرْاٰنَ فِىْ رَكْعَتَيْنِ فِىْ لَيْلَةٍ وَتَعَلَّمْتُ الْفِقْهَ الَّذِىْ عِنْدِىْ مِنْ اَبِىْ حَنِيْفَةَ۔

ترجمہ:

منصور بن ہاشم کا کہنا ہے۔ کہ ہم مقام قادسیہ میں جناب عبداللہ بن المبارک کے پاس بیٹھے تھے۔ کہ ایک شخص کوفہ سے وارد ہوا۔ اور امام ابوحنیفہ کی شان میں گستاخیاں کرنے لگا۔ یہ دیکھ کر جناب عبداللہ بن المبارک نے فرمایا۔ تیرے لیے بربادی! تو ایسے شخص کے بارے میں نازیبا الفاظ کہہ رہا ہے۔ جس نے پینتالیس سال متواتر پانچ نمازیں ایک ہی وضو سے ادا کیں۔ اور اس کے بارے میں کہ جو ایک رات میں دو رکعتوں میں مکمل قرآن پڑھا کرتا ہے۔ اور فقہ کا جتنا علم مجھ میں دیکھ رہے ہو یہ اسی کا فیضان ہے۔

حضرت عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں خیالات آپ نے ملاحظہ کیے۔ کیا ایسے شخص کا وہ قول ہو سکتا ہے۔ جو نجفی کو تاریخ بغداد سے ملا۔ ان تمام الزامات کی اصل "کتاب الحیل" تھی۔ جو امام اعظم رضی اللہ عنہ سے

تحقیق شدہ کتابوں میں شامل ہی نہیں۔ جس کی تصنیف ہو گی۔ وہ جانے اور الزامات کا جواب بھی اسی پر لازم۔ وہ شیطان ہے۔ شریر ہے۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال میں تبدیل کرنے والا ہے۔ ہمیں اس سے کیا غرض۔ ہاں آخری بات کہ اس کتاب کے قاری کا اپنی بیوی سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ اس بارے میں گزارش ہے۔ کہ "تقیہ" کا ہتھیار اور کس وقت استعمال کرو گے۔؟

جواب اول:

یہ الزام اور اس جیسے دوسرے الزامات جو نجفی شیعی نے تاریخ بغداد سے ذکر کیے۔ اگر تحقیق و تدقیق کی ذرا سی جھلک بھی اس کے اندر ہوتی۔ تو ان الزامات کے ذکر کرنے سے قبل ان کے تحت تحریر شدہ حواشی کا بھی مطالعہ کر لیا ہوتا۔ آیئے روایت مذکورہ کے بارے میں محشی نے کیا لکھا ہے۔ ذرا اسے ملاحظہ کریں۔

تاریخ بغداد:

فِيهَا مُحَمَّدُ ابْنُ الْعَبَّاسِ الْخَزَّازُ تَقَدَّمَ الْقَوْلُ فِيهِ وَزَكَرِيَّا بْنُ سَهْلٍ غَيْرُ مَعْرُوفٍ وَ إِسْحَاقُ الطَّالْقَانِيُّ ذَكَرَهُ الْخَطِيبُ وَقَالَ كَانَ يَقُولُ بِالْإِرْجَاءِ فِيهَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عُمَرَ الْبَرْمَكِيُّ ذَكَرَهُ الْخَطِيبُ وَقَالَ فِي بَعْضِ حَدِيثِهِ نُكْرَةٌ" وَفِيهَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَوْهَرِيُّ ذَكَرَهُ الْخَطِيبُ وَقَالَ فِي حَدِيثِهِ نُكْرَةٌ

(حاشیہ تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص نمبر ۴۲۲)

ترجمہ:

ان روایات میں ایک راوی محمد بن عباس خزاز ہے۔ جس کے متعلق جرح گزر چکی ہے۔ دوسرا راوی ذکریا بن سہل ہے۔ یہ غیر معروف ہے تیسرا راوی اسحاق الطالقانی ہے جس کے متعلق خود صاحب تاریخ بغداد نے کہا کہ وہ مرجیہ فرقہ سے تعلق رکھتا تھا۔ چوتھا راوی ابراہیم بن عمر برمکی ہے خود خطیب بغدادی نے اس کی بعض احادیث کو منکر کہا اور پانچواں راوی عمر بن محمد جوہری بھی منکر الحدیث ہے۔

خلاصۂ کلام:

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر آں کی طرف ایک غلط طور پر منسوب کتاب کے حوالہ سے نجفی نے جو الزامات ذکر کیے۔ اور پھر ان الزامات کا قائل جناب عبداللہ بن مبارک کو لکھا۔ ان الزامات کی تردید میں ہماری گزارشات آپ نے ملاحظہ فرمائیں الحیل نامی کتاب۔ جب امام اعظم کی تصنیف ہی نہیں تو پھر اس کے مندرجات کا ذمہ وار وہ کیوں کر ٹھہریں۔ دوسری بات یہ کہ جب حضرت عبداللہ بن مبارک کسی دوسرے کی زبان سے امام اعظم ابوحنیفہ کے بارے میں بُرے الفاظ سننا گوارا نہ کریں۔ تو وہ خود ایسے الفاظ اپنے شیخ واستاد کے متعلق کب کہہ سکتے تھے۔ تیسری بات یہ کہ اس روایت کے پانچ عدد راویوں پر جرح آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ ان میں سے دو تین راویوں پر خود خطیب بغدادی نے جرح کی۔ ان تمام امور کو اگر نظر انصاف سے دیکھا جاتا تو کبھی بھی امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر الزام دھرنے کی جسارت نہ کی جاتی لیکن بغض اور عداوت قلبی کا کیا علاج؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر۷

ابوحنیفہ کی بیٹھک میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہیں پڑھا جاتا

حقیقت فقہ حنفیہ:

اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۴۲۸ ابن مبارک کہتا ہے۔ وہ مجلس کہ جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہیں پڑھا گیا۔ وہ مجلس ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تھی۔ اور قیس بن ربیع کہتا ہے۔ کہ ابو حنیفہ اجہل الناس تھا۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۱)

جواب:

تاریخ بغداد سے ذکر کردہ یہ روایت قطعاً مقبول نہیں۔ کیونکہ اس سند میں موجود تمام راوی مجہول ہیں۔ صرف ایک راوی کے حالات کتب اسماء رجال میں ملتے ہیں۔ اور وہ ہے عبداللہ بن ادریس۔ اس کا کیا مقام ہے؟ ملاحظہ فرمائیں اگلے صفحہ پر۔

لسان المیزان:

عبد الواحد بن علی بن برھان العکبری
.........وَكَانَ يَمِيلُ إِلَى مَذْهَبِ مُرْجِئَةِ
الْمُعْتَزِلَةِ وَيَعْتَقِدُ اَنَّ الْكُفَّارَ لَا يُخَلَّدُوْنَ
فِي النَّارِ .... كَانَ يَمْشِي مَكْشُوْفَ الرَّأْسِ
وَكَانَ يَمِيلُ إِلَى الْمُرْدَانِ مِنْ غَيْرِ رِيْبَةٍ وَ
وَقَفَ مَرَّةً عَلَى مَكْتَبٍ عِنْدَ خُرُوجِهِمْ فَاسْتَدْعَى
وَاحِدًا وَاحِدًا فَيُقَبِّلُهُ وَيَدْعُو لَهُ وَيُسَبِّحُ
اللهَ فَرَآهَا ابْنُ الصَّبَّاغِ فَدَسَّ لَهُ وَاحِدًا قَبِيحَ
الْوَجْهِ فَاعْرَضَ عَنْهُ وَقَالَ يَا اَبَا نَصْرٍ لَوْ غَيْرُكَ
فَعَلَ بِنَا هٰذَا۔

(لسان المیزان جلد چہارم
ص ۸۲ باب حرف العین
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

عبدالواحد بن علی راوی معتزلہ کی ایک شاخ مرجئہ کی طرف میلان رکھتا ہے۔ اور اس بات کا معتقد تھا۔ کہ کفار دوزخ میں ہمیشہ کے لیے نہیں جائیں گے .... ننگے سر پھرنے کا عادی تھا۔ اور نوعمر خوبصورت لڑکوں کی طرف دلی میلان رکھتا تھا۔ اور اس میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ کرتا تھا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے۔ کہ یہ ایک مدرسہ

کے دروازہ پر کھڑا ہو گیا۔ اور چھٹی کے وقت لڑکوں نے جب نکلنا شروع کیا۔ تو ایک ایک کو بلاتا۔ اُن کے بوسے لیتا۔ دعا کرتا اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا۔ ابن الصباغ نے جب یہ ماجرا دیکھا۔ تو ان لڑکوں میں سے ایک بدصورت لڑکے کو چھپالیا۔ بعد میں عبدالواحد کے سامنے لایا۔ تو اُس بدصورت لڑکے کو دیکھ کر بوسہ لینے کی بجائے اُس نے منہ موڑلیا۔ اور ابن الصباغ سے کہا۔ اے ابو نصر! کاش کہ کوئی دوسرا شخص یہ کرتا۔ (یعنی یہ تنقید اور میرے فعل پر گرفت تمہاری بجائے کوئی دوسرا کرتا۔ تو مجھے افسوس نہ ہوتا۔)

روایتِ مذکورہ کے تمام راویوں میں سے جس کے حالات کتب اسمائے رجال میں ملے۔ وہ آپ نے ملاحظہ کیے۔ ذاتی طور پر نفس پرست اور احکامِ شرعیہ کی خلاف ورزی میں بے باک تھا اور نظریاتی طور پر کفار کے بارے میں ہمیشہ دوزخی ہونے کا قائل نہ تھا۔ ایسے شخص کی زبانی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر یہ الزام کہ ان کی مجلس میں درود و سلام نہیں پڑھا جاتا تھا۔ کون اسے تسلیم کرے گا؟ یہ بات بالکل واضح ہے۔ کہ جس مجلس میں درود شریف پڑھنا منع ہو۔ اس میں برکت ہرگز نہیں وہ محفل اور مجلس نقصان دہ ہوتی ہے۔ دراصل اس روایت کے سہارے ثابت یہ کیا جارہا ہے۔ کہ امام ابوحنیفہ کی مجالس بےسود مند اور منفعت بخش نہیں تھیں۔ حالانکہ اسی تاریخ بغداد میں آپ کی مجالس کا منفعت بخش اور پُر وقار ہونا مذکور ہے۔

تاریخ بغداد:

قیل للقاسم بن معن ابن عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود ترضى ان تكون

مِنْ غِلْمَانِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ قَالَ مَا جَلَسَ النَّاسُ اِلٰی اَحَدٍ اَنْفَعَ مِنْ مَجَالِسَۃِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۳۷)

ترجمہ:

قاسم بن معن سے پوچھا گیا۔ کہ کیا آپ پسند کرتا ہے کہ تو امام ابوحنیفہ کے غلاموں (فرمانبرداروں) میں سے ہو جائے تو اس نے جواب دیا۔ کہ لوگ جن مجالس میں بیٹھے ہیں۔ ان میں سے ابوحنیفہ کی مجالس سے بڑھ کر کوئی بھی منفعت بخش نہیں۔ (یعنی میں اُن کے غلاموں میں سے ہونا بہت پسند کرتا ہوں۔)

تاریخ بغداد:

حدثنا الحماق قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ الْمُبَارِكِ یَقُوْلُ مَا کَانَ اَوْقَرَ مَجْلِسِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ کَانَ یُشْبِہُ الْفُقَھَاءَ وَکَانَ حَسَنَ السَّمْتِ حَسَنَ الْوَجْہِ حَسَنَ الثَّوْبِ وَلَقَدْ کُنَّا یَوْمًا فِیْ مَسْجِدِ الْجَامِعِ فَوَقَعَتْ حَیَّۃٌ فَسَقَطَتْ فِیْ حَجْرِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَھَرَبَ النَّاسُ غَیْرُہٗ فَمَا رَاَیْتُہٗ زَادَ عَلٰی اَنْ نَفَضَ الْحَیَّۃَ وَجَلَسَ مَکَانَہٗ۔

تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۳۶

(مطبوعہ السلفیہ، مدینہ منورہ)

ترجمہ:

حمانی کہتے ہیں۔ کہ میں نے ابن مبارک سے یہ سنا۔ کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی مجلس کس قدر باوقار ہوتی تھی۔ آپ کی مجلس فقہاء کرام کی مجلس کے موافق و مشابہ ہوتی۔ خود امام صاحب خوبصورت، اچھے کپڑے پہننے والے اور بہترین اخلاق و کردار کے مالک تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہم جامع مسجد میں بیٹھے تھے۔ اوپر سے ایک سانپ امام ابوحنیفہ کی گود میں آگرا۔ امام اعظم کے سوا سبھی بھاگ نکلے۔ میں نے بس یہی دیکھا۔ کہ انہوں نے گود جھاڑ کر سانپ پھینک دیا۔ اور بے خوف اپنی جگہ پر بیٹھ گئے

لمحہ فکریہ:

قارئین کرام! امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مجلس کے وقار اور "انفع" ہونے کی بات انہی سے آپ نے سنی۔ جن کی نسبت سے یہ ذکر کیا گیا تھا۔ کہ امام صاحب کی مجلس میں درود و سلام نہیں ہوتا تھا۔ صلوۃ و سلام کے بغیر مجلس انفع نہیں بلکہ واقبح المجالس ہوا کرتی ہے۔ اور اگر کلینی کے کہنے کے مطابق یہ باور کر لیا جائے۔ کہ عبداللہ بن مبارک "امام ابوحنیفہ" کی مجالس کو صلوۃ و سلام سے خالی قرار دیتے تھے۔ تو پھر ان کی شاگردی میں اتنی عمر کیوں صرف کی؟ بس دو چار مجالس کے بعد بھاگ جاتے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ روایت من گھڑت ہے یا کسی اور طرح سے ان کی طرف منسوب کر دی گئی۔

راوی عبدالواحد بھی انتہا درجہ کا مجروح ہے۔ جبکہ عبداللہ بن مبارک نہایت احترام و عقیدت کے پیکر ہیں۔ تو یہ روایت کسی طور پر امام اعظم

پر طعن واعتراض نہیں بن سکتی۔

ہاں اتنا ضرور ہے۔ کہ اس سے نجفی شیعی کی عداوت باطنی اور جہالت کا کا ثبوت مل گیا۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

اعتراض نمبر ۸

حق ابو حنیفہ کے فتویٰ کی مخالفت میں ہے

حقیقت فقہ حنفیہ:

اہل سنت کی معتبر تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۴۳۲ مطبوعہ السلفیہ المدینۃ المنورہ طبع جدید) عمر ابن قیس کہتا ہے۔ جس نے حق ڈھونڈنا ہو وہ کوفہ میں آئے ابو حنیفہ کا فتویٰ معلوم کرکے اس کی مخالفت کرے۔ اور اسی کتاب کے ص ۴۳۴ پر لکھا ہے۔ کہ ابو بکر بن عیاش کہتا ہے۔ سَوَّدَ اللهُ وَجْهَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ۔ کہ خدا ابو حنیفہ کے چہرے کو سیاہ کرے۔ نیز اسی صفحہ میں لکھا ہے۔ کہ اسود ابن سالم کہتا ہے۔ کہ ابو حنیفہ کا نام مسجد میں لینا جرم ہے۔ نیز ص ۴۳۶ پر لکھا ہے۔ کہ سفیان ثوری کہتا ہے۔ کہ ابو حنیفہ ضال اور مضل تھا یعنی وہ خود گمراہ تھا۔ اور دوسروں کو گمراہ کرتا تھا۔ نیز ہارون بن یزید کہتا ہے کہ ابو حنیفہ کے پیروکار نصاریٰ کے مشابہ ہیں۔ نیز امام شافعی کہتا ہے۔ کہ میں نے ابو حنیفہ کے پیروکاروں کی ایک کتاب دیکھی۔ جس میں ایک سو تیس[۱۳۰] ورق تھے۔ اس میں سے اسی[۸۰] قرآن و سنت کے خلاف تھے۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۴۲)

جواب:

نجفی شیعی نے درج بالا عبارت کے اعتراض میں چند امور اکٹھے کر دیئے ہیں جنکی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ "وحق" ابوحنیفہ کے فتویٰ کے خلاف ہے۔
۲۔ ابوبکر عیاش نے ابوحنیفہ کے لیے "چہرہ سیاہ ہونے" کی بددعا کی۔
۳۔ ابوحنیفہ کا نام مسجد میں لینا حرام ہے۔
۴۔ سفیان ثوری نے ابوحنیفہ کو گمراہ اور گمراہ کرنے والا کہا۔
۵۔ بقول ہارون، ابوحنیفہ کے پیروکار عیسائیوں کے مشابہ ہیں۔
۶۔ امام شافعی کے بقول ابوحنیفہ کے پیروکار کی آدھی سے زیادہ فقہ خلافِ قرآن و سنت ہے۔

÷

تردید امر اوّل

"حق" ابو حنیفہ کی مخالفت میں ہے۔ اس روایت کا مرکزی راوی "مؤمل بن اسماعیل" ہے۔ اس کا مقام ملاحظہ ہو۔

میزان الاعتدال:

مؤمل بن اسماعیل .... قَالَ الْبُخَارِیُّ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ وَقَالَ اَبُوْ زُرْعَةَ فِیْ حَدِيْثِهٖ خَطَاءٌ كَثِيْرٌ .... قَالَ مُؤَمَّلُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عِكْرَمَةُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ ..... اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَدَمَ الْمُتْعَةَ الطَّلَاقُ وَالْعِدَّةُ وَالْمِيْرَاثُ هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ

(میزان الاعتدال جلد سوم
ص ۲۲۱ حرف المیم مطبوعہ
مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

امام بخاری نے مؤمل بن اسماعیل کو "منکر الحدیث" کہا۔ ابو زرعہ نے کہا۔ کہ اس کی حدیث میں "خطاء کثیر" ہے۔ مؤمل بن اسماعیل کہتا

ہے۔ کہ ہمیں عکرمہ بن عمار نے سعید المقبری سے اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سُنائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "متعہ" طلاق، عدت اور میراث کو ختم کر دیتا ہے۔ یہ حدیث منکر ہے۔

"مؤمل بن اسماعیل" کے متعلق آپ ملاحظہ کر چکے۔ کہ کس درجہ کا راوی ہے۔ اور اس کی روایت کا کیا مقام ہے۔ ایسے خطا کرنے والے منکر الحدیث اور مجروح راوی کی روایت کس طرح امام ابوحنیفہ کی ذات پر اعتراض بننے کی صلاحیت رکھتی ہے؟ اُدھر اس کے خلاف ثقہ لوگوں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقاہت اور قرآن و سنت کی اتباع میں بہت واضح الفاظ میں آپ کی تعریف کی ہے۔ تاریخ بغداد کی اسی جلد میں جناب مسعر بن کدام سے منقول ہے۔

"امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقہ اور اجتہاد میں جو بھی غور کرے گا وہ اس کا دلدادہ ہو جائے گا۔ انہی کا کہنا ہے۔ کہ جس نے ابوحنیفہ کو اللہ اور اپنے درمیان وسیلہ بنا لیا۔ اُسے کسی چیز کا غم نہیں" (جلد ۱۳ ص ۳۳۹)

جناب سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔

"جو شخص امام ابوحنیفہ کے پاس آجاتا ہے۔ وہ سمجھ لے کہ دنیا کے تمام فقہاء کرام سے بڑھ کر فقیہ کے پاس آگیا۔ (جلد ۱۳ ص ۳۴۴)

قارئین کرام! مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث کی روایت ایک طرف رکھیئے۔ اور جن سے یہ روایت مذکور ہوئی۔ (یعنی مسعر بن کرام) اُن کے اقوال کو ملاحظہ فرمائیں تو نتیجہ واضح ہو جاتا ہے۔ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو خدا کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا اور ان تمام حقائق کے اقوال کے برخلاف "حق بتانا"، ان میں کیا نسبت ہو سکتی ہے؟ کیا باطل فتوے صادر کرنے والے کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا جاتا ہے؟ ان

تمام حقائق سے معلوم ہوا کہ مؤمل بن اسماعیل کی آتقدا میں نجفی شیعی نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقہ اور فتاوٰی و مسائل پر لایعنی اعتراض کر دیا۔ جناب مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے جو بات صحت کے ساتھ ثابت ہے۔ وہ یہی ہے۔ کہ آپ امام صاحب رضی اللہ عنہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ اور ان کی فقاہت کو قرآن وسنت کے مطابق قرار دیتے تھے۔

تردید امر دوم

ابوبکر بن عیاش کی روایت سے نجفی شیعی جو کچھ ثابت کرنا چاہتا ہے وہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ مذکور راوی کو اسمائے رجال کی کتابوں میں اس پایہ کا راوی نہیں مانا گیا۔ کہ اس کی روایت سے دلیل وحجت کا کام لیا جائے۔

میزان الاعتدال:

ابوبکر بن عیاش۔۔۔۔۔۔۔۔ قَالَ اَبُوْنُعَیْمٍ لَمْ یَکُنْ فِیْ شُیُوْخِنَا اَحَدٌ اَکْثَرَ غَلَطًا مِنْهُ۔۔۔۔۔۔۔۔ وَکَانَ یَحْیٰی بْنُ سَعِیْدٍ لَا یَعْبَأُ بِهٖ اِذَا ذُکِرَ عِنْدَهٗ کَلَحَ وَجْهَهٗ۔

(میزان الاعتدال جلد ۴
ص ۴۹۹ مطبوعہ السلفیہ
المدینۃ المنورہ طبع جدید۔)

ترجمہ:

ابونعیم کا کہنا ہے۔ کہ ابوبکر بن عیاش ایسا کثیر الغلط شخص ہمارے مشائخ کرام میں سے کوئی اعتبار نہ کرتے۔ اور حبیب اک
کا ذکر ہوتا۔ تو وہ تیوری چڑھا لیتے تھے۔

کثیر الغلط اور ناقابل اعتبار راوی کی روایت کا سہارا لے کر امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر طعن کیا۔ اور ان کے لیے بددعا ذکر کی۔ ایسی دعا تو نجفی کو اپنے حق میں کروانی چاہیئے تھی۔ کپڑے سیاہ ہیں۔ جھنڈا سیاہ ہے اور اگر چہرہ بھی ایسا ہی ہو جاتا۔ تو "سونے پر سہاگہ" کے مصداق ہو جاتا۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا أُوْلِي الْأَبْصَارِ

تردید امر سوم

"ابوحنیفہ کا نام مسجد میں لینا حرام ہے" روایت مذکورہ کا راوی اسود بن سالم ہے۔ یہ اور اس کے علاوہ اس کی سند میں سے کوئی نہ تھا۔ جناب یحییٰ بن راوی ہیں مجہولوں کے ٹولے کی کہی گئی بات کسی عام آدمی پر موجب طعن نہیں ہو سکتی۔ چہ جائیکہ اس کو ایسی شخصیت کے لیے طعن بنایا جائے۔ جو برسوں تک ایک وضو سے پانچوں نمازیں ادا کرتا رہا۔ دو نفلوں میں پورا قرآن کریم پڑھتا رہا۔ علاوہ ازیں مسجد میں دینی مصروفیات اس قدر تھیں۔ کہ کچھ لوگوں نے اس میں شمولیت کی۔ اور پھر ان کا جنازہ ہی اس مسجد سے اٹھایا گیا۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

*

تاریخ بغداد:

(اعتراض اول کے منسوب الیہ) جناب مسعر بن کدام کہتے ہیں۔ کہ میں امام ابوحنیفہ کے پاس جب ان کی مسجد میں ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔ تو اس وقت آپ نماز صبح ادا فرما رہے تھے۔ فراغت کے بعد ظہر تک آپ نے حاضرین کو دین و اسلام کی باتیں بتلائیں۔ پھر ظہر پڑھی۔ اور عصر تک مصروف تعلیم رہے۔ عصر سے مغرب اور پھر عشاء تک یہی سلسلہ جاری رہا مسعر بن کدام کہتے ہیں۔ کہ میں نے دل میں خیال کیا۔ کہ یہ شخص اس قدر درس و تدریس کے بعد تھک جاتا ہوگا۔ اور اُسے شب بیداری کی دولت حاصل نہ ہوگی۔ لیکن میرا خیال درست نہ نکلا۔ حاضرین چلے گئے۔ اور امام ابو حنیفہ مسجد میں نماز نفل کے لیے کھڑے ہوگئے۔ اس قدر قیام اللیل فرمایا کہ صبح ہوگئی۔ گھر تشریف لے گئے۔ کپڑے تبدیل کیے۔ اور نماز فجر کے لیے واپس مسجد میں تشریف لے آئے۔ نماز صبح سے فراغت پر وہی کل والی مصروفیات شروع ہوئیں رات ڈھلی۔ لوگ الوداع ہوئے۔ آپ نے گزشتہ رات کی طرح صبح تک قیام فرمایا میں سب کچھ دیکھتا رہا اسی طرح تیسرا دن اور رات بھی گزر گئے۔ میں امام ابو حنیفہ کی درس و تدریس اور عبادت کی مصروفیات دیکھ کر آپ کا گرویدہ ہوگیا۔ اور پکا ارادہ کر لیا۔ کہ بس اب کہیں نہیں جاؤں گا۔ حتی کہ میں مرجاؤں یا امام ابو حنیفہ کا وصال ہو جائے ان کے اپنے الفاظ سماعت فرمایئے۔

فَلَازَمْتُهُ فِیْ مَسْجِدِهٖ قَالَ ابْنُ اَبِیْ مُعَاذٍ فَبَلَغَنِیْ اَنَّ مِسْعَرًا مَاتَ فِیْ مَسْجِدِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ فِیْ سُجُوْدِهٖ (جلد ۱۳ ص ۳۵۶)

میں (مسعر بن کدام) نے ابو حنیفہ کی مسجد میں رہنے کو اپنے اوپر لازم کر لیا۔ ابن ابی معاذ کہتے ہیں۔ کہ مجھے یہ خبر ملی۔ کہ مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ کا مسجد ابی حنیفہ میں ہی بحالت

سجدہ انتقال ہوا۔

بقولِ نجفی شیعی اسود بن سالم کا کہنا ہے۔ کہ "ابوحنیفہ کا مسجد میں نام لینا حرام ہے" اور ابوحنیفہ کی شخصیت: وہ کہ مسجد سے ضرورت کے بغیر باہر نہیں نکلتے۔ اور پھر تعجب بالائے تعجب یہ کہ "مسعر بن کدام" نے اپنی بقیہ زندگی۔ امام ابوحنیفہ کی میت میں گزار دی۔ اور انہی کی مسجد میں بحالت سجدہ انتقال کیا۔

جن کی تقریباً ساری زندگی خانہ خدا میں دین کی درس و تدریس میں گزری اُن کا نام مسجد میں لینا حرام ہے؟ تو کیا پھر ان کا نام "امام باڑہ" میں لیا جانا چاہیے بنا دِ "کربلاؤں" میں ان کے تذکرے ہونے چاہئیں۔؟ یہ امام ہمارے اہلسنت کے امام ہیں۔ اور ان جیسی نیک و متقی شخصیات کے نام مسجدوں میں ہی بھلے لگتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

تردید امر چہارم

"ابوحنیفہ گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے" کیا یہ بات جناب سفیان ثوری نے کہی؟ ؎ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

یہی سفیان ثوری ہیں۔ کہ جن کے ارشادات (جناب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق) ہم اعتراض نمبر۲ میں بیان کر چکے ہیں۔ یعنی امام اعظم کے استقبال کے لیے کھڑے ہوئے۔ انہیں اپنی مسند پر بٹھایا۔ خود سامنے مؤدبانہ بیٹھ گئے۔ پوچھا گیا۔ کہ آپ نے اس قدر ان کی تعظیم کیوں کی۔ تو فرمایا۔ یہ ہر اعتبار سے لائق احترام ہیں۔

علم، عمر، تفقہ فی الدین، زہد و تقویٰ ایک سے ایک بڑھ کر خوبی ان میں موجود ہے۔ جو ان کی تعظیم کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ جناب سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد اور اس قسم کے دوسرے اقوال اگر نجفی شیعی دیکھ لیتا۔ تو بے بنیاد الزام نہ دھرتا۔
علاوہ ازیں جناب سفیان ثوری کی طرف منسوب اس روایت کے ذیل میں حاشیہ پر بھی اگر نظر پڑ جاتی۔ تو پھر بھی کاش شرم آجاتی۔ محشی رقم طراز ہیں۔

حاشیہ تاریخ بغداد:

فِيْهَا اَبُوْ نَعِيْمٍ (اَعْنِيْ) اَلْحَافِظُ شَيْخٌ قَالَ الْخَطِيْبُ كَانَ رَجُلًا شَدِيْدَ الْعَصَبِيَّةِ فَقَالَ الْحَافِظُ مُحَمَّدُ بْنُ طَاهِرٍ الْمُقَدَّسِيْ سَمِعْتُ اِسْمَاعِيْلَ بْنَ اَبِي الْفَضْلِ بِهَمْدَانَ وَكَانَ مِنْ اَهْلِ الْمَعْرِفَةِ يَقُوْلُ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْحُفَّاظِ لَا اُحِبُّهُمْ لِشِدَّةِ تَعَصُّبِهِمْ وَقِلَّةِ اِنْصَافِهِمْ اَبُوْ نَعِيْمٍ الْحَافِظُ وَالْحَاكِمُ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبُوْ بَكْرٍ الْخَطِيْبُ وَفِيْهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ حَبَّانٍ اَبُوْ شَيْخٍ وَقَدْ تَقَدَّمَ وَفِيْهَا سَالِمُ بْنُ عِصَامٍ ذَكَرَهُ اَبُوْ نَعِيْمٍ فِيْ تَارِيْخِ اَصْبَهَانَ فَقَالَ كَانَ كَثِيْرَ الْحَدِيْثِ وَالْغَرَائِبِ وَمَعَ هٰذَا فَلَا تَنْسَ مَا قَدَّمْنَاهُ لَكَ عَنِ الثَّوْرِيِّ مِمَّا نَقَلَهُ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ مِنْ ثَلْمِ الثَّوْرِيِّ

عَلَی الْاِمَامِ اَبُوْحَنِیْفَۃ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۴۲۶۳ تا ۴۳۶
مطبوعہ السلفیہ المدینہ المنورہ طبع جدید)

ترجمہ:

مذکورہ روایت میں ایک راوی "ابونعیم" ہے یعنی حافظ شیخ ابونعیم۔ خطیب کہتا ہے کہ یہ شخص سخت متعصب تھا۔ حافظ محمد بن طاہر مقدسی کا کہنا ہے کہ میں نے ہمدان میں اسماعیل بن ابی الفضل سے جو کہ اہل معرفت تھے، سنا کہ حفاظ الحدیث میں سے تین آدمی مجھے اچھے نہیں لگتے کیونکہ وہ سخت متعصب تھے اور انصاف۔ ان میں نام کا ہی تھا۔ ایک ابونعیم، دوسرا ابوعبداللہ الحاکم اور تیسرا ابوبکر الخطیب۔

روایتِ بالا میں ایک اور راوی عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حبان بھی ہے۔ اس کے بارے میں پہلے گزر چکا ہے۔ (جو مجروح ہے تیسرا راوی سالم بن عصام ہے ابونعیم نے تاریخ اصبہان میں ذکر کیا کہ یہ شخص بکثرت احادیث روایت کرنے والا اور عجیب و غریب ایسی نقل کرنے والا ہے۔ ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے جناب سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے وہ ارشاد جو انہوں نے امام ابوحنیفہ کی تعریف میں کہے۔ جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ تمہیں پیش نظر رکھنے چاہئیں"

خلاصہ یہ کہ جناب امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات اور مقام علم پر جعفری کو کوئی ٹھوس دلیل نہ مل سکی۔ تو اس نے گھسی پٹی روایات کا سہارا لے کر اپنی آخرت برباد کرنے کی مزید کوشش کی۔ اور پھر ایسی روایات جن کا سیاق و سباق دیکھ لیا جاتا۔ ان کے راویوں کے حالات پڑھ لیے جاتے۔ اور منسوب کردہ حضرات کے تعریفی کلمات ملاحظہ کر لیے جاتے تو اس طرح کی ذلیل کی حرکت نہ ہوتی۔ خدا ہدایت عطا فرمائے۔

تردید امر پنجم

""ابو حنیفہ کے پیروکار نصاریٰ کے مشابہ ہیں،، اس روایت کے صرف دو راوی ملتے ہیں۔ اور کتب اسمائے رجال کی رُو سے دونوں ""مجہول،، ہیں۔ ایک کا نام ایوب بن بشار بن یحییٰ اور دوسرے کا نام یزید ابن ہارون ہے۔ اس روایت کا اصل راوی یزید بن ہارون ہے۔ اس نے مذکورہ الزام دھرتے ہوئے کوئی وجہ بیان نہیں کی اور بلا وجہ جرح یا اعتراض قابل اعتبار ہرگز نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس روایت کے ناقابل عمل ہونے کی یہ دو وجوہات ہوئیں۔ اس لیے امام صاحب کے پیروکار ""ملزم،، نہیں بن سکتے۔

""نصاریٰ کی مشابہت،، کس امر میں ہے۔ اس کی وضاحت نہیں کی۔ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ""اللہ کا بیٹا،، کہتے ہیں۔ اگر یہ مشابہت کی وجہ بنائی جائے تو حاشا وکلا امام اعظم رضی اللہ عنہ کا کوئی پیرو اس بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ اور اگر یوں کہا جائے کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُن کے مقام سے بڑھا دیا اسی طرح حنفی بھی امام ابوحنیفہ کو ان کے مقام سے بڑھا دیتے ہیں۔ تو یہ وجہ بھی پہلی وجہ سے بڑھا دیتے ہیں۔ نصاریٰ نے اتنا بڑھایا کہ ""ابن اللہ،، ان بیٹھے۔ لیکن کوئی حنفی امام ابوحنیفہ کو ""ابن اللہ،، کجا پیغمبر ماننے کے لیے بھی تیار نہیں۔ یا یہ کہ عیسائی حضرت عیسیٰ کے مقابلہ میں کسی دوسرے پیغمبر کو ""برابر،، نہیں سمجھتے اگر یہ بات ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ حنفی امام اعظم کے مقابلہ میں دوسرے ائمہ کی مساوات کے

قائل نہیں۔ تو یہ بات درست ہے۔ لیکن اس وجہ کے پیش نظر نجفی وغیرہ بھی نصاریٰ کے مشابہ ہو جائیں گے۔

مختصر یہ کہ تشبیہ میں کسی ایک امر کی مناسبت ہوتی ہے۔ مشبہ اور مشبہ بہ میں تمام امور میں مماثلت اور مشابہت نہیں ہوتی۔ مثلاً بلی شیر کی طرح ہے۔ تو کیا تمام امور میں دونوں ایک جیسے ہیں۔ بلی چوہے کا شکار کرتی ہے۔ دودھ پیتی ہے۔ قد پست ہوتی ہے۔ میاؤں میاؤں کرتی ہے۔ کتے سے ڈرتی ہے۔ کیا شیر میں بھی یہ تمام باتیں موجود ہیں۔ ہرگز نہیں تو معلوم ہوا۔ کہ دو چیزیں اس وقت باہم مشابہ کہلاتی ہیں جب اُن میں کسی ایک امر میں اتحاد ہو۔ یزید بن ہارون نے ابو حنیفہ کے پیروکاروں کو نصاریٰ سے مشابہ قرار دیا۔ آخر کس بات میں؟ اس کی کچھ وضاحت ہم سطورِ بالا میں کر چکے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ اس روایت سے شاگردانِ امام اعظم رضی اللہ عنہ پر کوئی الزام نہیں آتا

تردید امر ششم

"شاگردانِ امام اعظم میں سے کسی کی کتاب کو دیکھ کر امام شافعی کہتے ہیں۔ کہ اس کتاب کے ۶۰/۸ صفحات صحیح مسائل پر مشتمل ہیں"۔ سیدنا امام محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ عنہ کو جو عقیدت امام ابو حنیفہ کے ساتھ تھی۔ اگر اس کی ایک آدھ جھلک نجفی ملاحظہ کر لیتا۔ تو اس قسم کی بے تکی روایات امام شافعی کی طرف سے پیش کرتے وقت بار بار سوچتا ہم امام شافعی کے خیالات ذکر کرنے سے قبل روایتِ مذکورہ کے راویوں کا کچھ تذکرہ کیے دیتے ہیں۔ تاکہ روایت کے میدان میں ان کی حیثیت متعین ہو جائے۔

تمہارے ائمہ نے ایسا مس جائز قرار دیا ہے۔ (حوالہ جات ملاحظہ ہوں)

وسائل الشیعہ

عَنْ علی بن جعفر قَالَ سَأَلْتُ اَبَا الْحَسَنِ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنِ الرَّجُلِ یُقَبِّلُ قُبُلَ اِمْرَاَتِہٖ قَالَ لَا بَأْسَ وَرَوَاہُ الشَّیْخُ بِاَسْنَادِہٖ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ یَعْقُوْبَ مِثْلَہٗ

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۷۷)
(۲۔ فروع کافی کتاب النکاح باب نوادر جلد پنجم ص ۴۹۷)
(۳۔ حلیۃ المتقین ص ۱۴۱ در آداب زفاف مطبوعہ تہران طبع قدیم)

ترجمہ:

علی بن جعفر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے موسیٰ رضا علیہ السلام سے پوچھا۔ اس آدمی کے بارے میں کہ جو اپنی بیوی کی پیشاب گاہ کا بوسہ لیتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس میں کوئی خوف نہیں۔

نوٹ:

"وسائل الشیعہ" کے جس باب سے ہم نے یہ روایت ذکر کی ہے اس کے الفاظ مع ترجمہ ملاحظہ ہوں۔

بَابُ جَوَازِ تَقْبِیْلِ الرَّجُلِ قُبُلَ زَوْجَتِہٖ

وَمُبَاشِرَتِهٖ اَمَتَهٗ بِاَيِّ عُضْوٍ كَانَ مِنْ بَدَنِهٖ لِتَلَذُّذِهٖ
لَا بِغَيْرِ بَدَنِهٖ۔

اس باب میں وہ روایات ذکر کی جارہی ہیں جن میں مذکور ہوگا کہ مرد اپنی بیوی کی شرم گاہ کو چوم سکتا ہے اور یہ جائز ہے۔ اور ایسی روایات بھی درج ہوں گی جن میں اس امر کی اجازت مذکور ہوگی کہ اپنی بیوی اور لونڈی کے ساتھ اپنے تمام اعضاء میں سے کسی عضو کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی جائے۔ تاکہ اس سے زیادہ مزا آئے۔ تو یہ بھی جائز ہے۔ ہاں اعضاء کے علاوہ کسی باہر کی شئے سے ایسا کرنا جائز نہیں۔

ان تین عدد حوالہ جات میں اور خاص کر وسائل الشیعہ میں نجفی کے مس کی پوری تشریح موجود ہے۔ بے چارہ کیا کرے بڑی کوشش کرتا ہے۔ کہ ہماری عادات بھی سنی اپنا لیں لیکن دال نہیں گلتی۔ وسائل الشیعہ والے نے اس عجیب وغریب طریقوں کی علت بھی بیان کر دی یعنی اس کے طریقے اپنانے سے "سواد چوکھا" آتا ہے۔ واقعی شیعہ مرد جب اپنے امام کے اس قول پر عمل کرے گا۔ تو ان کے فوائد ضرور حاصل ہوں گے اور لذت ملے گی یعنی بوسہ لینے والے کے منہ میں اگر شربت بزوری چلا جائے۔ تو وہ لذت آئے گی۔ جو شیر مادر میں بھی نہ تھی۔ اور اسی شیرینی کا دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر استہزاء کرنا آسان ہو جائے گا معلوم ہوتا ہے کہ نجفی نے یہ قلعہ فتح کر لیا ہے۔ اور یہ منزل طے کر لی ہے اس لیے اس "آب حیات" کی بدولت اس پر وہ راز کھلتے ہیں۔ جو شیطان کو بھی نہ سوجھے۔ اور ایسی گندی زبان ہونا ظاہر ہے کہ اس زبان کا کسی شیعہ عورت کی شرمگاہ میں پھیرتے رہنے کا نتیجہ ہی ہے۔

☆

اعتراض نمبر ۵۴

جنت میں خدا ایک ایسی مخلوق پیدا کرے گا جس کا پچھلا حصہ عورتوں اور اوپر والا حصہ مردوں جیسا ہوگا

حقیقت فقہ حنفیہ: الدر المختار

سنی فقہ میں ہے۔ کہ جنت میں خدا ایک ایسی مخلوق پیدا کرے گا۔ کہ نِصفُہُمُ الْاَعْلٰی کَالذُّکُوْرِ وَالْاَسْفَلِ کَالْاُنَاثِ جس کا اوپر والا آدھا حصہ مردوں کی طرح ہوگا اور نیچے والا حصہ عورتوں کی طرح ہوگا۔ اور اہل جنت ان سے وطی فی الدبر کریں گے۔

(الرد المختار کتاب الحدود،
باب وطی۔ جلد دوم ص ۸۵)

نوٹ:

فقہ نعمان تیرے قربان یہ مذہب علمۃ المشائخ کا اتنا رسیا ہے۔ کہ فردوس بریں میں بھی یہ خواہش رکھتے ہیں۔ کہ ان کو یہ عادت پورا کرنے کے اسباب میسر ہوں ....
سنی فقہ میں ہے۔ کہ جب رات کو گھر میں کوئی میت ہو جائے۔ تو اسی رات بیوی سے ہمبستری کرنا سنت حضرت عثمان ہے کیونکہ ام کلثوم زوجہ عثمان نے جس رات وفات پائی تو عثمان نے اسی رات اپنی دوسری بیوی سے مباشرت کی تھی۔

نوٹ: (بخاری شریف کتاب الجنائز باب من یدخل قبر المرأۃ ص۱۷۱)

بلے بلے بخاری شریف میت کی روح کو ثواب پہنچانے کے لیے کیا نیک عمل تجویز کیا ہے سنی بھائیوں کو چاہیے۔ کہ اس عبادت سے کوتاہی نہ کریں۔ جب بھی

موقع آئے تو یہ عبادت ضرور سرانجام دیں۔ اور اس کا ثواب اپنی میت اور روح، عثمان کو ہدیہ کریں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۶)

جواب:

نجفی نے اس ایک اعتراض میں در اصل دو اعتراض کیے ہیں۔ ایک یہ کہ سنی کہتے ہیں۔ کہ جنت میں اللہ تعالیٰ ایسی مخلوق بنائے گا۔ جس کا اوپر والا دھڑ مردوں کا اور نچلا عورتوں والا ہوگا۔ اور جنتی ان سے وطی فی الدبر کریں گے۔ اور اعتراض میں چالاکی یہ کی گئی ہے کہ دو مختلف عبارتوں کو جوڑ کر غلط مطلب نکالا گیا۔ ایسی مخلوق کے وہاں بنائے جانے کا تو ذکر ہے۔ لیکن ان سے جنتیوں کا وطی فی الدبر کرنا نجفی کا اختراع ہے۔ در مختار کی عبارت پیش خدمت ہے۔

درمختار:

(وَلَا تَكُونُ) اللِّوَاطَةُ (فِي الْجَنَّةِ عَلَى الصَّحِيحِ لِاَنَّهُ تَعَالَى اِسْتَقْبَحَهَا وَسَمَّاهَا خَبِيثَةً وَالْجَنَّةُ مُنَزَّهَةٌ عَنْهَا فتح وَفِي الْاَشْبَاهِ: حُرْمَتُهَا عَقْلِيَّةٌ فَلَا وُجُودَ لَهَا فِي الْجَنَّةِ وَقِيلَ سَمْعِيَّةٌ فَتُوجَدُ۔ وَقِيلَ يَخْلُقُ اللّٰهُ تَعَالَى طَائِفَةً نِصْفُهُمْ الْاَعْلَى كَالذُّكُورِ وَالْاَسْفَلِ كَالْاِنَاثِ۔۔ وَالصَّحِيحُ الْاَوَّلُ۔ وَفِي الْبَحْرِ حُرْمَتُهَا اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا لِحُرْمَتِهَا عَقْلًا وَشَرْعًا وَطَبْعًا ، وَالزِّنَا لَيْسَ بِحَرَامٍ

طَبْعًا۔

ترجمہ:

قول صحیح یہی ہے۔ کہ جنت میں لواطت نہیں ہوگی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے قبیح کہا۔ اور اسے خبیث بھی کہا۔ اور جنت خباثتوں اور قباحتوں سے پاک جگہ ہے۔ "اشباہ" میں ہے۔ کہ لواطت کی حرمت عقلی ہے لہٰذا جنت میں اس کا پایا جانا ناممکن ہے۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ اس کی حرمت آیات واحادیث کے ذریعہ ہے۔ (عقلی نہیں بلکہ سمعی ہے) لہٰذا جنت میں ہو سکتی ہے۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسا گروہ پیدا کرے گا۔ جن کے جسم کا اوپر والا آدھا حصہ مردوں کی طرح اور نیچے والا عورتوں کی طرح ہوگا۔ اور صحیح وہی اول قول ہے۔ "بحر" میں ہے۔ کہ لواطت کی حرمت زنا سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ یہ (لواطت) عقلاً، شرعًا اور طبعًا حرام ہے۔ اور زنا طبعًا نہیں۔
اس کی شرح رد المحتار کے الفاظ یہ ہیں۔

رد المحتار:

(قَوْلُهُ وَ قِيْلَ يَخْلُقُ اللّٰهُ تَعَالٰى (الخ) هٰذَا خَارِجٌ عَنْ مَحَلِّ النِّزَاعِ لِاَنَّ الْكَلَامَ فِي الْاِتْيَانِ فِي الدُّبُرِ۔

یعنی صاحب درالمختار کا لواطت فی الجنہ کی بحث کرتے ہوئے یہ ذکر کرنا کہ وہاں اللہ تعالیٰ ایک گروہ پیدا فرمائے گا۔ اس کا ادپر والا دھڑ مردوں کا الخ اس کا بحث سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ علیحدہ مسئلہ ہے۔ علامہ نے یہ اس لیے وضاحت کی۔ کہ نجفی ایسے گندے ذہن کے لوگ اس عبارت کا تعلق لواطت فی الدبر کے ساتھ ملاتے ہیں۔ اور معنی یہ کرتے ہیں۔ کہ جن لوگوں نے جنت میں وطی فی الدبر کا قول کیا ہے۔ اور اس کے وقوع کے قائل ہیں۔ وہ اس کا حل یہ بتلاتے ہیں۔ کہ اس فعل کے لیے اللہ تعالیٰ جنت میں ایک گروہ پیدا کرے گا الخ اس گروہ کے افراد کے ساتھ لواطت کی جائے گی۔

صاحب درالمختار نے اس بارے میں فیصلہ صادر فرمایا۔ کہ قول اول ہی صحیح ہے یعنی جنت میں یہ خبیث و قبیح فعل نہیں ہو سکتا۔ اس کی حرمت جب ہر طرح سے مکمل ہے۔ اور زنا سے بھی زیادہ جرم ہے۔ تو زنا جب نہیں ہوگا۔ اس کے امکانات کس طرح ہو سکتے ہیں۔ "قِیلَ"، سے ذکر کرنا خود کمزوری کی دلیل ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ نجفی کا اہل سنت پر یہ بہتان ہے۔ اور امام قائم جب آئیں گے۔ تو ان چیسوں کی خبر سب سے پہلے لیں گے۔

(رجال کشی ص ۲۰۳)

دوسرا اعتراض نجفی کا یہ تھا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے انتقال کرنے پر اسی انتقال کی رات اپنی دوسری بیوی سے ہم بستری کی۔ لہٰذا سنیوں کو یہ سنت زندہ کر کے حضرت عثمان اور میت کو ثواب پہنچانا چاہیے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے متعلق واقعہ کا تفصیلی جائزہ ہم تحفہ جعفریہ جلد چہارم ص ۲۱۱ پر دے چکے ہیں۔ اس کا مطالعہ کریں۔ تو اس اعتراض کا جواب مکمل طریقہ سے

آپ پائیں گے۔ یہاں سردست ایک بات ذکر کر دیتے ہیں۔ کہ نجفی وغیرہ کو یہ بڑا قلق ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیوں کی یکے بعد دیگرے حضرت عثمان سے شادی کیوں کی؟ اسی پریشانی کو کبھی یہ کہہ کر مٹانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کہ ام کلثوم اور رقیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں نہ تھیں کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمان ایسے تھے ویسے تھے خواہ کچھ بھی ان دونوں صاحبزادیوں کا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان سے نکاح کیا تھا۔ آپ کو مسلمان اسی ذوالنورین، اسی وجہ سے کہتے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو حضرت عثمان سے پیار تھا۔ وہ شیعوں کے واویلا کرنے سے کم نہیں ہو سکتا۔ اس پیار کی ایک جھلک تم اپنی کتاب سے بھی دیکھ لو۔

المبسوط:

وَزَوَّجَ بِنْتَيْهِ رُقَيَّه وَاُمَّ كَلْثُوْم عُثْمَانَ، لَمَّا مَاتَتِ الثَّانِيَةُ فَالَ لَوْ كَانَتْ ثَالِثَةٌ لَزَوَّجْنَاهُ اِيَّاهَا۔ (المبسوط جلد چہارم ص ۱۵۰ خصائص النبی فی النکاح۔ مطبوعہ حیدریہ تہران)

ترجمہ:

آپ نے اپنی دونوں صاحبزادیاں رقیہ ام کلثوم عثمان کے عقد میں دے دیں۔ جب دوسری فوت ہوئیں۔ تو فرمایا اگر تیسری ہوتی۔ تو میں اس کی شادی بھی عثمان سے کر دیتا۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

اعتراض نمبر ۵۵

نعمانی فقہ میں بکری اور بیوی میں تمیز نہیں رکھی گئی

حقیقت فقہ حنفیہ: ہدایہ مع الدرایہ

وَالنِّكَاحُ يَنْعَقِدُ بِلَفْظَةِ الْبَيْعِ۔

(ہدایہ مع الدرایہ کتاب النکاح جلد دوم ص ۳۰۵)

ترجمہ:

کہ نکاح لفظ بِعْتُ کے ساتھ واقع ہو جاتا ہے۔

نوٹ:

کیا کہنا فقہ نعمان کا کیونکہ بِعْتُ کا معنی ہے میں نے بیچا۔ گویا نعمانی فقہ میں بیوی اور بکری میں تمیز نہیں رکھی گئی بیچی اور خریدی تو بکری جاتی ہے یا اس کے مثل دوسری اشیاء۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۷۔۱۲۸)

جواب:

لفظ بیع کے ساتھ جواز نکاح پر نجفی نے احناف پر جس طریقہ سے اعتراض کیا وہ ایک بھونڈی کوشش ہے۔ کہ "بیوی اور بکری میں تمیز نہ رہی" یہ جملہ بد دیانتی پر مشتمل ہوتے ہوئے ایک لچر اور بازاری انداز سے مذاق کے طور پر کہا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس انداز سے نجفی کی حماقت اور جہالت بھی ٹپک رہی ہے۔ وہ اس طرح کہ گذشتہ ادوار میں غلاموں اور لونڈیوں کا کاروبار ہوتا تھا کسی لونڈی کے خریدتے وقت خریدار اس

کی پوری شخصیت کا مالک بن جاتا ہے۔ یعنی اس کے تمام جسمانی اعضاء مملوکہ قرار پاتے ہیں۔ اسے فقہی اصطلاح میں "ملک رقبہ" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور یہ بات اسی قانون سے واضح ہے۔ کہ جہاں ملک رقبہ آئے گی۔ وہاں ملک بضع "بھی آجائے گی۔ یاد رہے کہ "ملک بضع" ایک آزاد عورت کے ساتھ نکاح ہونے کی صورت میں اس کے خاوند کو جس عضو کی ملکیت ازروئے شرع ملی ہے وہ عورت کی غلیظ شرمگاہ ہے۔ چونکہ لونڈی کے لین دین کے وقت لفظ بیع وشراء بولا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ مال ہے۔ اسی طرح مجازی طور پر ملک بضع حاصل کرنے کے لیے اگر بیع کے لفظ سے اسے تعبیر کیا گیا۔ تو اس سے مجازاً عقد ہو جائے گا۔ اصل مسئلہ یہ تھا۔ جسے جہالت اور بددیانتی سے نجفی نے کچھ کا کچھ بنا دیا۔

یہ اسی طرح درست ہے۔ جس طرح لفظ "ہبہ" سے نکاح ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو ارشاد فرمایا۔ اِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ الخ۔ بیع کی طرح وہی تقریر لفظ "ہبہ" پر بھی چسپاں ہو سکتی ہے۔ کیونکہ "ہبہ" تو بچی کی جاتی ہے۔ اور ہبہ کے ذریعہ نکاح کا جواز اللہ تعالیٰ نے کر دیا۔ لہٰذا القول نجفی اللہ تعالیٰ کے ہاں بکری اور بیوی میں کوئی تمیز نہیں۔ والعیاذ باللہ

درحقیقت یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے۔ اسی لیے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک "بیع" کے ہم معنی الفاظ سے نکاح کا انعقاد نہیں ہوتا لیکن امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ اس طرح مجازاً نکاح ہو جاتا ہے۔ ہدایہ کی عبارت مع حاشیہ ملاحظہ ہو۔

الہدایہ

قَوْلُهُ هُوَ الصَّحِيْحُ اِحْتِرَازٌ عَنْ قَوْلِ

اَبِیْ بَکْرِ الْاَعْمَشِ فَاِنَّهٗ یَقُوْلُ لَا یَنْعَقِدُ بِلَفْظِ الْبَیْعِ لِاَنَّهٗ خَاصٌّ لِتَمْلِیْكِ مَالٍ وَالْمَمْلُوْكُ بِالنِّكَاحِ لَیْسَ بِمَالٍ وَلٰكِنَّ الصَّحِیْحَ هُوَ الْاِنْعِقَادُ لِاَنَّ الْبَیْعَ مُوْجِبٌ مِلْكًا هُوَ سَبَبٌ لِمِلْكِ الْمُتْعَةِ فِیْ مَحَلِّهٖ۔

(ھدایہ مع الدرایہ جلد ۲ ص ۳۰۵)

ترجمہ:

مصنف کا ھو الصحیح کہنا دراصل ابوبکر اعمش کے اس قول سے احتراز ہے۔ کہ جس میں انہوں نے کہا تھا۔ کہ لفظ بیع سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ لفظ مال کے بدلہ مال کی تملیک کے لیے مخصوص ہے۔ اور جو چیز نکاح میں مملوک بنتی ہے۔ وہ مال نہیں ہے لیکن صحیح مسئلہ یہی ہے۔ کہ اس لفظ سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے کیونکہ بیع کے ذریعہ ملکیت آتی ہے۔ اور یہی ملک متعہ کی اپنے محل میں ملکیت کا سبب بنتی ہے۔

اس استدلال سے معلوم ہوا۔ کہ لفظ "بیع" بلاواسطہ نکاح میں استعمال نہیں کیا گیا۔ یا دوسرے الفاظ میں یہ لفظ حقیقت نکاح کے لیے نہیں .... لیکن ایک واسطہ سے نکاح کے مقصود کو شامل ہے۔ (یعنی ملکیت کی وجہ سے) اس لیے نکاح میں جب ملک تبضع موجود ہے۔ تو اس اعتبار سے بطور مجاز اس سے نکاح ہو جائے گا نجفی کو چاہیئے تھا۔ کہ اس اجتہاد پر گرفت کرتا! اس استدلال کو کمزور کر کے دکھاتا۔ لیکن اس طرف کی اُسے ہوا ہی نہیں لگی۔ اُسے بغض وعناد نے ایسا اندھا کر دیا ہے۔ کہ بس فقہ حنفی پر اعتراض کرنا ہے۔ چاہے اُس سے اس کی اپنی حماقت ٹپکتی ہو۔ اس کو پرواہ نہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اعتراض نمبر ۵۶
سنی فقہ میں نکاح کی شان

حقیقت فقہ حنفیہ: الدر المختار

سنی فقہ میں ہے۔ کہ نکاح ایک ایسی عبادت ہے۔ جو آدم کے زمانہ سے شروع ہے۔ اور جنت میں بھی جاری رہے گی۔

(الدر المختار کتاب النکاح صلہ)

نوٹ:

رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ کتاب النکاح ص ۲۶ میں لکھا ہے۔ کہ نکاح تمام عبادات سے افضل ہے۔ بلے بلے فقہ نعمان جس میں بیوی کے ساتھ ہم بستری کرنے کا اتنا ثواب ہے۔ جس طرح ایک کافر مارنے کا ثواب ہے۔ اور اگر کوئی شخص نامرد ہو یا بڑھا ہو تو وہ پٹھان کی طرح اپس کی تیلی جلائے۔ اور کافروں کی پوری کالونی کو ہی آگ لگا دے۔ قیامت کے دن یہ شخص بھی فی سبیل اللہ جہاد کرنے والوں کی صف میں کھڑا ہوگا۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۳۰)

جواب:

نجفی نے اس عبارت میں دو باتیں قابل اعتراض بنائیں۔ اول یہ کہ نکاح ایسی عبادت ہے۔ جو آدم سے شروع ہوئی۔ اور جنت میں بھی جاری رہے گی۔ اس میں طلب یہ بات ہے۔ کہ کیا نجفی حضرت آدم کے نکاح کرنے کا منکر ہے؟ اگر ایسا ہی ہے۔ تو پھر اپنے حلالی ہونے کا ثبوت کس طرح دے سکے گا۔ بلکہ کوئی بھی

اس اعتراض سے نہ بچ سکے گا۔ اور اگر نکاح آدم کو تو مانتا ہے لیکن جنت میں اس کا ہونا قابلِ اعتراض ہے۔ تو اس سے قرآن کریم کی کئی ایک واضح آیات کا انکار لازم آتا ہے مختصر یہ کہ درمختار کی اصل عبارت ملاحظہ کریں۔ تو نجفی کا اعتراض تارِ عنکبوت سے بھی گیا گزرا نظر آئے گا۔ عبارت یہ ہے۔

لَيْسَ لَنَا عِبَادَةٌ شُرِعَتْ مِنْ عَهْدِ آدَمَ اِلَى الْاٰنَ ثُمَّ تَسْتَمِرُّ فِي الْجَنَّةِ اِلَّا النِّكَاحَ وَالْاِيْمَانَ۔

یعنی ہمارے ہاں کوئی ایسی عبادت نہیں۔ جو حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر اب تک چلی آرہی ہو۔ اور پھر جنت میں بھی وہی جاری ہو۔ مگر صرف دو عبادتیں صرف ایسی ہیں۔ ایک نکاح اور دوسرا ایمان۔

دوم اعتراض یہ کہ "رحمۃ الامۃ" میں مذکور ہے۔ کہ نکاح "جہاد" سے بھی بڑی عبادت ہے۔ نجفی نے اس مقام پر دھوکا اور فریب دینا چاہا۔ کیونکہ جس کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس میں نکاح کی جہاد وغیرہ سے افضلیت ایک خاص حالت میں مذکور ہے لیکن نجفی نے اس خاص حالت کا ذکر ترک کر کے پرلے درجے کی بددیانتی سے کام لیا ہے۔ وہ خاص حالت یہ ہے۔ کہ اگر کسی شخص کی مالی حالت اچھی ہوتے ہوئے جسمانی طور پر وہ اس قدر خواہشات رکھتا ہے۔ کہ اگر وہ نکاح نہ کرے گا تو بدکاری وغیرہ کا ارتکاب کر بیٹھے گا۔ ایسے شخص کے لیے نکاح کر لینا فرض ہے۔ اور اس فرضیت کو نماز روزہ وغیرہ پر افضلیت ہے۔ رہا یہ کہ ہر شخص کے لیے نکاح کو فرض قرار دینا اور پھر جہاد وغیرہ فرائض سے اُسے افضل قرار دینا تو یہ قطعاً خلاف نقل وعقل ہے۔ کیونکہ ہر وہ شخص جو اپنے نفس پر قابو رکھتا ہو۔ کہ وہ زنا کا ارتکاب کرنے سے بچ جائے۔ تو ایسے پرہیزگار کے لیے نکاح کرنا مستحب اور سُنت کا درجہ رکھتا ہے

اس پر فرض نہیں کہ وہ ضرور نکاح کرے۔ فقہ حنفی کے اس مسئلہ کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ اس فقہ میں نکاح کو عبادت سے افضل قرار دیا گیا ہے۔ایک واضح دھوکہ ہے۔ اور بددیانتی کا بڑی مثال ہے۔

اہل تشیع کے ہاں نکاح کی شان

وسائل الشیعہ

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی اَبِیْ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقَالَ لَہٗ هَلْ لَکَ مِنْ زَوْجَۃٍ قَالَ لَا فَقَالَ اَبِیْ مَا اُحِبُّ اَنَّ لِیَ الدُّنْیَا وَ مَا فِیْھَا وَ اَنِّیْ بِتُّ لَیْلَۃً وَ لَیْسَتْ لِیْ زَوْجَۃٌ ثُمَّ قَالَ الرَّکْعَتَانِ یُصَلِّیْھِمَا رَجُلٌ مُتَزَوِّجٌ اَفْضَلُ مِنْ رَجُلٍ اَعْزَبَ یَقُوْمُ لَیْلَۃً وَ یَصُوْمُ نَھَارَہٗ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ کتاب النکاح
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق کہتے ہیں۔کہ ایک شخص میرے والد امام باقر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا۔کیا تمہاری شادی ہو چکی ہے

کہنے لگا نہیں۔ اس پر میرے والد نے فرمایا۔ اگر مجھے دنیا اور اس کی تمام اشیاء دے دی جائیں۔ اور کہا جائے کہ ایک رات اسی طرح بغیر بیوی کے گزارو۔ تو میں یہ بات ہرگز پسند نہ کروں گا۔ پھر فرمایا۔ دو رکعت نماز شادی شدہ مرد کی ادا کرنا اس شخص کی رات بھر کی عبادت اور دن کے روزہ سے بہتر ہے۔ جو کنوارا ہے۔

وسائل الشیعہ:

قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا تَلَذَّذَ النَّاسُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ بِلَذَّةٍ اَكْثَرَ لَهُمْ مِنْ لَذَّةِ النِّسَاۤءِ وَهُوَ قَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاۤءِ وَالْبَنِيْنَ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ۔ ثُمَّ قَالَ وَاِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ مَا يَتَلَذَّذُوْنَ بِشَيْءٍ مِنَ الْجَنَّةِ اَشْهٰى عِنْدَهُمْ مِنَ النِّكَاحِ لَا طَعَامٍ وَلَا شَرَابٍ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ صفحہ ۱۰
کتاب النکاح۔)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ دنیا و آخرت میں لوگوں کے لیے سب سے زیادہ لذت والی بات عورتوں کے ساتھ نکاح کر کے ہم بستری کرنا ہے۔ اور یہی اللہ تعالیٰ کے اس کے قول کا مطلب ہے۔ "لوگوں کے لیے عورتوں اور بچوں کی خواہشات

کی محبت بہت خوبصورت کر دی گئی ہے۔" پھر فرمایا کہ جنتی لوگ بہت سے کھانے پینے کی اشیاء استعمال کریں گے۔ ان تمام سے بڑھ کر لذت وہ نکاح میں پائیں گے۔

وسائل الشیعہ:

عَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ قَالَ سَمِعْتُ الصَّادِقَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ الْعَبْدُ كُلَّمَا ازْدَادَ لِلنِّسَاءِ حُبًّا ازْدَادَ فِي الْاِيْمَانِ فَضْلًا۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ص ۱۱)

ترجمہ:

ابوالعباس کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ نے فرمایا۔ کسی شخص کی جوں جوں عورتوں سے محبت بڑھتی ہے۔ اسی طرح اس کے ایمان میں پختگی اور فضیلت آجاتی ہے

لمحہ فکریہ:

اہل سنت کی ایک کتاب سے مخصوص حالت میں نکاح کو جہاد سے افضل قرار دیا گیا۔ جس پر نجفی کی "رگِ تقویٰ" پھڑکی اور اس پر اعتراض کر دیا۔ اب ذرا اپنے گھر کی خبر لیجئے۔

۱۔ امام باقر رضی اللہ عنہ کے نزدیک دنیا اور آخرت کی تمام اشیاء ایک طرف اور بیوی ایک طرف۔

۲۔ امام جعفر صادق کہتے ہیں۔ کہ دنیا و آخرت میں عورت کی لذت بے مثل ہے۔

۲ ۔ امام جعفر صادق ہی فرماتے ہیں۔ کہ جس قدر عورتوں سے محبت بڑھے گی۔ اتنا ایمان افضل و کامل ہو گا۔

ہم اس مقام پر صرف یہی پوچھتے ہیں۔ کہ وسائل الشیعہ کے مذکورہ اقوال ددائمہ اہل بیت" کے اقوال ہیں۔ یا نہیں ؟ اگر ہیں۔ (جیسا کہ نجفی کا مسلک و مذہب ہے) تو پھر ایک جہاد کیا دنیا و آخرت کی کوئی نعمت بیوی کا مقابلہ نہ کر سکی یعنی بیوی کی تفضیل کلی ہے۔ نماز، روزہ جہاد اور حج وغیرہ تمام ارکانِ اسلام اور فرائض سے بڑھ کر فریضہ نکاح ہے۔ فقہ حنفی تو پھر کہیں پیچھے رک گئی۔ تمہاری فقہ نے تو سب کچھ مات کر دیا۔ اب کرو اعتراض۔ اپنے اماموں پر۔ قارئین کرام یہ صرف زبانی جمع خرچ نہیں۔ بلکہ ان کی کتب کے مطابق ان کے ایسے امام بھی ہوئے ہیں۔ جنہوں نے عمل طور پر یہ افضلیت حاصل کی۔

جلاء العیون

ابن شہر آشوب روایت کردہ است کہ حضرت امام حسن دو لیست و پنجاہ زن برو ایتی بسصد زن بنکاح خود در آورد۔

(جلاء العیون جلد اول ص ۴۲۹ زندگانی امام مجتبیٰ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

"ابن شہر آشوب روایت کرتا ہے۔ کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے اڑھائی سو اور ایک روایت کے مطابق تین سو عورتوں سے شادی کی"

گویا یہ نکاح واقعی ہر دور میں ایک عبادت رہا ہے۔ اور نفلی عبادات پر اس کو افضلیت حاصل ہے۔ اور بہت سے شہوانی خیالات سے۔

مُحَمَّدِ بْنِ محمد بن الاَشْعَثِ وَلَمْ یَکُنْ لَہٗ اَصْلٌ یَعْتَمِدُ عَلَیْہِ۔

(لسان المیزان جلد سوم ص ۱۱۷
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

سہل بن احمد مذکور فضل بن حباب سے روایتِ حدیث کرتا ہے اور رافضی وجھوٹا ہونے کا اس پر الزام ہے۔ یہ الزام لگانے والے امام زہری وغیرہ ہیں۔ ابن الفوارس کا کہنا ہے۔ کہ یہ غالی شیعہ تھا۔ ہم نے اس سے محمد بن محمد بن الاشعث کی کتاب لکھی۔ اس کے پاس کوئی قابلِ اعتماد اصل نہ تھا۔ (جس پر ہمیں بھروسہ ہوتا۔)

الزام لگانے والا کون تھا۔ آپ نے حقیقت حال معلوم کر لی۔ نجفی شیعی کی نسل کا ایک بڑے درجے کا جھوٹا اور رذوالجناح کی لید کو تبرک سمجھ کر کھا جانے والا "سہل بن احمد" ہے۔ اس سے کیا توقع ہو سکتی تھی۔ کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی شان میں کچھ کہتا۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا "حافظ الحدیث نہ ہونا عقلی طور پر ناممکن ہونے کے علاوہ ایک کذاب رافضی کی لید کو اس بھی ہے۔ جس سے نجفی شیعی کے مقصد پر پانی پھر گیا ہے۔

نوٹ:

ممکن ہے۔ کوئی نجفی جیسا سر پھرا یہ کہدے۔ کہ کتب اسمائے الرجال میں جس راوی کا نام سہل بن احمد رافضی مذکور ہے۔ وہ "دیباجی" نسبت رکھتا تھا۔ اور روایتِ مذکورہ میں اس کی نسبت "واسطی" بیان ہوئی۔ لہٰذا وہ اور تھا یہ اور ہوگا۔ تو اس سلسلہ میں گذارش ہے۔ کہ اسمائے رجال کی کتابوں میں اس نام کا ایک ہی آدمی ملتا ہے۔ جس سے صاف

معلوم ہوا کہ یہ دونوں اسی ایک کی نسبتیں ہیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ فلاں جعفری زیدی، اثنا عشری ہے۔ اور اگر کوئی اصرار کرے۔ کہ یہ دو آدمی تھے۔ تو اس صورت میں ہمیں کوئی نقصان نہیں کیونکہ "دیباجی" کے حالات ہم نے ذکر کر دیئے۔ لیکن "واسطی" کی نسبت والا کہیں نہیں تھا۔ لہٰذا مجہول الحال ٹھہرا۔ ایسے کی روایت سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر طعن پھر بھی نہیں ہو سکتا۔

تردید امر ہفتم

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب شدہ قول کے مطابق امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ حدیث میں معتبر نہیں تھے۔ یہ بھی گزشتہ الزامات کی طرح بے اصل اور لغو الزام ہے۔ ایک وجہ وہی ہے۔ جو پچھلے امر کی تردید میں گزر چکی ہے۔ یعنی حدیث پاک میں غیر معتبر شخص کو "افقہ الناس" کہنا عقلاً غلط ہے۔ کیونکہ فقہ کا ایک اہم ماخذ "حدیث" بھی ہے۔ کیونکہ یہ بات کچھ اس طرح ہو جائے گی۔ کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فقہ کے عالم ہونے میں لاثانی تھے۔ ان کی فقہ قابل اعتبار ہے لیکن وہ حدیث میں معتبر نہیں ہیں۔ اس کلام کو کون درست تسلیم کرے گا۔

دوسری وجہ اس الزام کے غلط ہونے کی یہ ہے۔ کہ روایت مذکورہ کی سند میں یہ الفاظ ہیں۔

اخبرنا برقانی اخبرنا احمد بن سعید ابن ابن سعد الخ

یعنی روایت مذکورہ بیان کرنے والا کوئی "برقانی" ہے ہم نے اس لقب و نسب والا راوی کتب اسمائے رجال میں بہت تلاش کیا۔ لیکن نہ مل سکا۔ جس کا یہی

مطلب یہ ہے کہ یہ روایت ایک مجہول الحال راوی کی ہے۔ ایسے راوی کی روایت کسی امر میں دلیل و حجت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ چہ جائیکہ کسی پر الزام دھرنے میں اس کو قابلِ قبول سمجھا جائے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پچھلے الزامات کی طرح اس الزام سے بھی بَری ہے۔ صرف اتنی بات ہے۔ کہ اس سے نجفی شیعی وغیرہ کی ذہنیت کا صاف پتہ چل جاتا ہے۔

نوٹ:

اس الزام کے آخر میں نجفی شیعی نے "تونسوی صاحب" کو جو طنزیہ طور پر کہا ہے کہ پہلے اپنے مذہب کی کتاب تاریخ بغداد کی تیرھویں جلد سے اپنے امام کی شان دیکھ لیتے الخ۔ تو اس سلسلہ میں گزارش ہے۔ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مقلد ہونے کے اعتبار سے د نیز تونسوی صاحب کے طرفدار ہونے کی وجہ سے) ہم نے تمہارے بے تکے اور لغو و باطل الزامات کا ایک ایک کر کے دندان شکن جواب دیا ہے۔ اور آئندہ بھی دیں گے۔ لیکن ہماری طرف سے اب تمہیں یہ کہا جاتا ہے۔ کہ تمہارے "ائمہ اہل بیت" پر ہم نے "عقائد جعفریہ" میں الزامات ذکر کیے ہیں۔ ان کو اگر پڑھو گے۔ تو نانی اماں یاد آجائے گی۔ عوام دونوں طرف کے الزامات پڑھیں گے۔ جب ان کے جوابات بھی ملاحظہ فرمائیں گے۔ تو پھر فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں ہو جائیں گے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۱

ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے جنازہ پر عیسائیوں کے پادری

حقیقت فقہ حنفیہ: ثبوت ملاحظہ ہو۔ اہل سنت کی معتبر کتاب ہے تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۴۵۴۔

بشیر بن ابی اظہر نیشاپوری کہتا ہے۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک جنازہ رکھا ہے۔ اور اس پر سیاہ چادر ہے۔ اور اس کے اردگرد عیسائیوں کے پادری تشریف فرما ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ جنازہ کس کا ہے۔ بتایا گیا کہ ابو حنیفہ کی میت ہے۔ میں نے یہ خواب ابو یوسف کو سنایا۔ اس نے کہا بھیا براہ مہربانی کسی اور کو نہ سنانا۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۳۴)

جواب:

امام اعظم رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنے کے لیے نجفی شیعی نے ایسی باتوں کا سہارا لیا۔ جنہیں ذی عقل آدمی پیش کرتے ہوئے شرماتا ہے۔ بشیر بن اظہر نے خواب میں

دیکھا۔ اِس ناقل سے کوئی پوچھے۔ کہ خواب بھی کبھی حجت بنتا ہے؟ پھر امام الائمہ، اقوال الناس زہد و تقویٰ میں بے مثال شخصیت پر ایسے غلط خواب کے ذریعہ الزام لگا نا کہاں کی دانشمندی ہے۔ نجفی شیعی بھی اس حقیقت سے آشنا ہوگا۔ کہ اس خواب سے امام اعظم رضی اللہ عنہ پر کسی قسم کا طعن والزام ثابت نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں یہ خواب دیکھنے والا بشیر بن اظہر نامی راوی اسمائے رجال کی کتابوں میں "مجہول" ہے۔ مجہول الحال ہونا اور پھر اس کا خواب یہ دونوں باتیں اکٹھی ہو کر کیا طاقت پائیں گی۔ کہ قابل استدلال ہو سکیں؟

اسی روایت کا ایک اور راوی "عبداللہ بن جعفر بن درستویہ" بھی ہے۔ جسے ضعیف کہا گیا ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

میزان الاعتدال:

عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرَ بْنِ دَرَستو یہ الفَارِسی النَّحْوَی صَاحِبُ یَعْقُوب الفسوی قَالَ الْخَطِیْبُ سَمِعْتُ اللا لکَائِی ذَکَرَهُ وَضَعَّفَهُ۔

(میزان الاعتدال جلد دوم ص ۲۷
حرف العین مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

یعقوب الفسوی کے صاحب عبداللہ بن جعفر کے متعلق تاریخ بغداد کا مصنف خطیب بغدادی کہتا ہے۔ کہ میں نے لالکائی سے سُنا۔ اُس نے اِس کا ذکر کیا۔ اور اسے ضعیف کہا۔

روایت مذکورہ کا تیسرا راوی "عبداللہ بن علی بن عبداللہ مدینی" ہے۔ اس کے متعلق خطیب بغدادی نے یہ کہا ہے۔

تاریخ بغداد:

علی بن محمد بن نصر قَالَ سَمِعْتُ حَمْزَةَ بْنَ يُوْسُفَ يَقُوْلُ سَأَلْتُ الدَّارَقُطْنِيَّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمَدِيْنِيِّ رَوٰى عَنْ اَبِيْهِ كِتَابَ الْعِلَلِ فَقَالَ اِنَّمَا اَخَذَ كُتُبَهٗ وَرَوٰى اَخْبَارَهٗ مُنَاوَلَةً قَالَ وَ مَا سَمِعَ كَثِيْرًا مِنْ اَبِيْهِ قُلْتُ لِمَ قَالَ لِاَنَّهٗ مَا كَانَ يُمَكِّنُهٗ مِنْ كُتُبِهٖ قَالَ وَلَهٗ اِبْنٌ اٰخَرُ يُقَالُ لَهٗ مُحَمَّدٌ وَقَدْ سَمِعَ مِنْ اَبِيْهِ وَرَوٰى وَهُوَ ثِقَةٌ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۰ ص ۹ و ۱۰)

ترجمہ:

علی بن محمد بن نصر کہتا ہے۔ کہ میں نے حمزہ بن یوسف کو کہتے ہوئے سُنا۔ کہ میں نے دارقطنی سے عبداللہ بن علی بن عبداللہ مدینی کے بارے میں پوچھا۔ کہ اس نے اپنے باپ سے "کتاب العلل" روایت کی ہے۔ تو جواباً مجھے انہوں نے کہا۔ کہ اس نے اپنے باپ کی کتابیں حاصل کیں۔ اور اس کی احادیث کی روایت سند کے بغیر کی۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ اس نے اکثر روایات اپنے باپ سے نہیں سنیں۔ میں نے پوچھا۔ ایسا کیوں ہوا؟ دارقطنی نے جواب دیا۔ کہ وہ اپنے باپ کی کتابوں سے جس قدر ہو سکا۔ وہی کہتا رہا۔ پھر کہا کہ اس کا ایک اور بھائی تھا۔ جس کا نام "محمد" تھا۔ اس نے اپنے والد سے حدیث کی

سماعت بھی کی اور پھر روایت بھی کی۔ وہ ثقہ تھا۔

لمحہ فکریہ:

نجفی شیعی نے روایت مذکورہ کے سہارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد آں کی شخصیت پر ایک خواب کے ذریعہ الزام لگانے کی بھونڈی کوشش کی۔ خواب ہونا ایک طرف رہا۔ اس کے راویوں میں سے ضعیف اور غیر ثقہ لوگ بھی ہیں۔ وہ بھی ہیں۔ جو اپنے باپ کی احادیث کو اپنی طرف سے منسوب کرنے والے ہیں۔ اور کچھ ایسی بھی روایات ہیں کہ جن کا وجود نہیں ملتا۔ کیا اس قسم کی روایت قابلِ حجت و دلیل بن سکتی ہے؟ تو معلوم ہوا۔ کہ بشیر بن اظہر کا خواب اور اس خواب کے ضعیف اور قابلِ اعتبار راوی اس قدر اہمیت نہیں رکھتے۔ کہ نجفی کی امیدیں پوری کر سکیں۔ اور نہ ہی اس سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر کوئی حرف آسکتا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۱۱

ابو حنیفہ کا دعویٰ کہ اگر نبی کریم زندہ ہوتے تو میری پیروی کرتے

حقیقت فقہ حنفیہ: اہل سنت کی کتاب تاریخ بغداد ص ۴۰۷ جلد ۱۳)

تاریخ بغداد:

قَالَ اَبُوْحَنِيْفَةَ لَوْ اَدْرَكَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَدْرَكْتُهُ لَاَخَذَ بِكَثِيْرٍ مِّنْ قَوْلِيْ۔

ترجمہ:

ابو حنیفہ کہتا تھا کہ اگر میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک زمانے میں جمع ہوتے تو بہت سے مسئلوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے فتوے کو لیتے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۳۵)

جواب:

تاریخ بغداد کے مصنف خطیب بغدادی سے روایت بالا کے الفاظ میں تصحیف

ہوئی ہے۔ اس تصحیف کا صراحت کے ساتھ اسی مقام پر محشی نے ذکر کیا ہے۔ واقعہ یوں ہے۔ کہ خطیب بغدادی نے لفظ "البتی" بگر "البنی" لکھ دیا۔ جس کی وجہ سے مفہوم اور مطلب میں تبدیلی ہو گئی۔ نجفی شیعی اگر اس روایت کے ضمن میں مذکور حاشیہ پڑھ لیتا۔ تو شاید اس الزام کو ذکر نہ کرتا لیکن بغض وحسد کی آگ جلانے سے کہاں چھوڑتی ہے۔ محشی کی عبارت ملاحظہ ہو۔

حاشیہ تاریخ بغداد:

قَالَ فِيْ جَامِعِ الْمَسَانِيْدِ هٰذَا تَصْحِيْفٌ مِّنَ الْخَطِيْبِ وَقَعَ مِنْهُ وَافْتَضَحَ لَهُ فَاِنَّ الرِّوَايَةَ الَّتِيْ يَرْوِيْهَا اَبُوْ يُوْسُفَ اَنَّهُ لَمَّا ظَهَرَ عُثْمَانُ الْبَتِّيُّ بِالْبَصْرَةِ وَاَظْهَرَ مَذْهَبَهُ فِي الْاُصُوْلِ بَلَغَ ذَالِكَ اَبَا حَنِيْفَةَ فَقَالَ لَوْ اَنَّ الْبَتِّيَّ رَاٰنِيْ لَاَخَذَ بِكَثِيْرٍ مِّنْ قَوْلِيْ وَاَنْتَ اِذَا اَحَطْتَ عِلْمًا لِمَا قَدَّمْنَا لَكَ عَنِ الثَّوْرِيِّ وَغَيْرِهٖ مِنْ اِسْتِمْسَاكِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ تَعْلَمُ اَنَّ مَا نُسِبَ اِلَيْهِ مِنْ قَوْلِهٖ وَهَلِ الدِّيْنُ اِلَّا الرَّاْئُ الْحَسَنُ كِذْبٌ مُّبِيْنٌ۔

(حاشیہ تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۴۰۷ مطبوعہ السلفیہ المدینۃ المنورہ طبع جدید)

ترجمہ:

"جامع المسانید میں ہے۔ کہ یہ خطیب بغدادی کی تصحیف ہے۔ جو

اس سے وقوع پذیر ہوئی۔ اور اس سے وہ رُسوا بھی ہوا۔ کیونکہ اس موضوع پر
جو روایت امام ابو یوسف سے مروی ہے۔ وہ یُوں ہے۔ "جب
عثمان البتی نامی شخص بصرہ میں مشہور ہوا۔ اور اس نے اصول فقہ میں اپنا
مذہب ظاہر کیا۔ تو یہ خبر امام اعظم رضی اللہ عنہ تک پہنچی۔ اس کے
مذہب اور اصول کو سُن کر امام صاحب نے فرمایا۔ اگر عثمان البتی
مجھے دیکھ پاتا۔ (یعنی میرے اصول و قواعد سن لیتا) تو بہت سے میرے
اقوال سے استنباط کرتا۔ اور اُن پر عمل پیرا ہوتا۔

اے کتاب پڑھنے والے! جب گزشتہ اوراق میں امام ثوری رضی اللہ عنہ
وغیرہ کے ارشادات تو اچھی طرح مکمل طور پر جان لے گا۔ جو انہوں نے امام ابو حنیفہ کے
کتاب اللہ اور سنتِ رسول سے تمسک کے متعلق کہے ہیں۔ تو پھر تجھے اس قول کا یقینا
صحیح علم ہو جائے گا۔ جو آپ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ "کہ دین صرف اچھی رائے کا نام
ہے۔" یہ کتنا واضح جھوٹ ہے۔"

لمحہ فکریہ:

خطیب بغدادی سے ایک لفظ غلطی سے کچھ اور لکھا گیا۔ جس کی تصحیح نہ ہو سکی۔
یعنی عثمان "البتی" کی جگہ "البنی" لکھا گیا۔ جس سے مفہوم میں زمین و آسمان کا فرق پڑ گیا۔ اور
نجفی نے اس کو غنیمت جانا۔ اور حسد و بغض کی عینک لگی ہونے کی وجہ سے حاشیہ پر
نظر نہ پڑ سکی۔ اور جلدی سے الزام نقل کر دیا۔ خطیب بغدادی نے تصحیف کی۔ اور اس
پر پچھتایا۔ لیکن نجفی نے اس تصحیف کو قصداً سمجھا۔ اور بڑی دلیری سے اُسے اپنی تصنیف پر
منتقل کر دیا۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے بیر سہی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ
کو بھی معاف نہ کیا۔ کسی کی غلطی کو صحیح سمجھ کر ہوش و حواس قائم ہوتے ہوئے اپنی کتاب

میں درج کر دیا۔ نہ خوفِ خدا نہ شرمِ پیغمبر۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

اعتراض نمبر ۱۲

امام ابو حنیفہ کے نزدیک مومن کی شان

حقیقت فقہ حنفیہ: اہل سنت کی کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۷۸
سفیان ثوری اور شریک اور حسن بن صالح اور ابن ابی لیلیٰ نے مل کر کسی آدمی کو اس مسئلہ کی خاطر ابو حنیفہ کے پاس بھیجا۔

تاریخ بغداد:

مَا تَقُوْلُ فِيْ رَجُلٍ قَتَلَ اَبَاهُ وَ نَكَحَ اُمَّهٗ وَشَرِبَ الْخَمْرَ فِيْ رَأْسِ اَبِيْهِ فَقَالَ مُؤْمِنٌ۔

(اہل سنت کی کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۷۸)

ترجمہ:

کہ اس مرد کے بارے میں تیرا کیا فتویٰ ہے۔ جو اپنے باپ کو قتل کرے اور اپنی ماں سے نکاح کرے اور اپنے باپ کی کھوپڑی

میں شراب پیئے۔ ابو حنیفہ نے کہا۔ کہ میرے نزدیک وہ مومن ہے۔

تونسوی صاحب آپ نے حقیقت فقہ جعفریہ پر رسالہ لکھ کر اپنے حنفی بھائیوں کی رسوائی کا سامان مہیا کیا ہے۔ آپ اس امام کی فقہ کے پیروکار ہیں۔ جس کے نزدیک ماں سے نکاح کرنے والا بھی مومن ہے۔ فقہ حنفیہ تجھے بتے جس میں باپ کا قاتل بھی مومن اور اس کے سر کی کھوپڑی میں شراب پینے والا بھی مومن ہے۔ ایسی ذلیل فقہ سے ہماری تو ہزار بار توبہ۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۳۵-۳۶)

جوابِ اوّل:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس روایت اور اس کے علاوہ اسی قبیل کی چار پانچ اور روایات سے لوگوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ امام صاحب کا تعلق "فرقہ مرجئہ" سے تھا۔ اس فرقہ کے عقائد میں سے ایک مشہور عقیدہ یہ ہے۔

اِنَّہٗ لَا تَضُرُّ مَعَ الْاِیْمَانِ مَعْصِیَۃٌ کَمَا لَا تَنْفَعُ مَعَ الْکُفْرِ طَاعَۃٌ

یعنی ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی گناہ (مومن کو) نقصان اور ضرر نہیں پہنچا سکتا جس طرح کفر کے ہوتے ہوئے کوئی بندگی (نیک کام) سود مند نہیں ہو سکتی۔ مرجئہ کہنا یہ چاہتے ہیں۔ کہ "مومن" چاہے جتنا بڑا گناہ کرے۔ اس کے ایمان میں کوئی خرابی اور نقصان نہیں آ سکتا۔ "لوگ" یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ امام ابو حنیفہ کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ اسی لیے وہ شخص جس نے باپ کو قتل کیا۔ اس کی کھوپڑی میں شراب پی۔ اپنی والدہ سے نکاح کیا۔ یہ تمام گناہ اپنے مقام پر لیکن اس کے مومن ہونے میں کوئی خرابی نہیں آئے گی۔ کیا امام اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ فتویٰ دیا آیئے اس جگہ تاریخ بغداد کے حاشیہ پر نظر دوڑائیں۔

حاشیہ تاریخ بغداد:

هٰذَا الْقَوْلُ اِفْتِرَاءٌ عَلَيْهِ اِذْ اَصْحَابُهُ الَّذِيْنَ يَعْرِفُوْنَ قَوْلَهُ ذَكَرُوْا عَنْهُ اَنَّهُ يَقُوْلُ اِنَّ مُرْتَكِبَ الْكَبِيْرَةِ مُفَوَّضٌ اَمْرُهُ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى كَمَا يَقُوْلُ ذَالِكَ سَائِرُ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ بَلْ لَقَدْ جَاءَ فِي الْفِقْهِ الْاَكْبَرِ لِاِمَامِ مَا نَصَّهُ وَلَا نَقُوْلُ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا تَضُرُّهُ الذُّنُوْبُ وَلَا نَقُوْلُ اَنَّهُ لَا يَدْخُلُ النَّارَ۔

(حاشیہ تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۷۹)

ترجمہ:

یہ قول (کہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ مرجئہ ہیں) ان پر بہت بڑا بہتان ہے اس لیے کہ آپ کے ساتھی جو آپ کے قول کو جانتے ہیں۔ انہوں نے آپ کی طرف سے یہ نقل کیا ہے۔ کہ آپ فرماتے ہیں: "کبیرہ گناہ کا مرتکب اللہ کے سپرد ہے۔ وہ اس کا معاملہ خوب ہی جانتا ہے" امام ابو حنیفہ کا یہ قول تمام اہل سنت وجماعت کے قول کی طرح ہی ہے بلکہ آپ کی تصنیف فقہ اکبر میں واضح طور پر آپ کی طرف سے یہ قول موجود ہے۔ "ہم نہ تو یہ کہتے ہیں۔ کہ مومن کو کوئی گناہ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اور نہ ہی یہ کہتے ہیں۔ کہ وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ مذکورہ الزام امام ابو حنیفہ پر تب لگایا جا سکتا ہے۔ جب آپ کو "مرجئہ" میں سے شمار کیا جائے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ آپ کا اس فرقہ کے

اس عقیدہ سے کوئی تعلق نہیں۔ ہاں اتنا ضرور ہے۔ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ان کا ایک قول کبیرہ گناہ کے مرتکب کے بارے میں یوں مذکور ہے ۔ "مرتکب کبیرہ کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے" اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اس کے گناہ کرنے کی صحیح حیثیت ہم متعین نہیں کر سکتے۔ کہ اس نے گناہ کبیرہ اُسے جائز سمجھ کر کیا ہے یا غلطی سے ایسا ہو گیا ؟ واضح بات ہے۔ کہ ان دونوں حیثیتوں سے کبیرہ کا حکم مختلف ہو گا۔ اگر حلال و جائز سمجھ کر کیا تو دائرہ ایمان سے خارج اور اگر نفسانی خواہشات کے تحت کیا۔ تو اللہ کے سپرد وہ معاف کر دے یا نہ کرے ۔ اس کے اختیار میں ہے۔

جواب ۲:

روایت مذکورہ اس قابل نہیں کہ اس کو حجت بنایا جائے۔ کیونکہ اس کی سند میں موجود ایک راوی "محمد بن جعفر آدمی" ادمی ہے۔ جسے فن اسمائے رجال والوں نے غیر معتبر کہا ہے۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

میزان الاعتدال:

محمد بن جعفر ابن فضالة ابو بكر الادمى القارى البغدادى الشاهد صَاحِبُ الصَّوْتِ الْمُطْرِبِ قَالَ ابْنُ اَبِي الْفَوَارِس غَلَطَ فِيمَا حَدَّثَ وَمَاتَ سَنَةَ ثَمَانٍ وَاَرْبَعِيْنَ وَثَلَاثَمِائَةٍ

(۱ میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۳۶ مطبوعہ مصر طبع قدیم
(۲ لسان المیزان جلد ۵ ص ۱۰۸ حرف المیم مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

محمد بن جعفر ادمی قاری بغدادی ایک گانے والا آدمی تھا۔ ابن فوارس نے کہا۔ اس نے اپنی ہر روایت میں غلطی کی۔ ۳۴۸ھ میں فوت ہوا۔

"میزان الاعتدال" کے اس حوالہ سے ثابت ہوا۔ کہ روایت مذکورہ کا راوی "محمد بن جعفر ادمی" ایک گویا ہونے اور اپنی روایات میں گڑبڑ کرنے کی وجہ سے قابلِ اعتبار نہیں ہے۔ لہٰذا ایسے راوی کی روایت سے امام ابو حنیفہ کی شخصیت پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ مذکورہ روایت غلط طریقہ سے امام صاحب کی طرف منسوب کی گئی ہے۔

جواب ۳:

نجفی شیعی مذکورہ الزام ذکر کرتے ہوئے خوب کھل کھلایا ہوگا۔ اور اس کے آخری الفاظ اس کیفیت کے ترجمان: "آپ اس امام کی فقہ کے پیروکار ہیں۔ جس کے نزدیک ماں سے نکاح کرنے والا بھی مومن ہے الخ ایسی ذلیل فقہ سے ہماری توہزار بار توبہ"، یعنی فقہ حنفیہ میں بقول معترض چونکہ اپنی ماں سے نکاح جائز ہے۔ اس لیے یہ فقہ ذلیل ٹھہری۔ اور اسی وجہ سے نجفی نے ہزار بار توبہ کی۔ چلو اس طرح شاید نجفی کا دل مطمئن ہو گیا ہوگا۔ اور اپنے خیال میں ناظرین کے لیے ایک بہت بڑا اعتراض کھڑا کر دیا۔ لیکن اگر اسی طرح کی ذلت والا مسئلہ اور ہزار مرتبہ توبہ کرنے کا سبب ہم ان شیعہ لوگوں کی کتابوں سے دکھائیں تو پھر نجفی کی حالت دیدنی ہوگی۔ دل تھام کر حوالہ ملاحظہ کریں۔

*

فرق الشیعہ:

وَكَانَ حَمْزَةُ ابْنَ عَمَّارَةَ نَكَحَ اِبْنَتَهُ وَاَحَلَّ جَمِيْعَ الْمَحَارِمِ وَقَالَ مَنْ عَرَفَ الْاِمَامَ فَلْيَصْنَعْ مَاشَاءَ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ۔

(فرق الشیعہ ص ۲۸ مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید)

ترجمہ:

حمزہ ابن عمارہ نے اپنی بیٹی سے شادی کی۔ اور تمام محرم عورتوں سے نکاح کو جائز و حلال کر دیا۔ (یعنی ماں، بیٹی، بہن، بھانجی وغیرہ) اور اس کا قول ہے۔ کہ جس نے امام کو پہچان لیا۔ اس کے لیے جو چاہے کرے۔ (کھلی چھٹی ہے۔) کسی قسم کا کوئی (چھوٹا بڑا) گناہ نہیں ہوگا۔

اہلِ تشیع مُبارک ہو!

مزے ہی مزے اور وُہ بھی مفت میں

"فرق الشیعہ" میں سے جو آپ نے پڑھا۔ وہ ایک شرط سے مشروط تھا شرط یہ تھی۔ کہ امام کو ماننے والا ہو۔ جیسا کہ بدیہی بات ہے۔ کہ اہل تشیع ایک نہیں بارہ کو امام مانتے ہیں۔ لہٰذا ہر شیعہ میں وہ شرط موجود ہے اب مشروط کی طرف ۔ آئیے۔ جس کا راستہ حمزہ بن عمار نے صاف کر دیا۔ امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب قول سے اُن کی ذات پر الزام دھرنے والو! تمہاری کتاب کے بقول تمہارے ایک بڑے نے تو اپنی بیٹی سے شادی رچالی۔ اور دوسری محرم عورتوں کے لیے اجازت دے گیا۔ شاید اس وقت صرف اسی کی بیٹی ہی زندہ ہوگی۔ ورنہ ماں، نانی، دادی، ہمشیرہ، بھانجی، بھتیجی، پھوپھی الغرض جو محرم عورت بھی زندہ ہوتی تو امام کی معرفت کے سہارے مزے کر کے دکھاتا اور علی کا محب۔ حسین کا فدائی، اہل بیت کا شیدائی اور کربلا والوں کا غم خوار یہ سب کچھ کرگزرنے پر بھی "گناہ گار" نہ ہوتا۔ امام ابوحنیفہ نے تو پھر بھی گنہگار کہہ دیا۔ تم نے یہ بھی گوارا نہ کیا۔ مزے ہوں تو ایسے۔ مذہب ہے تو ایسا، فقہ ہو تو ایسی کہ جس میں سب کچھ کر گزرو "مومن" ہی رہو۔ تھوڑی سی کسر باقی تھی۔ وہ "متعہ کی پیداوار" محمد بن نصیر نمیری نے پوری کر دی۔ بڑا ہمدرد تھا۔ اُن غیر شادی شدہ یا رنڈوے لوگوں، کا بھی اس کو خیال تھا۔ جن کی "کوئی" نہیں۔ اگر وہ عجز و انکساری کی سیڑھی چڑھنا چاہیں۔ اور اپنی طبیعت کا بوجھ ہلکا کرنا چاہیں۔ تو ایک دوسرے کی دُبر استعمال کریں۔ تو مُوط

کے طریقے پر عمل کر کے دوزخ کا ایندھن بنیں۔ دن میں ایک کی باری، رات بھر دوسرے کی۔ اس عجز و انکساری سے ایسا مرتبہ ملے گا۔ کہ قوم لوط بھی اس سے محروم ہو گی۔ دیکھا کیسی فقہ دکھلائی۔ فقہ حنفی سے ہزار بار توبہ شاید اس لیے تھی۔ کہ اس میں کبیرہ کے مرتکب پر سختی کی گئی۔ کیونکہ فقہ شیعی میں ایسی سختی ممنوع ہے۔ اے محارم کے ساتھ شہوت رانی کرنے والے مومنو! اے قوم لوط کے طریقہ پر چلنے والو اہل بیت کے خادمو! اے اماموں کے نام پر اپنی خواہشات نفسانیہ کو تسکین پہنچانے والے محبو! اگر فقہ حنفی سے ہزار بار توبہ ہے۔ تو فقہ شیعی سے کروڑ بار توبہ۔

ہ

بے حیا باش ہر چہ خواہی کن

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

ﮐ

اعتراض نمبر ۱۲

ابو حنیفہ کے نزدیک جوتے کی پوجا۔

حقیقت فقہ حنفیہ:

اہل سنت کی کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۷۵۔ یحییٰ بن حمزہ کہتا ہے۔ کہ میں نے ابو حنیفہ سے سنا وہ فرماتے تھے۔ اگر کوئی شخص خدا کی خاطر کسی جوتے کو پوجے تو کوئی گناہ نہیں (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۳۶)

جواب:

تاریخ بغداد میں "ابو حنیفہ کے نزدیک جوتے کی پوجا" پر دو عدد روایات ذکر ہیں۔ ان دونوں کا نمبر بالترتیب سات اور بارہ ہے۔ اول الذکر یعنی سات نمبر والی روایت کی اسناد میں ایک راوی "عبداللہ بن جعفر درستویہ" ہے۔ اس کے متعلق گزر چکا کہ ضعیف راوی ہے۔ مؤخر الذکر روایت میں "قاسم بن حبیب" راوی ہے۔ ابن معین نے اس کے متعلق "لاشئی" کہا ہے۔ لہٰذا از روئے اسناد ان دونوں روایات میں کوئی دم خم نہیں۔ کہ کسی پر حجت بنائی جائیں۔

علاوہ ازیں یہ روایات محض اپنے مضمون کے اعتبار سے غیر معقول اور غیر مقبول ہیں

آیئے اس کی تفصیل و تحقیق کے لیے روایات مذکورہ کے حاشیہ کو دیکھ لیں۔

حاشیہ تاریخ بغداد:

فِي الرِّوَايَةِ الْأُولَى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دُرُسْتَوَيْهِ حَكَى الْخَطِيْبُ نَفْسُهُ فِيْهِ عَنِ الْبَرْقَانِيِّ تَضْعِيْفَهُ .... وَفِي الرِّوَايَةِ الثَّانِيَةَ عَشْرَةَ الْقَاسِمُ بْنُ حَبِيْبٍ قَالَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ قَالَ ابْنُ مَعِيْنٍ لَا شَيْءَ عَلَى أَنَّ هٰذَا الْقَوْلَ فِي ذَاتِهِ غَيْرُ مَعْقُوْلٍ صُدُوْرُهُ عَنْ أَبِي حَنِيْفَةَ بَلْ لَا يُعْقَلُ صُدُوْرُهُ عَمَّنْ هُوَ أَقَلُّ فِي الْفِقْهِ وَالتَّقْوٰى فَإِنَّ هٰذَا لَا يَقُوْلُهُ إِلَّا جَاهِلٌ بِالْأُصُوْلِ الْأَوَّلِيَّةِ لِلدِّيْنِ بَلْ مَنْ لَيْسَ يَعْرِفُ شَيْئًا مِنَ الدِّيْنِ وَهٰذَا خِلَافُ مَا تَوَاتَرَ عَنِ الثِّقَاتِ مِنْ عِلْمِ أَبِي حَنِيْفَةَ وَمَا أَجْمَعَ عَلَيْهِ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ مِنْ إِمَامَتِهِ فِي الدِّيْنِ۔

(حاشیہ تاریخ بغداد جلد ۱۳
ص ۳۷۴ تا ۳۷۵)

ترجمہ:

پہلی روایت میں ایک راوی عبداللہ بن جعفر بن درستویہ ہے۔ اس کے بارے میں خطیب بغدادی نے خود برقانی سے حکایت کرتے ہوئے کہا۔ کہ ضعیف راوی ہے۔ .... اور بارھویں روایت میں قاسم بن حبیب ہے۔ اس کے متعلق ابن معین کے حوالہ سے ابن

ابی حاتم نے کہا۔ یہ "لاشی" ہے (اسناد میں جرح کو چھوڑ کر اس قول میں باعتبار اس کے مفہوم اور ذات کے غیر معقولیت ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے اس کا صدور از روئے عقل درست نہیں۔ بلکہ ایسا قول تو وہ شخص بھی نہیں کہہ سکتا۔ جو امام ابوحنیفہ سے فتوے اور تقوای میں کم درجہ کا ہو۔ ایسا قول تو وہی کہے گا۔ جو دین کے بنیادی اور ابتدائی اصول سے ناواقف ہوگا۔ بلکہ جو دین کی کسی بات کو بھی نہ جانتا ہو۔ اور یہ کہنا (کہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اصول دین اور دینیات سے ناواقف تھے) ان ثقہ لوگوں کی مخالفت ہوگا جنہوں نے امام ابوحنیفہ کے علم کو بالتواتر ذکر کیا۔ اور اس لیے بھی کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دین میں امامت و پیشوائی تمام اہل سنت و جماعت کے نزدیک اجماعی بات ہے۔

لمحہ فکریہ:

حضرات قارئین! امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنے کے لیے "بناوٹی حجۃ الاسلام" نے روایت مذکورہ کے سہارے جو کوشش کی۔ آپ نے اس کی حقیقت معلوم کر لی۔ ذرا سوچئے۔ کہ جس شخصیت کو حضرات ائمہ کرام "امام الفقہ" مانیں۔ جس کے تقوی و زہد کے بے مثل ہونے کی شہادت دیں۔ جس کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد مرتبہ امامت پر فائز ہوں۔ شرق و غرب میں رہنے والے کروڑوں مسلمان اس کے پیروکار ہوں ہزاروں لاکھوں اولیاء کاملین جس کے علم و فقہ کے خوشہ چین ہوں۔ اُس سے غیر اللہ کی پوجا (اور وہ بھی جوتی کی) کس طرح منقول ہو سکتی ہے۔ نحفی بھی جانتا ہے۔ کہ اس کے پاس پڑھنے والے ابجد کے طلباء بھی اس قول سے برات کرتے ہیں۔ جب اس قول کی یہ کیفیت ہے۔ کہ ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی اس کا قائل ہونا گوارا نہیں کرتا۔ تو یہ

کیونکر ممکن ہے کہ امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ایسا قول کریں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ روایات مذکورہ نہ تو میدانِ تحقیق میں اس پایہ کی ہیں۔ کہ کسی پر حجت بن سکیں۔ کیونکہ ضعیف۔ اور لاشئی راوی کی روایت ایسی ہی ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں عقل و دیانت بھی اس قول کی نسبت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف کرنے سے مانع ہے۔ ایسے اقوال کی نسبت کرنے والا اجہل الناس ہو سکتا ہے۔ اور یہ ہے بھی نفس الامر میں درست۔ کیونکہ وہ حجۃ الاسلام۔۔ وغیرہ کوئی لقب رکھ لو۔ ہم تو اللہ تعالیٰ سے دعا کر سکتے ہیں۔ کہ اے اللہ! بے عقل لوگوں کو دین کی سمجھ عطا فرما۔ اور بغض وحسد کے ماروں کو عدل و انصاف کی توفیق دے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۱۴

ابو حنیفہ کا ابو بکر کے ایمان کے متعلق فتوے

حقیقتِ فقہ حنفیہ: (ثبوت ملاحظہ ہو)

تاریخ بغداد:

اَبَا اِسْحَاقَ الْفَزَارِیْ یَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَاحَنِیْفَۃَ یَقُوْلُ اِیْمَانُ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ وَاِیْمَانُ اِبْلِیْسَ وَاحِدٌ۔

(اھل سنت کی کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۷۶)

ترجمہ:

ابا اسحاق کہتا ہے۔ میں نے ابو حنیفہ سے سنا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ ابو بکر صدیق کا ایمان اور ابلیس کا ایمان ایک ہے۔

نوٹ:

اہل سنت کے مناظر اعظم تونسوی صاحب! آپ نے فقہ جعفریہ کی مذمت میں

رسالہ لکھ کر تمام اہل سنت کو شرمندہ کرنے کا سامان مہیا کیا ہے۔ آپ نے حقیقت فقہ جعفریہ کی مذمت میں رسالہ لکھ کر غریب شیعوں کی غیرت کو للکارا ہے۔ شیعہ بے غیرت نہ تھے۔ کہ چپ بیٹھے رہتے۔ پس ہم نے دفاعی کارروائی کی خاطر قلم اٹھایا ہے۔ اور آپ کی فقہ اور آپ کے اماموں کے کچھ پول کھول دیئے ہیں۔ اور آئندہ کے لیے انتظار کریں۔

علامہ صاحب دراصل آپ کو جو دردِ زہ شروع ہوا ہے۔ وہ مرتے دم تک آپ کے ساتھ رہے گا۔ اور آپ کی کھجلی کے لیے کسی اطلع کی ضرورت ہے۔ آپ نے خواہ مخواہ ملک میں فتنہ و فساد برپا کیا ہے۔ ورنہ شیعہ سنی علماء نے باہم یہ طے کیا تھا۔ کہ دونوں مذاہب اپنی اپنی فقہ پر عمل کرنے میں آزاد ہوں گے لیکن آپ جیسے شر پسند عناصر نے دونوں مذہبوں کو آپس میں لڑانا خدمتِ دینِ اسلام سمجھ رکھا ہے۔ افسوس ہے تمہاری ناکام کوشش پر۔

آپ نے اپنے رسالہ میں شیعہ راویوں پر تنقید کر کے یہ سوچا کہ بس ہم نے شیعوں کو تحقیق کی چکی میں پیس ڈالا ہے لیکن ہم نے آپ کے مایۂ ناز امام اعظم نعمان بن ثابت کوفی کے وہ پول کھول دیئے ہیں۔ کہ اگر آپ میں کچھ شرم و حیا ہو تو ڈوب کر مر جائیے۔ اگر ہمت ہے تو آیئے میدانِ تحریر میں ابو حنیفہ کی صفائی پیش کریں۔ لیکن آپ کیا صفائی پیش کریں گے۔ ؎

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۶، ۲۷)

جواب:

"ابوبکر صدیق اور ابلیس کا ایمان ایک ہے"، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنے سے پہلے نجفی شیعی اگر اس کے راوی کے متعلق جان لیتا۔ کہ وہ کس درجہ کا ہے۔ تو پھر یہ خرافات نقل کرتا۔ تاریخ بغداد میں اس مضمون کی دو روایات مذکور ہیں

اور دونوں میں "ابو اسحاق فرازی" نامی راوی ہے۔ یہ صاحب "منکر الحدیث" تھے۔ ان دونوں روایات کے تحت محشی کا قول ملاحظہ ہو۔

حاشیہ تاریخ بغداد:

فِي الرِّوَايَةِ الْأُوْلٰى مَحْبُوْبُ بْنُ مُوْسٰى الْإِنْطَاكِيُّ وَلَهُ حِكَايَاتٌ تَالِفَةٌ عَنِ الْفَزَارِيِّ وَغَيْرِهِ قَالَ أَبُوْ دَاوُد لَا يُلْتَفَتُ إِلٰى حِكَايَاتِهِ إِلَّا مِنْ كِتَابٍ وَفِي الرِّوَايَتَيْنِ أَبُوْ إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ وَهُوَ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۷۶)

ترجمہ:

پہلی روایت میں ایک راوی "محبوب ابن موسیٰ" ہے۔ اس نے فرازی وغیرہ سے فضول روایات بیان کیں۔ ابو داؤد کا کہنا ہے۔ کہ اس کی روایات کی طرف التفات نہیں کیا جاتا۔ دونوں روایتوں میں ابو اسحاق فرازی ہے۔ اور وہ منکر الحدیث تھا۔

کیوں نجفی صاحب! تونسوی نے آپ کی غیرت کو للکارا ہے لیکن بقول آپ کے "شیعہ بے غیرت نہ تھے کہ چپ بیٹھے رہتے تھے" خوب چپ توڑی۔ ایک منکر الحدیث کی روایت پے کہ اس پر پھولے نہیں سماتے۔ جیسی چپ ویسی گفتگو دونوں میں کوئی خاص فرق نہیں معلوم ہوا۔ کہ منکر الحدیث راوی کی روایت امام اعظم رضی پر اعتراض والزام کا کام نہیں دے سکتی۔ علاوہ ازیں دوسری روایات کی طرح اس روایت کے حاشیہ کی طرف سے نجفی کی تسلی نہیں۔ کہ ایسا قول امام اعظم ایسی شخصیت کی طرف سے متوقع نہیں ہو سکتا۔

حاشیہ تاریخ بغداد:

وَتَشْبِيْهُ اِيْمَانِ آدَمَ اَوْ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمَعْرِفَةِ اِبْلِيْسَ الَّذِيْ نَصَّ الْكِتَابُ الْكَرِيْمُ عَلٰى اَنَّهُ رَاَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ) لَا يُمْكِنُ اَنْ يَكُوْنَ مِنْ عِبَارَاتِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ الَّذِيْ يُقَرِّرُ مَذْهَبُهُ اَنَّ اَيَّ اِسْتِخْفَافٍ بِاَيِّ حُكْمٍ مِنْ اَحْكَامِ الدِّيْنِ كُفْرٌ وَهٰذِهِ مَسْئَلَةٌ مَبْنِيَّةٌ عَلَى الْقَوْلِ بِالْاِرْجَاءِ وَسَتَعْلَمُ قَرِيْبًا بَرَاءَةَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

(حاشیہ تاریخ بغداد جلد ۱۳

صفحہ ۳۷۶)

ترجمہ:

حضرت آدم علیہ السلام یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کو ابلیس کی معرفت کے ساتھ تشبیہ دینا (یعنی یوں کہنا کہ ابوبکر صدیق کا ایمان ابلیس کے ایمان جیسا تھا۔) حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی عبارات۔۔۔۔ اس کے امکان کی نفی کرتی ہیں۔ کیونکہ ابلیس وہ ہے۔ کہ جس کے بارے میں قرآن کریم کی نص موجود ہے۔ "واللہ کا حکم ماننے سے اس نے انکار کیا۔ اور تکبر کیا۔ اور وہ کافر تھا (اللہ کے علم میں)" امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ یہ ہے کہ دین کے کسی حکم کو ہلکا اور بے وقعت جاننا وہ کفر ہے۔ درحقیقت

یہ مسئلہ (ایمان ابلیس اور ایمان ابوبکر کی مساوات) مرجیہ کے نظریہ پر ہے (جس کا عقیدہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے) اور اسے قارئین! تم بہت جلد اگلے صفحات میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی اس عقیدہ اور فرقہ سے بیزاری معلوم کر لوگے۔

لمحہ فکریہ:

تاریخ بغداد کے حاشیہ سے اس امر کی صاف تردید معلوم ہوئی۔ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ عقیدہ یا قول ہرگز نہیں۔ کیونکہ ایسا عقیدہ مرجیہ فرقہ "کا ہے۔ اور امام صاحب اس سے بَری ہیں۔ اور ان کی براءت زبانی نہیں۔ بلکہ بادلیل ہے۔ یعنی آپ کا مشرب وہ ہے۔ کہ جس میں ایک حکم دین کا استخفاف بھی کفر ہے۔ تو کیا کوئی عقلمند یہ کہتا ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ ابلیس کے کفر کے بارے میں خاموش یا مداہنت پسند ہیں۔ جس کے کفر کی نص قرآن کریم میں موجود ہے۔؟ یہ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ہیں۔ کوئی "بناوٹی محب اہل بیت" اور نام نہاد "مومن" نہیں۔ جو ایسے میں "تقیہ" ایسی ملعون بات پر سہارا کرے گا۔ سمجھے نجفی صاحب؟

حجۃ الاسلام! یہ تھا وہ پول جو آپ۔ نے بڑے طمطراق سے کھولا تھا۔ یہ تو ڈھول کا پول نکلا۔ اس میں کچھ دم خم نہیں۔ البتہ اب ہم چیلنج کرتے ہیں۔ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ پر تاریخ بغداد سے لگائے گئے تمام الزامات کو صحیح ثابت کر دکھاؤ۔ اور جو ان پر جرح ہوئی اس کا جواب دو اور ہمت ہے۔ تو دعوت قبول کرو میدان تحقیق میں آؤ۔ میدانِ تحریر میں آنا کوئی بہادری نہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۱۵

امام اعظم کا چالیس سالہ وضوء

حقیقت فقہ حنفیہ

اہل سنت کی کتاب البدایہ والنہایہ جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۷ میں لکھا ہے۔

اَبُوْ حَنِیْفَۃَ مَکَثَ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً یُصَلِّی الصُّبْحَ بِوُضُوْءِ الْعِشَاءِ۔ کہ امام اعظم چالیس سال تک صبح کی نماز عشاء کے وضوء کے ساتھ پڑھتے رہے۔ کیا بات ہے واللہ! اس چالیس سال کے عرصہ میں امام صاحب کی اولاد کیسے پیدا ہوئی۔ یا اس عرصہ میں جو اولاد ہوئی ہے۔ وہ دوپہر کے وقت کی کاشت کاری اور تخم ریزی ہے۔ یہ واقعہ تاریخ خمیس ص ۳۲۸ جلد دوم میں لکھا ہے۔ نیز تاریخ خمیس ص ۳۲۷ جلد دوم میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ ابوحنیفہ نے خواب میں کئی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو کھودنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔ اور نعمان کے چچوں نے اس کی یہ تعبیر فرمائی۔ کہ آپ دولت علم سے مالا مال ہوں گے۔ کیا گندہ خواب اور کیا گندی تعبیر ہے

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۳۸)

جواب :

اعتراض مذکورہ دراصل دو الزامات پر مشتمل ہے۔ اول یہ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی اولادرات کی بجائے دن کی کاشت کاری ہے
دوم یہ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے خواب میں بار ہا قبر پیغمبر کو کھودنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔ ہم انشاء اللہ ان دونوں اعتراضات کا جواب دیں گے۔ جواب سے قبل اتنا ضرور کہیں گے کہ جو زبان اس اعتراض میں نجفی شیعی نے استعمال کی۔ وہ "اس بازار"، کے باسیوں کی ہے۔ جو اِس "حجۃ الاسلام"، کے رشتہ دار اور ہم مسلک ہیں اس لیے ہماری کوشش ہوگی۔ کہ ہر اعتراض کا مدلل جواب بہر صورت پیش کریں۔ اور اگر جوابات کے ساتھ "مرچ مصالحہ"، کی ضرورت ہوئی۔ تو اسے بھی بروئے کار لائیں گے۔

الزام اول کا جواب :

امام اعظم رضی اللہ عنہ کی طہارت اور صفائی کے ضمن میں آپ کا چالیس سال تک عشاء کے وضوء سے صبح کی نماز ادا کرنا۔ "خبر متواتر"، کی طرح اتنی کتابوں میں مذکور ہے کہ ان کی تکذیب ممکن نہیں ہے۔ نجفی نے صرف دو کتب کا حوالہ پیش کیا ہے بہرحال جہاں تک اس کے ثبوت کا تعلق ہے۔ تو اس قدر کتب میں اور اس قدر ناقلین سے نقل اس کے لیے کافی ہے۔ لہٰذا آپ کی یہ کرامت و طہارت تواتر سے ثابت ہے۔ اور اس کا انکار وہی کرے گا۔ جو عقل و دانش سے خالی ہے۔ اور تحقیق میں وہ بے بس ہو۔ اب اس پر وہ الزام یا "اس بازار کی زبان میں کلام۔ جو نجفی

شیعی نے ذکر کیا ہے۔ کہ ان چالیس سالوں میں آپ کے ہاں پیدا ہونے والی اولاد دن کی کاشت ہوئی۔

اس سلسلہ میں نجفی اور اس کے تمام ساتھیوں کو ہم کھلی دعوت دیتے ہیں۔ کہ تم اپنی فقہ کی کسی کتاب میں یہ دکھلا دو۔ کہ دن کے کسی حصہ میں اپنی بیوی کے حقوق زوجیت ادا کرنے منع ہیں۔ کسی ایک کتاب سے کسی ایک امام کا قول ہے۔ تو پیش کرو۔ اور منہ مانگا انعام حاصل کرو اگر کثرت عبادت، کو یہ رنگ دیا جائے جو تم نے دیا ہے۔ اور اس سے ایک غلط تاثر پھیلانے کی حماقت کی جائے۔ تو پھر کان کھول کر سنو۔ اور ہوش وحواس قائم رکھتے ہوئے ذرا مندرجہ ذیل اقتباسات پڑھ کر وہی نتیجہ نکالنا۔

ارشاد شیخ مفید:

عَنْ جَابِرٍ جُعْفِيٍّ عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَالَ كَانَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ يُصَلِّيْ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ اَلْفَ رَكْعَةٍ۔

(ارشاد شیخ مفید ص ۲۵۶ مطبوعہ قم،
خیابان، ارم، طبع جدید)

ترجمہ:

جعفر جعفی حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے۔ کہ علی بن حسین (امام زین العابدین رضی اللہ عنہ) چوبیس گھنٹوں میں ایک ہزار رکعت نفل پڑھتے تھے۔

چہاردہ معصوم:

حضرت علی کی اولاد میں سے حضرت علی کی نسل سوائے زین العابدین کے

دوسرے ائمہ میں سے کوئی بھی نہیں تھا۔

حضرت باقر فرمود پدرم علی بن الحسین در ہر شبانہ روزی ہزار رکعت نماز میخواند۔

(چہاردہ معصوم جلد دوم ص۱۶ مناقب حضرت سجاد مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت باقر نے فرمایا کہ میرے باپ علی بن حسین ہر دن رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔

اول الذکر روایت کے مطابق امام زین العابدین تقریباً پانچ سو رکعت بعد نماز عشاء تا طلوع صبح صادق روزانہ پڑھا کرتے تھے۔ اور دوسری روایت کے پیش نظر ہر رات ایک ہزار نفل پڑھتے تھے۔ اور اسی دوسری روایت سے ثابت ہوا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہر رات ایک ہزار نفل پڑھا کرتے تھے۔ ان دونوں حضرات کی نماز جس خشوع و خضوع کے ساتھ ہوتی تھی۔ اس کا تذکرہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ گویا ساری رات ان دونوں حضرات کی نماز میں بسر ہوتی تھی۔ اور امام زین العابدین کا دن بھی تقریباً اسی طرح گزرتا تھا۔ اب اُن ہی الفاظ کی طرف جو نجفی صاحب تم نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے شب بیداری کے متعلق کہے تھے۔ ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھیے۔ اور زبان پر وہی کلمات ان دو بزرگ شخصیات کے متعلق بھی کہہ دو۔ کیونکہ معاملہ ان کا بھی ویسا ہی ہے۔ اولاد ان کی بھی تھی۔ ان کی بیویاں بھی تھیں۔ بلکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے زوجہ مقدسہ و مطہرہ حضرت خاتون جنت بھی تو شب بیدار تھیں۔ ذرا سوچو۔ کیا کہا تھا۔ اور اب کیا کہنا پڑ گیا؟ اگر گنگ نہیں ہو گئی زبان تو اُسے حرکت دیجئے۔ اگر انصاف و عدل کے دلدادہ ہو تو کچھ بولیے۔ مجھے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب تم شرم کی چادر اتار ہی چکے ہو۔

تو پھر ان پاکیزہ شخصیات کے بارے میں بھی بے شرم زبان اور بے حیاء کلام کرنے سے نہیں شرماؤ گے افرہ محب اہل بیت،، ہو۔ اور کہتے ہیں نا کہ محبت اور دشمنی میں سب کچھ جائز ہوتا ہے۔

ہم پہلے ہی عرض کر چکے ہیں۔ کہ اپنی بیوی سے دن یا رات کے کسی حصہ میں حقوق زوجیت ادا کرنے کی کسی امام سے کوئی ممانعت ثابت نہیں ہے۔ اب اگر دن کے وقت اس فعل کو بری نیت سے دیکھا جائے۔ اور اس کو مذاق و تمسخر کا رنگ پہنایا جائے۔ اور اس کے متعلق ایسے الفاظ کا استعمال کیے جائیں۔ جن سے اس فعل کی ممانعت نظر آتی ہو۔ تو آؤ ذرا اپنے دامن میں بھی تمہیں دیکھنے اور جھانکنے کی دعوت دیں۔ اور ایک "عظیم عبادت" کی نشاندہی کریں۔ اور "عین شریعت" پر پابند ہونے کی ترکیب بتائیں سنیئے!

حلیۃ المتقین:

در حدیث صحیح از حضرت امام محمد باقر منقولست کہ زنی آمد بخدمت حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم گفت یا رسول اللہ چیست حق شوہر بر زن فرمود لازم است کہ اطاعت شوہر بکند و نافرمانی او نکند و از خانہ او بے رخصتِ او تصدق نکند و روزۂ سنت بے رخصتِ او ندارد و ہر وقت کہ ارادۂ نزدیکی او کند مضائقہ نکند اگرچہ بر پشت پالان شتر باشد۔

(حلیۃ المتقین ص ۴۵ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے بروایت صحیحہ منقول ہے۔

کہ ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ اور پوچھا
یا رسول اللہ صلی علیہ وسلم خاوند کے بیوی پر کیا حقوق ہیں ۔ آپ نے
فرمایا۔ کہ بیوی کے لیے اپنے خاوند کی اطاعت لازم ہے۔
اور اس کی نافرمانی نہ کرے۔ خاوند کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر
صدقہ و خیرات ادا نہ کرے۔ اور نفلی روزہ بھی اس کی مرضی کے بغیر
نہ رکھے۔ اور جس وقت بھی وہ اس کے نزدیک آنے کا ارادہ کرے
(یعنی ہم بستری کرنا چاہے) تو عورت کو دل تنگ نہ ہونا چاہیئے۔ وہ
اگرچہ یہ فعل اونٹ کے پالان پر ہی کرنا چاہے۔

حلیۃ المتقین:

حضرت امام موسے پرسیدند اگر کسی فرج زن را ببوسد چوں است؟
فرمود باکی نیست۔ واز حضرت صادق پرسیدند۔ اگر کسی زن خود را
عریاں کند و باو نظر کند چوں است؟ فرمود کہ مگر لذتی ازایں بہتر می
باشد۔ و پرسیدند کہ اگر بدست وانگشت با فرج زن وکنیز خود بازی
کند چوں است؟ فرمود باکی نیست۔ الا بغیر اجزائے بدن خود چیز دیگر
درآنجا نکند۔

(حلیۃ المتقین ص ۱۴۱ مطبوعہ تہران طبع قدیم)

ترجمہ:

حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا۔ اگر کوئی شخص
عورت کی شرمگاہ کو چومے تو کیسا ہے۔ تو فرمایا۔ کوئی خرابی کی بات
نہیں۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے پوچھا۔ اگر

کوئی شخص اپنی بیوی کو ننگا کر کے اس کی طرف دیکھتا ہے۔ تو اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا شاید ایسا کرنے سے لذت بڑھ جائے گی۔ اور لوگوں نے پوچھا۔ اگر کوئی شخص اپنے ہاتھ اور انگلی کے ساتھ عورت اور اپنی لونڈی کی شرمگاہ سے کھیلتا ہے۔ تو یہ کیسا ہے؟ فرمایا خطرہ کی کوئی بات نہیں۔ لیکن اپنے جسم کے اجزاء کے بغیر کوئی دوسری چیز اس جگہ (عورت کی شرمگاہ) میں نہ ڈالے۔

دونوں حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ

۱۔ عورت کی شرمگاہ کو چومنا جائز ہے۔
۲۔ اپنی عورت کو بالکل ننگا کر کے جی بھر کے اس کی طرف دیکھنا جائز ہے۔ نیز اس سے لذت میں اضافہ ہوتا ہے۔
۳۔ اپنی لونڈی اور بیوی کی شرمگاہ کے ساتھ ہاتھ اور انگلی سے "تماشہ کرنا" جائز ہے۔
۴۔ عورت کو نفلی روزہ اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر رکھنا ناجائز ہے۔
۵۔ جس وقت بھی اپنی عورت سے جماع کا ارادہ کرے۔ عورت کو اس کی اطاعت لازم ہے۔ اگرچہ وہ اونٹ کے پالان پر ہی بلائے۔

تبصرہ:

نجفی شیعی نے امام اعظم رضی اللہ عنہ پر یہ الزام بلکہ اتہام دھرا۔ کہ آپ کی اولاد دن کے نطفہ کی پیداوار ہے۔ گویا دن کے وقت اپنی عورت سے وطی کرنا نجفی کے

نزدیک ناجائز ہے۔ نجفی کے اس نظریے کو ایک طرف رکھیئے۔ اور دوسری طرف امر دوم
چہارم اور پنجم پر ایک مرتبہ پھر نظر دوڑائیں۔ چلو مان لیا۔ کہ امر دوم میں دو احتمال موجود
ہیں۔ اگرچہ دوسرا قوی نہیں۔ یعنی اپنی عورت کو ننگا کر کے اس کی طرف نظریں جما کر دیکھنا۔
اگرچہ رات کو بھی ایسا ہو سکتا ہے۔ لیکن اندھیرے میں کیا نظر آئے گا۔ اور پھر اس کا
"ثواب،، لذت میں اضافہ کیونکر حاصل ہو گا۔ اس کی صورت یہ ہے۔ کہ روشنی کا بندوبست
کر لیا جائے۔ بلب جلتا ہو۔ (چراغ اور لالٹین کا زمانہ گزر گیا) تو وہ بھی ہزار وولٹ کا
ہو۔ تاکہ لذت میں اضافہ ہو۔ لیکن ہو سکتا ہے۔ کہ یہاں بیوی کے گھر "شام غریباں،،
منائی جا رہی ہو۔ اس لیے یہ احتمال ضعیف ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ مفید
اور نظر کی کمزوری کا واحد علاج دن کے وقت کیا جائے۔ لیکن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
نے صرف اتنا ہی نسخہ اپنے شیعوں کو نہیں تبلایا۔ بلکہ "لذت میں اضافہ،، کا لفظ فرما کر نجفی کے
نظریہ پر پانی پھیر دیا۔ لذت کیسی اور اس میں اضافہ کیونکر؟ معلوم ہوا۔ کہ حضرت امام جعفر صادق
رضی اللہ عنہ بھی دن کے وقت اپنی بیوی سے جماع کے قائل اور مجوز ہیں۔

امر چہارم میں حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ عورت کو اپنے خاوند کی اجازت و
رخصت کے بغیر نفلی روزہ نہیں رکھنا چاہیئے۔

نجفی صاحب! سوچا ہے کہ ایسا حکم کیوں دیا گیا۔ روزہ سبھی جانتے ہیں دن کا ہوتا
ہے۔ آخر اس عبادت سے روک کر کسی بہتر عبادت کی طرف رہنمائی کی گئی ہو گی۔ بلکہ
اگر نفلی روزہ خاوند تڑانے کو کہے۔ تو رکھا ہوا روزہ اس کے کہنے پر عورت کو توڑنا پڑے
گا۔ بصورت دیگر وہ گناہ گار ہو گی۔ کیا یہ اجازت اور اطاعتِ خاوند اس اعتراض کے لیے
تھی۔ جو آپ کو امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات میں نظر آیا۔ اسی طرح امر پنجم میں وقت کو مطلقاً
ذکر کر دیا گیا۔ (یعنی خاوند جس وقت بھی اپنی بیوی سے جماع کا ارادہ کرے) کیا اس لفظ
وقت میں "دن،، شامل نہیں؟

"حلیۃ المتقین" کے حوالہ جات سے ایک طرف تو یہ امر ثابت ہوا کہ اپنی بیوی کے ساتھ جب بھی جماع کرنا چاہے۔ وہ کرسکتا ہے۔ ماسوا ان صورتوں کے کہ جن میں شریعت نے منع فرمایا۔ لہٰذا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر اس سلسلہ میں کوئی اعتراض نہیں آتا۔ دوسری طرف نجفی شیعی کے مذہب میں "شرم و حیاء" کا معیار بھی آپ نے دیکھا چونکہ یہ باتیں اُن کے مذہب کی ہیں۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ نجفی صاحب! اپنی بیوی کی شرمگاہ چوما کرو۔ ہاتھ اور انگلیوں کے ساتھ اس میں تماشہ کیا کرو۔ اور اونٹ کے پالان (جو دستیاب ہونا مشکل ہے۔ ہاں اس کی بجائے تانگے، رہڑے، گڈا اور ٹرک وغیرہ) پر اس جائز امر کو کر کے نشاط حاصل کرو۔

یہ چند سطور ہم نے نجفی کے گستاخانہ کلام کی وجہ سے لکھیں۔ ایسے سربستہ راز اور رسوائیاں گاہے بگاہے آپ ملاحظہ کریں گے۔

الزام دوم کا جواب:

سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے خواب کو نجفی نے تمسخر اور مذاق کا نشانہ بنایا۔ اور اس کی تعبیر بتانے والے کو "نعمان کے چمچے" کہا۔ خواب جیسا کہ واضح ہے۔ کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا۔ اور اس کی تعبیر بتلانے والے محمد بن سیرین ہیں۔ خواب اور اس کی تعبیر ایک علم ہے۔ اور اس بارے میں احادیث مقدسہ میں کئی مرتبہ امور مذکور ہیں بلکہ قرآن کریم میں حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر اور پھر جناب یوسف کے ساتھ زندان میں دو قیدیوں کا خواب اور آپ کا ان کی تعبیر بتلانا تمام امت کے ساتھ موجود ہے۔ نجفی شیعی کا بس چلتا تو یہاں بھی گندی زبان کھول دیتا۔ آخر چاند سورج اور ستاروں کے سجدے سے بھائیوں کی اطاعت وغیرہ کا کیا تعلق ہے اور اسی طرح گائے کا قحط سالی سے کیا جوڑ۔ لیکن اس بے چارے کو اس باغ کی سیر ہی

نصیب نہ ہوئی۔ صرف امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر اعتراض مقصود تھا وہ بنالیا۔ اب ذرا عنانِ تحریر ان کے گھر کی طرف پھیرتے ہیں۔ پھر پوچھیں گے کہ اب کیا کہتے ہو۔

ذبح عظیم:

ام الفضل زوجہ حضرت عباس نے خواب میں یہ دیکھا۔ کہ ان کی گود میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا ٹکڑا کٹ کر گرا ہے۔ تو انہوں نے اس خواب کو بُرا جانا مگر آپ نے فرمایا۔ کہ یہ خواب تو تمہارا نیک ہے۔ میری فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے۔ جس کی تم اپنی گود میں پرورش کروگی۔ ام فضل کا بیان ہے۔ کہ ایسے ہی ہوا۔

(ذبح عظیم ص۱۰ مطبوعہ کتب خانہ اثنا عشریہ طبع جدید)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں قبر کھودنا اور آپ کے جسم اقدس کا ٹکڑا کٹ کر اپنی گود میں گرا ہوا دیکھنا ان دونوں میں زیادہ بُرا خواب دوسرا ہے۔ کیونکہ پہلے خواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے بلا واسطہ تعلق نہیں ہے لیکن دوسرے میں آپ کے جسم اطہر کے متعلق بلا واسطہ خواب ہے۔ اسی وجہ سے حضرت ام الفضل نے اس کو بُرا جانا۔

لیکن سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی جو تعبیر بیان فرمائی۔ وہ اس طرف راہنمائی کرتی ہے کہ خواب یہ بُرائی نہیں بلکہ خوشخبری ہے۔ اور وہ بقول ام الفضل

ہو کر رہی۔ اسی طرح امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو خواب آیا۔ ابن سیرین نے اس کی جو تعبیر بتائی۔ ویسے ہی ہوا۔ اب ہم نجفی سے دریافت کرنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ خواب دونوں بظاہر گندے اور بُرے ہیں۔ اور تعبیریں دونوں کی اچھی ہیں۔ اور درواقعۂ تعبیریں وہی ہوئیں جو بتلانے والوں نے بتلائیں۔ لہذا ابو حنیفہ کا خواب "گندہ خواب" اور اس کی تعبیر "گندی تعبیر" کہتے ہو۔ تو پھر حضرت ام الفضل کے خواب اور اس کی تعبیر کے متعلق کیا کہو گے۔ اور ابو حنیفہ کے حچوں نے گندے خواب کی گندی تعبیر کی۔ کیا یہی بکواس حضرت ام الفضل کے خواب پر بھی کرو گے؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

نوٹ:

سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات اور آپ کے علم و فقاہت وغیرہ پر نجفی شیعی نے تاریخ بغداد سے حوالہ جات پیش کیے۔ اس سلسلہ میں جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔ کہ صاحب تاریخ بغداد خطیب بغدادی نے ایسی روایات سے قبل اس امر کی واضح نشاندہی اور صراحت کر دی ہے۔ کہ میں نے لوگوں کے اعتراضات من وعن نقل کر دیے ہیں۔ ان کی تصیح کا ذمہ نہیں لیتا جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ روایت ذکر کر دوں گا لیکن اس کے دُرست ہونے یا نہ ہونے کے لیے میرا لکھ دینا کافی نہیں۔ اور میری کتاب میں ایسی باتوں کا آجانا کوئی دلیل و حجت نہیں بن جائے گا نجفی شیعی نے خطیب بغدادی کے یہ الفاظ سامنے نہ رکھے اور ان روایات کو اس ڈھٹائی سے پیش کیا کہ جیسے قرآن کریم کی آیت پیش کر رہا ہو۔ اور بڑے دعوے کے ساتھ یہ کہا۔ کہ اہل سنت کی کتاب تاریخ بغداد میں یہ ہے۔ اور وہ ہے اس سے آپ قارئین اس کی بد دیانتی اور حق کو چھپانے کی عادت سے بخوبی آگاہ ہو چکے ہوں گے۔ اب ہم نے یہ سوچا

کہ اسی تاریخ بغداد سے چند وہ روایات بھی نقل کر دیں۔ جن میں مصنف نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بیان کیے ہیں۔ اس میں عجیب بات آپ دیکھیں گے۔ کہ ان روایات کے راوی اکثر وہی ہیں۔ جن سے وہ روایات نجفی نے ذکر کیں۔ جن میں امام اعظم کی ذات پر الزامات تھے۔ یہ اس لیے ضروری سمجھا۔ تاکہ قارئین کرام تصویر کے دونوں رخ دیکھ سکیں اور نجفی کے فراڈ اور بددیانتی پر آگاہی پا سکیں۔

☆

فصل دوم

امام اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت اور فضائل و مناقب

تاریخ بغداد کے آئینہ میں

۱۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا نسب:

تاریخ بغداد:

عبید اللہ شاذان المروزی قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ جَدِّیْ قَالَ سَمِعْتُ اِسْمَاعِیْلَ بْنَ حَمَّادِ بْنِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ یَقُوْلُ اَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ حَمَّادِ بْنِ النُّعْمَانِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ النُّعْمَانِ بْنِ الْمَرْزُبَانِ مِنْ اَبْنَاءِ الْفَارِسِ الْاَحْرَارِ وَاللّٰہِ مَا وَقَعَ عَلَیْنَا رِقٌّ قَطُّ وُلِدَ جَدِّیْ فِیْ سَنَۃِ ثَمَانِیْنَ وَذَھَبَ ثَابِتٌ اِلٰی عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ وَھُوَ صَغِیْرٌ فَدَعَا لَہٗ بِالْبَرَکَۃِ فِیْہِ وَفِیْ ذُرِّیَّتِہٖ وَنَحْنُ نَرْجُوْ مِنَ اللّٰہِ اَنْ یَکُوْنَ قَدِ اسْتَجَابَ اللّٰہُ ذَالِکَ لِعَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ فِیْنَا قَالَ وَالنُّعْمَانُ بْنُ الْمَرْزُبَانِ اَبُوْ ثَابِتٍ ھُوَ الَّذِیْ اَھْدٰی لِعَلِیِّ بْنِ

اِبْنُ طَالِبٍ اَلْفَانُوْذَجَ فِیْ يَوْمِ النَّيْرُوْزِ۔

(تاریخ بغداد جلد نمبر ۱۳ مطبوعہ
السلفیہ المدینہ المنورہ طبع جدید
ص ۳۲۵ تا ۳۲۶)

ترجمہ:

عبیداللہ شاذان المروزی کہتے ہیں۔ کہ میرے والد اور انہوں نے میرے دادا سے بیان کیا۔ کہ میں نے اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ سے سنا کہنے لگے۔ میں اسماعیل بن حماد بن النعمان بن ثابت بن النعمان المرزبان ایرانی نسل کا ہوں اور ہم شروع سے ہی آزاد رہے ہیں۔ خدا کی قسم! ہم پر کبھی غلامی نہیں آئی۔ میرے دادا ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ (یعنی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ) ان کے والد جناب ثابت کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس بچپن میں لے جایا گیا۔ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان میں اور ان کی اولاد میں اللہ تعالیٰ سے نزول برکت کی دعا فرمائی ہے۔ ہم اللہ رب العزت سے امید رکھتے ہیں۔ کہ اس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ہمارے حق میں مانگی ہوئی دعا قبول فرمالی ہے۔ پھر اسماعیل کہتے ہیں۔ کہ نعمان بن مرزبان جو جناب ثابت کے والد ہیں۔ یہ وہ خوش قسمت شخص ہیں۔ کہ جنہوں نے یوم نیروز کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاں بطور ہدیہ فالودہ بھیجا تھا۔

☆

۲ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شخصیت

تاریخ بغداد:

قَالَ اَبُوْ نُعَیْمٍ وَکَانَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ حَسَنَ الْوَجْهِ حَسَنَ الثِّیَابِ طَیِّبَ الرِّیْحِ حَسَنَ الْمَجْلِسِ شَدِیْدَ الْکَرَمِ... حَسَنَ الْمُوَاسَاةِ لِاِخْوَانِهٖ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۳۰)

ترجمہ:

ابو نعیم کا کہنا ہے۔ کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ خوش شکل تھے۔ کپڑے بہت اچھے پہنتے، خوشبو لگاتے۔ مجلس کے اعتبار سے بہت حسن تھے۔ کرم و سخاوت میں خوب تھے۔ اور اپنے دوستوں بھائیوں کے ساتھ سلوک میں بہت اچھے تھے

(۳) امام اعظم کی فقاہت اور خداداد صلاحیت

تاریخ بغداد:

قَالَ خَارِجَةُ دَعَا اَبُوْ جَعْفَرٍ اَبَا حَنِيْفَةَ اِلَى الْقَضَاءِ فَاَبٰى عَلَيْهِ فَحَبَسَهُ ثُمَّ دَعَا بِهٖ يَوْمًا فَقَالَ اَتَرْغَبُ عَمَّا نَحْنُ فِيْهِ قَالَ اَصْلَحَ اللّٰهُ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَا اَصْلَحُ لِلْقَضَاءِ فَقَالَ لَهٗ كَذَبْتَ ثُمَّ عَرَضَ عَلَيْهِ الثَّانِيَةَ فَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ قَدْ حَكَمَ عَلَيَّ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنِّيْ لَا اَصْلَحُ لِلْقَضَاءِ لِاَنَّهٗ يَنْسِبُنِيْ اِلَى الْكَذِبِ فَاِنْ كُنْتُ كَاذِبًا فَلَا اَصْلَحُ وَاِنْ كُنْتُ صَادِقًا فَقَدْ اَخْبَرْتُ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنِّيْ لَا اَصْلَحُ قَالَ فَرَدَّهٗ اِلَى الْحَبْسِ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۲۸)

ترجمہ:

خارجہ نے کہا کہ ایک دفعہ عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو عہدہ قضا کی پیشکش کی۔ امام اعظم نے انکار کر دیا۔ خلیفہ نے آپ کو زندان میں ڈال دیا۔ پھر ایک دن بلوایا۔ اور پوچھا۔ اے ابو حنیفہ

کیا تم ہماری پیش کش میں کچھ رغبت رکھتے ہو۔ امام موصوف نے جواب دیا۔ اللہ آپ کا بھلا کرے۔ اے امیرالمؤمنین! میں قضا کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ یہ سن کر خلیفہ نے کہا۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ پھر تیسری مرتبہ عہدہ قضا پیش کیا۔ تو امام ابوحنیفہ نے کہا۔ اے امیرالمؤمنین: آپ نے میرے متعلق فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ میں عہدہ قضا کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ تو امام ابوحنیفہ نے کہا۔ کیونکہ آپ نے مجھے جھوٹا کہا ہے۔ لہذا اگر میں جھوٹا ہوں۔ تو صلاحیت ختم اور اگر میں سچا ہوں۔ تو میں نے امیرالمؤمنین کو کہہ دیا ہے۔ کہ میں اس عہدہ کی صلاحیت نہیں رکھتا راوی کہتا ہے۔ کہ یہ سن کر خلیفہ نے امام ابوحنیفہ کو دوبارہ جیل بھیج دیا۔

تاریخ بغداد:

محمد بن عبد الرحمٰن قَالَ كَانَ رَجُلٌ بِالْكُوْفَةِ يَقُوْلُ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ كَانَ يَهُوْدِيًّا فَأَتَاهُ أَبُوْحَنِيْفَةَ فَقَالَ أَتَيْتُكَ خَاطِبًا قَالَ لِمَنْ قَالَ لِابْنَتِكَ رَجُلٌ شَرِيْفٌ غَنِيٌّ بِالْمَالِ حَافِظٌ لِكِتَابِ اللهِ سَخِيٌّ يَقُوْمُ اللَّيْلَ فِيْ رَكْعَةٍ كَثِيْرُ الْبُكَاءِ مِنْ خَوْفِ اللهِ قَالَ فِيْ دُوْنِ هٰذَا مُقْنِعٌ يَا اَبَا حَنِيْفَةَ قَالَ اَلَا اِنَّ فِيْهِ خَصْلَةً قَالَ وَمَا هِيَ قَالَ يَهُوْدِيٌّ قَالَ سُبْحَانَ اللهِ تَأْمُرُنِيْ اَنْ اُزَوِّجَ ابْنَتِيْ مِنْ يَهُوْدِيٍّ؟ قَالَ لَا تَفْعَلُ؟

قَالَ لَا قَالَ فَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَوَّجَ ابْنَتَيْهِ مِنْ يَهُوْدِيٍّ؟ قَالَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اِنِّيْ تَائِبٌ اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۶۴)

ترجمہ:

محمد بن عبدالرحمان کہتے ہیں۔ کہ کوفہ میں ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو یہودی کہا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اُس کے پاس آئے۔ اور کہا کہ میں تیرے پاس ایک آدمی کی طرف سے اس لیے آیا ہوں۔ کہ تیری بیٹی کا وہ خواستگار ہے۔ آدمی شریف، غنی، حافظ القرآن اور سخی ہونے کے علاوہ ایک رکعت میں ساری رات گزار دینے والا ہے۔ اللہ کے خوف سے بہت رونے والا ہے اس نے یہ سن کر کہا۔ کہ میں اس سے کم خوبیوں والے پر بھی اکتفار کر سکتا ہوں۔ امام ابوحنیفہ نے کہا اس میں ایک اور خصلت بھی ہے پوچھا وہ کون سی؟ کہا کہ وہ یہودی ہے کہنے لگا۔ سبحان اللہ! تو مجھے ایک یہودی سے اپنی بیٹی بیاہنے کو کہتا ہے۔؟ پوچھا۔ اچھا پھر تو ایسا نہیں کرے گا۔ کہنے لگا ہرگز نہیں۔ اس پر امام صاحب نے کہا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو بیٹیاں یہودی کے نکاح میں دی تھیں۔؟ یہ سن کر اس نے استغفار کی۔ اور کہنے لگا۔ میں اللہ عزوجل کے ہاں تائب ہوتا ہوں۔

۴ آپ کے اساتذہ کرام

تاریخ بغداد:

حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ اُوَیْسٍ قَالَ سَمِعْتُ الرَّبِیْعَ بْنَ یُوْنُسَ یَقُوْلُ دَخَلَ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ یَوْمًا عَلَی الْمَنْصُوْرِ وَعِنْدَہٗ عِیْسَی بْنُ مُوْسٰی فَقَالَ لِلْمَنْصُوْرِ ھٰذَا عَالِمُ الدُّنْیَا الْیَوْمَ فَقَالَ لَہٗ یَا نُعْمَانُ عَمَّنْ اَخَذْتَ الْعِلْمَ قَالَ عَنْ اَصْحَابِ عُمَرَ وَعَنْ اَصْحَابِ عَلِیٍّ وَعَنْ اَصْحَابِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ وَمَا کَانَ فِیْ وَقْتِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ اَعْلَمُ مِنْہُ قَالَ لَقَدِ اسْتَوْثَقْتَ لِنَفْسِکَ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۳۴)

ترجمہ:

ابن ابی اویس نے ہمیں بتایا کہ میں نے ربیع بن یونس سے سنا کہ ایک دن امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ خلیفہ منصور کے ہاں تشریف لے گئے۔ اس وقت وہاں عیسیٰ بن موسےٰ بھی تشریف فرما تھے

انہوں (عیسیٰ بن موسیٰ) نے منصور سے کہا۔ کہ یہ شخص (ابوحنیفہ) اس وقت کا عالم یکتا ہے منصور نے آپ سے پوچھا۔ اے ابوحنیفہ! تم نے کن حضرات سے حاصل کیا۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے حضرت عمر کے ساتھیوں کے ذریعہ حضرت عمر کا علم، حضرت علی المرتضےٰ کے ساتھیوں سے حضرت علی کا علم اور حضرت عبداللہ بن عباس کے ساتھیوں سے ان کا علم حاصل کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس جس دور میں تھے۔ اس وقت روئے زمین پر ان سے بڑا عالم نہ تھا۔ یہ سن کر منصور نے کہا پھر تو تم نے اپنی ذات کو باوثوق بنالیا۔

لمحہ فکریہ:

قارئین کرام! امام اعظم رضی اللہ عنہ کے اساتذہ کرام کے اسمائے گرامی اجمالاً پڑھے۔ گویا آپ کی شخصیت میں علم فاروق اعظم، علم مرتضےٰ اور علم ابن عباس جمع تھا۔ یہی جامعیت تھی۔ کہ امام شافعی رحمۃ اللہ کو کہنا پڑا۔ كُلُّ فَقِيْهٍ عَيَالٌ اِلىٰ اَبِيْ حَنِيْفَةَ تمام فقہاء اسلام حضرت امام ابوحنیفہ کے بال بچے ہیں۔ نجفی شیعی وغیرہ جو اپنے آپ کو محبانِ علی اور عاشقانِ اہل بیت کہتے ہیں۔ انہیں تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے محبت و عقیدت ہونی چاہیئے تھی۔ کیونکہ یہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور حضرت عباس کے فرزند ارجمند جناب عبداللہ کے مایۂ ناز شاگردوں میں سے ہیں۔ لیکن انہیں بغض و حسد نے کہیں کا نہ چھوڑا۔

❖

۵/ امام اعظم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کا مظہر

تاریخ بغداد:

عَنْ اَبِیْ سَلْمَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِیْ اُمَّتِیْ رَجُلٌ لَا وَفِیْ حَدِیْثِ الْقُصْرٰی یَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ رَجُلٌ اِسْمُہٗ نُعْمَانُ وَکُنْیَتُہٗ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ ھُوَ سِرَاجُ اُمَّتِیْ ھُوَ سِرَاجُ اُمَّتِیْ ـ ھُوَ سِرَاجُ اُمَّتِیْ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۳۵)

ترجمہ:

ابوسلمہ نے جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت میں ایک مرد ہوگا۔ اور حدیث القصری کے الفاظ کے مطابق فرمایا۔ میری امت میں ایک مرد نعمان نامی ہوگا۔ اس کی کنیت ابوحنیفہ ہوگی۔ وہ میری امت کا سراج ہے۔ وہ میری امت کا سراج ہے۔ وہ میری امت کا سراج ہے۔

۶۔ قیامت سے قبل امام ابو حنیفہؓ کے علم کا ظہور ہو گا۔

تاریخ بغداد:

محمد بن حفص عن الحسن ابن سلیمان
اَنَّهٗ قَالَ فِیْ تَفْسِیْرِ الْحَدِیْثِ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ
حَتّٰی یَظْهَرَ الْعِلْمُ قَالَ هُوَ عِلْمُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَتَفْسِیْرُهُ
الْاٰثَارَ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۳۶)

ترجمہ:

محمد بن حفص جناب حسن بن سلیمان سے بیان کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے حدیث لا تقوم الساعۃ (قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی۔ جب تک علم ظاہر نہ ہوگا) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہا۔ کہ اس علم سے مراد "علم ابی حنیفہ" ہے۔ اور آثار صحابہ کرام کی جو انہوں نے تفسیر کی ہے۔ وہ مراد ہے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو علم عطا فرمایا۔ آپ نے صحابہ کرام اور انہوں نے تابعین اور انہوں نے ابو حنیفہ کو منتقل کیا۔

تاریخ بغداد

قَالَ حَنَفُ بْنُ اَيُّوْبَ صَارَ الْعِلْمُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى اِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَارَ اِلٰى اَصْحَابِهٖ ثُمَّ صَارَ اِلَى التَّابِعِيْنَ ثُمَّ صَارَ اِلٰى اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَصْحَابِهٖ فَمَنْ شَاءَ فَلْيَرْضَ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَسْخَطْ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۳۶)

ترجمہ:

حنف ابن ایوب کا کہنا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو علم عطا فرمایا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضوان اللہ علیہم کو اور اصحاب پیغمبر نے تابعین کرام کو علم منتقل کیا اور یہ پھر یہ علم امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب میں آیا۔ سو یہ سن کر جو چاہے خوش ہو۔ اور جس کی مرضی ناراض ہو جائے۔

☆

لمحہ فکریہ:

ان روایات سے معلوم ہوا۔ کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ وہ سراج امت محمدیہ، ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کو چند واسطوں سے ان کو عطاء فرمایا۔ اس پر بغض و حسد والے (نجفی اینڈ برادرز) اگر ناراض ہوتے ہیں۔ تو ان کی اپنی بدبختی ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دعاء کا صدقہ ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کی برکت ہے۔

۸۔ مسند حدیث پر بیٹھے ہوئے امام اعظم رضی اللہ عنہ کا حوصلہ اور بردباری

تاریخ بغداد: (چونکہ یہ حوالہ گزر چکا ہے۔ اس لیے صرف ترجمہ پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔

ترجمہ:

حمانی کا کہنا ہے۔ کہ میں نے حضرت ابن المبارک کو کہتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی مجلس کس قدر باوقار ہوا کرتی تھی۔ فقہاء کرام سے ملتی جلتی تھی۔ خود امام ابوحنیفہ شکل و صورت کے اعتبار سے خوبصورت تھے۔ کپڑے اچھے اچھے پہنا کرتے تھے۔ ہم ایک دن مسجد جامع میں ان کی مجلس میں تھے۔ اچانک آپ کی گود میں اوپر سے ایک سانپ آگرا۔ آپ کے سوا تمام حاضرین بھاگ نکلے۔ میں نے صرف اتنا دیکھا۔

کہ امام ابوحنیفہ نے صرف اس کو اپنی گود سے جھاڑ دیا۔ لیکن اپنی جگہ سے آپ ادھر ادھر ہرگز نہیں ہوئے

نوٹ: یہی عبداللہ بن مبارک ہیں۔ کہ جن کی طرف نجفی شیعی نے ایک ایسی بات کی نسبت کر دی۔ جس سے امام اعظم پر اعتراض وطعن ثابت کرنا چاہا۔ اس کی تفصیل گزشتہ اوراق میں گزر چکی ہے۔

۹۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مقام ان کے ہم عصر علماء کے نزدیک

تاریخ بغداد:

سَمِعْتُ اَبَا يَحْيٰى الْحَمَانِي يَقُوْلُ مَا رَاَيْتُ رَجُلًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ اَبِي حَنِيْفَةَ .... سَمِعْتُ اَبَا بَكْرِ بْنَ عَيَّاشٍ يَقُوْلُ اَبُوْحَنِيْفَةَ اَفْضَلُ اَهْلِ زَمَانِهٖ ...... قَالَ قِيْلَ لِلْقَاسِمِ بْنِ مَعْنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ مِنْ غِلْمَانِ اَبِي حَنِيْفَةَ فَقَالَ مَا جَلَسَ النَّاسُ اِلٰى اَحَدٍ اَنْفَعَ مِنْ مُجَالَسَةِ اَبِي حَنِيْفَةَ

تاریخ بغداد جلد نمبر ۱۲ ص ۳۴۷)

ترجمہ:

(علی بن سالم عامری سامری کا کہنا ہے کہ) میں نے ابو یحییٰ حمانی کو یہ کہتے سنا کہ میں نے ابو حنیفہ سے بہتر کوئی دوسرا آدمی ہرگز نہیں دیکھا منجاب نے کہا۔ میں نے ابو بکر بن عیاش کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ ابو حنیفہ اپنے دور کے تمام علماء سے زیادہ فضیلت رکھتے تھے۔ قاسم بن معن سے پوچھا گیا۔ کہ کیا تم ابو حنیفہ کے خادموں میں اپنے آپ کو شمار کرنے میں راضی ہو۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ ابو حنیفہ کی سی نفع بخش مجلس لوگوں کو ______ دوسرے کے ہاں کیسے ملے گی۔ (یعنی میں ابو حنیفہ کے غلمان میں داخل ہونا پسند کرتا ہوں۔ کیونکہ ان کی مجلس دیگر تمام مجالس سے زیادہ نفع بخش ہے)

۱۰۔ امام اوزاعی کے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تأثرات

تاریخ بغداد:

قِيلَ لِمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ هَلْ رَأَيْتَ أَبَا حَنِيْفَةَ قَالَ نَعَمْ رَأَيْتُ رَجُلاً لَوْ كَلَّمَكَ فِيْ هٰذِهِ السَّارِيَةِ أَنْ يَجْعَلَهَا ذَهَباً لَقَامَ بِحُجَّتِهِ..... قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ سَعْدَانَ بْنَ أَبِي الطُّوْسِيِّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الْمُبَارَكِ

يَقُوْلُ قَدِمْتُ الشَّامَ عَلَى الْاَوْزَاعِيِّ فَرَاَيْتُهُ بِبَيْرُوْتَ فَقَالَ لِيْ يَا خُرَاسَانِيُّ مَنْ هٰذَا الْمُبْتَدِعُ الَّذِيْ خَرَجَ بِالْكُوْفَةِ يُكْنٰى اَبَا حَنِيْفَةَ فَرَجَعْتُ اِلٰى بَيْتِيْ فَاَقْبَلْتُ عَلٰى كُتُبِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ فَاَخْرَجْتُ مِنْهَا مَسَائِلَ مِنْ جِيَادِ الْمَسَائِلِ وَبَقِيْتُ فِيْ ذَالِكَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَجِئْتُ يَوْمَ الثَّالِثِ وَهُوَ مُؤَذِّنٌ بِمَسْجِدِهِمْ وَاِمَامُهُمْ وَالْكِتَابُ فِيْ يَدَيَّ فَقَالَ اَيُّ شَيْءٍ هٰذَا الْكِتَابُ فَنَاوَلْتُهُ فَنَظَرَ فِيْ مَسْئَلَةٍ مِنْهَا رَقِعَتْ عَلَيْهَا قَالَ النُّعْمَانُ فَمَا زَالَ قَائِمًا بَعْدَ مَا اَذَّنَ حَتّٰى قَرَاءَ صَدْرًا مِنَ الْكِتَابِ ثُمَّ وَضَعَ فِيْ كُمِّهِ ثُمَّ اَقَامَ وَصَلّٰى ثُمَّ اَخْرَجَ الْكِتَابَ حَتّٰى اَتٰى عَلَيْهَا فَقَالَ لِيْ يَا خُرَاسَانِيُّ مَنِ النُّعْمَانُ ابْنُ الْكِتَابِتُ هٰذَا قُلْتُ شَيْخٌ لَقِيْتُهُ بِالْعِرَاقِ فَقَالَ هٰذَا نَبِيْلٌ مِنَ الْمَشَائِخِ اِذْهَبْ فَاسْتَكْثِرْ مِنْهُ قُلْتُ هٰذَا اَبُوْحَنِيْفَةَ الَّذِيْ نَهَيْتَ عَنْهُ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۳۸۔)

ترجمہ:

حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ کیا آپ نے ابو حنیفہ کو دیکھا ہے

فرمایا۔ ہاں۔ ایک ایسا آدمی پایا۔ کہ اگر وہ اس ستون کو سونے کا ثابت کرنا چاہے۔ (لیکن وہ سونے کا ہو نہ) تو اپنی قوت فقاہت و حجت سے اُسے سونے کا ثابت کر دکھائے گا۔۔۔۔۔ فضل بن عبد الجبار کہتا ہے کہ میں نے ابو عثمان حمدون بن ابی الطوسی کو کہتے سنا۔ انہوں نے جناب عبد اللہ بن المبارک کو یہ کہتے سُنا۔ کہ میں ایک مرتبہ شام گیا۔ اور بیروت کے شہر میں میری ملاقات امام اوزاعی سے ہوئی۔ دوران گفتگو انہوں نے پوچھا۔ اے خراسانی! ابو حنیفہ کنیت کا ایک شخص کوفہ میں کچھ نئی باتیں کر رہا ہے۔ یہ بدعتی کون ہے۔؟ امام اوزاعی کی یہ بات سُن کر میں (عبد اللہ بن مبارک) اپنے گھر آگیا۔ جہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ گھر آکر میں نے امام ابو حنیفہ کے بیان کردہ مسائل میں سے چند اچھے مسئلے منتخب کئے اور تین دن کے بعد پھر امام اوزاعی کو دیئے۔ امام اوزاعی وہاں ایک مسجد کے مؤذن اور امام تھے۔ میرے ہاتھوں میں کچھ اوراق تھے دیکھ کر پوچھا۔ یہ کیسی کتاب ہے؟ میں نے وہ کاغذ اوزاعی کو دیئے۔ انہوں نے اس میں سے ایک مسئلہ پر نظر ڈالی۔ جس پر یہ الفاظ تحریر تھے۔ قال النعمان۔ اذان دینے کے بعد کھڑے کھڑے انہوں نے کتاب کا ابتدائی حصہ پڑھا۔ پھر تھیلے میں کتاب ڈالی اور نماز ادا فرمائی نماز سے فارغ ہونے پر پھر اُسے پڑھنا شروع کیا۔ بالآخر پوچھنے لگے۔ اے خراسانی! یہ نعمان بن ثابت کون ہے؟ میں کہا۔ ایک شیخ (استاد) ہیں۔ میں انہیں عراق ملا تھا۔ تو امام اوزاعی نے فرمایا۔ کہ یہ شخص مشائخ کرام میں بڑا ذی علم اور صاحب۔ عزم و ہمت ہے۔ اس سے جاکر اور بھی پڑھنا۔ اور کسب فیض کرنا۔ میں نے عرض کیا۔ یہ وہی ابو حنیفہ ہے

کہ جس سے آپ نے منع کیا تھا۔

امام اعظم کو وسیلہ بنانے والے پر خوف نہیں رہتا

تاریخ بغداد:

ترجمہ:

ابو غسان کہتے ہیں۔ میں نے اسرائیل سے سُنا۔ انہوں نے کہا۔ کہ نعمان بن ثابت بہترین آدمی تھے۔ ہر وہ حدیث جس میں فقہ کا کوئی تعلق تھا۔ اس کا حافظ امام موصوف سے بڑھ کر کوئی نہ ہوا۔ اس میں بہت زیادہ غور و خوض کرنے اور فقہی مسائل کا استنباط کرنے والاان سے زیادہ عالم و فقیہہ کوئی نہ تھا۔ انہوں نے حضرت حماد رضی اللہ عنہ سے علم سیکھا۔ اور اُسے احسن طریقہ سے یاد کیا۔ امام موصوف کے زمانہ کے امراء وزراء اور خلفاء ان کی بہت زیادہ تکریم و اکرام کرتے تھے۔ تفقہ فی الدین کا یہ عالم تھا۔ کہ اگر کوئی شخص آپ کو کسی مسئلہ میں غور و فکر کرتے دیکھتا۔ تو آپ کا فریفتہ ہو جاتا۔ اور مسعر بن کدام کہتا ہے۔ جس نے ابو حنیفہ کو اپنے اور اللہ کے درمیان وسیلہ بنایا۔ مجھے امید ہے۔ کہ وہ خوف حشر سے بچ جائے گا۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۳۹)

۱۴۔ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کا امام اعظم رضی اللہ عنہ کو خراج عقیدت

تاریخ بغداد:

ترجمہ:

اسماعیل بن حماد رحمۃ اللہ علیہ جناب ابوبکر بن عیاش سے بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت سفیان ثوری کا بھائی جب فوت ہوا۔ تو ہم چند لوگ اس کی تعزیت کے لیے گئے۔ بہت سے لوگ تعزیت کے لیے پہلے سے موجود تھے۔ ان میں ایک عبداللہ بن ادریس بھی تھے کچھ دیر بعد امام ابوحنیفہ مع چند افراد وہاں تشریف لائے۔ جناب ثوری رضی اللہ عنہ نے اُٹھ کر ان کا استقبال کیا۔ اور اپنی مسند پر بٹھا کر خود ان کے سامنے بیٹھ گئے۔ ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں۔ کہ یہ دیکھ کر مجھے بہت غصہ آیا میرے غصہ کے آثار دیکھ کر ابن ادریس نے مجھے کہا۔ افسوس ہے تم پر۔ مختصر یہ کہ ہم وہاں بیٹھے رہے۔ تعزیت کو آنے والے جب تقریباً سبھی جا چکے۔ تو میں (ابوبکر بن عیاش) نے عبداللہ بن ادریس کو رُکنے کے لیے کہا۔ وہ رُک گئے۔ بالآخر ہم نے سفیان ثوری رضی اللہ عنہ سے ابوحنیفہ کی اس تعظیم کے متعلق دریافت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ تمہیں غصہ کیوں آیا۔ اور میرا ایسا کرنا ناپسند کیوں کیا

هٰذَا رَجُلٌ مِنَ الْعِلْمِ بِمَكَانٍ فَإِنْ لَمْ أَقُمْ لِسِنِّهِ قُمْتُ لِفِقْهِهِ وَإِنْ لَمْ أَقُمْ لِفِقْهِهِ قُمْتُ لِوَرَعِهِ فَأَفْحَمَنِي فَلَمْ يَكُنْ عِنْدِي جَوَابٌ۔

یعنی یہ وہ مرد ہے۔ کہ اس کا علم میں ایک خاص مقام ہے۔ اگر علم کی وجہ سے میں نہ اٹھتا تو میں ان کی عمر کی وجہ سے تعظیم کرتا۔ (کیونکہ وہ مجھ سے عمر میں بڑے ہیں) اگر عمر کو بھی چھوڑ دیں۔ تو میں ان کی فقاہت کے پیش نظر ان کی تعظیم کرتا۔ یہ بھی نہ سہی تو میں ان کے تقوے کی خاطر قیام کرتا۔ یہ کہہ کر سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے مجھے لاجواب کر دیا۔

(جلد ۱۳ص ۳۴۱)

۱۳ ــ بے مثال فقیہہ

تاریخ بغداد:

ترجمہ:

محمد بن مزاحم کہتے ہیں۔ میں نے جناب عبداللہ بن مبارک کو کہتے سُنا کہ میں نے سب سے بڑا عابد، سب سے بڑا پرہیزگار سب سے بڑا عالم اور سب سے بڑا فقیہہ دیکھا ہے: "سب سے بڑا عابد" عبدالعزیز بن ابی رواد، سب سے بڑا پرہیزگار فضیل بن عیاض، سب سے بڑا عالم سفیان ثوری اور سب سے بڑا فقیہہ ابوحنیفہ ہیں۔ (میں نے ان تمام حضرات کی زیارت کی ہے) (جلد ۱۳ص ۳۴۲، ۳۴۳)

۱۴۔ پسندیدہ رائے والا

تاریخ بغداد:

ترجمہ:

یحییٰ بن معین کا کہنا ہے۔ کہ یحییٰ بن سعید قطان کہا کرتے تھے۔ "ہم اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹ نہیں بولتے۔ ہم نے ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اچھی رائے والا کوئی دوسرا نہیں دیکھا۔

۱۵۔ تمام فقہاء کرام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے عیال ہیں

تاریخ بغداد:

ترجمہ:

ربیع کہتے ہیں۔ کہ میں نے امام شافعی کو کہتے سُنا۔ وہ تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے عیال ہیں۔ میں نے ابو حنیفہ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا ...... جو فقہ کی معرفت چاہتا ہے۔ اس کے لیے ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے بغیر چارہ نہیں ہے۔

(جلد ۱۳ ص ۳۴۶)

۱۶۔ بہت بڑے متقی اور فقیہہ

تاریخ بغداد:

ترجمہ:

ابراہیم بن عکرمہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی متقی اور فقیہہ نہیں دیکھا۔ (جلد ۱۳ ص، ۳۴۷)

۱۷۔ خوفِ خدا کے آثار والا چہرہ

تاریخ بغداد:

ترجمہ:

یحییٰ بن سعید قطان کہتے ہیں۔ خدا کی قسم! ہم نے امام ابوحنیفہ کی مجلس کی۔ اُن سے سماعت کی۔ بخدا! جب بھی دیکھا۔ تو مجھے ان کے چہرہ پر اللہ تعالیٰ کے خوف کے آثار نمایاں نظر آتے تھے۔

لمحہ فکریہ:

روایات بالا سے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا اعلم الناس، افقہ الناس شیخ المشائخ اور مکرم و معظم ہونا ثابت ہے۔ وہ زہد و ورع کے پیکر تھے۔ اور امام الائمہ تھے۔ ان تمام صفات کے پیش نظر اگر کوئی ان کی ذات پر طعن کرتا ہے۔ تو اس سے بڑھ کر بے بصیرت، اور کور باطن کون ہو سکتا ہے؟ ان پر لعنت بھیجنے والا خود ملعون ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

۱۸۔ دنیا کو ٹھکرا دینے والے

تاریخ بغداد:

حدثنا ابراهيم بن احمد خزاعی قال سمعت ابی يقول سمعت سهل بن مزاحم يقول بذلت الدنيا لابی حنيفة فلم يردها وضرب عليها بالسياط فلم يقبلها۔

(جلد ۱۳ ص ۳۲۶)

ترجمہ:

ابراہیم بن احمد خزاعی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی سے سُنا کہ سہیل بن مزاحم کہتے تھے۔ دنیا ابو حنیفہ کے سامنے پیش کر دی گئی لیکن انہوں نے اس کے قبول کرنے کا ارادہ تک نہ کیا۔ اور اس کی خاطر آپ کو دُرّے لگائے گئے۔ پھر بھی قبول نہ کیا۔

وضاحت:

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے محض اپنی شہرت کی خاطر اجتہاد میں غلو کیا۔ اُن کے لیے یہ روایت کافی ہے۔ آپ کو دنیا پیش کی گئی لیکن ٹھکرا دیا۔ خلیفہ منصور نے آپ کو دنیاوی بڑا عہدہ "قاضی" پیش کیا۔ آپ نے اس سے جس طرح پہلو تہی کی۔ اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ شہرت تلاش کرنے والا تو ایسے مواقع

ڈھونڈتا ہے۔ نہ یہ کہ ان مواقع کو ٹھکراتا ہے۔

۱۹- امام ابو حنیفہ کا زہد و تقوٰی

تاریخ بغداد:

حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ كَانَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ يُحْيِى اللَّيْلَ بِقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ فِىْ رَكْعَةٍ ثَلَاثِيْنَ سَنَةً۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۵۴)

ترجمہ:

ہمیں حفص بن عبدالرحمٰن نے بتلایا۔ کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ تیس سال تک ایک رکعت، (دو نفل) میں پورا قرآن کریم پڑھتے رہے۔ آپ کی شب بیداری کا یہ عالم تھا۔

۲۰ چالیس سال تک عشاء کے وضوء سے صبح کی نماز ادا فرمائی

تاریخ بغداد:

حماد بن قریش کا کہنا ہے کہ میں نے اسد بن عمر سے سُنا کہ امام ابو حنیفہ کے متعلق مجھے یہ اچھی طرح یاد ہے۔ کہ انہوں نے چالیس سال

متواتر عشاء کے وضوء سے صبح کی نماز ادا فرمائی۔ اور رات کو خوفِ خدا سے اس قدر روتے۔ کہ آپ کے پڑوسیوں کو آپ پر ترس آجاتا۔

(جلد ۱۳ ص ۳۵۴)

۲۱- ایک روایت کے مطابق پینتالیس سال تک ایک وضوء سے پانچوں نمازیں ادا کرتے رہے

تاریخ بغداد:

ترجمہ:

منصور بن ہاشم کہتا ہے۔ کہ میں قادسیہ میں جناب عبداللہ بن مبارک کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک ایک آدمی کوفہ سے وہاں آیا۔ اور اس نے امام ابوحنیفہ کے بارے میں نازیبا الفاظ کہنے شروع کر دیئے۔ اس پر عبداللہ بن مبارک نے اُسے کہا۔ تو برباد ہو جائے۔ تو ایسے شخص کے بارے میں ادھر اُدھر کی باتیں کرتا رہا۔ جس نے پینتالیس سال تک پانچوں نمازیں ایک وضوء سے ادا کیں۔ اور دو رکعتوں میں پورا قرآن کریم ختم کر دیا کرتا ہے۔ اور میں نے تمام فقہ اسی سے سیکھی۔ جو تم میرے اندر دیکھ رہے ہو۔

(جلد ۱۳ ص ۳۵۵)

۲۲۔ شب بیداری میں آپ کا مقام

تاریخ بغداد:

ترجمہ:

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ میں اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کہیں جا رہے تھے۔ کہ دو آدمیوں کی گفتگو ہم نے سُنی۔ اُن میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا۔ کہ دیکھو وہ ابو حنیفہ جا رہا ہے۔ جو رات کو نہیں سوتا۔ یہ سُن کر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ خدا کی قسم! میری طرف سے ایسی کوئی بات لوگوں میں نہ بیان کی جائے۔ جو میرے اندر نہیں ہے۔ حالانکہ آپ واقعی پوری پوری رات نماز اور گریہ وزاری میں گزار دیا کرتے تھے ....

ابو جویرہ کا کہنا ہے۔ کہ مجھے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی صحبت میسر رہی۔ اور میں دعوٰی سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ ان سے بہتر شب، بیداری والا کوئی بھی میں نے نہیں دیکھا۔ کئی مہینے گزر گئے لیکن میں نے انہیں زمین سے پہلو لگائے نہ دیکھا۔ (یعنی سوتا ہوا نہ دیکھا)

؞

۲۲ آپ کی عبادت اور تدریسی مصروفیات

تاریخ بغداد:

ترجمہ:

جناب مسعر بن کدام کہتے ہیں۔ کہ میں ایک دفعہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی مسجد میں آپ کی ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔ اس وقت آپ صبح کی نماز ادا فرما رہے تھے۔ فارغ ہوئے۔ تو علم پڑھانے کے لیے بیٹھ گئے۔ حتیٰ کہ ظہر کا وقت آگیا۔ ظہر کی نماز ادا کر کے عصر تک پڑھایا عصر سے مغرب اور مغرب سے عشاء تک یہی سلسلہ جاری رہا۔ میں نے دل میں سوچا۔ کہ یہ شخص سارا دن درس و تدریس میں گزار دیتا ہے۔ صرف فرضی نماز ادا کرتا ہے۔ رات کو اس سے عبادت نہیں ہوتی ہوگی۔ کیونکہ تھک جاتا ہوگا۔ لہذا میں اس خیال کی تسلی چاہتا تھا۔ عشاء کے بعد جب اکتساب علم کرنے والے چلے گئے۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ امام ابو حنیفہ مسجد میں نماز کے لیے کھڑے ہوئے اس قدر قیام اللیل فرمایا۔ کہ صبح ہو گئی۔ نماز صبح سے تھوڑا سا پہلے گھر تشریف لے گئے۔ کپڑے تبدیل کیے۔ اور پھر وہی کل والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ایک دن دو دن تین دن اور تین راتیں گزر گئیں اب ان حالات کے پیش نظر میں نے اپنے دل سے معاہدہ کر لیا۔ کہ اس شخص کا دامن نہ چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس انتقال کر

جاؤں۔ یہ کہہ کر میں نے آپ کی مسجد میں آپ کے ساتھ رہنے کا التزام کر لیا۔

تاریخ بغداد:

قَالَ ابْنُ اَبِیْ مُعَاذٍ فَبَلَغَنِیْ اَنَّ مُسْعِرًا مَاتَ فِیْ مَسْجِدِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ فِیْ سُجُوْدِہٖ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۵۶)

ترجمہ:

ابن ابی معاذ کہتے ہیں۔ کہ مجھے اطلاع ملی۔ کہ جناب مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال امام ابوحنیفہ کی مسجد میں بحالت سجدہ ہوا۔

۲۴ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی سنت کا امام اعظم کے ہاں مرتبہ و مقام

تاریخ بغداد:

وَ کَانَ اِذَا وَرَدَتْ عَلَیْہِ مَسْئَلَۃٌ فِیْھَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ اِتَّبَعَہٗ وَاِنْ کَانَ عَنِ الصَّحَابَۃِ وَالتَّابِعِیْنَ وَ اِلَّا قَاسَ وَاَحْسَنَ الْقِیَاسَ ...... حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْوَلِیْدِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا یُوْسُفَ یَقُوْلُ مَا رَاَیْتُ اَحَدًا اَعْلَمَ بِتَفْسِیْرِ الْحَدِیْثِ وَمَوَاضِعِ

النُّکَتِ الَّتِیْ فِیْہِ مِنَ الْفِقْہِ مِنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ ۔

(جلد ۱۳ ص ۳۴۰)

ترجمہ:

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا طریقہ یہ تھا کہ جب آپ کے ہاں کوئی مسئلہ پیش ہوتا اور اگر کوئی صحیح حدیث اس بارے میں مل جاتی ۔ تو اس کی اتباع کرتے۔ اور اگر صحابہ کرام اور تابعین سے اس بارے میں کچھ مل جاتا۔ تو بھی اسی کی اتباع کرتے بصورت دیگر قیاس فرماتے۔ اور آپ کا قیاس بہت اعلیٰ درجہ کا ہوتا...... بشر بن الولید نے کہا۔ کہ میں نے امام ابو یوسف کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ میں نے حدیث کی تشریح و تفسیر اور اس میں فقہی باریکیاں جاننے والا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی نہیں دیکھا۔

۱۲۵ امام اعظم کی خداداد صلاحیت

تاریخ بغداد:

حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مَغْلِس قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ سَمَاعَۃَ یَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا یُوْسُفَ یَقُوْلُ مَا خَالَفْتُ اَبَا حَنِیْفَۃَ فِیْ شَیْءٍ قَطُّ فَتَدَبَّرْتُہٗ اِلَّا رَاَیْتُ مَذْہَبَہُ الَّذِیْ ذَہَبَ اِلَیْہِ اَنْجٰی فِی الْاٰخِرَۃِ وَکُنْتُ رُبَّمَا مِلْتُ اِلٰی

الْحَدِيْثِ وَكَانَ هُوَ اَبْصَرَ بِالْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ مِنِّيْ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۴۰)

ترجمہ:

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے جب بھی کسی مسئلہ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے خلاف قول کیا۔ پھر میں نے اس میں خوب غور و خوض کیا۔ تو مجھے یہی نظر آیا۔ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب ہی ایسا ہے۔ جو آخرت میں زیادہ نجات دہندہ ہے۔ اور یوں بھی کئی مرتبہ ہوا۔ کہ میں کسی حدیث کی طرف مائل ہوا۔ لیکن حال یہ تھا۔ کہ امام صاحب صحیح حدیث کی جان پہچان میں مجھ سے بہت آگے تھے۔

۲۶ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کا مقام و مرتبہ

تاریخ بغداد:

سَمِعْتُ يَحْيٰى بْنَ سَعِيْدِ الْقَطَّانَ يَقُوْلُ لَا نَكْذِبُ اللّٰهَ رُبَمَا اَخَذُ بِالشَّيْئِ مِنْ رَاْيِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ ...... يَقُوْلُ لَا نَكْذِبُ اللّٰهَ مَا سَمِعْنَا اَحْسَنَ مِنْ رَاْيِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَلَقَدْ اَخَذْنَا بِاَكْثَرِ

اَقْوَالِہٖ قَالَ یَحْیَی بْنُ مَعِیْنٍ وَکَانَ یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ یَذْھَبُ بِہٖ فِی الْفَتْوٰی اِلٰی قَوْلِ الْکُوْفِیِّیْنَ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۴۵)

ترجمہ:

یحییٰ بن سعید قطان نے کہا۔ کہ ہم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہیں کہتے۔ ایسا بارہا ہوا۔ کہ میں نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل کیا۔ ایک اور جگہ کہا۔ کہ ہم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہیں کہتے۔ ہم نے رائے کے اعتبار سے امام اعظم سے بڑھ کر اچھی رائے والا کوئی دوسرا نہیں دیکھا۔ ہم ان کے اکثر اقوال پر عمل کرتے ہیں۔ یحییٰ بن معین کا کہنا ہے۔ کہ یحییٰ بن سعید فتویٰ دینے میں اہل کوفہ کا مذہب اختیار کرتے تھے۔

لمحہ فکریہ:

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی فقاہت اور حدیث دانی کا کیا مرتبہ و مقام ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اس قدر اس کے قائل تھے۔ کہ روز آخر آپ کی فقہ کو نجات دہندہ کہہ رہے ہیں۔ اور پھر یحییٰ بن سعید القطان ایسا ناقد محدّث بھی آپ کے اقوال کو اپنا مذہب بنا رہا ہے۔ آخر یہ سب کچھ کیوں معلوم ہوا۔ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قیاس اور آپ کی رائے قرآن و حدیث اور آثارِ صحابہ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ایسے نابغۂ روزگار پر الزامات دھرنا بے عقلی کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟

÷

۲۷　امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی سخاوت

تاریخ بغداد:

الحسن ابن زیاد قال رأی ابو حنیفة علی بعض جلسائه ثیابا رثیة فامره فجلس حتی تفرق الناس و بقی وحده فقال له ارفع المصلی و کان تحته الف درهم فقال له خذ هذه الدراهم فغیر بها من حالك۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۶۱)

ترجمہ:

حسن ابن زیاد کہتے ہیں۔ کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنی مجلس میں ایک شخص کو پھٹے پرانے کپڑوں میں دیکھا۔ تو اس کو فرمایا۔ بیٹھے رہنا۔ جب حاضرین چلے گئے۔ اور وہ اکیلا رہ گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ میرا مصلیٰ اٹھاؤ۔ اور اس کے نیچے سے جو کچھ ملے۔ لے لو۔ اس شخص نے مصلیٰ اٹھایا اور دیکھا کہ اس کے نیچے ایک ہزار درہم ہیں۔ آپ نے فرمایا لے جاؤ۔ اور اپنی حالت کو ذرا بہتر بنا لو۔

÷

۲۸ ضرورت مندوں کا خیال

تاریخ بغداد:

سعید اللغمی قال سمعت حفص بن حمزة القرشی یقول کان أبو حنیفة ربما مر به الرجل فیجلس إلیه بغیر قصد ولا مجالسة فإذا قام سأل عنه فإن کانت به فاقة وصله وإن مرض عاده حتی یجره إلی مواصلته وکان أکرم الناس مجالسة۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۶۰)

ترجمہ:

سعید لغمی کا کہنا ہے۔ کہ میں نے حفص بن حمزہ قریشی سے سنا۔ کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی مجلس کے قریب سے اگر کوئی آدمی گزرتا۔ اور بلا ارادہ وہاں بیٹھ جاتا۔ تو آپ فارغ ہونے پر اس سے پوچھتے۔ اگر وہ اپنی تنگدستی اور فاقہ زدگی بیان کرتا۔ تو آپ اس کی مدد فرماتے۔ اور اگر بیماری کا اظہار کرتا۔ تو اس کی عیادت فرماتے۔ پھر آپ دیر تک اُن لوگوں کو عطیات پہنچاتے رہتے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی مجلس سب سے زیادہ کرم و بخشش کی مجلس ہوتی۔

۲۹ - احسان وحاجت روائی

تاریخ بغداد:

اسماعیل بن یوسف سنمبری قَالَ سَمِعْتُ اَبَا یُوْسُفَ یَقُوْلُ کَانَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ لَا یَکَادُ یُسْئَلُ حَاجَۃً اِلَّا قَضَاھَا فَجَاءَہٗ رَجُلٌ فَقَالَ لَہٗ اِنَّ لِفُلَانٍ عَلَیَّ خَمْسُمِائَۃِ دِرْھَمٍ وَاَنَا ضَیِّقٌ فَسَلْہُ یَصْبِرُ عَنِّیْ وَیُؤَخِّرُنِیْ بِھَا فَکَلَّمَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ صَاحِبَ الْمَالِ فَقَالَ صَاحِبُ الْمَالِ ھِیَ لَہٗ قَدْ اَبْرَاْتُہٗ مِنْھَا فَقَالَ الَّذِیْ عَلَیْہِ الْحَقُّ لَا حَاجَۃَ لِیْ فِیْھَا فَقَالَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ لَیْسَ الْحَاجَۃُ لَکَ وَاِنَّمَا الْحَاجَۃُ لِیْ قَضَیْتَ۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۶۱)

ترجمہ:

اسماعیل بن یوسف سنمبری کہتے ہیں۔ کہ میں نے امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے سنا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی عادت کریمہ تھی۔ کہ جب بھی کوئی آپ سے سوال کرتا۔ تو آپ پورا فرما دیتے۔ اسی طرح ایک آدمی آپ کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ فلاں آدمی کے مجھ پر پانچ سو درہم قرضہ ہے۔ لیکن میں تنگدست ہوں۔ ابھی ادا نہیں کر سکتا

آپ اُس سے کہیں۔ کہ ابھی مجھ سے نہ مانگے۔ اور کچھ مہلت دیدے۔ یہ سُن کر امام اعظم اُس قرض دینے والے کے پاس تشریف لے گئے۔ اور اس سے گفتگو کی۔ وہ کہنے لگا۔ میں نے وہ پانچ صد درہم اُسے بخش دیئے۔ میں نے قرض سے اس کو بے باک کر دیا۔ یہ سُن کر مقروض نے کہا مجھے اس بخشش کی ضرورت نہیں۔ تو امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اچھا اگر تمہیں ضرورت نہیں۔ لیکن مجھے تو ضرورت ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے اس کی طرف سے رقم ادا کر دی۔

۲۰۔ خوفِ خدا سے رونا اور دوزخ سے بچاؤ کی دعائیں

تاریخ بغداد:

یزید بن الکمیت کہتے ہیں۔ (جو بہترین آدمی تھے) کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والے تھے۔ علی ابن حسین نے ایک دن ہمیں نماز عشاء پڑھائی۔ اور اس میں سورت اذا زلزلت الارض کی تلاوت کی۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ بھی اس کے پیچھے کھڑے تھے۔ جب نماز ادا ہو چکی۔ اور لوگ مسجد سے نکل گئے تو میں نے دیکھا۔ کہ امام ابو حنیفہ ایک جگہ بیٹھے ہوئے اس سورت کی آیات میں غور و فکر کر رہے ہیں۔ اور سانس پھولی ہوئی ہے۔ میں نے یہ دیکھ کر دل میں کہا۔ کہ مجھے اب یہاں سے چلے جانا چاہیئے۔

تاکہ میری وجہ سے اِن کا دل پریشان نہ ہو۔ لہذا میں نکل گیا۔ اُس وقت قندیل روشن تھی۔ اور اس میں تھوڑا سا تیل تھا۔ میں دوبارہ طلوع فجر کے وقت آیا۔ تو دیکھا۔ کہ امام اعظم کھڑے ہیں۔ آپ نے اپنی داڑھی اپنے ہاتھ سے پکڑی ہوئی ہے۔ اور کہہ رہے ہیں۔ "اے وہ ذات! جو ایک ایک ذرہ نیکی کی جزا دے گی۔ اور ایک ایک ذرہ برائی کی سزا دے گی۔ اپنے بندے نعمان کو دوزخ کی آگ سے بچا لے"۔ (جلد ۱۳ ص ۲۵۷)

۳۱ خشوع وخضوع کی ایک جھلک

تاریخ بغداد:

قَالَ حدثنی قاسم بن معین انَّ اَبَاحَنِیْفَةَ قَامَ لَیْلَةً بِهٰذِهِ الْاٰیَةِ (بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرّ) یُرَدِّدُهَا وَ یَبْکِیْ وَیَتَضَرَّعُ

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۵۷)

ترجمہ:

قاسم بن معین کہتے ہیں۔ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ رات بھر کھڑے اس ایک آیت کی تلاوت کرتے رہے۔ اِسے بار بار پڑھتے اور روتے اور عاجزی وانکساری کا اظہار کرتے رہے۔ آیت یہ ہے بل الساعۃ موعدھم الخ بلکہ ان کا وعدہ قیامت ہے۔

اور قیامت نہایت کڑوی اور سخت ہے

تاریخ بغداد سے چند اقتباسات پیش کر کے ہم اپنے مضمون کو آگے چلاتے ہیں۔ لیکن ان اقتباسات کے آخر میں چند باتیں ذکر کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس لیے اب چند گزارشات ملاحظہ ہوں۔

الحاصل:

"تاریخ بغداد" میں سے ہم نے پچیس کے قریب وہ حوالہ جات نقل کئے ہیں۔ جن سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے ہر گوشہ کو تقریباً بیان کیا گیا ہے۔ ان حوالہ جات سے قبل ہم نے نجفی شیعی کے وہ اعتراض و الزام جو اسی کتاب سے نقل کیے گئے۔ اُن کے جواب تحریر کیے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا۔ کہ قارئین کرام تصویر کے دونوں رُخ دیکھ کر کسی فیصلہ پر پہنچنے کے قابل ہو جائیں گے۔ جیسا کہ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں۔ کہ خطیب بغدادی نے اپنی تصنیف میں اعتراض والی جو روایات ذکر کیں۔ اُن کی توثیق و تصدیق کا بیڑا نہیں اٹھایا۔ اس امر کی تصریح خطیب بغدادی نے اپنے قلم سے اسی کتاب میں کر دی ہے۔ جب خطیب بغدادی خود ایسی روایات کا ذمہ نہیں لیتے۔ تو پھر نجفی شیعی کو کیا حق تھا۔ کہ ان روایات کا سہارا لے کر امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر اعتراض کرتا۔ اگر نجفی میں کچھ بھی عدل و انصاف ہوتا۔ تو ان روایات کے ساتھ اُن روایات کا بھی ذکر کر دیتا۔ جو خطیب بغدادی نے مختلف حضرات سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تعریف میں ذکر کیں۔ لیکن ایسا جان بوجھ کر نہ کیا گیا۔ کیونکہ نجفی کو خوبی معلوم تھا کہ اگر میں نے وہ روایات بھی ذکر کر دیں۔ جن میں امام ابو حنیفہ کی تعریف کی گئی ہے تو بجائے اس کے کہ میں قارئین کو اُن سے متنفر کرنا چاہوں۔ اُلٹے وہ امام ابو حنیفہ کے گرویدہ ہو جائیں گے۔ اس حسد و بغض کی آگ نے اس کی آنکھیں چندھیا دیں اور

حق بینی سے محروم رکھا۔ چلو اگر وہ تعریفی روایات نہ بھی ذکر کرتا۔ تو کم از کم ان اعتراض والی روایات کے متعلق جو محشی نے لکھا تھا۔ وہی ساتھ بیان کر دیتا۔ انصاف و دیانت کا تقاضا یہی تھا۔ لیکن یہ دولت "حجۃ الاسلام"، کو کہاں نصیب۔

ہم ذرا اور نرم لہجہ میں یوں بھی کہہ لیتے ہیں۔ کہ وہ ایسی روایات ذکر نہ ہی کرتا۔ جن میں امام ابو حنیفہ کی مدح و تعریف تھی۔ اور نہ ان الزامات والی روایات کا حاشیہ ہی نقل کرتا۔ کم از کم اپنے الزام کو پختہ کرنے کے لیے ان الزامی روایات کے راویوں کے کتب اسمائے رجال میں حالات پڑھ کر ان کی حیثیت تو بتلا دیتا۔ تاکہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جاتا۔ لیکن تحقیق نام کی کوئی چیز بھی تو بے چارے نجفی کے پاس نہیں ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر جرح کرنے تو بیٹھ گیا۔ لیکن بدحواسی اور حسد کا یہ عالم ہے۔ کہ اصل بھی یاد نہ رہا۔ یعنی یہ کہ کسی پر جرح دلیل کے بغیر ہرگز قبول نہیں ہوتی۔ آخر میں ہم اس سلسلہ میں خطیب بغدادی کی تصنیف "الکفایہ فی علم الروایہ" سے جرح اور تنقید کے متعلق اس کا اپنا نظریہ ذکر کرتے ہیں۔

الکفایۃ فی علم الروایۃ:

کتاب مذکورہ میں خطیب بغدادی نے امام مالک بن انس، سفیان ثوری سے یحیٰی بن معین تک کے حضرات کو ایک طبقہ میں شمار کیا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔ کہ جو لوگ استقامت حال، بلندیٔ ذکر اور صداقت و بصیرت میں ان لوگوں کی طرح ہوں۔ ان کے عادل ہونے کے بارے میں سوال نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ ان کے مذکورہ حالات ہی ان کی عدالت پر گواہ ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلہ

یں ایک دو واقعہ بھی نقل کیے ہیں مثلاً لکھا کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے کسی نے جناب اسحاق بن راہویہ کے بارے میں پوچھا کہ وہ از روئے روایت کس درجہ کے تھے۔ تو امام احمد بن حنبل نے فرمایا۔ کیا اسحاق بن راہویہ کی شان رکھنے والے شخص کے بارے میں ایسے سوالات کیے جا سکتے ہیں؟ ایسا ہی ایک قول یحییٰ بن معین کے متعلق ابو عبید کا بیان کیا۔ (الکفایہ ص ۱۱۳، ۱۱۴) اس کے بعد لکھا۔ کہ جرح وہی قبول ہوگی۔ جو وضاحت اور تشریح کے ساتھ ہو اور ایسی ہی جرح کو ائمہ حدیث کے نزدیک مسلم کہا۔ اس ضمن میں امام مسلم وغیرھما کے احتجاج کی مثالیں بھی دیں۔
(دیکھو ص ۱۴۲ النسخۃ قلمی)

خطیب بغدادی نے اس کتاب میں دو باتیں بطور خاص ذکر کی ہیں۔ ایک یہ کہ امام مالک بن انس وغیرہ ایسی شہرت رکھنے والا عادل ہوتا ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ جرح بغیر تشریح و تفسیر سے حضرات ائمہ حدیث کے ہاں غیر مستم ہوتی ہے اب ان دونوں باتوں کو سامنے رکھیے۔ اور امام ابو حنیفہ کی شخصیت کو ان کے ساتھ منسلک کیجئے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے فضل و علم، زہد و تقویٰ، عبادت و تفقہ اور کرم و سخا کا کیا عالم تھا۔ اس کی ایک جھلک گزشتہ حوالہ جات میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ خطیب بغدادی کے اس ضابطہ کے پیش نظر ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ عادل اور متبع سنت سمجھتے تھے۔ لیکن جو روایات امام اعظم پر وجہ اعتراض بنتی تھیں۔ وہ بموجب عہد ذکر کر دیں۔ امام اعظم کی اچھی شہرت کا نقشہ صاحب "المغنی" نے یوں کھینچا ہے۔

المغنی (ترجمہ)

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقہ کے مطابق لاکھوں کروڑوں مسلمان

اللہ کی عبادت کرتے رہے۔ کر رہے ہیں۔ اور ان کی رائے پر
مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد عمل پیرا ہے۔ اس کثرت سے ان کی فقہ
اور رائے کا معمول بہ ہونا" دلیل صحت " ہے۔ بلکہ اول درجہ کی صحت
ثابت ہوتی ہے۔ ابو جعفر طحاوی نے ایک کتاب مسمّی "عقیدہ
ابو حنیفہ" لکھی ہے۔ یہ حضرت امام ابو حنیفہ کے مذہب سے بہت زیادہ
اخذ کرنے والوں میں سے ہیں۔ لکھا ہے۔ کہ یہی عقیدہ اہل سنت کا
ہے۔ خاکسار شروانی بھی کہتا ہے۔ کہ یہ عقائد نسفی میں اس بات
کی تصدیق و تائید میں پیش کی جا سکتی ہے۔ یہ وہ کتاب ہے۔ کہ
فی زمانہ عقائد کی صحت اور عدم صحت کا دارومدار اسی پر ہے۔ ان
عقائد میں سے اس کتاب میں ایک بھی ایسا عقیدہ نہیں۔ جو
"تاریخ بغداد"، میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیے گئے ہیں۔
عقیدۂ ابو حنیفہ میں امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی نشاندہی کی ہے
کہ لوگوں نے اس قسم کے عقائد امام ابو حنیفہ کی طرف کیوں منسوب کیے
ہمیں ان کے ذکر کرنے کی کوئی ضرورت و حاجت نہیں۔ کیونکہ امام ابو حنیفہ
کی ذات جس مرتبہ و مقام کی ہے۔ اور اسلام میں اللہ تعالیٰ نے جو انہیں
شہرت دوام عطا فرمائی ہے۔ وہ اس کی محتاج نہیں ہے۔ کہ اُن کی
طرف سے معذرت کی جائے

(المغنی ص ۲۴۲ مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی)

الکفایہ اور المغنی کی ان شہادتوں سے یہ بات اور بھی واضح ہو جاتی ہے۔ کہ حضرت
امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت اس شہرت کی مالک ہے۔ کہ لوگوں نے اُن پر جو الزامات
لگائے۔ وہ خود ہی نابود ہو جاتے ہیں۔ بلکہ اس سے امام صاحب کی شخصیت اور اُبھر کر

سامنے آتی ہے۔ نجفی شیعی کو چاہیئے تھا کہ اگر اپنی فقہی لن ترانیوں سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ تو کھسیانی بلی کا رویہ نہ اپناتا۔ کوئی معقول بات پیش کرکے "امام اعظم" پر الزام لگاتا لیکن وہ ماں مرگئی۔ جس کے گھر میں ایسا بچہ پیدا ہو جو ابو حنیفہ کی ذات پر الزام لگا کر ثابت کر دکھائے۔ بہت سے آئے گزر گئے۔ ؎

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا !

فاعتبروا یا اولی الابصار

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے کتب شیعہ سے فضائل و مناقب اور سیرت

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آباءِ کرام۔

الامام الصادق:

يَقُوْلُ الْأُسْتَاذُ السَّيِّدُ عَفِيْفِيْ عِنْدَ ذِكْرِ لِوَالِدِ
أَبِيْ حَنِيْفَةَ هُوَ ثَابِتُ بْنُ النُّعْمَانِ بْنِ الْمَرْزُبَانِ
وَكَانَ ثَابِتٌ هٰذَا يَرْجِعُ إِلَىٰ دِيْنٍ وَعَقْلٍ وَمُرُوَّةٍ
تَصْدُرُ عَنْ جِبِلَّةٍ فَقَدْ رُوِيَ أَنَّهُ كَانَ فِيْ شَبَابِهِ
وَرِعًا زَاهِدًا وَكَانَ يَوْمًا يَتَوَضَّأُ مِنْ جَدْوَلٍ
فَجَاءَتْ تُفَّاحَةٌ فِي الْمَاءِ فَأَمْسَكَهَا وَأَكَلَهَا
بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنَ الْوُضُوْءِ ثُمَّ بَصَقَ فَرَأَى بُصَاقَهُ
دَمًا فَقَالَ فِيْ نَفْسِهِ لَعَلَّ مَا أَكَلْتُهُ حَرَامٌ وَإِلَّا
لَمَا تَغَيَّرَ بُصَاقِيْ فَتَتَبَّعَ رَأْسَ الْجَدْوَلِ فَوَجَدَ
شَجَرَةً تُفَّاحُهَا مِثْلُ مَا أَكَلَ فَطَلَبَ صَاحِبَهَا

وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ وَاَعْطَاهُ دِرْهَمًا وَقَالَ
اجْعَلْهَا فِي حَلٍّ فَلَمَّا رَاٰى صَاحِبُ التَّفَّاحَةِ
وَرَعَهُ وَصَلَابَتَهُ فِي دِيْنِهِ اَحَبَّهُ وَقَالَ
لَا اَرْضٰى بِدِرْهَمٍ وَلَا بِاَلْفِ دِرْهَمٍ وَلَا بِاَكْثَرَ
فَقَالَ ثَابِتٌ بِمَ تَرْضٰى قَالَ اِنَّ لِيْ اِبْنَةً لَا تَرٰى
وَلَا تَنْطِقُ وَلَا تَسْمَعُ وَلَا تَمْشِيْ فَاِنْ تَزَوَّجْتَهَا
اَجْعَلْهَا فِي حَلٍّ وَاِلَّا اُخَاصِمْكَ يَوْمَ السُّؤَالِ
وَالْحِسَابِ فَلَبِثَ ثَابِتٌ فِي التَّفَكُّرِ سَاعَةً
ثُمَّ قَالَ فِيْ نَفْسِهِ عَذَابُ الدُّنْيَا اَسْهَلُ وَيَنْقَضِيْ
وَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ
اَشَدُّ وَاَبْقٰى وَتَزَوَّجَ بِهَا فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهَا
تَمَثَّلَتْهُ بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ فَاشْتَبَهَ عَلٰى ثَابِتٍ
الْاَمْرُ لِاَنَّهُ وَجَدَهَا حَسْنَاءَ سَمِيْعَةً بَصِيْرَةً
نَاطِقَةً فَقَالَتْ لَهُ اَنَا زَوْجَتُكَ بِنْتُ فُلَانٍ
قَالَ وَجَدْتُكِ عَلٰى خِلَافِ مَا وَصَفَكِ اَبُوْكِ
قَالَتْ نَعَمْ فَاِنِّيْ كُنْتُ مِنْ سِنِيْنَ لَمْ اَطَأْ خَارِجَ
الْبَيْتِ وَلَمْ اَنْظُرْ الْاَجَانِبَ وَلَمْ اَسْمَعْ كَلَامَهُمْ
وَلَمْ يَسْمَعُوْا كَلَامِيْ فَعَرَفَ ثَابِتٌ الْحَالَ وَقَالَ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اِنَّ
رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ

(الامام الصادق تالیف اسد حیدر شیعی جلد اول ص ۲۸۲ تا ۳۸۳ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ

استاد سید عفیفی حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی کا ذکر کرتے وقت کہتا تھا۔ کہ ان کا نام ثابت بن النعمان بن المرزبان تھا۔ اور یہ ثابت بہت بڑے دیندار اور عقلمند اور صاحب مروت تھے۔ یہ سب خوبیاں انہیں اپنے دادا سے ملی تھیں۔ روایت ہے۔ کہ یہ جوانی میں ہی پرہیز گار اور عبادت گزار تھے۔ ایک دن نہر پر وضو کر رہے تھے۔ کہ اچانک تیرتا ہوا ایک سیب آیا۔ انہوں نے وضو کے بعد اُسے پکڑ کر کھا لیا۔ پھر جب تھوکا۔ تو تھوک میں خون ملا ہوا تھا۔ دل میں سوچا۔ شاید جو سیب میں نے کھایا۔ وہ حرام کھایا۔ اس لیے تھوک خون آلود ہو گیا۔ یہ سوچ کر نہر کے کنارے کنارے چل پڑے۔ حتیٰ کہ ایک درخت نظر آیا جس کے سیب اُسی سیب سے ملتے جلتے تھے۔ جو انہوں نے نہر سے نکال کر کھایا تھا۔ اس درخت کے مالک کو تلاش کیا۔ اُسے سارا قصہ بیان کر کے ایک درہم دیا۔ اور اُس سے درخواست کی کہ وہ سیب اس درہم کے بدلے مجھے حلال کر دو۔ جب سیب کے مالک نے ان کا تقوٰے اور دینی مضبوطی دیکھی۔ تو ان کو چاہنے لگ گیا۔ اور کہنے لگا۔ ایک چھوڑ ہزار درہم بھی دیں۔ میں پھر بھی راضی نہیں ہوں گا۔ جناب ثابت نے پوچھا۔ اچھا پھر کیسے راضی ہو گے؟ کہنے لگا۔ دیکھو! میری ایک بیٹی ہے۔ جو دیکھتی، سنتی اور بولتی نہیں۔ اگر اس سے شادی کر لو۔ تو میں وہ سیب تم کو جائز و مباح کر دوں گا ورنہ بروز قیامت میرا تمہارا فیصلہ ہو گا۔ یہ سن کر جناب ثابت کچھ دیر کے لیے سوچ میں پڑ گئے۔ پھر دل میں کہا۔ دنیا کا عذاب

تو آسان اور ختم ہو جانے والا ہے۔ اور عذاب آخرت سخت اور نہ ختم ہونے والا ہے۔ اس لڑکی سے شادی کر لی۔ جب دونوں نے ایک دوسرے کو علیحدہ مکان میں دیکھا۔ تو اس لڑکی نے جناب ثابت کو بڑے اچھے طریقے سے خوش آمدید کہا۔ جناب ثابت اُسے دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ کیونکہ وہ نہایت خوبصورت، دیکھنے سننے والی اور گفتگو کرنے والی تھی۔ لڑکی بولی۔ جناب! میں آپ کی بیوی ہوں۔ فلاں کی بیٹی ہوں۔ گھبرایئے نہیں۔ آپ نے کہا۔ تمہارے باپ نے جو تیرے اوصاف مجھے بیان کیے تھے۔ تجھ میں تو اُن میں سے ایک بھی نہیں ہے۔ معاملہ بالکل اُلٹ ہے۔ کہنے لگی۔ ہاں۔ یہ حقیقت ہے۔ کہ کئی سال گزر گئے۔ میں نے اپنے گھر سے قدم تک باہر نہ رکھا۔ کسی اجنبی کو نہیں دیکھا۔ نہ کسی غیر کی گفتگو سنی۔ اور نہ ہی غیر محرموں نے میرا کلام سُنا۔ جب لڑکی نے اپنے متعلق ۔۔۔ یہ بیان کیا۔ تو جناب ثابت کہتے ہیں۔ کہ مجھے حقیقت حال معلوم ہو گئی۔ اور میں نے کہا۔ الحمد لله الذی الخ۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے جو ہم سے حزن و پریشانی دُور لے گیا۔ یقیناً ہمارا پروردگار بخشنے والا اور شکر قبول کرنے والا ہے۔

"الامام الصادق"، کے حوالہ سے ہم نے ایک شیعی مصنف استاذ عفیفی کا قول نقل کیا۔ اس میں عفیفی نے ۔ ۔ ۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے آباء کرام کی پرہیزگاری اور دینداری میں ایک خاص واقعہ درج کیا۔ اس واقعہ کے اندراج کے بعد یہی مصنف یعنی سید عفیفی اس پر اپنا خیال اور تبصرہ لکھتے ہوئے کہتا ہے۔

الامام الصادق:

استاذ السید حفیظی الحامی یقول میلهات
لا یأتی الزمان بمثل ثابت ولا بمثل صاحبته
فلا عجب ان یتولد منهما ولد فی صورة
الانسان وسیرة الملك ویحیی الله به دینه
القویم ویشیع مذهبه فی الاقطار وعلمه
فی الامصار ویقول من هذا الوالد الورع
الزاهد وهذه الام لطاهرة ولد الامام
الاعظم ابوحنیفة النعمان فی مدینة
الکوفة فی سنة ۸۰ من الهجرة النبویة
فی عصر الدولة الاموية فی خلافة
عبد الملك بن مروان ویقول بعد
ذالك ان اسمه النعمان وهو منقول من اسم
جنس وقیل انه الدم وقیل انه الروح
فیکون اتفاقا حسنا لان اباحنیفة روح
الفقه وقوامه ومنه منشاه ونظامه

(الامام الصادق جلد اوّل ص ۲۸۳
مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:
استاد سید عفیفی کا کہنا ہے کہ ہائے زمانہ ثابت ایسا شخص نہ پیش کر

سکے گا۔ اور نہ ہی ان کی بیوی ایسی کوئی عورت آئے گی۔ لہٰذا ان دونوں شخصیتوں سے اگر ایک بچہ بشکل وصورت انسانی اور بصیرت فرشتہ پیدا ہو تو اس میں کوئی تعجب نہیں۔ اور پھر اس بچہ کے سبب اللہ تعالیٰ اپنے دین قویم کو زندگی و تازگی عطاء فرمائے۔ اس کے مذہب کو چار دانگ عالم میں پھیلائے اور اس کے علم کو شہر بشہر عام کر دے۔ تو یہ بھی تعجب والی بات نہیں۔

استاذ عفیفی یہ بھی کہتا ہے۔ کہ اس متقی اور زاہد مرد اور ایسی پاکیزہ ماں سے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ۸۰ہجری میں کوفہ شہر میں پیدا ہوئے یہ دور بنی امیہ کا دور تھا۔ اور ان دنوں عبدالملک بن مروان خلیفہ تھا۔ اس کے بعد ہی عفیفی مزید کہتا ہے۔ کہ ابوحنیفہ کا نام نعمان تھا۔ جو اسم جنس سے منقول ہے۔ اور کہا گیا کہ اس کا معنی خون یا روح ہے۔ تو دیکھئے کیسا اچھا اتفاق ہوا۔ کیونکہ امام ابوحنیفہ اپنے نام کی مناسبت سے فقہ کی روح اور قوام ہوئے۔ اور انہی سے فقہ نے نشو و نما پائی۔ اور انہی سے اس کو نظم و نسق حاصل ہوا۔

لمحہ فکریہ:

شیعہ مصنف استاذ عفیفی نے واقعہ کے ضمن میں جو تبصرہ اور نتیجہ ذکر کیا۔ وہ حقیقت پر مبنی ہے۔ بلکہ حقیقت کی ترجمانی کر کے استاد مذکور نے عناد و تعصب کو نزدیک نہیں آنے دیا۔ کیا اچھا ہوتا۔ کہ نجفی شیعی بھی بغض و حسد کی عینک اتار پھینکتا۔ اور حقائق کو دیکھنے اور قبول کرنے کی توفیق پاتا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے والدین و آباؤ اجداد اور خود امام صاحب کی سیرت کی ایک جھلک آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اب آیئے ذرا

ایک اور گوشہ سیرت پر نظر ڈال لیں۔

امام ابو حنیفہ کا فقہی مقام و بصیرت دراصل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دعا کا اثر ہے

الامام الصادق:

وَ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ زُوْطِيَ جَدَّهٗ اَهْدٰى لِاِمَامِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَالُوْدَجًا يَوْمَ النَّيْرُوْزِ وَكَانَ ثَابِتٌ صَغِيْرًا فَدَعٰى لَهٗ اِمَامُ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْبَرَكَةِ اَمَّا اُمُّهٗ فَلَمْ يَتَعَرَّضِ التَّارِيْخُ لِذِكْرِهَا بِالتَّفْصِيْلِ۔

(الامام الصادق جلد اوّل ص ۲۸۲
مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

بیان کرتے ہیں۔ کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے دادا جناب زوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے ہاں بطور ہدیہ نوروز کو فالودہ بھیجا۔ ان دنوں ابو حنیفہ کے والد جناب ثابت چھوٹے بچے تھے۔ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے ہاں ان کے لیے برکت کی دعا فرمائی امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا تذکرہ کتب تاریخ میں تفصیل نہیں ملتا

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے علوم ظاہری و باطنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اخذ کیے

الامام الصادق:

اِسْتَمَرَّ عَلٰی حَلْقَةِ تَدْرِيْسِ وَاِفَادَاتِ جَعْفَرَ صَادِقٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْاِمَامُ الْاَعْظَمُ اَبُوْحَنِيْفَةَ وَاسْتَفَادَ مِنْهُ اَوَّلًا فِي الْمَعَارِفِ الظَّاهِرِيَّةِ وَالْبَاطِنِيَّةِ۔

(الامام الصادق ص ۷۵ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

زمانہ دراز تک امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ جناب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حلقہ تدریس میں بیٹھتے رہے۔ اور ان سے آپ ابتداءً معارف ظاہریہ اور باطنیہ سے مستفید ہوئے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ان دو سالوں پر فخر کرتے تھے۔ جو آپ نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بسر کیے

الامام الصادق:

لَوْلَا السَّنَتَانِ لَهَلَكَ نُعْمَانُ اَبُوْ حَنِيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ
يَقُوْلُ الْاٰلُوْسِيْ هٰذَا اَبُوْحَنِيْفَةَ وَهُوَ مِنْ
اَهْلِ السُّنَّةِ يَفْتَخِرُ وَيَقُوْلُ بِاَفْصَحِ لِسَانٍ
لَوْلَا السَّنَتَانِ لَهَلَكَ نُعْمَانُ يَعْنِيْ السَّنَتَيْنِ
اللَّتَيْنِ جَلَسَ فِيْهِمَا لِاَخْذِ الْعِلْمِ عَنِ الْاِمَامِ جَعْفَرَ
صَادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(الامام الصادق ص ۵۸ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

اگر دو سال نہ ہوتے تو ابوحنیفہ ہلاک ہو گیا تھا۔ الوسی کہتا ہے۔ کہ یہ ابوحنیفہ نے کہا۔ جو اہل سنت میں سے ہیں۔ اور فخر یہ کہا کرتے تھے۔ اور فصیح طور پر کہا ہے۔ کہ اگر دو سال نہ ہوتے تو ابوحنیفہ ہلاک ہو جاتا۔ ان

دو سالوں سے مراد وہ دو سال ہیں۔ جو انہوں نے علم حاصل کرنے کے لیے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی مجلس میں گزارے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ حضرت امام جعفر صادق کو امت محمدیہ کا بہت بڑا عالم سمجھتے تھے

الامام الصادق

وَكَانَ الْمَنْصُوْرُ يَأْمَلُ بِالْإِمَامِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عِنْدَ مَا رَعَاهُ بِعِنَايَتِهٖ وَنَصْرِهٖ وَقَدَّمَهٗ عَلٰى كَثِيْرٍ مِنَ الْفُقَهَاءِ اَنْ يُوْجَدَ مِنْهُ شَخْصِيَّةً عِلْمِيَّةً تَقِفُ اِمَامَ اِنْتِشَارِ مَذْهَبِ جَعْفَرِ ابْنِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلٰكِنَّهٗ قَدْ خَابَ اَمَلُهٗ فَهٰذَا الْاِمَامُ اَبُوْ حَنِيْفَةَ يُصَرِّحُ لِلْمَلَاءِ بِاَنَّهٗ مَا رَاٰى اَعْلَمَ مِنْ جَعْفَرٍ صَادِقٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ بْنِ مُحَمَّدٍ وَاَنَّهٗ اَعْلَمُ الْاُمَّةِ۔

(الامام الصادق ص ۲۲۳ تا ۲۲۴
مطبوعہ مطبوعہ)

ترجمہ:
خلیفہ منصور نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بہت سی رعایت

کی۔ ان کی مدد کی۔ اور بہت سے فقہا پر ان کو اولیت و تقدیم دی۔ یہ سب کچھ اُس نے اس لیے کیا۔ کہ خلیفہ یہ امید لگائے بیٹھا تھا۔ کہ ان سے کوئی ایسی علمی شخصیت پیدا ہو۔ جو امام جعفر بن محمد کے مذہب کے پھیلنے میں روکاوٹ بن کر کھڑی ہو سکے لیکن خلیفہ کی یہ امید پوری نہ ہو سکی۔ کیونکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں علی الاعلان بارہا کہا تھا۔ کہ حضرت امام جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا۔ اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ امت کے سب سے بڑے عالم یہی ہیں۔

لمحہ فکریہ :

روایتِ مذکورہ اس امر کی واضح نشاندہی کرتی ہے۔ کہ وقت کا خلیفہ منصور جناب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مذہب کو پھولتا پھلتا دیکھنا گوارا نہ کرتا تھا۔ اور اسی مقصد کے حصول کے لیے اُس نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے خلاف استعمال کرنے کی کوشش کی۔ لیکن امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے دنیوی لالچ اور خلیفہ کے رعب و دباب کی پرواہ کیے بغیر عوام میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی علمی حیثیت کا کھلم کھلا پرچار کیا۔ اور ببانگِ دہل یہ کہا۔ کہ لوگو! امت میں اس وقت امام جعفر رضی اللہ عنہ جیسا عالم کوئی بھی نہیں۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ابو حنیفہ بے حد احترام کرتے تھے۔ اور ان کے علم کو بے مثل سمجھتے تھے۔ ایسا کیوں نہ ہوتا آخر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ان کے شیخ اور استاذ تھے۔ کاش جتنی عقیدت و محبت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو تھی اس سے آدھی بھی نجفی شیعی کے دل میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ہوتی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

وضاحت:

جیسا کہ ہم اہل تشیع کی کتب سے ثابت کر چکے ہیں۔ کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو علوم ظاہری و باطنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھنے سے حاصل ہوئے۔ اور خود امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ
اس مجلس پر فخر بھی فرمایا کرتے تھے۔ تو اس بات کی وجہ سے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ جب شاگرد اور مرید ہوئے۔ تو اہل سنت کو امام ابو حنیفہ کی بجائے ان کے پیرومرشد اور استاذ کی تقلید کرنا چاہیئے تھی کیا امام ابو حنیفہ کی تقلید کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔ کہ چونکہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اہل بیت کے عظیم فرد ہیں۔ اور سنیوں کو اہل بیت سے محبت نہیں۔ اس لیے انہیں چھوڑ کر ابو حنیفہ کی تقلید کرتے ہیں؟ اس سوال کا تفصیلی جواب ہم اسی بحث کے آخر میں انشاء اللہ دیں گے۔ سردست اس کا اجمالی جواب دیا جاتا ہے۔

رجال کشی وغیرہ معتبر کتب شیعہ میں یہ بات صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ

> "ہم اہل بیت کے ائمہ سے مروی روایات و احادیث کو بیان کرنے والے بہت سے ایسے لوگ ہیں۔ جو من گھڑت احادیث بیان کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی وجہ سے ہم سے مروی کسی روایت پر اعتبار نہ رہا لہٰذا میں (امام جعفر صادق) کہتا ہوں۔ کہ ہم سے مروی روایت و حدیث جب تک قرآن کریم کے مضامین کے مطابق نہ ہو۔ اس پر عمل کرنا منع ہے۔"

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا ادب و احترام ایک مسلّم امر ہے۔

لیکن مسئلہ تقلید میں آپ کی روایات وغیرہ بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ جب بقول امام موصوف ان روایات پر اعتبار ہی نہیں۔ تو تقلید کس طرح کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت حضرات امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی عظمت واحترام کو مانتے ہوئے ان کی طرف سے غیر معتبر اور مسخ شدہ روایات کی تقلید نہیں کرتے۔

واللہ اعلم بالصّواب

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب امام جعفر رضی اللہ عنہ سے گفتگو کرتے۔ تو "یا ابن رسول اللہ" سے خطاب کرتے

الامام الصادق:

رِوَايَاتُهُ عَنِ الْإِمَامِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَمَيْلُهُ لِأَهْلِ الْبَيْتِ وَكَانَ أَبُو حَنِيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِمَّنْ يَخْتَلِفُ عَنِ الْإِمَامِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَيَسْأَلُهُ عَنْ كَثِيْرٍ مِنَ الْمَسَائِلِ مَعَ اَدَبٍ وَاِحْتِرَامٍ وَلَا يُخَاطِبُهُ اِلَّا بِقَوْلِهٖ جُعِلْتُ فِدَاكَ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَقَدْ رَوٰى اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْإِمَامِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَحَدَّثَ عَنْهُ وَاتَّصَلَ بِهٖ فِي الْمَدِيْنَةِ مُدَّةً مِنَ الزَّمَنِ ...... وَعَلٰى اَيِّ حَالٍ فَاِنَّ لِاَبِيْ حَنِيْفَةَ صِلَةً مَعَ اَهْلِ الْبَيْتِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَكَانَ يَنْتَصِرُ لَهُمْ

رَ ئِيُوْا ازْ رُهُمْ فِيْ جَمِيْعِ مَوَاقِفِهِمْ۔

(الامام الصادق ص ۳۱۷ مطبوعہ

بیروت)

ترجمہ:

امام ابوحنیفہ کی اکثر روایات حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ہیں۔ اور ان کو اہل بیت سے بہت محبت تھی۔ ابوحنیفہ وہ ہیں جن کا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ہاں بکثرت آنا جانا تھا۔ ان سے بہت سے مسائل پوچھا کرتے تھے۔ اور نہایت ادب واحترام سے گفتگو کرتے جب بھی مخاطب کرتے تو ان الفاظ سے مخاطب کرتے۔ "میں آپ پر قربان اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند! امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت حدیث کی۔ اور ان کے ساتھ مدینہ میں ایک مدت تک قیام بھی کیا۔

بہرحال امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا اہل بیت رضوان اللہ علیہم کے ساتھ گہرا تعلق اور لگاؤ تھا۔ ان کی کڑے وقت میں ہر ممکن مدد کیا کرتے تھے۔ اور ان کے بوجھ ہلکے کیا کرتے تھے۔ گویا ہر مقام میں ان کی خدمت کے لیے ہمہ تن حاضر تھے۔

قابل غور:

"الامام الصادق" کے مصنف اسد حیدر نے دو ٹوک بات کہہ دی کہ خواہ کچھ بھی ہو۔ بہرحال یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو اہل بیت سے بے پناہ محبت تھی۔ اور اس تعلق کی وجہ سے اُن کی ہر طرح خدمت کی۔ ایک شخص جب حضرات اہل بیت کے ساتھ اس قدر مخلص اور ان کا اتنا محب اور آڑے وقت میں کام آنے والا

ہو۔ تو ایسے شخص کے متعلق حضرات اہل بیت کا کیا رد یہ ہوگا؟ جو شخص اہل بیت کی سیرت و اسوہ سے آشنا ہے۔ وہ یہی کہے گا۔ کہ "ھل جزاء الاحسان الا الاحسان" کے مصداق اہل بیت رضی اللہ عنہم کے ہاں امام ابوحنیفہ کی بھی خاص قدر و منزلت ہوگی۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ امام ابوحنیفہ ان کی خدمت کریں۔ اور وہ ان کی مذمت کریں۔ نجفی شیعی کو کم از کم اپنے ہم مسلک لوگوں کی بات تسلیم کر لینی چاہیئے تھی۔ یہ امام ابوحنیفہ کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا مخالف کہہ رہا ہے۔ اور وہ امام موصوف کو ان کا خادم اور غلام ثابت کر رہے ہیں

امام ابوحنیفہ کے نزدیک حضرت علی المرتضیٰ کے اقوال کا مقام

الامام الصادق:

كَيْفَ وَ اَئِمَّةُ الْمَذَاهِبِ اَنْفُسُهُمْ قَدْ اَخَذُوْا عَنْ اَهْلِ الْبَيْتِ وَ جَعَلُوْا ذَالِكَ فَخْرًا لَهُمْ وَ سَبَبًا لِنَجَاتِهِمْ فَهٰذَا الْاِمَامُ اَبُوْ حَنِيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يَاْخُذُ بِاَقْوَالِ عَلِيٍّ ...... عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتّٰى جَعَلُوْا ذَالِكَ مِنْ مُرَجِّحَاتِ مَذْهَبِهٖ عَلٰى غَيْرِهٖ مِنَ الْمَذَاهِبِ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا ذَكَرَ ذَالِكَ

اَلْمُقَدَّسِیْ فِی اَحْسَنِ التَّقَاسِیْمِ وَکَانَ اَبُوْحَنِیْفَةَ
یَفْتَخِرُ بِالْاَخْذِ عَنِ الصَّادِقِ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَیَقُوْلُ
لَوْلَا السَّنَتَانِ لَهَلَكَ النُّعْمَانُ)

(الامام الصادق ص ۲۳۲ مطبوعہ
بیروت)

ترجمہ:

مذاہب کے اماموں نے بذاتِ خود حضرات اہل بیت سے علم حاصل کیا۔ اور اس کو اپنے لیے باعث فخر سمجھا۔ اور سبب نجات گردانا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے اقوال پر عمل کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان اقوال کو اپنے مذہب کے لیے باعث ترجیح قرار دیتے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اُن کے سامنے تھا۔ آپ نے فرمایا۔ میں علم کا شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہے۔ المقدسی نے یہ بات احسن التقاسیم میں ذکر کی۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اس بات پر فخر کیا کرتے تھے۔ کہ انہوں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے تعلیم حاصل کی۔ اور کہا کرتے تھے۔ دو اگر دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا (یعنی وہ دو سال جو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے شرف تلمذ میں بسر کیے اگر نہ ہوتے تو فقہی مسائل میں ٹھوکر کھا جانے کا اندیشہ تھا)

☆

امام اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی فقاہت

مکالمہ مابین ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و زنادقہ

ناسخ التواریخ:

در زینت المجالس مسطور است۔ کہ روزے ابو حنیفہ در مسجد نشستہ بود جماعتی از زنادقہ بیروں آمدند و آہنگ تباہی او را داشتند گفت از من یک مسئلہ بشنوید بعد ازاں اختیار شما راست گفتند بگوی گفت کشتی پر از بار بدیدم بدوں اینکہ کشتی بان محافظت آں را نماید بروئی دریا میرفت تا بمقصد، بپیوست آنجماعت گفتند محال است کشتی بان بریک نسق تواند بود ابو حنیفہ گفت سبحان اللہ چوں روا نباشد کہ سفینہ بے مدبر و نگہبان بنظام حرکت نماید چگونہ روا میدارید کہ سائر افلاک و کواکب و نظام عالم بالا و پستی بیوجود ہستی مدبر دانا و مقتدر توانا صورت پذیرد چوں ملاحدہ ایں سخن بشنیدند بیشتر از ایشاں مسلمانی گرفتند۔

(ناسخ التواریخ زندگانی امام جعفر صادق جلد چہارم ص ۲ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

زینت المجالس میں لکھا ہوا ہے۔ کہ ایک دن امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ بے دینوں کی ایک جماعت اس ارادے سے باہر نکلی۔ کہ آپ کا کام تمام کر دے۔ آپ نے فرمایا۔ مجھ سے ایک مسئلہ سن لو۔ بعد میں جو تمہارے دل میں آئے کر لینا۔ انہوں نے کہا۔ بتلایئے کیا مسئلہ ہے؟ آپ نے فرمایا۔ میں نے ایک کشتی سامان سے لدی ہوئی دیکھی۔ جو دریا میں بغیر محافظ اور کشتی چلانے والے کے چل رہی تھی۔ اور بالآخر اپنی منزل پر پہنچ گئی۔ یہ سن کر وہ جماعت بولی۔ کشتی کا بغیر محافظ اور کشتی بان کے ایک ہی طریقہ اور کیفیت پر رہنا محال ہے۔ امام ابوحنیفہ بولے۔ سبحان اللہ! جب کشتی کا بغیر محافظ کے درست چلنا ممکن نہیں ہے۔ تو یہ کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ کہ تمام آسمان، سیارے اور کائنات کا نظام کسی مدبر اور قادر و قیوم کے بغیر چل رہا ہو۔ جب اُن بے دینوں نے آپ کی بات سنی۔ تو اُن میں سے بیشتر نے اسلام قبول کر لیا۔

لمحہ فکریہ:

قارئین کرام! ان روایات میں آپ نے جو کچھ ملاحظہ کیا۔ اُس سے سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی خداداد صلاحیت آپ پر روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہو گئی۔ اللہ رب العزت نے انہیں وہ ذہن رسا عطا فرمایا تھا۔ کہ عقلی دلائل سے آپ نے بہت سے بے دینوں کو مشرف باسلام کیا۔ ایسی صلاحیت اور استعداد والا شخص خود بے دین اور گمراہ (معاذ اللہ) کیسے ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نجفی شیعی کو بھی

حق سمجھنے کی توفیق اور ہدایت عطا فرمائے۔

حضرت علی المرتضیٰ اور آپ کی اولاد کے متعلق امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

الامام الصادق:

وَ كَانَ اَبُوْحَنِيْفَةَ يَرٰى اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ عَلَى الْحَقِّ فِيْ قِتَالِهٖ لِاَهْلِ الْجَمَلِ وَغَيْرِهٖ وَ يَتَضَحُ ذَالِكَ مِنْ اَقْوَالِهٖ فِيْ عِدَّةِ مَوَاطِنَ مِنْهَا اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ يَوْمِ الْجَمَلِ فَقَالَ سَارَ عَلِيٌّ فِيْهِ بِالْعَدْلِ وَ هُوَ اَعْلَمُ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ قِتَالِ اَهْلِ الْبَغْيِ۔

وَ قَوْلُهٗ۔ مَا قَاتَلَ اَحَدٌ عَلِيًّا اِلَّا وَعَلِيٌّ اَوْلٰى بِالْحَقِّ مِنْهُ.....

وَقَوْلُهٗ۔ اِنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيًّا اِنَّمَا قَاتَلَ طَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَ بَعْدَ اَنْ بَايَعَاهُ وَخَالَفَا۔

وَقَالَ يَوْمًا لِاَصْحَابِهٖ اَتَدْرُوْنَ لِمَ يُبْغِضُنَا اَهْلُ الشَّامِ قَالُوْا لَا قَالَ لِاَنَّا لَوْ شَهِدْنَا عَسْكَرَ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَ مُعَاوِيَةَ لَكُنَّا مَعَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

أَتَدْرُوْنَ لِمَ يَبْغَضُنَا أَهْلُ الْحَدِيْثِ؟ قَالُوْا لَا قَالَ لِاَنَّا نُحِبُّ أَهْلَ بَيْتِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَنُقِرُّ بِفَضْلِهِمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ أَنَّهُ قَالَ أَتَدْرُوْنَ لِمَ يَبْغَضُنَا أَهْلُ الْحَدِيْثِ؟ قَالُوْا لَا - قَالَ لِاَنَّا نُثْبِتُ خِلَافَةَ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ وَهُمْ لَا يُثْبِتُوْنَهٗ۔

(الامام الصادق ص ۳۱۸ تا ۳۱۹

مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ اہل جمل کے ساتھ لڑائی کرنے میں حق بجانب تھے۔ آپ کی یہ رائے بہت سے اقوال سے ثابت ہوتی ہے۔ ان میں سے ایک یہ کہ آپ سے جنگ جمل کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو جواب دیا۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ اس جنگ میں عدل پر چلے۔ اور آپ باغیوں سے لڑائی کرنے کے مسئلہ کو تمام مسلمانوں سے زیادہ جانتے تھے۔ دوسرا یہ کہ ابو حنیفہ کا قول ہے۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ سے لڑائی کرنے والے کی نسبت حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ حق پر ہونے کے زیادہ مستحق تھے۔ تیسرا یہ کہ انہوں نے فرمایا "حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما سے لڑائی اس لیے کی۔ کہ انہوں نے بیعت کر لینے کے بعد خلاف کیا تھا" امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک دن اپنے اصحاب سے

فرمایا۔ کیا تم جانتے ہو کہ شامی لوگ ہمیں بُرا کیوں سمجھتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ تو آپ نے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی۔ کہ اُن کے بغض کی وجہ یہ ہے۔ کہ ہم اگر حضرت علی اور معاویہ کے مابین ہونے والی جنگ میں شریک ہوتے۔ تو ہم یقیناً حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے طرفدار ہوتے۔ پھر ایک اور سوال پوچھا۔ کہ کیا جانتے ہو کہ اہلحدیث ہم سے ناراض کیوں ہیں؟ اصحاب نے پھر عرض کیا نہیں معلوم۔ فرمایا اس لیے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے محبت کرتے ہیں۔ اور اُن کی تعظیم و احترام کرتے ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے۔ کہ آپ نے اصحاب سے دریافت فرمایا۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہم سے "اہل الحدیث" کیوں بغض رکھتے ہیں۔ اصحاب نے عرض کیا نہیں معلوم۔ فرمایا۔ وجہ یہ ہے۔ کہ ہم حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ثابت کرتے ہیں۔ اور وہ اس کے ثبوت کے قائل نہیں ہیں۔

لمحہ فکریہ:

"الامام الصادق" کی مذکورہ عبارت سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی۔ کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی خلافت اصحاب سے بغض و عناد رکھنے والے دو گروہ پیش پیش تھے۔ ایک شامی اور دوسرا اہل حدیث (جو خارجی تھے) حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے دونوں کے بغض و عداوت کی وجہ بیان فرما دی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حق پر سمجھنا اور اہل بیت سے محبت کرنا یہ دو سبب تھے۔

جہاں تک جنگ جمل وغیرہ کا معاملہ ہے۔ اس سلسلہ میں ہم اہل سنت کا نظریہ بھی وہی ہے۔ جو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا تھا۔ اس کے مخالف لوگ "خارجی" ہیں نجفی شیعی نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت کر کے کن لوگوں کی طرفداری کی۔ اور کن کا کردار اپنایا۔؟ بات بالکل واضح ہے۔ کہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب (حنفی حضرات) کی مخالفت کرنے والے شامی اور خارجی تھے۔ تو معلوم ہوا کہ نجفی کا تخم بھی کہیں ان کی طرف سے آیا ہے۔ اسی لیے آن کا سا پھل دے رہا ہے۔ اور اسی سے اس بات کا بھانڈا بھی پھوٹ گیا۔ کہ "محب اہل بیت" کون ہے؟ یعنی امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے والے دراصل اہل بیت کے مخالف اور حضرت علی المرتضٰے کو باطل پر سمجھنے والے تھے۔ انہی مخالفین اہل بیت اور حضرت علی المرتضٰے کے دشمنوں کی سیرت نجفی نے اپنائی۔ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے اس شامی اور خارجی نے "محب اہل بیت" کا روپ دھار رکھا ہے۔ ادھر حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اہل بیت سے محبت کرنا اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا تھا۔ آپ اس قدر ان کی تعظیم و توقیر کیا کرتے تھے۔ اور ان کی عزت آپ کے دل میں اس قدر جاگزیں تھی۔ کہ مرتے دم تک یہ جدا نہ ہوئی۔ ملاحظہ ہو۔

الامام الصادق:

وَعَلٰی اَیِّ حَالٍ فَاِنَّ لِاَبِیْ حَنِیْفَةَ صِلَةٌ مَعَ اَهْلِ الْبَیْتِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ وَكَانَ یَنْتَصِرُ لَهُمْ وَیُوَالِیْهِمْ فِیْ جَمِیْعِ مَوَاقِفِهِمْ۔ لَقَدْ نَاصَرَ زَیْدَ بْنَ عَلِیٍّ وَسَاهَمَ فِی الدَّعْوَةِ اِلَی الْخُرُوْجِ مَعَهٗ وَكَانَ یَقُوْلُ ضَاهَا

خُرُوجُ زَيْدٍ خُرُوجَ رَسُوْلِ اللهِ يَوْمَ بَدْرٍ فَقِيْلَ لَهُ لِمَ تَخَلَّفْتَ عَنْهُ؟ قَالَ حَبَسَنِيْ وَدَائِعُ النَّاسِ عَرَضْتُهَا عَلَى ابْنَ اَبِي لَيْلَى فَلَمْ يَقْبَلْ۔

(الامام الصادق ص ۳۱۷ جلد اوّل)

ترجمہ:

بہر حال امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا اہل بیت کے ساتھ حسن سلوک اور خبر گیری ایک واضح امر تھا۔ تمام مواقع پر ان کی مدد کرنا اور ان کا بوجھ بٹانا آپ کا شیوہ تھا۔

زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کے خروج میں امام ابوحنیفہ نے ان کا ساتھ دیا اور اس خروج کے متعلق آپ کہا کرتے تھے۔ کہ زید بن علی کا خروج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوۂ بدر سے ملتا جلتا ہے۔ کسی نے آپ سے پوچھا۔ اگر آپ کے نزدیک خروج زید کی حقیقت یہی ہے تو آپ نے عملی طور پر ان کا ساتھ کیوں نہ دیا؟ فرمایا۔ وجہ یہ تھی کہ لوگوں کی میرے پاس امانتیں پڑی ہوئی تھیں۔ میں نے علی بن ابی لیلیٰ سے کہا۔ کہ میری طرف سے یہ امانتیں تم اپنے پاس رکھو۔ (کیونکہ میں زید بن علی کے ساتھ خروج میں شریک ہونا چاہتا ہوں) لیکن میری پیشکش اُس نے قبول نہ کی۔ (لہٰذا مجھے ان امانتوں کی وجہ سے پیچھے رہنا پڑ گیا)

اسباب قتل ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ

الامام الصادق:

وَاٰخَرُوْنَ يَرْوُوْنَ اَنَّ الْمَنْصُوْرَ اِنَّمَا اسْتَقْدَمَهٗ مِنَ الْكُوْفَةِ لِاَنَّهٗ اِتَّهَمَ بِالتَّشَيُّعِ لِاِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَسَنِ فَاِنَّهٗ اَعْلَنَ الْاِنْضِمَامَ لِجَانِبِ دَعْوَةِ مُحَمَّدٍ وَاِبْرَاهِيْمَ وَاَفْتٰى بِوُجُوْبِ الْخُرُوْجِ مَعَ اِبْرَاهِيْمَ يُحَدِّثُنَا اَبُو الْفَرَجِ الْاَصْفَهَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اِدْرِيْسَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حَنِيْفَةَ وَهُوَ قَائِمٌ عَلٰى دَرَجَتِهٖ وَرَجُلَانِ يَسْتَفْتِيَانِهٖ فِي الْخُرُوْجِ مَعَ اِبْرَاهِيْمَ وَهُوَ يَقُوْلُ اُخْرُجَا وَاِنَّهٗ كَتَبَ اِلٰى اِبْرَاهِيْمَ يُشِيْرُ عَلَيْهِ اَنْ يَقْصِدَ الْكُوْفَةَ وَيَدْخُلَهَا سِرًّا فَاِنَّ مَنْ فِيْهَا مِنْ شِيْعَتِكُمْ يُبَيِّتُوْنَ اَبَا جَعْفَرٍ فَيَقْتُلُوْنَهٗ اَوْ يَاْخُذُوْنَ بِرَقَبَتِهٖ فَيَاْتُوْنَكَ بِهٖ وَكَتَبَ لَهٗ كِتَابًا اٰخَرَ فَظَفَرَ اَبُوْ جَعْفَرٍ بِكِتَابِهٖ فَسَيَّرَهٗ وَبَعَثَ اِلَيْهِ فَاشْخَصَهٗ وَسَقَاهٗ

شَرْبَةً فَمَاتَ مِنْهَا۔

(۱۔ الامام الصادق ص ۳۱۹ تذکرہ اسباب
قتل ابی حنیفہ مطبوعہ بیروت طبع جدید)
(۲۔ مقاتل الطالبین ص ۳۶۵ تا ۳۶۷
تذکرہ تسمیہ من خرج مع ابراہیم الخ۔ مطبوعہ
بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بارے میں ایک روایت یہ ہے۔ کہ خلیفہ کے کہنے پر انہوں نے عہدۂ قضاء قبول نہ کیا تھا۔ جس کی بنا پر اس نے آپ کو مروا دیا۔ اس کے علاوہ کچھ لوگوں نے یوں روایت کی ہے۔ کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ چونکہ جناب محمد اور ابراہیم کے ساتھ محبت رکھنے میں متہم تھے۔ اس لیے منصور نے کوفہ سے آپ کو بلوا بھیجا۔ اس کے ساتھ ساتھ امام اعظم نے ان دونوں کی دعوت کے ساتھ مل جانے کا اعلان بھی کر رکھا تھا۔ اور یہ فتویٰ بھی دیا تھا۔ کہ ابراہیم کے ساتھ خروج میں شریک ہونا واجب ہے ابوالفرج اصفہانی کا بیان ہے۔ کہ میں نے عبداللہ بن ادریس کو . . . یہ کہتے سنا۔ کہ ایک دفعہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اپنے مکان کی سیڑھیوں پر کھڑے تھے۔ آپ سے دو آدمیوں نے سوال کیا۔ کہ ابراہیم کے ساتھ خروج میں شریک ہونا کیسا ہے؟ امام ابوحنیفہ نے انہیں کہا کہ تم خروج کرو آپ نے امام ابراہیم کی طرف ایک خط لکھا۔ جس کی تحریر یہ تھا۔ کہ تم کوفہ میں خفیہ طور پر آجاؤ۔ کیونکہ یہاں تمہارے،

چاہنے والے کافی تعداد میں ہیں۔ ابوجعفر دوانقی کے ہاں رات بسر کریں
اور اُسے قتل کردیں۔ یا اُسے پکڑ کر آپ کے سامنے لے آئیں۔
پھر ایک اور خط تحریر کیا۔ لیکن اس خط کی ابوجعفر دوانقی کو اطلاع ہو گئی
خط پکڑا گیا۔ اس کے بعد امام اعظم کو گرفتار کیا گیا۔ اور کوفہ سے بغداد
منگوا لیا۔ یہاں پہنچنے پر انہیں تکالیف دیں۔ اور زہریلا شربت آپ
کو پلا کر شہید کروا دیا گیا۔

الامام الصادق:

وَكَانَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ
جُمْلَةِ الْفُقَهَاءِ الْمُنْتَصِرِيْنَ لِمُحَمَّدٍ
وَاِبْرَاهِيْمَ كَمَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَالْاَعْمَشِ
وَمُسْعِرِ بْنِ كُدَامٍ وَعُبَادَةَ بْنِ الْعَوَّامِ
وَحِمْرَانَ ابْنِ دَاوُدَ الْقَطَّانِ وَشُعْبَةَ بْنِ
الْحَجَّاجِ وَغَيْرِهِمْ وَكَانَ بَعْضُهُمْ حَضَرَ
حَرْبَهُ وَكَانُوْا يَعُدُّوْنَ شُهَدَآءَ
وَقْعَتِهِ كَشُهَدَاءِ بَدْرٍ وَيُسَمُّوْنَهَا بَدْرَ
الصُّغْرٰى وَقَدْ رَاَيْنَا الْمَنْصُوْرَ يَغُضُّ عَنْ
مُؤَاخَذَةِ اُولٰئِكَ الْفُقَهَاءِ لِاَنَّهُ بِحَاجَةٍ
مَاسَّةٍ لِبَقَائِهِمْ وَالْمُعَاوَنَةِ مَعَهُمْ وَبِذٰلِكَ
يَتَّصِدُ اِيْجَادُ مَجْمُوْعَةٍ مِنْهُمْ لِتَخْفِيْفِ
خَطَرِ اِنْتِشَارِ ذِكْرِ جَعْفَرِ ابْنِ مُحَمَّدٍ فِى الْاَقْطَارِ

فَقَدْ كَانَ هُوَ الشَّخْصُ الْمُعْتَرِضُ فِي حَلْقِهِ وَمِنَ الْحَقِّ وَالْإِنْصَافِ اَنْ نَقُوْلَ اِنَّ مَوْقِفَ اَبِي حَنِيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَيْسَ كَمَوْقِفِ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ فَاِنَّ مَالِكَ لَمَّا عُوْقِبَ لِاَجْلِ فَتْوَاهُ بِالْخُرُوْجِ مَعَ مُحَمَّدٍ اَخْلَصَ بَعْدَ ذَالِكَ لِلْمَنْصُوْرِ وَتَغَيَّرَ مَوْقِفُهُ حَتّٰى كَانَ يَظْهَرُ اَنْ لَا فَضْلَ لِعَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلٰى غَيْرِهٖ مِنَ الصَّحَابَةِ بَلْ هُوَ كَسَائِرِ النَّاسِ اَمَّا اَبُوْحَنِيْفَةَ فَلَمْ يَتَغَيَّرْ مَوْقِفُهُ

(۱- الامام الصادق ص ۳۲۰ مطبوعہ بیروت جدید)

(۲- مقاتل الطالبین ص ۳۶۴ مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ:

امام محمد اور ابراہیم کے معاونین فقہاء کرام میں سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ کے علاوہ جناب مالک بن انس، اعمش، مسعر بن کدام عبادۃ بن عوام، عمران بن داؤد قطان، شعبہ بن الحجاج اور دوسرے حضرات بھی تھے۔ ان میں سے بعض نے تو ان کی لڑائی میں شرکت بھی کی۔ اور اس میں مرنے والوں کو شہید کہتے تھے۔ اور اس لڑائی کو بدر سے مناسبت کی وجہ "بدر الصغریٰ" کہتے تھے۔ ہم نے دیکھا۔ کہ خلیفہ منصور ان فقہاء کرام سے مواخذہ

کرنے میں چشم پوشی کرتا تھا۔ کیونکہ اُسے ان فقہاء کرام سے کچھ کام لینا تھا۔ اور ان کی مدد کی اُسے ضرورت تھی۔ لہٰذا وہ ان کی خاطر تواضع بھی کیا کرتا تھا۔ تاکہ اس طرح جناب جعفر بن محمد کا ذکر پھیلنے سے رُک جائے۔ جناب جعفر کا ذکر دراصل منصور کے گلے میں پھنسی ہوئی ہڈی بن چکا تھا۔ حق و انصاف کی بات یہ ہے۔ کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا موقف حضرت مالک بن انس کے موقف سے کہیں مضبوط تھا کیونکہ امام مالک بن انس نے جب امام محمد کے حق میں خروج کرنے کے متعلق ایک فتوای دیا۔ کہ یہ جائز ہے۔ تو اس فتوای پر انہیں خلیفہ کی طرف سے پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ بالآخر انہوں نے منصور کے حق میں اپنا، خلوص ظاہر کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور اپنا موقف تبدیل کر لیا تھا۔ یہاں تک وہ ظاہراً کہا کرتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوسرے صحابہ کرام پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ وہ بھی عام لوگوں کی طرح ہی ہیں لیکن امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے تادم آخر اپنا موقف تبدیل نہ کیا۔

ناسخ التواریخ:

بالجملہ ابراہیم در شب دوشنبہ غرہ شہر رمضان در سال یک صد و چہل و پنج ہجری در بصرہ دعوت خویش را آشکار ساخت تا مسلمانان با او بیعت کردند مانند بشیر الرجال و اعمش بن مہران و عباد ابن منصور قاضی صاحب مسجد عباد در بصرہ و مفضل ابن محمد و سعید الحافظ و امثال ایشاں و ابو حنیفہ را در حق محمد و ابراہیم عقیدتی استوار بود۔ گویند بعداز

قتل ابراہیم زنی بنزد ابو حنیفہ آمد وگفت تو فتوای کردی کہ پسر من با ابراہیم، خروج کند برفت ومقتول گشت در منی ترا ور اتقتل گاہ فرستادی فَقَالَ لَهَا لَيْتَنِيْ كُنْتُ مَكَانَ ابْنِكِ۔ گفت کاش من بجائے پسر تو بودم و درر کاب ابراہیم شہید می شدم۔

(ناسخ التواریخ جلد دوم در حالات امام حسن ذکر ابراہیم بن عبداللہ۔ ص ۳۴۹ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

مختصر یہ کہ جناب ابراہیم نے ۱۴۵ھ رمضان المبارک کی ابتدائی تاریخوں میں بروز پیر اپنی دعوت کا آغاز کیا۔ بہت سے مسلمانوں نے اُن کی بیعت کر لی۔ جن میں بشیر الرجال، اعمش بن مہران، عباد بن منصور، بصرہ کی مسجد کے قاضی، مفضل ابن محمد، سعید الحافظ اور ان جیسے بہت سے مسلمان اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی عقیدت امام محمد کے بارے میں بہت مضبوط تھی۔ بیان کرتے تھے۔ کہ امام ابراہیم کے قتل ہو جانے کے بعد ایک عورت امام ابو حنیفہ کے پاس آئی۔ اور کہنے لگی۔ کہ تم نے فتوای دیا۔ اور میرا بیٹا امام ابراہیم کا طرفدار بن کر مخالفوں سے لڑتے ہوئے مر گیا ہے در حقیقت تم نے اے ابو حنیفہ اُسے مارا ہے۔ یہ سُن کر امام موصوف نے فرمایا۔ کاش کہ تیرے بیٹے کی جگہ میں ہوتا۔ اور ابراہیم کی رکاب تھامے ہوئے شہید ہوتا۔

❁

کتب شیعہ سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل اور نسب کا مختصر خاکہ

۱۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی شاگردی نصیب ہے اور لَوْ لَا السَّنَتَانِ لَهَلَكَ النُّعْمَانُ (اگر وہ دو سال میری زندگی میں شامل نہ ہوتے۔ جن میں مجھے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھ کر علوم ظاہری و باطنی حاصل کرنے کا موقعہ ملا۔ تو میں ہلاک ہو جاتا۔) کا جملہ بدلعبہ اس پر شاہد ہے۔

۲۔ آپ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ارادت مندوں میں سے تھے۔

۳۔ آپ امام جعفر رضی اللہ عنہ کے سوتیلے بیٹے بھی تھے۔ اس کے ثبوت کے لیے حوالہ یہ ہے۔

مناقب آل ابی طالب:

اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ الْمُحَدِّثِ فِي "رامش افزائے" اِنَّ اَبَاحَنِيْفَةَ مِنْ تَلَامَذَتِهِ وَاِنَّ اُمَّهُ كَانَتْ فِيْ حِبَالَةِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

(مناقب آل ابی طالب تصنیف ابن شہر آشوب جلد ۴ ص ۲۴۸ مطبوعہ قم جدید)

ترجمہ:

رامش افزائے نامی کتاب میں ابوعبداللہ محدث نے لکھا ہے کہ
امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے شاگردوں
میں سے تھے۔ اوران (ابوحنیفہ) کی والدہ امام موصوف کے عقد
میں تھیں۔

۴ - آپ اہل بیت رسول کے بہت زیادہ معاون تھے۔ ان کی محبت سے سرشار تھے۔ حتی کہ جناب محمد و ابراہیم بن عبد اللہ المحض زید بن علی رحمۃ اللہ علیہم کی محبت اور طرفداری کی وجہ سے خلیفہ وقت منصور نے انہیں قتل کروا دیا۔

۵ - آپ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اقوال کو اپنے مذہب میں ترجیح دیا کرتے تھے۔

۶ - امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو فداک یا ابن رسول اللہ کے الفاظ سے مخاطب کرتے تھے۔

۷ - امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو امتِ محمدیہ کا اپنے دور میں سب سے بڑا عالم سمجھتے تھے۔

۸ - ابوحنیفہ کا فقہ میں جو بھی مقام و مرتبہ ہے۔ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فیضان ہے۔

۹ - آپ انتہائی ذہین، فقیہ اور عابد و زاہد تھے۔

۱۰ - آپ کے والدین بھی نہایت پارسا اور بندگانِ خدا تھے۔

۱۱ - محبت اہل بیت کی وجہ سے خارجی انہیں بغض و حسد سے دیکھتے تھے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حق بجانب کہنے کی وجہ سے شامیوں نے آپ کی مخالفت کی۔

یہ مختصر سا خاکہ تھا۔ جو ہم نے کتب شیعہ سے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے فضائل و مناقب کے سلسلہ میں ذکر کیا۔ اور ایسا اس لیے کیا۔ تاکہ نجفی شیعی کو معلوم ہو سکے۔ کہ امام ابوحنیفہ کی شخصیت وہ ہے۔ جسے اس کے بڑے سے بھی بڑے ادب و احترام سے دیکھتے تھے۔ اگر ایک یہ ناخلف نکل آیا۔ تو اس سے ابوحنیفہ کے سورج کی روشنی کب ماند پڑ سکتی ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا ادب و احترام ان کے ہاں کتنا تھا۔ آپ وہ بھی ملاحظہ کر چکے۔ اس قدر احترام کرنے والے اور سوتیلا بیٹا و مرید ہو کر پھر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مسائل میں مناظرہ کرنے کھڑا ہو جائے کون اسے تسلیم کرے گا؟ یہ صرف اور صرف بناوٹی دو حجۃ الاسلام،، کی حجت بازی ہے۔ وہ بھی اس لیے کہ بغض و عداوت کی آگ میں جلنے والا آخر کسی کی خوبی کیسے دیکھ سکتا ہے۔ اسی طرح وہ مجادلے اور مناظرے جو اہل تشیع نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے جیتنے کے بارے میں گھڑے ہیں۔ بالکل بے اصل اور لغو ہیں۔

خلاصہ یہ کہ نجفی شیعی نے ،،تاریخ بغداد،، سے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں چند حوالہ جات پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کہ امام ابوحنیفہ اس قابل نہیں تھے۔ جتنا کہ حنفیوں نے انہیں بنا دیا۔ حالانکہ اُن روایات کو از روئے عقل و درایت اور باعتبار حالات رواۃ اگر دیکھا جاتا۔ تو اس مرتبہ کے ہرگز نہیں کہ اُن سے کسی پر حجت قائم کی جا سکے۔ اور پھر خود صاحب تاریخ بغداد نے صرف اُن کے ذکر کرنے کی ذمہ داری اٹھائی ہے۔ اُن کے صحیح و ثابت ہونے کا التزام نہیں کیا۔ اور علاوہ ازیں محشی نے اُن روایات کا جواب بھی وہیں درج کر دیا لیکن ان میں سے کچھ بھی نجفی شیعی کو نظر نہ آیا۔ ان روایات کے جوابات کے بعد کتب شیعہ سے ہم نے امام ابوحنیفہ کے فضائل و مناقب

بیان کر دیئے۔ تاکہ کسی شیعہ کو امام صاحب کی ذات اور ان کی فقاہت پر اعتراض باقی نہ رہے۔ لہٰذا اگر کوئی بغض و حسد کا مارا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی تحقیر کرتے ہوئے ان کے لیے لفظ "جولاہا" استعمال کرتا ہے۔ تو ایسے "شامِ غریباں" کی پیداوار سے ہم پوچھ سکتے ہیں۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو ایسے جولاہے کی والدہ سے نکاح کرنے کی کیا ضرورت تھی۔؟ ایسے کو شاگرد اور مرید بنانے میں کیوں کوشش کی۔؟ حقیقت وہی ہے۔ جو شیعوں کا استاد نجفی بیان کر گیا کہ "ابوحنیفہ کے والدین جیسے کسی کے والدین ہوں۔ تو ان کے ہاں اسی طرح کا بیٹا پیدا ہوگا۔ جو شکل و صورت میں انسان ہوگا لیکن سیرت و کردار میں فرشتہ ہوگا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

تنبیہ:

نجفی شیعی نے اپنی تصنیف فقہ حنفیہ میں ص ۲۸ تک پندرہ عدد ایسے اعتراضات والزامات ذکر کیے ہیں۔ جن کا تعلق امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات سے تھا۔ ہم نے ان تمام کا ایک ایک کرکے دندان شکن جواب دے دیا۔ "فقہ حنفیہ" کے ص ۲۹ سے ص ۸۰ تک خواہ مخواہ ورق سیاہ کیے گئے ہیں۔ ان میں کوئی قابل ذکر بات، نہیں "سنی فقہ میں شانِ خدا تعالیٰ تاریخ بغداد کے حوالہ سے" "سنی فقہ میں نبوت کی شان" یہ دو موضوع ان صفحات پر تحریر ہیں۔ ان موضوعات کے ثبوت کے لیے تفسیر کبیر اور تاریخ بغداد سے حوالہ جات پیش کیے۔ علم سے تہی "حجۃ الاسلام" کو یہ بھی معلوم نہیں۔ کہ یہ دونوں کتابیں "فقہ" کی ہیں؟ بہرحال ان صفحات پر پھیلے ہوئی بکواسات اور یاوہ گوئیوں کا جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ اور اس سے ملتے جلتے اعتراضات والزامات کا تفصیلی جواب تحفہ جعفریہ، عقائد جعفریہ اور

قرآن کریم کی تحریف کی بحث میں ہم دے چکے ہیں۔ اگر تحقیق و تشفی کی ضرورت ہو۔ تو ان کتب و مضامین کی طرف رجوع کریں۔

"حقیقت فقہ حنفیہ" کے ص ۳۹ تا ص ۸۰ تک فقہ حنفی کے متعلق جملہ اعتراضات کا جواب ہم انشاء اللہ دے رہے ہیں ان اعتراضات کو بالترتیب بقید صفحہ درج کرتے ہیں۔ اور پھر ہر ایک کا تسلی بخش جواب پیش ہے۔

❖

بَابُ سوم

فقہ حنفی پر
نجفی کی طرف سے اٹھائے گئے
اعتراضات کے جوابات

باب سوم:

"سُنّی فقہ میں شانِ قرآن پاک"

اعتراض نمبر ۱

حقیقت فقہ حنفیہ

سنی فقہ ہے۔ کہ اگر کسی کی نکسیر پھوٹ جائے۔ اور وہ شفا حاصل کرنے کی نیت سے قرآن پاک کو لَوْ كَتَبَ بِالْبَوْلِ اَوْ بِالدَّمِ اَوْ عَلٰى جِلْدِ الْمَيْتَةِ لَا بَأْسَ بِهٖ۔ پیشاب، کے ساتھ یا خون کے ساتھ لکھے یا مردار کی کھال پر لکھے۔ تو کوئی گناہ نہیں۔ (فتاوٰی قاضی محمد خان جلد ۳ ص ۷۸۰)

نوٹ:

فقہ نعمان نے قرآن پاک کا تو جنازہ ہی نکال دیا ہے۔ مذکورہ تینوں چیزیں نجس ہیں۔ اگر ان نجس چیزوں سے قرآن پاک لکھنا جائز ہے۔ تو پھر اور کون سی نجاست ہے جس سے قرآن نہیں لکھا جا سکتا۔ نعمان صاحب نے معاملہ کچھ اُلٹ ہی کر دیا ہے۔

پیشاب سے لکھنے کے قابل تو بخاری شریف تھی لیکن بخاری کو چھوڑ کر فتویٰ قرآن کے بارے میں صادر فرمادیا ہے۔ کیا ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان ؓ کی تعلیمات یہی ہیں۔ اور کیا فقہ نعمان یہی ہیں۔ کہ قرآن کی ہتک کی جائے۔ جس کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۔ بغیر طہارت کے قرآن کو مس بھی نہ کرو۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۵۳)

جواب اوّل:

جیسا کہ ہر صاحب عقل شعور جانتا ہے۔ کہ "فقہ حنفی" امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد اور فروعی مسائل کا نام ہے۔ کسی حنفی کی تحریر "فقہ حنفی" کا درجہ نہیں رکھتی۔ جب تک وہ اُن اصول و قواعد کے مطابق نہ ہو۔ جو "فقہ حنفی" کے مدون ہیں۔ صاحب ہدایہ نے نکسیر کے موضوع پر مسائل کے ضمن میں یہ تحریر فرمایا ہے۔ کہ نکسیر کے بند کرنے کے لیے بطور علاج و دوا اگر کوئی شخص بول سے فاتحہ شریف لکھتا ہے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن ان کا یہ لکھ دینا "فقہ حنفی" نہیں بن جاتا۔ حنفی ان کے مقلد نہیں۔ بلکہ امام اعظم ابوحنیفہ کے مقلد ہیں۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا فتویٰ یہ ہے۔ کہ حرام اشیاء کا استعمال بطور دوا اور بہ نیت شفاء بھی جائز نہیں ہے۔ اس فتویٰ کی تصریح درمختار میں ان الفاظ سے مذکور ہے۔

وَلَا یُشْرَبُ بَوْلُہٗ اَصْلًا لَا لِلتَّدَاوِیْ وَلَا لِغَیْرِہٖ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ۔

(در مختار جلد اول ص ۲۱۰)

ترجمہ:

یعنی حلال جانوروں کا بول نہ دوا کے طور پر اور نہ کسی دوسری غرض کے

پیش نظر پینا درست ہے۔
لہٰذا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی فقہ پر مذکورہ اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔

جواب دوم:

نجفی شیعی نے الزام کو سنوارنے کے لیے جس بات کو مرکزی طور پر پیش کیا۔ وہ یہ ہے۔ کہ یہ تینوں چیزیں (بول۔ خون اور مردار کا چمڑا) نجس ہیں۔ اس لیے نجس اشیاء سے اللہ کے کلام کو لکھنا کس طرح درست ہو سکتا ہے الخ۔ دریافت طلب یا وضاحت طلب یہ بات ہے۔ کہ ان تین اشیاء میں سے "بول" سے مراد کس کا بول ہے۔ درمختار میں اس جگہ جو اصل مسئلہ بیان ہو رہا ہے۔ وہ ایک مخصوص بول کے بارے میں ہے۔ کتاب مذکور کی عبارت ملاحظہ ہو۔

وَبَوْلُ مَاكُوْلِ اللَّحْمِ نَجِسٌ نِجَاسَةً مُخَفَّفَةً وَطَهَّرَهُ مُحَمَّدٌ وَلَا يُشْرَبُ بَوْلُهُ اَصْلًا لَا لِتَدَاوِيْ وَلَا لِغَيْرِهٖ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ۔

(ص ۲۱۰ جلد اول)

ترجمہ:

ان جانوروں کا بول کہ جن کا گوشت (حلال ہونے کی بنا پر) کھایا جاتا ہے۔ نجس ہے۔ لیکن اس میں نجاست خفیفہ ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو پاک کہا۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک اس بول کو نہ تو بطور دوا استعمال کرنا جائز ہے۔ اور نہ ہی کسی دوسرے کام کے لیے۔

صاحبِ درمختار نے اس بول کے بارے میں دو اقوال ذکر کیے (نجاست خفیفہ اور طہارت) امام اعظم اس کو ناپاک اور امام محمد اس کو پاک کہتے ہیں۔ جیسا کہ اسی عبارت میں صراحت ہے۔ کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس بول کو بطور دوا یا بطور شفا یابی استعمال میں لانا درست نہیں۔ تو وہ اعتراض والزام امام اعظم پر کس طرح وارد ہو سکتا ہے۔ کہ ان کے نزدیک پیشاب سے سورۂ فاتحہ لکھنا جائز ہے۔ لہٰذا نجفی کا یہ تحریر کرنا "نعمان صاحب نے معاملہ الٹ کر دیا ہے" فریب اور دھوکہ دینے کی حماقت ہے۔ نعمان صاحب کا فتویٰ ہم نے ذکر کر دیا۔ خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ اعتراض میں ذکر کردہ فتوٰی کس نعمان کا ہے؟

اور اگر بقول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس بول کو پاک سمجھا جائے۔ تو "نجس چیزوں سے قرآن لکھنا" کس طرح ثابت ہو گا۔

یہ تو پاک چیز سے قرآن لکھنا ہے۔ رہا یہ معاملہ کہ ان جانوروں کا پیشاب پاک ہونا صرف امام محمد کا قول ہو۔ اور حنفی ہونے کے ناطے سے اس قول کی وجہ سے "فقہ حنفی" مورد الزام بن جائے۔ تو سنیئے۔ نجفی صاحب! آپ کی فقہ بھی ان جانوروں کے بول کو پاک کہتی ہے۔ اور ان کے ساتھ دوا کرنا جائز بتلاتی ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تحفۃ العوام:

جانوران حلال گوشت کا بول و براز پاک ہے۔ بشرطیکہ نجاستِ خارجی ان سے ملحق نہ ہو۔ (حصہ اول ص ۱۰)

المبسوط:

وَمَا اُكِلَ لَحْمُهُ فَلَا بَأسَ بِبَوْلِهِ وَرَوْثِهِ

وَذَرْقِهٖ إِلَّا ذَرْقَ الدَّجَاجِ خَاصَّةً وَمَا يُكْرَهُ لَحْمُهٗ فَلَا بَأْسَ بِبَوْلِهٖ وَرَوْثِهٖ مِثْلَ الْبِغَالِ وَالْحَمِيْرِ۔

(المبسوط فی فقہ الامامیہ
ابوجعفر طوسی شیعی جلد اول
ص ۳۶ کتاب الطہارت مطبوعہ
حیدری تہران)

ترجمہ:

جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ اس کا پیشاب، گوبر اور مینگنیاں پاک ہیں۔ صرف مرغ کی بیٹ پاک نہیں ہے۔ اور وہ جانور جن کا گوشت کھانا مکروہ ہے۔ ان کے پیشاب اور گوبر میں کوئی گناہ نہیں۔ جیسا کہ خچر اور گدھے۔

نجفی صاحب! ہر شی ٹھکانے لگا۔ صرف پیشاب ہی نہیں گوبر اور لید وغیرہ بھی پاک ہے۔ اب کسی پاک چیز سے قرآنی آیات تحریر کرنے میں آپ کو بھی ہچکچاہٹ نہیں ہونی چاہیئے۔ امام اعظم تو ان اشیاء کو بطور دوا استعمال کرنے سے نجس ہونے کے باعث منع فرماتے ہیں۔ اور آپ کی فقہ نے ان کی پاکیزگی ثابت کرکے بطور دوا ان کا استعمال جائز کر دیا۔ کیا خیال ہے۔ کبھی ان معطر اور خوشبودار اشیاء کا ناشتہ کرنے کے لیے تشریف لائیں۔ اطلاع پہلے ہو جائے تو کافی مقدار آپ کی تواضع کے لیے منگوا لیں۔ "ذوالجناح" کے "آگے پیچھے" تھیلے اسی لیے کس کر باندھے جاتے ہیں۔ کہ اس سے گرنے والی کستوری اور عنبر جمع رہے۔ اور روحانی و جسمانی بیماریوں کے علاج کے لیے ایک آدھ قطرہ دیگ وغیرہ میں ڈال کر شفاء

حاصل کی جائے۔ جب یہ اتنی متبرک اشیاء ہیں۔ تو عین ممکن ہے کہ "صحاح اربعہ" وغیرہ اسی کی سیاہی سے تحریر شدہ ہوں۔

جواب سوم:

بصورتِ تسلیم کہ فقہاء کرام نے خون سے سورۃ فاتحہ تحریر کرنے کی اجازت دی۔ لیکن یہ اجازت چند شرائط کے ساتھ مشروط ہے۔ شرائط اس حوالہ میں درج ہیں۔ اور اس کی دلیل بھی ساتھ ہی مذکور ہے۔

رَدُّ الْمُحْتَارْ:

إِذَا سَالَ الدَّمُ مِنْ اَنْفِ إِنْسَانٍ وَلَا يَنْقَطِعُ حَتّٰى يَخْشٰى عَلَيْهِ الْمَوْتُ وَقَدْ عَلِمَ اَنَّهُ لَوْ كَتَبَ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ اَوِ الْإِخْلَاصَ بِذَالِكَ الدَّمِ عَلٰى جَبْهَتِهٖ يَنْقَطِعُ فَلَا يُرَخَّصُ لَهُ فِيْهِ وَقِيْلَ يُرَخَّصُ كَمَا رُخِّصَ فِيْ شُرْبِ الْخَمْرِ لِلْعَطْشَانِ وَاَكْلِ الْمَيْتَةِ فِي الْمَخْمَصَةِ۔

(جلد اول ص ۲۱۰ مطبوعہ مصر
طبع جدید)

ترجمہ:

جب کسی آدمی کی نکسیر پھوٹے۔ اور رُکتی نہ ہو۔ حتیٰ کہ اُسے مر جانے کا خوف ہو۔ اور اُسے یہ ظن غالب ہو کہ اگر سورۂ فاتحہ یا اخلاص

اُس خون سے اپنی پیشانی پر لکھے گا۔ تو نکسیر بند ہو جائے گی۔ تو
اُسے ایسا کرنے کی رخصت نہیں دی جائے گی۔ اور کہا گیا ہے
کہ اُسے رخصت ہونی چاہیئے۔ جیسا کہ سخت پیاسے کو شراب
پینے اور بھوک سے مرتے کو مُردار کھانے کی ہے۔

عبارت مذکورہ میں مفتیٰ بہ قول یہی مذکور ہے۔ کہ نکسیر بند کرنے کے لیے
اُسی خون سے قرآنی آیات لکھنا جائز نہیں۔ لیکن ایک ضعیف قول اس کے جواز
پر بھی ہے۔ اُس رخصت کو کیوں روا رکھا گیا۔ صاحب ردالمختار اس کی وجہ بیان
کرتے ہیں۔

لِاَنَّ الْحُرْمَةَ سَاقِطَةٌ عِنْدَ الْاِسْتِشْفَاءِ
وَحَلَّ الْخَمْرُ وَالْمَيْتَةُ لِلْعَطْشَانِ
وَالْجَائِعِ۔

کیونکہ شفا یابی کے لیے (خون کی) حرمت ختم ہو گئی۔ اور پیاسے
کے لیے شراب پی لینا اور بھوکے کے لیے مردار کھا لینا حلال
ہو گیا۔

صورت مذکورہ میں خونِ نکسیر سے سورۃ الحمد یا اخلاص کو لکھنے کی شرائط
یہ ٹھہریں۔

۱۔ اس مرض سے موت کا خطرہ پیدا ہو جائے۔
۲۔ کسی مسلمان حکیم یا ڈاکٹر کا مشورہ یہ ہو۔ کہ اس علاج کے سوا کوئی دوسرا
طریقۂ شفا نہیں۔

جب ان دونوں شرائط کی وجہ سے شراب اور مُردار کا استعمال
جائز ہو گیا۔ بلکہ خود قرآن کہتا ہے۔ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ

فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ۔ جو شخص حالت مجبوری میں بغاوت اور زیادتی سے ہٹ کر حرام اشیاء کا استعمال کر لیتا ہے۔ اس پر کوئی گناہ نہیں۔ امام ابو حنیفہ کے نظریہ کے مطابق اُن جانوروں کا بُول نجس ہے۔ اور اسے استعمال کرنے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ لیکن نجاست خفیفہ تھی۔ ادھر شراب اور مُردار از نجس ہیں۔ نجاست غلیظہ رکھتے ہیں۔ بامر مجبوری ان کو حلال کر دیا گیا۔ تو کیا بامر مجبوری، وخون کی نجاست، طہارت میں تبدیل نہ ہو جائے گی؟ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ شرائط مذکورہ کی وجہ سے خون، بول وغیرہ نجس اشیاء سے نجاست اُٹھ جائے گی۔ اور پاک اشیاء کے حکم میں آجائیں گی۔ اس لیے ان سے قرآنی آیات لکھنا "نجس اشیاء سے لکھنے" کے ضمن میں ہرگز نہ آئے گا۔ جب نجفی شیعی کی فقہ بُول، گوبر اور لید کو پاک کہتی ہے۔ تو پھر فقہ حنفی پر اعتراض کس مُنہ سے کیا جا رہا ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَآ اُولِی الْاَبْصَارِ

اعتراض نمبر ۲

فقہ حنفی میں قرآن مجید کا بوسہ لینا بدعت ہے

سُنی فقہ میں کسی ملانے کا ہاتھ چومنا یا کسی بادشاہ کا ہاتھ چومنا تو ٹھیک ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن تَقْبِیْلُ الْمُصْحَفِ بِدْعَۃٌ قرآن پاک کا چومنا بدعت ہے۔

(الدرالمختار کتاب الحظر ص ۵۵ جلد چہارم

نوٹ:

کیا خرافات ہے فقہ نعمان۔ ملانے کا ہاتھ دن میں کئی مرتبہ پیشاب و پاخانہ کے مقامات پر پھرتا رہتا ہے۔ اس کا چومنا تو کوئی گناہ نہیں۔ اللہ پاک کا قرآن چومنا بدعت ہے۔ حنفیوں کو چاہیے کہ ملانوں کے ہاتھوں کی بجائے ان کے خصیتین بھی چومیں۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۵۴)

جواب اول:

جب آدمی بے ایمانی پر آجائے۔ تو اُسے کون روکے لیکن بے ایمانی جب دوسروں تک پہنچ رہی ہو۔ تو دوسروں کو گمراہی سے بچانے کے لیے حقائق سامنے لانے چاہئیں۔ نجفی شیعی تو ادھار کھائے بیٹھا ہے۔ کہ سنی فقہ کو کسی نہ کسی طرح لوگوں میں بدنام کیا جائے۔ انہی کوششوں میں سے ایک کوشش اس اعتراض

میں بھی کی گئی ہے اہل سنت و جماعت کا یہ مسئلہ اتفاقی و اجماعی ہے۔ کہ قرآن کریم کو چومنا جائز ہے۔ صاحب درمختار نے مذکورہ بالا قول نقل کرتے وقت "قیل" سے اسے شروع کیا ہے۔ اور اس لفظ سے کسی بات کو شروع کرنا ہر اہل علم جانتا ہے۔ کہ آگے ذکر ہونے والی بات کمزور اور مرجوح ہے بے ایمانی کا یہ عالم کہ نجفی نے یہ لفظ سے اڑا دیا اور بات اس انداز میں ذکر کر دی۔ . . . . کہ پڑھنے والے واقعی وہ مفہوم مان لیں۔ جو وہ منوانا چاہتا ہے۔ صاحب درمختار نے اسی قول کے فوراً بعد حضرات صحابہ کرام کا اس بارے میں عمل نقل کیا۔ یعنی یہ کہ وہ قرآن کریم کو چوما کرتے تھے۔ اگر قول مذکور اتنا مضبوط ہوتا۔ تو اس کے خلاف عملِ صحابہ کے ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ معلوم ہوا کہ صاحب درمختار نے اس طریقہ کو اپنا کر اس قول کے ضعیف ہونے کی تزئین کر دی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

الدرالمختار:

قُلْتُ وَ تَقَدَّمَ فِي الْحَجِّ تَقْبِيلُ عَتَبَةِ الْكَعْبَةِ وَفِي الْقُنْيَةِ فِي بَابِ مَا يَتَعَلَّقُ بِالْمَقَابِرِ تَقْبِيلُ الْمُصْحَفِ قِيلَ بِدْعَةٌ لَكِنْ رُوِيَ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَأْخُذُ الْمُصْحَفَ كُلَّ غَدَاةٍ وَيُقَبِّلُهُ وَيَقُولُ عَهْدُ رَبِّيْ وَمَنْشُوْرُ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ وَكَانَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُقَبِّلُ الْمُصْحَفَ وَيَمْسَحُهُ عَلَى وَجْهِهِ

(الدر المختار جلد ۶ ص ۳۸۴ مطبوعہ مصر جدید)

ترجمہ:

(صاحب درمختار بوسہ کی اقسام بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔)
میں کہتا ہوں کہ مسائل حج میں گزر چکا ہے۔ کہ کعبہ پاک کی دہلیز کو بوسہ دیا جاتا ہے۔ "قنیہ" میں قبرستان کے متعلق مسائل کے باب میں لکھا ہے۔ کہ قرآن کریم کو چومنا بدعت کہا گیا ہے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔ آپ ہر صبح قرآن کریم کو ہاتھ میں لے کر پہلے اُسے چومتے اور پھر کہتے کہ یہ میرے رب کا عہد اور منشور ہے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی قرآن کریم کو چومتے تھے۔ اور اپنے منہ پر پھیرتے تھے۔

اب آپ کو اس بات کا بخوبی علم ہو گیا ہو گا۔ کہ صاحب "دُر مختار" اس قول میں پہلے تو "قیل" کے ساتھ کمزوری کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ اور پھر صحابہ کرام کے عمل سے اس کمزوری کو مزید واضح کر رہے ہیں۔ لیکن "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" کے مصداق نجفی شیعی کو یہ تمام باتیں یکسر نظر آئیں۔ اور اہل سنت پر الزام دھرنے بیٹھ گیا۔ بغض و حسد کا کرشمہ ایسا ہی ہوتا ہے۔

جواب دوم:

اگر نجفی اینڈ کمپنی کو اصرار ہو۔ کہ "قیل" سے ذکر کیا گیا قول مضبوط ہوتا ہے۔ (لہذا یہ قول بھی مضبوط ہے) تو اس پر کتب شیعہ سے صرف ایک قول پیش کرتے ہیں۔ پھر جو کچھ ہو گا۔ دیکھا جائے گا۔

المبسوط:

وَقَالَ بَعْضُهُمْ اَلْحَيَوَانُ كُلُّهُ طَاهِرٌ فِيْ

حَالِ حَيٰوتِهٖ وَلَمْ يَسْتَثْنِ الْكَلْبَ وَالْخِنْزِيْرَ
قَالَ اِنَّمَا يَنْجِسُ الْخِنْزِيْرُ وَالْكَلْبُ بِالْقَتْلِ
وَالْمَوْتِ۔

(المبسوط جلد ۱ ص ۹۲۷ مطبوعہ
تہران جدید)

ترجمہ:

بعض شیعہ مجتہد کہتے ہیں۔ کہ ہر حیوان مکمل طور پر پاک ہوتا ہے۔
جب تک وہ زندہ ہوتا ہے۔ اس قاعدہ سے ان مجتہدوں نے
نہ تو کُتے کو نکالا اور نہ ہی خنزیر کو۔۔۔۔۔ اور کہا ہے۔ خنزیر اور کتا
دو صورتوں میں ناپاک ہوتے ہیں۔ قتل ہونے یا مرنے سے۔

زندہ کتے اور سُور کو پاک کہنے والے کون ہیں؟ کبھی ان کی ممی انی ہے؟ پوچھتے
ہیں۔ ان "حلال و پاک جانوروں" کا گوشت کیسا ہے۔؟ ذرا تبلاؤ تو سہی؟

ان جوابات سے یہ بات واضح ہو گئی۔ کہ قرآن کریم کا چومنا ہم اہل سنت کے
نزدیک ہرگز بدعت نہیں ہے۔ جس طرح بزرگوں کے ہاتھ چومنے جائز ہیں۔ اسی طرح
قرآن کریم کو بوسہ دینا یقیناً درست اور جائز ہے۔ جواب تو یہیں تک تھا۔ اعتراض کے
آخر میں نجفی نے جو "تبصرہ" لکھا۔ اُس میں حنفیوں کو ملاؤں کے خصیتین چومنے کا مشورہ
دیا۔ جہاں تک اس مشورہ کے جواب کا معاملہ ہے۔ تو ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ اس فعل کے
جواز کا کوئی حنفی بھی قائل نہیں۔ لہٰذا اس بات کا اعتراض کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ البتہ
اتنی بات ضرور ہے۔ کہ از قبیلِ خرافاتِ نجفی یہ مشورہ ایک نمونہ ہے۔ ہم حنفیوں کو ایسا
مشورہ دینا زیب نہیں دیتا۔ کیونکہ اس کا ثبوت کوئی نہیں۔ اور نہ ہی ہم میں سے کوئی
اس کے جواز کا قائل ہے۔ البتہ نجفی اور اس کے ہم مشرب لوگوں کو ہم ایک یاد دلیل

اور باثرت مشورہ دے رہے ہیں۔ سُنیئے!

از حضرت امام موسےٰ پرسیدند کہ اگر کسی فرج زن را بوسد چوں است فرمود باکی نیست۔

حلیۃ المتقین ص۱۲ در فضیلت تزویج

ترجمہ:

لوگوں نے امام موسےٰ کاظم سے دریافت کیا۔ یا حضرت! اگر کوئی شخص عورت کی شرمگاہ کو چوم لیتا ہے۔ تو یہ کیسا ہے؟ فرمایا۔ کوئی خطرہ کی بات نہیں۔

ذرا فرمایئے تو۔ اپنے امام کے قول وارشاد پر عمل کرتے ہو؟ اگر عمل نصیب ہے۔ تو اس بوسہ بازی سے ہفت طبق روشن ہو جاتے ہوں گے۔ ایسا ذائقہ اور مٹھاس شاید تمہیں شہد میں بھی نہ ملے۔ ہمارا یہ مشورہ نہ سمجھیں۔ بلکہ اپنے امام کی باتیں ہیں جو لکھی ہیں آپ کی کتابوں میں ہیں۔ اگر یہ کہیں۔ کہ پوچھنے والے نے تو امام سے اپنی عورت کہہ کر سوال نہیں کیا۔ (اگر یہی سوال ہوتا تو "فرج زنِ خود را" کے الفاظ ہوتے) بلکہ "فرج زن" کہہ کر دریافت کیا۔ جس کا معنی یہ ہے۔ کہ کسی عورت کی شرمگاہ چومے۔ تو پھر کھلی باگ ہوگئی۔ جب بھی کام ودہن کا ذائقہ خراب ہوا۔ اپنے امام کا نسخہ استعمال کیا۔ نہ اپنی دیکھی نہ کسی دوسرے کی۔

نوٹ:

حاشا وکلا۔ حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ ایسی گری ہوئی بات فرمائیں۔ یہ پاکیزہ شخصیات ان باتوں سے مبرا ہیں۔ یار لوگوں نے محض اپنی تماش بینی کے لیے ان پاکیزہ شخصیات کا سہارا لیا۔ جھوٹی باتیں ان کی طرف منسوب کرکے اپنا

الو سید ھا کرنے بیٹھ گئے۔ نہ وہ ان کے امام اور نہ یہ ان کے چاہنے والے۔ اس قسم کی باتیں کرنے والا کوئی اور موسےٰ نامی شخص ہو گا۔ اس در فرضی امام موسیٰ کے لیے تم نے امام کے لفظ استعمال کیے۔ ورنہ سیدنا حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کی ادنیٰ توہین بھی ناقابل برداشت ہے۔ ہم اہل سنت کا تو یہی عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرات اہل بیت اور ائمہ عظام کی سچی اور حقیقی محبت سے نوازے۔ آمین

(فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ)

اعتراض نمبر۲

قرآن مجید کا نرم و نازک رحل

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی رانوں میں سر رکھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے۔

(زاد المعاد لابن قیم باب سیرۃ النبی مع ازواج)

نوٹ:

فقہ نعمان کے وارے وارے جاواں۔ تلاوت قرآن مجید کے لیے نرم و نازک رحل تجویز کیا ہے۔ مولوں کو چاہیئے کہ سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ کریں۔ اور شبینوں میں بیویوں کو مسجد میں لے جائیں اور ان کی رانوں میں سر رکھ کر قرآن شریف پڑھیں اور تراویح شریف کے لیے بھی یہی رحل مناسب رہے گا۔

(حقیقت فقہ حنفیہ صفحہ نمبر ۷۵)

جواب:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ران پر سر رکھ کر تلاوت قرآن کریم کرنے میں کونسا عیب ہے۔ جو نجفی کو نظر آیا۔ اس کے خبث باطنی کو ملاحظہ کریں۔ کہ رانوں پر کو "رانوں میں" تبدیل کر کے بے حیائی کا ریکارڈ توڑ دیا۔

اور دو ہیں،، کے ذریعہ یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ معاذ اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جسمِ اقدس برہنہ تھا۔ اور ایسے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سر رکھ کر قرآن پڑھا۔ حاشا و کلا۔ روایت مذکورہ کا یہ خبیث مفہوم نجفی کے سوا کبھی کسی نے نہیں کیا۔ جہاں تک اس روایت کا مفہوم ہے۔ وہ یہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کبھار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گود میں سر رکھ کر تلاوت قرآن کریم فرمایا کرتے تھے۔ ایسا کرنے میں کون سی قباحت ہے؟

روایت کے مفہوم کو اپنے مطلب کے مطابق بنا کر پھر دو نوٹ،، لکھ کر نجفی نے سیدہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کی گود میں نرم و نازک رحل سے تشبیہ دی۔ گویا از راہ تمسخر اور استہزاء یہ حاشیہ آرائی کی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مقدسہ کے ساتھ مذاق اڑانا کس قدر باعثِ گمراہی اور غضبِ الٰہی کا سبب ہے؟ اسی نجفی کے ایک گرود کی زبانی سنئیے۔

منہج الصادقین:

مَنْ اَذْنَبَ ذَنْبًا ثُمَّ تَابَ مِنْهُ قُبِلَتْ تَوْبَتُهٗ اِلَّا مَنْ خَاضَ فِیْ اَمْرِ عَائِشَةَ۔ یعنی ہر گاہ کسی گناہی کند از آں توبہ نماید توبہ او مقبول است مگر آں کس در امر عائشہ خوض کردہ۔

(منہج الصادقین جلد ۶ ص ۲۶۸
سورہ نور۔ مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:
جب بھی کوئی شخص کوئی گناہ کرتا ہے۔ اور پھر توبہ کر لیتا ہے۔ تو اس کی توبہ مقبول ہوتی ہے۔ مگر اس شخص کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہوتی جس

نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں عیب جوئی کی

جواب ۲:

روایت مذکورہ میں اگر اِدھر اُدھر کھینچ کر کوئی بات قابل اعتراض بنتی ہے۔ تو یہ کہ ایسا کرنا تہذیب سے گرا ہوا فعل ہے۔ یعنی اس فعل کو غیر مہذب کہہ کر پھر حاشیہ آرائی کی گئی آئیے! اہل تشیع کی معتبر کتاب سے ایک حوالہ پڑھ لیں۔

تہذیب المتین:

القصہ حضرت امیر فرماتے ہیں۔ کہ اس صبح کو سردی زیادہ تھی۔ میں اور فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک چادر میں لپٹے تھے۔ جب ہم نے حضرت کی گفتگو حضرت اسماء کے ساتھ سنی۔ تو چاہا کہ اٹھ کر علیحدہ ہو جائیں حضرت نے اپنے حق کی قسم دی۔ کہ اپنی جگہ سے نہ ہلنا۔ ناچار ہم اسی طرح لیٹے رہے۔ تاآنکہ حضرت آکر ہمارے سرہانے بیٹھ گئے اور اپنے دونوں پاؤں ہمارے بیچ پھیلا دیئے۔ داہنا پاؤں میں نے اپنی چھاتی سے اور بایاں پاؤں فاطمہ نے اپنی چھاتی سے لگا لیا۔ کہ خنکی ان کی دور ہو۔ حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ حلال کام میں غیرت نہیں چاہیئے۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی و فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ کو شب زفاف فرمایا۔ کہ کوئی کام نہ کرنا تاوقتیکہ میں تمہارے پاس نہ آؤں۔ اور جب صبح کو ان کے پاس تشریف لائے تو بائے مبارک ان کے درمیان دراز کیے۔ اور وہ بچھونے پر لیٹے ہوئے تھے

(تہذیب المتین جلد اول ص ۸۲ مطبوعہ یوسفی دہلی طبع قدیم)

نوٹ:

نجفی وغیرہ اہل تشیع کے ہاں حضرات صحابہ کرام اور ازواج مطہرات خصوصاً سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازیبا الفاظ کہنا اور لکھنا ایک عام معمول ہے۔ لیکن اہل بیت کرام کے متعلق ہم اُن (اہل تشیع) کے رویہ کے پیش نظر کبھی بھی یہ جرأت نہیں کرتے۔ اس لیے "تہذیب المتین"، کے مصنف مولوی سید مظہر حسین نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو لکھا۔ کہ آپ فرماتے ہیں "وہ حلال کام میں غیرت نہیں چاہیئے"، حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ اور حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا دونوں ایک چادر میں لیٹے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ نے ایک پاؤں علی المرتضٰے کی چھاتی اور دوسرا جنابہ فاطمہ کی چھاتی پر رکھا الخ۔ گویا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس واقعہ کے درست ہونے کی دلیل پیش کی جا رہی ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بقول اہل تشیع اگر حضرت شیر خدا اور خاتونِ جنت کی شبِ زفاف سے فراغت پر جبکہ دونوں ایک ہی بستر پر تھے۔ اپنے پاؤں اُن دونوں کی چھاتیوں پر رکھنا جائز ہے۔ تو قرآن کریم کی تلاوت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں سر رکھ کر کرنا کس قدر قبیح ہوا؟ وہی حاشیہ یا واقعہ کے مطابق اِدھر اُدھر کی بکواسات "تہذیب المتین"، کی عبارت پر بھی کی جا سکتی ہیں لیکن نجفی کی بے غیرتی اور اہل بیتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے تمسخر کے باوجود ہم ان مقدس حضرات کے متعلق وہ سوچنا بھی پسند نہیں کرتے۔ کیونکہ حضرت علی المرتضٰے اور خاتون جنت اِن کے نہیں ہمارے محبوب اور پیشوا ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

جواب ۳:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گود میں سر رکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن کریم پڑھنا اسی لیے تمہیں کھٹکا ہو گا۔ کہ ایسا کرنے میں قرآن کریم کی عزت و ادب نہ رہا۔ اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ حیران کن صورت تمہاری کتابوں میں موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

المبسوط:

وَ لَا يُقْرَاءُ الْقُرْآنَ عَلَىٰ حَالِ الْغَائِطِ اِلَّا آيَةَ الْكُرْسِيِّ

(المبسوط جلد اول ص ۱۸
مطبوعہ ایران جدید)

ترجمہ:

پاخانہ کرتے وقت قرآن نہ پڑھا جائے۔ مگر آیت الکرسی (کی تلاوت کی جائے)

اس حوالہ پر ہم تبصرہ نہیں کرتے۔ بس اُسی ذہن سے جو چاہیں۔ کریں۔ ہم نے صرف الزامی جواب دیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود اور بیت الخلاء ان میں کیا مناسبت ہے۔ لیکن یہ جائز اور وہ قابل اعتراض؟

÷

اعتراض نمبر ۴

حقیقت فقہ حنفیہ: فقہ حنفی میں نجاست چاٹنا جائز ہے۔

سنی فقہ میں ہے۔ کہ اِذَا اَصَابَتِ النِّجَاسَۃُ بَعْضَ اَعْضَائِہٖ وَلَحِسَ بِلِسَانِہٖ حَتّٰی ذَھَبَ اَثَرُھَا۔ جب انسان کے کسی بھی عضو پر کوئی نجاست لگ جائے۔ اور آدمی اُس کو چاٹ لے۔ یہاں تک کہ اس نجاست کا نشان ختم ہو جائے۔ تو وہ عضو پاک ہے
(فتاویٰ قاضی خان کتاب الطہارۃ ص ۱۱)

نوٹ:

حضرت نعمان امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چراغ شاہ نے کیا پھلجڑی چھوڑی ہے۔ نعمان کے مذکورہ فتویٰ کا یہ مطلب ہوا۔ کہ اگر کسی کے آلۂ تناسل پر منی یا پیشاب لگ جائے۔ اور وہ خود تکلیف کر کے اُسے چاٹ لے یا کسی حنفی بھائی سے چٹوائے تو آلۂ تناسل پاک ہے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۱)

جواب:

اعتراض کے جواب سے قبل اس معاملہ کی وضاحت ضروری ہے۔ تاکہ حقیقت حال سامنے آجائے۔ نجاست دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک جرمی دوسری غیر جرمی۔ جرمی وہ جس کا وجود نظر آئے۔ اور دُور کرنے سے دور ہو جائے جیسا کہ

پاخانہ، گوبراور خون غیر جرمی اس کے خلاف جیسا کہ پیشاب اور نجس پانی۔ قانون یہ ہے کہ احناف کے ہاں نجاست جرمی کی وجہ سے ناپاک چیز اس وقت پاک ہو جاتی ہے۔ جب اس نجاست کے وجود کو کسی طریقہ سے ختم کر دیا۔ اور اس چیز پر دیکھنے میں نظر نہ آتی ہو۔ اسی قانون کی روشنی میں اگر پانی وغیرہ دستیاب نہ ہونے کی صورت ایں کہ جن سے وہ نجاست زائل کی جا سکے۔ اگر کوئی شخص مثلاً ہاتھ پر لگی ہوئی اس نجاست کو زبان سے چاٹ کر صاف کر دیتا ہے۔ (اور تھوک تو بہر حال وہ پھینک ہی دے گا) تو وہ ہاتھ پاک ہو جائے گا مسئلہ اس قدر تھا۔ اب اس کو مذاق میں ڈال دینا اس میں ہم کیا کہہ سکتے ہیں نجفی نے پلید ذہن اور نجس سوچ سے نجاست کو "منی" پر محمول کیا۔ اور عضو سے مراد آلہ تناسل لے لیا۔ چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ احناف کے اس قانون پر کوئی اعتراض کرتا۔ اور اسے قرآن وسنت کی تعلیمات کے خلاف قرار دیتا۔ لیکن اس کی بجائے بے حیائی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ اس کا جواب ہم کیا دیں۔ کچھ اسی قسم کے مسائل حضرات ائمہ اہل بیت کے اقوال سے بھی ان کی کتابوں میں موجود ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہوں۔

من لا يحضره الفقيه:

وَسَأَلَ حَنَّانُ بْنُ سَدِيْرٍ اَبَاعَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ اِنِّيْ رُبَمَا بُلْتُ فَلَا اَقْدِرُ عَلَى الْمَاءِ وَيَشْتَدُّ ذَالِكَ عَلَيَّ فَقَالَ اِذَا بُلْتَ وَتَمَسَّحْتَ فَامْسَحْ ذَكَرَكَ بِرِيْقِكَ فَاِنْ وَجَدْتَ شَيْئًا فَقُلْ هٰذَا مِنْ ذَاكَ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۷ مطبوعہ تہران جدید۔ ۲۔ ص ۲۱ مطبوعہ لکھنؤ قدیم)

ترجمہ:

حنان بن سدید نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ میں بعض دفعہ پیشاب کرنے کے بعد پانی کی قدرت نہیں رکھتا (کہ اس سے استنجاء کروں) مجھ پر یہ بات بہت دشوار گزرتی ہے۔ (تو ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیئے؟) امام موصوف نے فرمایا۔ تو جب پیشاب کر چکے۔ اور ذکر کو اِدھر اُدھر کی چیز سے پونچھے۔ تو پھر بھی اپنے تھوک کو ہاتھ پر لگا کر اُس کے ذریعہ اُسے صاف کر لیا کر۔ (یعنی تھوک سے پانی کا کام لے کر استنجاء کر لیا کر) اگر آلۂ تناسل پر تھوک لگانے کے بعد کچھ (تری وغیرہ) معلوم ہو۔ تو یہ سمجھ لیا کر۔ کہ یہ تری وغیرہ تھوک ہی ہے (کوئی دوسری چیز نہیں یعنی پیشاب یا منی)

نجفی صاحب! احناف کے قانون کے تحت ایک فرضی جُزئی۔ جس پر تمہیں پھبتی کسنے کا موقعہ ملا۔ اب اپنے گھر کی ایک ایسی جُز کو بھی دیکھو۔ جو جناب حنان بن سدید کو کئی مرتبہ پیش آئی۔ اور اس کے جواب پانے پر بھی ایسا واقعہ بارہا آیا ہوگا کہ آلۂ تناسل پر تھوک لگاؤ۔ اور پھر جو کچھ نکلے وہ تھوک ہی سمجھو۔ اور اگر تھوک لگاتے وقت اس نے "علَم" بلند کر دیا۔ اور سفید پانی کی بارش شروع ہو گئی۔ تو پھر بھی پرواہ نہیں۔ بڑا سستا اور لاجواب نسخہ ہے۔

اگر اُس فرضی جُز میں قباحت یہ نظر آئی۔ کہ اس طرح نجاست تھوک کے ذریعہ مُنہ میں چلی جائے گی۔ (جب کہ تھوک پھینکا نہ جائے۔ اور اگر پھینک دیا جائے۔ تو یہ خدشہ بھی موجود نہیں ہے) اور مُنہ نجس و ناپاک ہو جائے گا۔ تو یہاں تو صرف ایک احتمال ہے۔ ہم تمہیں دکھاتے ہیں۔ کہ ہر مرنے والا شیعہ منہ اور آنکھ میں ڈھیروں منی لیے ہوئے مرتا ہے۔ جس کو صاف کرنے کا کوئی موقع نہیں رہتا۔

من لایحضرہ الفقیہ:

وَ سُئِلَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِاَيِّ عِلَّةٍ يُغَسَّلُ الْمَيِّتُ قَالَ تَخْرُجُ مِنْهُ النُّطْفَةُ الَّتِيْ خُلِقَ مِنْهَا تَخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ اَوْ مِنْ فِيْهِ۔

(۱۔من لایحضرہ الفقیہ جلد اوّل
ص ۸۴ فی غسل المیت مطبوعہ
تہران طبع جدید)
(۲۔من لایحضرہ الفقیہ ص۴۲ج۱
مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا۔ کہ مردہ کو غسل کیوں دیا جاتا ہے؟ (اس کی علت کیا ہے) فرمایا اس لیے کہ وہ نطفہ کہ جس سے وہ مرنے والا پیدا ہوا تھا۔ اب مرتے وقت اس کی آنکھ یا اُس کے منہ سے نکلتا ہے۔ (جس کی وجہ سے اُسے غسل دیا جاتا ہے۔

نجفی شیعی ذرا بتلاؤ۔ اُس فرضی جزیرہ مذاق اُڑایا ہے۔ تو کیسی فقہ ہے۔ کہ جس میں ہر مرنے والے (شیعہ) کے منہ میں منی آجاتی ہے۔ آنکھوں میں اس کا جلوہ ہوتا ہے۔ شاید اس لیے کہ مرنے والا شیعہ ساری زندگی حضرات صحابہ کرام کو جس زبان سے بُرا بھلا کہتا رہا۔ وہ زبان مرتے وقت اسی لائق ہے۔ کہ اُسے منی میں نہلایا جائے۔ اور وہ آنکھ جو حق بینی سے اندھی ہو جایا کرتی تھی۔ اُس کا سُرمہ

اُس پلید چیز کو بنایا جائے۔ جس سے ہر ذی شعور متنفر ہوتا ہے۔ پھر عجیب بات یہ ہے۔ کہ مُردے کو غسل دیتے وقت اُس کے مُنہ میں پانی ڈال کر کلی کرنا اور اس کی آنکھوں میں پانی ڈال کر طہارت کرنا خود ان شیعہ لوگوں کے نزدیک بھی درست نہیں ہے۔ اب کیا صورت بنے گی۔ کہ مرنے والا تو مر گیا۔ لیکن خود نہ کلی نہ کر سکتا ہے۔ نہ آنکھیں پاک کر سکتا ہے۔ اور نہ اس کے غسل دینے والے ان دونوں کو پاک کرنے کے لیے پانی استعمال کرتے ہیں۔ صرف روئی سے صاف کیا جا سکتا ہے۔

حیرت پر حیرت یہ ہے۔ کہ شیعہ کو مرتے وقت کلمہ طیبہ زبان پر جاری ہونا بھی نصیب نظر نہیں آتا ہوتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک ہے۔ کہ اپنے مُردوں کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرو۔ بوقتِ مرگ مُنہ اور آنکھوں میں منی کا ہونا اس طرف تشریف لے جانے کا اشارہ ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حجۃ الاسلام کے ذہن میں اور قلب و روح میں یہ ایسی سمائی ہوئی ہے۔ کہ تحریر میں اسی کا تذکرہ ہوتا ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

اعتراض نمبر ۵
فقہ حنفی میں پیشاب کے قطرے پاک ہیں
حقیقت فقہ حنفیہ

سنی فقہ میں ہے۔ کہ پیشاب کے چھوٹے چھوٹے قطرات پاک ہیں۔
(فتاوی عبدالحی ص ۱۰۵)

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۱)

جواب:

اعتراض مذکورہ میں دو باتیں قابل توجہ ہیں۔ "پیشاب کے چھوٹے چھوٹے قطرات" اور دوسری بات "پاک ہیں" فتاوی عبدالحی کہ جس کا نجفی شیعی نے حوالہ دیا۔ اس میں ان دونوں باتوں کا ذکر نہیں۔ پہلے الفاظ کی جگہ یہ لفظ ہے۔ "ننھے ننھے چھینٹے" اور دوسرے کی جگہ "معاف ہیں" مذکور ہے۔ ان دونوں میں بہت زیادہ فرق ہے۔ اور سوال و جواب میں ان کی حیثیت علیحدہ علیحدہ کیفیت کی حامل ہوتی ہے۔ فتاوی مذکورہ میں یہ الفاظ ایک سوال کے جواب کے طور پر مرقوم ہیں۔

فتاوی عبدالحی:

(سوال) پیشاب کے ننھے ننھے چھینٹے اگر بدن پر پڑ جائیں۔ تو کیا حکم ہے۔؟
(جواب) معاف ہیں۔ صحیح بخاری کی شروح میں ہے۔ کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری پیشاب کرتے وقت اس لحاظ سے کہ چھینٹے اڑ کر بدن پر نہ پڑیں۔ شیشے کے اندر

پیشاب کرتے تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا۔ ایسا نہ
کیا کرو۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایستادہ پیشاب
کرتے دیکھا ہے۔ جس میں چھینٹیں پڑنے کا زیادہ احتمال ہے۔
(فتاوی عبدالحی جلد اول ص ۱۵۷ مطبوعہ
سعید کمپنی کراچی)

فتاوی کی اصل عبارت (جو سوال وجواب کی صورت میں ہے) آپ نے ملاحظہ کی۔ سوال ننھے چھینٹوں کے بارے میں تھا۔ اور جواب میں "معاف ہیں" کے الفاظ ہیں ہم نے فتاوی کی عبارت اس لیے نقل کی۔ تاکہ نجفی کی بے ایمانی اور عبارت میں اس کی بددیانتی اور خیانت آپ پر واضح ہو جائے۔

وضاحت:

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عذر کی بنا پر کھڑے ہو کر چند مرتبہ پیشاب فرمایا۔ جس سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہی سمجھا۔ کہ اس طرح جسم یا کپڑوں پر چھوٹی چھوٹی چھینٹیں پڑنے (بہ نسبت پیشاب کرنے کے) کا زیادہ احتمال ہے۔ لہٰذا انہوں نے حضرت ابو موسٰی اشعری کو تکلیف سے منع کر دیا۔ اس حدیث اور اس سے مولانا عبدالحی کا استشہاد اس امر کی نشاندہی کرتا ہے۔ کہ ایسے ننھے ننھے چھینٹوں سے کپڑا نجس نہیں ہوتا۔ لہٰذا اسے دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ ہی جسم پر پڑنے کی صورت میں جسم کو دھو کر پاک کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ عموم بلوی کے طور پر یہ معاف ہیں۔ یہ مطلب نہیں۔ کہ وہ چھوٹے چھوٹے چھینٹے پاک ہیں۔ پیشاب کی چھینٹ اور پھر پاک ہو یہ کون کہہ سکتا ہے۔ لیکن نجفی شیعی نے کمال چالاکی سے یہ لکھ دیا۔ کہ سنی فقہ میں وہ چھینٹے "پاک" ہیں۔ اگر مطلب یہی لیا جائے۔ تو تمہاری

فقہ کے مطابق بقدر درہم نجاست لگی ہو۔ تو وہ پاک ہے۔ ہم نے بقول نجفی پیشاب کی چھوٹی سی نظر آنے والی چھینٹ کو پاک کر دیا لیکن فقہ شیعہ نے تو ربعہ خون کو پاک کہہ دیا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

الروضة البهية فی شرح اللمعة الدمشقيه:

عَنْ أَبِي جَعْفَرَ وَ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَالَ لَا بَأْسَ أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ فِي الثَّوْبِ وَفِيْهِ الدَّمُ مُتَفَرِّقًا شِبْهُ النَّضْحِ وَإِنْ كَانَ قَدْ رَآهُ صَاحِبُهُ قَبْلَ ذَالِكَ فَلَا بَأْسَ بِهِ مَالَمْ يَكُنْ مُجْتَمِعًا قَدْرَ الدِّرْهَمِ۔

(۱۔ الروضة البهية الفتح جلد اول ص ۹۰ مطبوعہ قم طبع جدید
۲۔ الوسائل جلد چہارم ص ۲۰ باب النجاسات)

ترجمہ:

حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب کسی شخص کے کپڑے پر خون لگا ہوا ہو۔ اور وہ ایک جگہ جمع نہ ہو۔ بلکہ متفرق ہو۔ تو اس کے دھوئے بغیر اُس کپڑے کو پہنے ہوئے نماز پڑھ لینا درست ہے۔ اگرچہ اس شخص نے نماز سے قبل وہ خون دیکھ بھی لیا ہو۔ پھر بھی کوئی حرج نہیں۔

لمحہ فکریہ:

فتاوٰی عبدالحی میں چھوٹے چھوٹے پیشاب کے چھینٹوں کو معاف کہا گیا۔اسی طرح دو اماموں نے خون کے قطرات متفرقہ کو معاف کہا۔اور ان کو دھوئے بغیر نماز درست فرمائی۔لہٰذا نماز کا درست ہونا۔اگر ہمارے مسلک میں چھینٹوں کے پاک ہونے کے متروک تھا۔تو بعینہ اسی قاعدہ سے امام جعفر و امام باقر رضی اللہ عنہما کے فتوای کے مطابق خون کے متفرق قطرات پاک ہوں گے۔اب ہم پوچھتے ہیں۔کہ نجفی صاحب! دونوں اماموں کا فتوای اگر درست ہے۔تو تم نے بکواس کی۔اور اگر وہ غلط ہیں۔اور تو سچا ہے۔تو پھر جھوٹوں کی امامت کون تسلیم کرے گا۔لہٰذا معلوم ہوا۔کہ امامین کا فتوای درست ہے۔لیکن نجفی اُن کا پیروکار نہیں۔بلکہ یہ حسد و بغض اور عداوت کا بندہ ہے۔جو وہ کہتی ہیں۔وہی لکھتا ہے۔

اور اگر نجفی کی منطق یہ کہتی ہو۔کہ پیشاب کے چھینٹے جس چیز پر پڑ جائیں۔اُسے نجس کر دیتی ہیں۔وہ پانی ہو یا کپڑا اُس کا استعمال دُرست نہیں رہتا۔تو ہم ان کی کتب سے یہ دکھا سکتے ہیں۔کہ یہ منطق بالکل غلط ہے۔حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

فروع کافی:

عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ مُسْلِمٍ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنِ الْمَاءِ الَّذِیْ تَبُوْلُ فِیْہِ الدَّوَابُّ وَ تَلَغُ فِیْہِ الْکِلَابُ وَ یَغْتَسِلُ فِیْہِ الْجُنُبُ قَالَ اِذَا کَانَ الْمَاءُ قَدْرَ کُرٍّ لَمْ یُنَجِّسْہُ شَیْءٌ۔

(۱۔ فروع کافی جلد سوم ص ۲ مطبوعہ تہران جدید)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد اول ص ۱۱۷)

ترجمہ

محمد بن اسلم کا بیان ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایسے پانی کے پاک یا ناپاک ہونے کے بارے میں دریافت کیا۔ جس میں چارپائے پیشاب بھی کرتے ہیں۔ کتے اس میں داخل ہوتے ہیں۔ اور جنبی آدمی اس میں غسل کرتے ہیں۔ فرمایا۔ جب یہ پانی "کُر" کے برابر ہو۔ تو اس کو کوئی چیز ناپاک نہیں کر سکتی۔

لفظ "کُر" سے کتنی مقدار مراد ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں:۔

فروع کافی:

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قَالَ الْكُرُّ مِنَ الْمَاءِ نَحْوُ حُبِّي هٰذَا وَاَشَارَ بِيَدِهٖ اِلٰى اِلٰى حُبٍّ مِنْ تِلْكَ الْحِبَابِ الَّتِيْ تَكُوْنُ بِالْمَدِيْنَةِ

(فروع کافی جلد سوم ص ۳
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "کُر" میرے اس مٹکے میں پڑے پانی کی مقدار کو کہتے ہیں۔ آپ نے یہ فرماتے وقت ایک مٹکے کی طرف اشارہ کیا۔ جو مدینہ منورہ میں پائے جاتے تھے۔

ﷲ

تبصرہ:

اہل تشیع کے پاس ایک مٹکا بھر پانی ہو۔ اور اس میں کتے بلے داخل ہو کر نکلتے رہیں۔ گھوڑے گدھے پیشاب کریں۔ اور جنبی مرد عورت اور اس میں غسل کرتے رہیں اس کے باوجود وہ ناپاک ہونے کا نام تک نہیں لیتا۔ اس سے وضو بھی جائز اور اس وضو سے نماز بھی درست۔ اور یہ فتوی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا ہے کسی معمولی آدمی کا نہیں۔ اور اس طرف چھوٹے چھوٹے چھینٹے ہوتے ہوئے نماز کے جواز پر اعتراض کیا جا رہا ہے۔ آخر یہ کہاں کی منطق اور دانشمندی ہے۔؟ مزید وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔

من لایحضرہ الفقیہ:

وَمَنْ اَصَابَ قَلَنْسُوَةٌ اَوْ عَمَامَتَهُ اَوْ تِكَّتَهُ اَوْجَوْرَبَهُ اَوْخُفَّهُ مَنِيٌّ اَوْ بَوْلٌ اَوْ دَمٌ اَوْ غَائِطٌ فَلَا بَأْسَ بِالصَّلٰوةِ فِيْهِ وَذَالِكَ لِاَنَّ الصَّلٰوةَ لَاتَتِمُّ فِيْ شَيْئٍ مِنْ هٰذَا وَحْدَهُ۔

(من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۴۲ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۲۲ طبع قدیم لکھنؤ)

ترجمہ:

جس کی ٹوپی، پگڑی، چادر اور تہبند جرابوں پر اگر منی، خون، پیشاب

پاخانہ لگ جائے۔ تو ان کو پہنے ہوئے نماز پڑھنا درست ہے کیونکہ
ان کپڑوں میں سے کسی ایک کپڑے کو تنہا پہن کر نماز مکمل نہیں ہوتی
ان حوالہ جات کی روشنی میں نجفی شیعی کی تسلی ہو جانی چاہیئے۔ کیونکہ بول کے نہ
معمولی چھینٹے اُسے کیوں کھٹکتے تھے۔ اور انہیں اعتراض کرنے کے لیے اُڑا لیکن
یہ نظر نہ آیا۔ کہ اپنی فقہ نے تو حد کر دی ہے۔ ٹٹی سے بھرا تہبند، خون سے بھری چادر
پیشاب میں بھیگی ہوئی ٹوپی ان کے ساتھ بھی نماز ادا کی جا رہی ہے۔ اور فرق
نہیں پڑتا۔

مختصر یہ کہ اب نجفی کو فیصلہ کرنے پر ہم مجبور کریں گے۔ کہ اگر وہ حضرات ائمہ اہلبیت
کا پیروکار کہلاتا ہے۔ تو اُسے اِن سے مروی روایات کی روشنی میں امام اعظم ابوحنیفہ
کی فقہ پر اعتراض نہیں کرنا چاہیئے۔ اور اگر ان کی پیروی اسے منظور نہیں۔ تو پھر معاملہ ختم
اس کی راہ اور ہے اور ہماری اور۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۶

فقہ مالکی میں خنزیر وغیرہ کا جھوٹا پاک ہے۔

حقیقت فقہ حنفیہ:

رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ:

سنی فقہ میں ہے۔ قَالَ مَالِكٌ بِطَهَارَةِ السُّؤْرِ مُطْلَقًا۔

ترجمہ:

امام مالک کہتا ہے۔ کہ کتے اور خنزیر کا جھوٹا بلکہ ہر شئی کا جھوٹا پاک سمجھتا ہے۔

(رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ۔ ص ۱۰ بر حاشیہ میزان)

نوٹ:

سنی فقہ بلے بلے اگر کتے اور خنزیر کا جھوٹا بھی پاک ہے۔ تو پھر مزا تو تب ہے کہ پہلے کچھ دودھ کتے کو پلا دیا جائے۔ اور پھر اس کا بچا ہوا اس طوانے کو پلایا جائے جو کتے کا جھوٹا پاک سمجھتا ہے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۲)

جواب:

ہم اس سے پہلے گزارش کر چکے ہیں۔ کہ ہم اُن اعتراضات و الزامات کا جواب دینے کے پابند ہیں۔ جو "فقہ حنفی" پر وارد ہوتے ہیں۔ اور جن کا تعلق

ہماری فقہ سے نہیں اُن کا جواب ہمارے ذمہ نہیں۔ جس کتاب سے نجفی شیعی نے مذکورہ حوالہ تحریر کیا ہے۔ وہ "فقہ حنفی" کی کتاب نہیں۔ ہم پر اعتراض تب ہوتا کہ کوئی حوالہ ایسا پیش کیا جاتا۔ جس میں امام ابوحنیفہ یا ان کے شاگردوں کی زبانی یہ تحریر ہوتا۔ کہ کتا اور خنزیر کا جھوٹا پاک ہے۔ مذکورہ مسئلہ فقہ مالکی کا ہے۔ جیسا کہ "قال مالك" کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ اس مسئلہ کا کتاب کے نام سے بالکل کوئی تعلق نہیں۔ ہاں اتنا ضرور ہے۔ کہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ چونکہ شیعہ نہیں۔ بلکہ سنی ہیں۔ اس لیے ان کا یہ نظریہ بھی "شیعی" کو تنگ کر گیا۔ لہٰذا اس اعتبار سے ہم اُن کی طرف سے اس اعتراض کے بارے میں کچھ کہہ دیتے ہیں۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے کتے اور خنزیر کے جھوٹے کو پاک کہا۔ اور نجفی کے پیٹ میں درد اٹھا۔ لیکن اس کے بڑے کتے بلے اور خنزیر کی ذات کو بھی پاک قرار دیتے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

المبسوط:

وَ قَالَ بَعْضُهُمْ اَلْحَيَوَانُ كُلُّهُ طَاهِرٌ فِيْ حَالِ حَيٰوتِهٖ وَلَمْ يَسْتَثْنِ الْكَلْبَ وَالْخِنْزِيْرَ قَالَ اِنَّمَا يَنْجِسُ الْخِنْزِيْرُ وَالْكَلْبُ بِالْقَتْلِ وَالْمَوْتِ۔

(المبسوط جلد ۶ صفحہ ۲۷۹
کتاب الاطعمہ الخ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:
بعض شیعہ علماء کہتے ہیں۔ کہ تمام حیوان پاک ہیں۔ جب تک وہ زندہ

ہیں۔ان علماء نے کتا اور خنزیر کو بھی اس حکم سے نہیں نکالا۔اور یہ بھی کہا۔
کہ کتا اور خنزیر یا تو قتل کرنے سے یا مرنے سے نجس ہوتا ہے۔

تبصرہ:

جس طرح اہل سنت میں سے مالکی "بعض" ہیں۔اسی طرح اہل تشیع میں سے "بعض" کا قول ہم نے مبسوط کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔امام مالک رضی اللہ عنہ نے تمام جانوروں کے جھوٹے کو پاک کہا۔لیکن ان بعض شیعوں نے کتے اور خنزیر کے جھوٹے نہیں بلکہ ان کی ذات کو طاہر کہا۔تو جس کی ذات طاہر اس کا جھوٹا بھی پاک ہے جیسا کہ نجفی کی ذات اور اس کا جھوٹا پاک ہے۔اسی طرح کتا، بلا اور سور بھی پاک اور ان کا جھوٹا بھی پاک ہے۔لہٰذا از روئے مذاق ہم بھی جواباً کہہ سکتے ہیں۔کہ کارپوریشن والوں کو دوائی کھلا کر کتے مارنے سے قبل نجفی اینڈ برادرز سے رابطہ قائم کرنا چاہیئے۔تاکہ ان کو ٹھکانے لگانے کی زحمت برداشت نہ کرنی پڑے۔اُدھر سؤروں کو تلف کرنے کی بجائے اگر ان کے پیچھے شیعوں کو چھوڑ دیا جائے۔تو ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق حکومت کا خرچہ بھی بچے گا۔اور مفت میں پلے ہوئے جانوروں سے عزاداروں کے مزے بھی ہو جائیں گے۔یہ تو مفت میں گوشت اور وہ بھی موٹے تازے جانوروں کا مل گیا۔اب ذرا ہاضمہ درست رکھنے کے لیے چٹنی بھی تیار ہے۔

فروع کافی:

عَنْ زُرَارَةَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللهِ عَلَیْهِ السَّلَام قَالَ
اِنْ سَالَ مِنْ ذَکَرِكَ شَیْءٌ مِنْ مَذِیٍّ اَوْ وَدِیٍّ
وَاَنْتَ فِی الصَّلٰوةِ فَلَا تَغْسِلْهُ وَلَا تَنْقَطِعِ الصَّلٰوةَ

وَلَا تَنْقُضْ لَهُ الْوُضُوْءَ وَاِنْ بَلَغَ عَقِيْبَكَ فَاِنَّمَا ذَالِكَ بِمَنْزِلَةِ النُّخَامَةِ۔

(فروع کافی جلد سوم ص۳۹ باب المذی والمذی
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

زرارہ کہتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ اگر تیرے آلۂ تناسل سے نماز پڑھنے کے دوران مذی یا ودی نکل آئے۔ تو اسے مت دھو۔ اور نہ نماز کو توڑو۔ اور نہ ہی اس سے وضوء ٹوٹتا ہے اگرچہ وہ مذی یا ودی تیری ایڑیوں تک بہہ کر پہنچ جائے۔ وہ یقیناً بلغمی تھوک کی طرح ہے۔

نجفی صاحب اور دیگر اماموں کو چاہیئے کہ ایسے وقت میں کوئی پلیٹ پاس رکھا کریں۔ اور اسے پاؤں کے نیچے لے لیا کریں۔ تاکہ آلہ تناسل سے گزرنے والی دود دھیا چٹنی اس گوشت کو ہضم کرنے کے کام آسکے۔ جو ابھی اوپر سطور میں ان کے لیے تجویز کیا گیا۔ اس خوراک سے وہ عقدے کھلیں گے۔ جو عزازیل پر بھی مخفی ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر

حقیقت فقہ حنفیہ:

"سنی فقہ میں وضوء کی شان"

بخاری شریف:

قَالَ الزُّهْرِيُّ إِذَا وَلَغَ فِيْ إِنَاءٍ لَيْسَ لَهُ وَضُوءٌ غَيْرُهُ يَتَوَضَّأُ بِهِ۔

(بخاری شریف کتاب الوضوء جلد اول ص ۲۱)

ترجمہ:

کہ جب کتا کسی برتن میں پانی چاٹے اور دوسرا پانی بھی موجود نہ ہو۔ تو اس پانی سے وضوء کیا جا سکتا ہے۔

نوٹ:

بخاری شریف بلے بلے اور سنیوں کا امام زہری بھی بلے بلے کہ جنہوں نے کتے کے جھوٹے پانی سے وضوء کو جائز قرار دیا۔ اور دین اسلام کا خانہ خراب کر دیا۔ ایسے وضوء سے پڑھی ہوئی نماز اولیں فرصت میں قبول ہو گی۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۲)

جواب:

جیسا کہ ہم گزشتہ اعتراض کے جواب میں تحریر کر چکے ہیں کہ ہم ان اعتراضات کا جواب دینے کے پابند ہیں۔ جو فقہ حنفی پر وارد ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ اعتراض چونکہ امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگردوں کی طرف سے نہیں۔ بلکہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ اس لیے فقہ حنفی کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ ہاں اعتراض سابق کی طرح ایک سنی ہونے کے رشتہ سے ہم اس کی صفائی میں کچھ پیش کرنا چاہیں گے۔ امام زہری نے کتے کے جھوٹے سے وضو کرنا جائز کہا۔ اور وہ بھی اس وقت جب اس جھوٹے پانی کے سوا اور کوئی صاف پانی نہ ملتا ہو۔ جیسا کہ نجفی نے ترجمہ کرتے وقت بھی اسے تسلیم کیا۔ گویا حالت اضطراری اور بامر مجبوری ایسا کرنا جائز کہا۔ لیکن فقہ جعفریہ کے قربان کہ اس نے تو ایک ایسا مٹکا پانی کا جس میں کتے پیشاب کرتے ہوں۔ آدمی اپنی منی دھوئیں۔ اس سے بھی وضو جائز کر دیا۔ اور وہ بھی کسی اضطرار اور مجبوری کے بغیر۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

فروع کافی:

(اعتراض ۵ کے جواب میں چونکہ اصل عبارت تحریر ہو چکی ہے۔ اس لیے یہاں ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ترجمہ:

> محمد بن مسلم کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ کہ وہ پانی جس میں کتا بلا خنزیر وغیرہ جانور پیشاب کرتے ہوں۔ کتے اس میں گھس کر غسل کر کے پیتے ہوں

جنابت والے اس میں نہائیں۔ تو کیا یہ پانی پاک ہے۔ یا نہیں؟
امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ اگر یہ پانی ایک مٹکے کے پانی کے برابر ہو۔ تو اُسے کوئی چیز نجس نہیں کر سکتی۔

(۱۔ فروع کافی جلد سوم ص ۲ باب الماء الذی لا ینجسہ الخ مطبوعہ تہران جدید)
(۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۸ مطبوعہ تہران جدید)

بخاری شریف کی روایت کی توضیح

قارئین کرام! بخاری شریف سے ذکر کردہ روایت کی توضیح بھی اسی کے ساتھ موجود ہے۔ لیکن اس کو نجفی شیعی جان بوجھ کر ہضم کر گیا۔ امام زہری کے قول کو پیش کرنے کے بعد اس کی وضاحت یوں درج ہے۔

بخاری شریف:

وَقَالَ سُفْيَانُ هٰذَا الْفِقْهُ بِعَيْنِهٖ لِقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا وَهٰذَا مَاءٌ وَفِي النَّفْسِ مِنْهُ شَيْءٌ يَتَوَضَّأُ بِهٖ وَيَتَيَمَّمُ

(بخاری شریف جلد اول ص ۲۹ کتاب الوضوء مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ترجمہ:

جناب سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ امام زہری کا مسئلہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ اس آیت کے مطابق ہے۔ فلم تجدوا الخ۔ جب تمہیں پانی نہ ملے۔ تو تیمم کرو۔ اور یہ پانی ہے۔ (یعنی جس پانی میں سے کتے نے پی لیا، ہو وہ بقیہ پانی) لیکن اس کے متعلق دل میں کچھ کھٹکا سا اٹکا ہے۔ لہٰذا اس کراہت کے پیش نظر پانی موجود ہونے کا اعتبار کرتے ہوئے۔ اس سے وضو کیا جائے گا۔ اور شک کی وجہ سے بعد میں تیمم بھی کرنا چاہیے۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی دلیل یوں بنی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے پاک پانی موجود ہوتے ہوئے اور اس پر قدرتِ استعمال ہونے کی صورت میں تیمم کی اجازت نہیں دی۔ یہ پانی کہ جس کو کتے نے منہ مار کر مشکوک کر دیا۔ دو حالتوں والا ہو گیا۔ ایک یہ کہ "پانی" ہے۔ اس جہت سے اس کے ہوتے ہوئے تیمم درست نہیں اور دوسری حالت یہ کہ پانی تو ہے۔ لیکن علی الاطلاق طاہر نہیں۔ اس لیے نہ ہونے کے برابر ہو گیا لہٰذا تیمم روا ہوا۔ ان دونوں جہتوں کے پیش نظر جناب سفیان ثوری نے امام زہری کے قول کی توجیہ کر دی۔ کہ اس پانی سے وضو بھی کیا جائے۔ اور تیمم بھی۔

مسئلہ کی اصلیت اپنے مقام پر تھی۔ اور اس کی وضاحت بھی ساتھ ہی مذکور تھی۔

اب اس پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے نجفی کا امام بخاری اور امام زہری کو بلکہ تمام اور دین اسلام کا خانہ خراب کر دینے والا کہہ کر مذاق اڑانا قابلِ نفرت امر ہے۔ اگر کتے کا جھوٹا وضو کے قابل کہنے پر بخاری شریف قابل طعن، امام زہری قابل گرفت اور دین و اسلام کی خرابی لازم آتی ہے۔

تو پھر اس مٹکے کے پانی سے (کہ جس میں کتے بلے پیشاب کریں غسل جنابت

اس میں کیا جائے۔) وضوء کرنے کے فتوای پر کیا کہو گے۔ جبکہ اس وضوء کے بعد تیمم کا بھی کوئی ذکر نہیں
امام زہری نے تو احتیاطاً وضوء اور تیمم دونوں کرنے کو کہا۔ اور تمہارے ائمہ نے تو صرف
وضوء پر ہی اکتفا کیا۔ کتے کے جھوٹے سے عداوت اور پانی میں ملے ہوئے اس کے پیشاب
سے منہ دھونا کلی کرنا حنفی کے لیے باعث فخر ہے۔ اگر یہ محبت قابل ستائش ہے
تو وہ عداوت قابلِ دید ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

اعتراض نمبر ۸

حقیقت فقہ حنفیہ: ہنسنے سے وضو باطل

سنی فقہ میں موجود ہے۔ کہ قَالَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ وَ اَصْحَابُہٗ تَنْقُضُ الْوُضُوْءُ بِالْقَہْقَہَۃِ

(رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ ص۱۴ کتاب الطہارۃ)

ترجمہ:

ابو حنیفہ اور اس کے اصحاب کہتے ہیں۔ کہ جو زور سے ہنسے اس کا وضو باطل ہے۔

نوٹ:

یہ نعمانی گھسلا ہے۔ اور اس کا ثبوت قرآن و سنت میں موجود نہیں۔

جواب:

اعتراض مذکور میں کہا گیا کہ اس مسئلہ کا ثبوت قرآن و حدیث میں موجود نہیں۔ اس سلسلہ میں ہم کہتے ہیں۔ کہ اگر نفس حدیث کا انکار کیا گیا۔ تو یہ حماقت اور احادیث سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ اور اگر اس کی تاویل یہ کی جائے۔ کہ احادیث تو موجود ہیں۔ لیکن قہقہہ لگانے سے وضو کا ٹوٹنا عقل کے خلاف ہے۔ کیونکہ وضو کے توڑنے میں اصل یہ ہے۔ کہ سبیلین سے کسی چیز کا خروج ہونا چاہیے۔

اور قہقہہ اس فہرست میں نہیں آتا۔ اگر نفس حدیث کا انکار ہے۔ تو ہم سر دست تین عدد احادیث پیش کرتے ہیں۔ تاکہ نجفی کی جہالت واضح ہو جائے۔

حدیث اول: فتح القدیر:

عَنْ مَعْبَدِ بْنِ اَبِیْ مَعْبَدِ الْخُزَاعِیِ عَنْہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَمَا ھُوَ فِی الصَّلٰوۃِ اِذْ اَقْبَلَ اَعْمٰی یُرِیْدُ الصَّلٰوۃَ فَوَقَعَ فِیْ زُبْیَۃٍ فَاسْتَضْحَکَ الْقَوْمُ فَقَہْقَہُوْا فَلَمَّا انْصَرَفَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ کَانَ مِنْکُمْ قَہْقَہَ فَلْیُعِدِ الْوُضُوْءَ وَالصَّلٰوۃَ

(فتح القدیر جلد اول ص ۳۵
باب نواقض الوضوء مطبوعہ
مصر قدیم)

ترجمہ:

معبد بن ابی معبد خزاعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک نابینا آیا۔ اور وہ نماز پڑھنا چاہتا تھا۔ لیکن نابینا ہونے کی وجہ سے وہ ایک حوض میں گر گیا۔ اس کے گرنے کی وجہ سے لوگوں نے زور سے ہنسنا شروع کر دیا۔ پھر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز مکمل کر چکے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ تم میں سے جو بھی قہقہہ لگا کر ہنسا ہے۔ اُسے وضو دوبارہ کرنا چاہیئے۔ اور نماز کا بھی اعادہ

کرنا چاہیئے۔

حدیث دوم: فتح القدیر:

حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَهْقَهَ فِي الصَّلٰوةِ قَهْقَهَةً شَدِيْدَةً فَعَلَيْهِ الْوُضُوْءُ وَالصَّلٰوةُ

(فتح القدیر جلد اول ص ۳۵
مطبوعہ مصر طبع

ترجمہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص نماز میں زور سے ہنسے اُسے وضو بھی دوبارہ کرنا ہوگا۔ اور نماز بھی لوٹانی پڑے گی۔

حدیث سوم: فتح القدیر:

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَهْقَهَ فِي الصَّلٰوةِ قَهْقَهَةً فَلْيُعِدِ الْوُضُوْءَ وَالصَّلٰوةَ

(فتح القدیر جلد اول ص ۳۵
مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا۔ جس نے نماز میں زور سے قہقہہ لگایا۔ اُسے وضو اور نماز دونوں لوٹانی چاہئیں۔

ان تین عدد احادیث سے وہ مسئلہ صراحت سے ثابت ہے۔ جس کے بارے میں نجفی نے یہ کہا تھا۔ کہ اس مسئلہ کے ثبوت کے لیے کتب حدیث میں کوئی ایک حدیث بھی نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ نجفی شیعی کا ایسا کہنا یا تو دھوکہ پر مبنی ہے۔ یا احادیث سے جاہل ہونے کی دلیل ہے۔

اب ہم دوسری طرف آتے ہیں۔ کہ مسئلہ ہذا از روئے عقل درست نہیں کیونکہ "سبیلین سے نکلنا" اس میں موجود نہیں۔ اور نہ ہی کوئی ناپاک چیز کا وقوع ہوا۔ تو اس اعتراض کا جواب یوں دیا جاتا ہے۔ کہ جس طرح وضو کے توڑنے کے لیے کسی چیز کا "سبیلین سے نکلنا" از روئے عقل درست ہے۔ اس کے سوا کوئی چیز وضو کو توڑے تو عقلاً درست نہیں۔ اسی طرح جھوٹ بولنا بھی چونکہ ان چیزوں میں سے نہیں۔ لہٰذا اس سے وضو نہیں ٹوٹنا چاہیئے۔ لیکن مزے کی بات ہے کہ یہ خلاف عقل بات کتب شیعہ میں موجود ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ:

عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَقُوْلُ اَلْکَذِبَۃُ تَنْقُضُ الْوُضُوْءَ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۷ ص ۲۰ باب وجوب امساک الصائم عن الکذب مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

ابوبصیر کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق کو فرماتے ہوئے سنا کہ "جھوٹ" وضوء کو توڑ دیتا ہے۔

واضح بات ہے۔ کہ جس طرح قہقہہ کا تعلق "سبیلین" سے نہیں۔ اسی طرح جھوٹ کا بھی اُن سے کوئی تعلق نہیں۔ جب قہقہہ سے وضوء ٹوٹنے پر اعتراض ہے۔ تو جھوٹ سے ٹوٹنے پر خاموشی کیوں؟

وضاحت:

چونکہ قہقہہ سے وضوء کا ٹوٹ جانا واقعی خلاف عقل ہے لیکن احادیث میں اس سے وضوء ٹوٹنے کی تصریحات موجود ہیں۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اس سے وضوء ٹوٹنے پر سبھی ائمہ کا اتفاق ہے لیکن اس کو اصل بنا کر مزید اور کسی چیز کو اس پر قیاس نہیں کر سکتے۔ بلکہ یہ مسئلہ اسی قدر رہے گا۔ اسی لیے ائمہ کرام نے قہقہہ کی صورت میں وضوء ٹوٹنے کی ان احادیث کی روشنی میں چند شرائط رکھی ہیں۔ جو یہ ہیں۔

۱۔ قہقہہ لگانے والا نماز باجماعت میں شامل ہو۔

۲۔ نماز بھی وہ ہو جس میں رکوع و سجود ہوں۔

۳۔ قہقہہ لگانے والا نابالغ بھی نہ ہو۔

چونکہ حضرات صحابہ کرام کہ جن سے یہ فعل سرزد ہوا تھا۔ اُن کی اس حالت کے پیش نظر وہی امور شرائط قرار دیئے گئے۔ بہرحال خلاف عقل و قیاس ضرور ہے لیکن اس بارے میں احادیث ایک نہیں کئی موجود ہیں۔ لیکن نجفی کو اپنی فقہ کی وہ چیز نظر نہ آئی۔ جو خلافِ قیاس اور خلاف احادیث ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ دوران نماز اگر

کسی نمازی کی ہوا خارج ہو جائے۔ تو جب تک اس کی آواز سننے میں آئے۔ وضو نہیں ٹوٹے گا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

فروع کافی:

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفُخُ فِيْ دُبُرِ الْاِنْسَانِ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ اَنَّهُ خَرَجَ مِنْهُ رِيْحٌ فَلَا يَنْقُضُ الْوُضُوْءَ اِلَّا رِيْحٌ تَسْمَعُهَا اَوْ تَجِدُ رِيْحَهَا

(فروع کافی جلد سوم ص۳۶ کتاب الطہارت)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ انسان کی دبر میں شیطان پھونکتا ہے۔ یہاں تک کہ انسان کو خیال گزرتا ہے۔ کہ اس کی ہوا خارج ہو گئی۔ سوشن رکھو۔ وضو صرف اس ہوا کے خارج ہونے سے ٹوٹتا ہے۔ جس کی آواز سنائی دے۔ یا بدبو محسوس ہو:۔

لہٰذا جب تک رانی توپ کا گولہ نہ چلے۔ اس وقت تک نمازیں ڈٹے رہو۔ اس سے کم اگر کچھ خیال شریف میں آئے۔ تو سمجھو۔ کہ شیطان کی شرارت تھی۔ اور اگر توپ نہ چلے۔ تو دوسری صورت یہ ہے۔ کہ گٹر کا منہ کھل جائے۔ اور بدبو سارے امام باڑے کو گھیر لے۔ کتنا آرام دہ مسلک ہے۔ جب یہ کیفیت طاری ہو۔ تو دوزخ کے دروازہ کو خوب مضبوطی سے بند رکھو۔ تاکہ بے چاری ہوا ادھ موئی ہو کر سسکیاں

بھرتی نکلے ۔ اور کانوں کان خبر تک نہ ہو۔ اور حجۃ الاسلام کی ناک بدبُو کے لیے ترستی رہے۔ پس ساری زندگی وضو ٹوٹنے کا نام تک نہ ہو گا۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ شیعوں کی گانڈ سے شیطان کو اتنا پیار کیوں ہے۔ وُہ ان کے سوراخ سے کھیلتا ہے۔ زندگی میں اُس نے اِسے مورچہ بنائے رکھا۔ اور جب دنیا سے اُٹھ گئے۔ تو لمبا سر یا دے گیا۔ تا کہ غسل سے قبل رہی کسر بھی نکل جائے۔ دوستی ہو تو ایسی۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

اعتراض نمبر ۹
گدھے کی کھال پر مسح

حقیقت فقہ حنفیہ

بخاری شریف:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ گدھے کی کھال پر جبکہ اس سے بنا ہوا جوتا پاؤں میں ہو مسح کرنا جائز ہے۔ اور آدمی کے چمڑے پر بھی مسح کرنا جائز ہے
(بخاری شریف کتاب الوضوء جلد اول ص ۴۸) (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۴)

جواب:

بخاری شریف کے باب المسح میں اس نام کی کوئی حدیث موجود نہیں۔ لہذا اس کے جواب کی ضرورت بھی نہیں۔ لیکن اس مقام پر ایک بات نجفی سے پوچھی جا سکتی ہے۔ کہ گدھا تمہارے مسلک میں نجس نہیں۔ بلکہ وہ طاہر ہے۔ جس کا حوالہ پیچھے گزر چکا ہے اور خنزیر کو فقہ جعفریہ نے نجس العین بھی کہا ہے۔ اس نجس العین کے چمڑے سے بنا ہوا ڈول ہو۔ تو آپ کے مذہب میں اس سے پانی نکالنا جائز ہے یعنی ایسے ڈول سے کنواں بھی پاک ہی رہے گا۔ اور اس ڈول کا پانی پینا بھی جائز ہے۔ اسی طرح سور کے بالوں سے بٹی ہوئی رسی سے بھی تمہارے نظریہ کے مطابق پانی نکالنا درست ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ خنزیر سے اتنا پیار اور گدھے سے اتنی دشمنی؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر۱

گردن کے مسح کا جائز استحباب

حقیقت فقہ حنفیہ

فتاویٰ قاضی خان ص ۱۱، جلد اول ذکر وضوء میں لکھا ہے۔ کہ گردن کا مسح کرنا نہ ہی سنت ہے۔ اور نہ ہی آداب میں ہے۔ پس سنی ملاؤں سے کوئی پوچھے۔ کہ جب یہ نہ سنت ہے۔ اور نہ ہی کوئی آداب بلکہ بدعت ہے۔ تو پھر اسی بدعت میں آپ نے بیچاری عوام کو کیوں پھنسایا ہوا ہے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۵)

جواب:

اس اعتراض کا جواب فتاویٰ قاضی خان میں خود موجود ہے۔ اگر نجفی اس کی پوری عبارت نقل کر دیتا۔ تو ہر پڑھنے والے کو اس مسئلہ کی حقیقت واضح ہو جاتی۔ اور اعتراض کی گنجائش نہ رہتی۔ فتاویٰ کی مکمل عبارت یوں ہے۔

فتاویٰ قاضی خان:

وَاَمَّا مَسْحُ الرَّقَبَةِ لَيْسَ بِاَدَبٍ وَلَا سُنَّةٍ وَقَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ سُنَّةٌ وَعِنْدَ اِخْتِلَافِ الْاَقَاوِيْلِ كَانَ فِعْلُهُ

اَوْلٰی مِنْ تَرْکِہٖ۔

(فتاوی قاضی خان جلد اول

ص ۳۵ مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

گردن کا مسح کرنا نہ ہی آداب وضو میں سے ہے نہ سنت میں سے ہے بعض علمائے کہا کہ یہ سنت ہے۔ جب اس کے متعلق مختلف اقوال نظر آتے ہیں۔ تو پھر اس کو کر لینا نہ کرنے سے بہتر ہے۔

فتاوی قاضی خان کی مکمل عبارت پڑھنے سے معلوم ہوا کہ گردن کے مسح سے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ ایک قول کے مطابق یہ نہ تو سنت ہے۔ اور نہ ہی آداب وضو میں شامل ہے۔ دوسرے قول کے مطابق یہ سنت وضو میں سے ہے۔ ان اختلافی اقوال کے پیش نظر صاحب فتاوی نے یہ تجویز کیا۔ کہ گردن کا مسح کر لینا بہتر ہے مسئلہ تو یہ تھا۔ لیکن نجفی شیعی نے اسے کیسا رنگ چڑھا دیا۔ اسے بدعت قرار دیا۔ اور پھر عوام کو پھنسانے کا مذاق کیا۔ دراصل فریب اور دھوکہ نجفی کی فطرت ثانیہ بن چکے ہیں۔ ان کے ہاتھوں وہ بے بس ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۱۱

حقیقت فقہ حنفیہ:

"سُنّی فقہ میں استنجا کی شان"

رحمۃ الامۃ:

قَالَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ فَاِنْ صَلّٰی وَلَمْ یَسْتَنْجِ صَحَّتْ صَلَاتُہٗ۔

(رحمۃ الامۃ ص ۵ افصل فی الاستنجاء)

ترجمہ:

ابو حنیفہ کہتا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص استنجاء نہ کرے یعنی مقام پاخانہ کو پانی سے نہ دھوئے اور نماز پڑھے۔ تو اس کی نماز صحیح ہے۔

نوٹ:

حنفیوں کو موسم سرما میں بڑے مزے ہیں۔ نازک جگہ پر کون ٹھنڈا پانی ڈالے بغیر گانڈ دھوئے نماز پڑھیں۔ اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کو دعائیں دیں۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۵)

جواب:

استنجاء کی تفصیل فقہ شیعہ اور فقہ حنفی میں کچھ اس طرح ہے۔ بول و براز سے فراغت کے بعد اگر کوئی شخص صرف ڈھیلے استعمال کرتا ہے۔ اور نجاست دور کر لیتا ہے۔ تو یہ طریقہ بھی درست ہے۔ اس کے بعد پانی سے استنجاء کرنا صرف بہتر ہے۔ ضروری نہیں اور اگر ڈھیلے استعمال کرنے کی بجائے ابتداء میں ہی پانی سے صفائی کرتا ہے۔ تو بھی درست ہے مقصد یہ ہے۔ کہ نجاست دور ہونی چاہیئے صرف ڈھیلے استعمال کرنے سے یا پہلے ڈھیلے اور پھر پانی استعمال کرنے سے یا صرف پانی ہی کے استعمال کرنے سے۔ ان تین صورتوں میں ڈھیلوں اور پانی دونوں کا استعمال بہتر اور افضل ہے کتب شیعہ سے اس کا ثبوت ملاحظہ ہو۔

المبسوط:

وَاِذَا اَرَادَ الْاِسْتِنْجَاءَ مِنْ مَخْرَجِ النَّجْوِ كَانَ مُخَيَّرًا بَيْنَ الْاِسْتِنْجَاءِ بِثَلَاثَةِ اَحْجَارٍ وَاِنْ اَلْقَاهُ بِالْمَاءِ وَالْجَمْعِ بَيْنَهُمَا اَفْضَلُ يَبْدَاُ بِالْحِجَارَةِ ثُمَّ يَغْسِلُ بِالْمَاءِ وَالْاِقْتِصَارُ عَلَى الْمَاءِ اَفْضَلُ مِنْهُ عَلَى الْاَحْجَارِ

(المبسوط جلد اول ص ۱۶ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:
جب کوئی شخص بول و براز کے بعد استنجاء کرنا چاہے۔ تو اُسے اختیار

ہے۔ کہ تین طریقوں میں سے کوئی ایک طریقہ اپنائے۔ پہلا یہ کہ تین پتھر استعمال کر کے صفائی کرے۔ دوسرا یہ کہ صرف پانی کو استعمال میں لائے تیسرا یہ کہ دونوں کو کام میں لائے۔ اور یہ تیسرا طریقہ پہلے دونوں طریقوں سے افضل ہے۔ دونوں کو اکٹھا کر کے استعمال کرنے کا طریقہ یہ ہے۔ کہ پہلے پتھر استعمال کرے۔ پھر پانی سے دھو ڈالے۔ اور صرف پانی سے دھونا صرف پتھر استعمال کرنے سے افضل ہے۔

لمحہ فکریہ:

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقہ سے مسئلہ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی فقہ کا مسئلہ دونوں ایک سے ہیں۔ کیونکہ شیعہ فقہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ **نوٹ**: کے ضمن میں جو نجفی نے بکواسات کیں۔ وہی بعینہ ان کے مسلک پر برستی ہیں نجفی شیعی کو اپنے ساتھیوں کو بھی یہی مشورہ دینا چاہیئے۔ کہ گروہ شیعیان علی! تم امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا شکریہ بجا لاؤ۔ جنہوں نے تمہیں سردیوں میں نرم و نازک..... گانڈ بغیر دھوئے نماز پڑھنے کی اجازت دی۔ اور نجفی ملا کو بھی دعائیں دو کہ جس نے ہم اہل سنت پر کیچڑ اچھال کر انہیں مجبور کیا کہ وہ بھی تمہاری گانڈ کی کچھ خبر لیں

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۱۲

استنجاء کے بعد استبراء کا عجیب طریقہ

سُنّی فقہ میں ہے۔کہ یَجِبُ الِاسْتِبْرَاءُ بِالْمَشْيِ التَّنَحْنُحِ وَقِيلَ يُكْتَفِي بِمَسْحِ الذَّكَرِ وَاجْتِرَائِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

(فتاویٰ عبد الحی ص ۲۰۸ باب الاستنجاء
نیز غنیۃ الطالبین)

ترجمہ:

پیشاب کے بعد استبراء کرنا واجب ہے۔ اور وہ چند قدم چلنے سے یا کھانسنے سے یا آلۂ تناسل نچوڑنے سے ہو۔ اور تین مرتبہ پھر آلۂ تناسل کو کھینچے۔

نوٹ:

اگر حنفی احباب استبراء کے لیے آلۂ تناسل کو ہر روز کھینچتے رہے۔ تو پھر کسی کے استعمال طلاء کی ضرورت نہیں ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے آلۂ تناسل آخر عمر تک گھوڑے کے آلۂ تناسل کے برابر ہو جائے گا۔

(حقیقت فقہ جعفریہ ص ۸۶)

جواب:

پیشاب کے بعد استبراء کے مختلف طریقوں کو مورد الزام ٹھہرایا گیا۔ اور اس ضمن میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر دشنام طرازی کی گئی۔ قطع نظر اس کے کہ اس کا جواب ہو گا یا نہ ہو گا۔ اس قسم کی ہرزہ سرائی بہرحال درست نہیں۔ جہاں تک استبراء کا مسئلہ ہے۔ تو اس کی مختلف صورتیں کتب شیعہ میں بھی موجود ہیں۔ بلکہ اُن میں زیادہ کہا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

من لایحضرہ الفقیہ:

وَمَنْ اَرَادَ الْاِسْتِنْجَاءَ فَلْيَمْسَحْ بِاِصْبَعِهٖ مِنْ عِنْدِ الْمَقْعَدَةِ اِلَى الْاُنْثَيَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ يَنْتُرُ ذَكَرَهٗ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

(۱۔ من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۲۱ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ فروع کافی جلد سوم ص ۱۹ کتاب الطہارت الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جو شخص استنجا کرنے کا ارادہ کرے۔ اُسے چاہیئے کہ تین دفعہ اس طرح کرے۔ کہ اپنی انگلی سے گانڈ کی طرف ذکر کو پکڑ کر خصیتین پر سے کھینچے

اس روایت میں "ونتر" کا لفظ استعمال ہوا۔ اس کا معنی فروع کافی کے حاشیہ پر یوں مذکور ہے۔

اَلنَّتْرُ جَذْبُ الشَّیْئِ بِشِدَّةٍ وَمِنْهُ نَتْرُ الذَّكَرِ

فِی الْاسْتِبْرَاءِ۔

یعنی کسی چیز کو پوری طاقت سے کھینچنا "نتر" کہلاتا ہے۔ اور اسی سے استبراء میں "ینتر الذکر" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یعنی آلہ تناسل کو زور سے کھینچنا۔

لمحہ فکریہ:

قارئین کرام! شیعہ فقہ کی کتاب سے باحوالہ ہم نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ استبراء کا طریقہ جو احناف کے ہاں تحریر ہے۔ وہی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ان کی فقہ میں موجود ہے۔ احناف نے تو یہ کہا ہے کہ آلہ تناسل کو نچوڑ کر قطرات دھو لیے جائیں۔ لیکن شیعہ فقہ نے یہ طریقہ بتلایا ہے۔ کہ آلہ تناسل کو خصیتین کی طرف سے انگلی سے پکڑا جائے۔ اور پوری طاقت سے انگلی کو آلہ تناسل کے سرے تک کھینچا جائے۔ اور یہ عمل تین دفعہ کیا جائے۔

جیسا کہ خود شیعہ لوگوں نے تسلیم کیا ہے۔ کہ ان کی فقہ کا ہر مسئلہ کسی نہ کسی امام سے ثابت اور منقول ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت نے یہ طریقہ اس لیے ایجاد کیا ہوگا۔ (بقول نجفی) کہ طلاء کی ضرورت نہ پڑے۔ اور آلہ تناسل میں لمبائی بھی آجائے۔ (معاذ اللہ) نجفی شیعی کی اس یاوہ گوئی نے کیا رنگ دکھلایا۔ حضرات ائمہ اہل بیت بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکے۔ رہا نجفی کا یہ کہنا۔ کہ حنفی اگر ساری عمر ایسا کرتے رہے۔ تو آلہ تناسل گھوڑے کی طرح لمبا ہو جائے گا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ نجفی کو اپنے بڑوں کے استبراء کرنے سے بخوبی اس امر کا مشاہدہ ہے۔ کہ آلہ تناسل بڑا ہو جاتا ہے لمبائی پر گھوڑے سے تشبیہ نے بھی کیسا گل کھلایا۔ گھوڑے کا آلہ تناسل تو نجفی و غیرہ

کا پسندیدہ منظر ہے۔ آخر ذوالجناح جو بنتا ہے اور بوقت جلوس اس کو لفافے چڑھا کر محفوظ کر لیتے ہیں۔ تاکہ ان کی دوشیزائیں جب اس کے نیچے سے گزر کر "جنت" میں جانے کے لیے رخت سفر باندھیں۔ تو کہیں یہ روکاوٹ نہ بن جائے اور اُسے کھلا دیکھ کر اپنے خاوندوں سے منہ نہ موڑ لیں اور "دو باباجی" کی نہ ہو جائیں۔ لیکن مردوں کے لیے یہ پابندی اور پردہ کیسا؟ بہرحال اس قسم کے غلیظ خیالات یا تو ہیجڑوں کو آتے ہیں۔ یا قوم لوط کے پسندیدہ افراد کو۔ ہم یہ فیصلہ کرنے کے حق میں نہیں۔ کہ نجفی شیعی ان دونوں میں سے کس گروہ کا فرد ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

اعتراض نمبر۱۳

حقیقت فقہ حنفیہ

"سنی فقہ میں غسل کی شان"

ابو سلمہ اور عائشہ کا بھائی کہتا ہے۔ کہ ہم عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کے بھائی نے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غسل کس طرح کرتے تھے۔

بخاری شریف:

فَدَعَتْ بِاِنَاءٍ نَحْوًا مِنْ صَاعٍ فَاغْتَسَلَتْ وَاَفَاضَتْ عَلٰی رَاْسِهَا۔

(بخاری شریف جلد اول ص ۵۶)

ترجمہ:

پس بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک صاع تقریباً تین سیر کی مقدار پانی منگوایا۔ اور سر پر بہایا۔ اور غسل کر کے دکھایا۔

نوٹ: مذکورہ واقعہ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بی بی عائشہ رضی

کی سخت ترین ثابت ہوتی ہے۔ اور ابوسلمیٰ راوی کی اور امام بخاری کی بے شرمی کا ثبوت بھی اس سے ملتا ہے۔ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو غسل جنابت سیکھنے کے لیے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اور کوئی استانی نہیں ملتی تھی۔ فقہ حنفیہ تیرے صدقے جاواں عورتیں غیر مردوں کو غسل جنابت سکھائیں۔ یہ سنت عائشہ رضی اللہ عنہا ہے۔ اور فقہ حنفیہ کا یہ ناز مسئلہ ہے۔　(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۶)

جواب:

بخاری شریف کی مذکورہ روایت میں جس واقعہ کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔ پھر اعتراض کی حقیقت آپ سمجھ جائیں گے۔ اس واقعہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہونے والے دو اشخاص کون تھے؟ ان میں سے ایک ابوسلمہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو رشتہ میں ام المومنین رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں۔ دوسرے حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھائی ہیں۔ یہ دونوں آپ کے محرم ہیں۔ لہٰذا ان کو عام صحابی کے درجہ میں رکھنا بے وقوفی ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر یہ کہنا کہ "عورتیں غیر مردوں کو غسل جنابت سکھائیں" نجفی کی بکواس ہے۔

اس واقعہ میں نجفی شیعی نے خبث باطنی کے پیش نظر یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے ان دونوں کو برہنہ حالت میں غسل کر کے دکھایا... حالانکہ حقیقت یہ نہیں۔ بلکہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے ایک صاع پانی منگوایا۔ اور پردے کے پیچھے بیٹھ کر غسل فرمایا۔ اور اپنا سر مبارک دھوتے ہوئے انہیں اس کی کیفیت سکھائی اور از روئے شرع محرم مردوں سے ہاتھ پاؤں اور سر کا ڈھانپنا فرض نہیں ہوتا۔ ہاں جن اعضاء کا ستر فرض ہوتا ہے۔ ان کو اگر دکھایا جاتا۔ تو قابل اعتراض بات ہوتی۔

وَ اَنَا اَنْعَتُ عَلَیْ رَاْسِہَا کے الفاظ اسی امر کی نشاندہی کر رہے ہیں ۔ صرف سر دھوتے دکھایا گیا برہنہ ہو کر غسل کرتے دکھایا گیا۔

علاوہ ازیں از روئے عقل بھی یہ بات غلط ہے ۔ کہ ایک بھانجہ اور دوسرا رضائی بھائی اور پھر دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی یہ جرأت کریں ۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم موجودگی میں اُن کے گھر جائیں ۔ اور آپ کی زوجہ مقدسہ کو یہ عرض کریں ۔ کہ آپ ہمیں برہنہ ہو کر ایک ۔ صاع سے غسل کر کے دکھائیں اور پھر ان کی اس ناممکن جرأت پر مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا اُن کی فرمائش اُن کی خواہشات کے مطابق پوری کر دکھلائیں لہٰذا وہ مقصد اور مطلب ۔ جو نجفی شیعی نکالنا چاہتا ہے ۔ وہ کسی طور بھی درست نہیں ہو سکتا ۔ اس لیے اس کا یہ لکھنا کہ " مذکورہ واقعہ سے ابو بکر رضی اللہ عنہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی سخت توہین ثابت ہوتی ہے " خود اس پر لوٹ آتا ہے ۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ تاثر دینا اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے متعلق بد تہذیب الفاظ ذکر کرنا ان کی توہین نہیں تو اور کیا ہے ۔ اور پھر اس طرح یہ ابو بکر صدیق اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین بن گئی ۔ دونوں صحابی (جو محرم تھے) ایک مسئلہ سیکھنے کے لیے حاضر ہوئے ۔ اور مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے باوجود غسل کی ضرورت نہ ہونے کے بھی ایک صاع پانی سے غسل کر کے دکھایا ۔ اس سے تو مائی صاحبہ کی تبلیغی خدمات اور تعلیمی ذمہ داری نظر آتی ہے ۔ گویا اس طرح اس روایت میں مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی شان بیان ہو رہی ہے ۔ لیکن نجفی نے اسے مذاق و تمسخر کا رنگ دیا ۔ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو "استانی" کا نام دے دیا۔ ے دے کے جو معاملہ اس واقعہ میں نظر آتا ہے ۔ وہ یہی ہے کہ مائی صاحبہ نے سر دھو کر دکھلایا ۔ اور اس کا جواب ہم لکھ چکے ہیں ۔

اب ذرا فقہ جعفریہ کا ایک نمونہ بھی ملاحظہ فرمائیں ۔ اور پھر دونوں واقعات

کا باہم مقابلہ کریں واقعہ یہ ہے

من لا یحضرہ الفقیہ:

وَكَانَ صَادِقٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُطْلِي فِي الْحَمَّامِ فَإِذَا بَلَغَ مَوْضِعَ العورة قَالَ لِلَّذِي يُطْلِي تَنَحَّ ثُمَّ يَطْلِي هُوَ ذَالِكَ الْمَوْضِعَ وَمَنْ اطَّلَعَ فَلَا بَأْسَ أَنْ يُلْقِيَ السَّتْرَ عَنْهُ لِأَنَّ النُّورَةَ سَتْرٌ وَدَخَلَ صَادِقٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْحَمَّامَ فَقَالَ لَهُ صَاحِبُ الْحَمَّامِ نُخَلِّيهِ لَكَ فَقَالَ لَا إِنَّ الْمُؤْمِنَ خَفِيفَةُ الْمُؤْنَةِ وَرُوِيَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ الْمَرَافِقِي قَالَ دَخَلْتُ حَمَّامًا بِالْمَدِينَةِ فَإِذَا شَيْخٌ كَبِيرٌ وَهُوَ قَيِّمُ الْحَمَّامِ فَقُلْتُ لَهُ يَا شَيْخُ الْحَمَّامُ هٰذَا الْحَمَّامُ فَقَالَ لِأَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ ابْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقُلْتُ كَانَ يَدْخُلُهُ قَالَ كَانَ يَدْخُلُ فَيَبْدَأُ فَيَطْلِي عَانَتَهُ وَمَا يَلِيهَا ثُمَّ يَلُفُّ إِزَارَهُ عَلَى أَطْرَافِ إِحْلِيلِهِ وَيَدْعُونِي فَأَطْلِي سَائِرَ جَسَدِهِ فَقُلْتُ لَهُ يَوْمًا مِنَ الْأَيَّامِ الَّذِي تَكْرَهُ أَنْ أَرَاهُ قَدْ رَأَيْتُهُ فَقَالَ كَلَّا إِنَّ النُّورَةَ سُتْرَةٌ۔

(۱۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۱ ص ۲۴ مطبوعہ لکھنؤ قدیم)

(۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۱ ص ۶۵ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حمام میں طلا لگاتے تھے۔ جب شرمگاہ تک پہنچتے۔ تو طلا کرنے والے کو کہتے۔ یہی طلاء کرنے کی جگہ ہے اور جو اس تک پہنچ پائے۔ اُسے کوئی گناہ نہیں کہ پردہ اتار پھینکے کیونکہ چُونا خود پردہ بن جاتا ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حمام میں گئے۔ آپ کو دیکھ کر حمام کے مالک نے کہا۔ اگر آپ فرمائیں۔ تو آپ کے سوا تمام لوگوں سے حمام خالی کر دیں۔ فرمایا کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ مومن کو زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی۔ عبید اللہ مرافقی سے روایت ہے۔ کہ میں ایک دفعہ مدینہ کے ایک حمام میں گیا۔ وہاں مجھے ایک عمر رسیدہ شخص نظر آیا۔ اور وہ اتفاق سے اُس حمام کا منیجر تھا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ یہ حمام کس کا ہے ؟ کہنے لگا۔ ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ کا ہے۔ میں نے پھر پوچھا۔ کیا وہ خود اس میں تشریف لاتے ہیں۔ کہا۔ ہاں۔ پوچھا۔ وہ یہاں کس طرح طلاء وغیرہ کرتے ہیں۔ کہنے لگا وہ آتے ہی اپنی شرمگاہ کا طلاء لگاتے ہیں۔ اور شرمگاہ کے متصل حصہ پر بھی پھر تہبند اپنے آلہ تناسل کے ارد گرد لپیٹ کر مجھے بلاتے ہیں۔ میں حاضر ہو کر اُن کے تمام جسم پر طلاء لگاتا ہوں۔ میں نے ایک دن اُن سے عرض کیا۔ کہ یا حضرت! اُس جگہ کو کہ جس کا دیکھنا کسی دوسرے کے لیے آپ بُرا سمجھتے ہیں۔ میں اُسے بوقت طلاء دیکھتا ہوں۔ فرمایا۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ اس پر لگا ہوا چُونا اس کا ستر ہے

لمحہ فکریہ:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ننگے سر کو دہ محارم کے سامنے

دھونے کی صورت میں تجلّی کرتے ہیں نظر آئی۔ اور رائی صاحبہ کا خیر خواہ بن کر یہ فریبی ہنیوں پر اعتراض کرنے بیٹھ گیا۔ ذرا اس واقعہ کو بھی ملاحظہ کیا ہوتا۔ حضرات ائمہ اہل بیت کو تم نے کس طرح کھلونا بنایا۔ انہیں حمام میں ننگا کر دیا۔ اور اجنبی لوگوں کے سامنے اجنبی آلہ تناسل اور اس کے ارگرد طلاء لگوائی۔ طلاء لگانے والا یہ جانتا ہے۔ کہ جسم کا یہ حصہ کسی کو نہیں دکھانا چاہیئے۔ لیکن شیعوں نے امام کی طرف یہ قول منسوب کر دیا۔ کہ کوئی حرج نہیں۔ چونا اور طلاء ہی اس کا پردہ بن جاتے ہیں۔ بے چارہ چونا لگانے والا کہتا رہا۔ حضور! مجھے آپ کا وہ...... نظر آرہا ہے۔ اس پر ہاتھ بھی لگ جاتا ہے۔ لیکن امام نے فرمایا۔ پرواہ نہ کرو۔ تم دیکھتے بھی رہو۔ اور کام بھی کرتے جاؤ۔ گناہ ہوا تو میرا ذمہ ہے۔ کیوں صاحب!! امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی محبت کا یہی صلہ تھا۔ اُن سے پیار کا یہی تقاضا تھا؟

مزید یہ کہ اہل تشیع مرد و عورت کی صرف اگلی شرمگاہ کو قابل ستر سمجھتے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسرے حصے پردہ میں شامل نہیں۔ اور اس ایک عضو پر بھی اگر کوئی ہاتھ رکھ لے تو پردہ ہو جاتا ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

فروع کافی:

عَنْ اَبِی الْحَسَنِ الْمَاضِی الرِّضَا عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ الْعَوْرَةُ عَوْرَتَانِ الْقُبُلُ وَالدُّبُرُ فَاَمَّا الدُّبُرُ مَسْتُوْرٌ بِالْاِلْیَتَیْنِ فَاِذَا سَتَرْتَ الْقَضِیْبَ وَالْبَیْضَتَیْنِ فَقَدْ سَتَرْتَ الْعَوْرَةَ وَقَالَ فِیْ رِوَایَةٍ اُخْرٰی وَاَمَّا الدُّبُرُ فَقَدْ سَتَرَتْهُ الْاِلْیَتَانِ وَاَمَّا الْقُبُلُ فَاسْتُرْهُ بِیَدِكَ۔

(فروع کافی جلد ۶ ص ۵۰۱ طبع تہران جدید) (وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۳۶۵ طبع جدید تہران)

ترجمہ:

حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ قابل ستر دو چیزیں ہیں مرد عورت کا اگلا حصہ اور پچھلا حصہ۔ بہرحال دُبر تو دونوں چوتڑوں میں چھپی ہوتی ہے۔ (لہٰذا اس کا پردہ قدرتاً ہوگیا) سو جب تونے آلہ تناسل اور دونوں گولیوں کا پردہ کر لیا۔ تو تیری شرم گاہ کا پردہ ہوگیا۔ ایک اور روایت میں فرمایا کہ دُبر کو تو دونوں چوتڑ ڈھانپ لیتے ہیں۔ (اس لیے اس کے پردے کا انتظام موجود ہی ہے۔) اور آلہ تناسل پر اگر تو نے ہاتھ رکھ دیا۔ تو اس کا بھی پردہ ہوگیا

مؤمنین! آپ کے امام نے مزے بنا دیئے۔ دو چیزیں پردہ کرنے کی قابل تھیں ایک کا از خود انتظام کر دیا گیا۔ اور دوسری پر ہاتھ رکھ لو۔ تو مسئلہ حل ہوگیا۔ ایک امام نے ہاتھ رکھوا کر بے شرمی سے بچایا۔ اور دوسرے نے اُوپر چونا لگوا کر حیادار بنا دیا۔ فقہ جعفریہ کا امتیازی پردہ مبارک ہو۔ مجلسِ تعزیہ، جلوس دسویں محرم الحرام اور خرید و فروخت کے لیے بازاروں میں واجبی پردہ کر کے اُنکی دعوت دی جاتی ہے۔ آخر تمہاری فقہ اور تمہارے ائمہ کے اقوال پر تم عمل نہ کرو گے۔ تو اور کون عمل کرے گا۔ اور اگر تم سٹ پٹاؤ۔ کر دوسروں کو دکھانے کے لیے یہ مسئلہ نہیں ہے۔ یا دوسرے نہ دیکھیں۔ تو اس کی دلیل پیش کرو۔ کیونکہ پردہ تو غیروں سے ہوتا ہے۔ اپنے اور اپنوں سے نہیں۔ اپنوں سے پردہ کی کیا حد ہے؟ ملاحظہ ہو۔

توضیح المسائل:

مرد و زن کہ بایک دیگر محرم اند اگر قصد لذت نداشتہ باشند می توانند غیر از عورت بتمام بدن یک دیگر نگاہ کنند۔
(توضیح المسائل مسئلہ نمبر ۲۴۴۳ (ص ۲۶۶)

۱

ترجمہ:

ایسے مرد و عورت جو کہ ایک دوسرے کے محرم ہوں۔ اگر لذت کا قصد نہ رکھتے ہوں۔ تو شرمگاہ کے سوا تمام جسم ایک دوسرے کا دیکھ سکتے ہیں۔

اگر تمہاری فقہ پر جائیں۔ تو سرے سے مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا پر کوئی اعتراض آتا ہی نہیں۔ کیونکہ وہ دونوں صحابی آپ کے محرم تھے۔ لیکن ہم اس بے شرمی کے قائل نہیں اس لیے مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی ذات ان تمام خدشات سے پاک ہے۔ جو کج فہمی کو روایتِ مذکورہ میں نظر آئے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

اعتراض نمبر ۱۴

انزال کے بغیر غسل واجب نہیں

حقیقت فقہ حنفیہ: میزان الکبرٰی

سُنّی فقہ میں ہے۔ کہ قَالَ دَاوٗدُ وَجَمَاعَةٌ مِنَ الصَّحَابَةِ بِهٖ بِاَنَّ الْغُسْلَ لَا یَجِبُ اِلَّا بِالْاِنْزَالِ۔

(میزان الکبرٰی باب الغسل ص ۱۳۰)

ترجمہ:

ملّاں داؤد اور صحابہ کی ایک جماعت کا فتوٰی ہے۔ کہ غسل جنابت منی نکلنے کے بغیر واجب نہیں ہے۔

نوٹ:

سنّی لوگوں کے بڑے مزے ہیں۔ بے شک ہم بستری کرتے رہیں۔ اگر منی خارج نہ ہو۔ تو صبح بغیر غسل کے نماز پڑھیں۔ اور صحابہ کرام کو اپنی نیک دعاؤں کے ساتھ یاد کریں۔ مذکورہ فتوٰی شرع پاک کے خلاف ہے۔ کیونکہ دخول یا انزال ان دونوں صورتوں میں غسل جنابت واجب ہے۔

میزان الکبرٰی:

سُنّی فقہ میں ہے۔ کہ قَالَ اَبُوْحَنِیْفَةَ لَا یَجِبُ الْغُسْلُ فِیْ وَطْیِ الْبَهِیْمَةِ اِلَّا بِالْاِنْزَالِ۔

(میزان الکبرٰی باب الغسل ص ۱۳۰

ترجمہ:

ابو حنیفہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص چوپائے سے بدفعلی کرے۔ تو اس پر غسل بغیر انزال کے واجب نہیں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۶، ۸۷)

جواب:

ہم اس سے قبل کہہ چکے ہیں۔ کہ فقہ حنفی پر اعتراض کا جواب دینا ہم اپنے ذمہ لیتے ہیں۔ یہ اعتراض حنفی فقہ پر نہیں۔ کیونکہ "میزان الکبریٰ" شافعی مذہب کی ہے لیکن سنی ہونے کی وجہ سے ہم اس کے جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ سو عرض ہے۔ کہ مسئلہ مذکورہ کے درج کرنے میں نجفی نے دیوبند دیانتی کا ارتکاب کیا ہے میزان الکبریٰ کی اگر مکمل عبارت درج ہو جاتی۔ تو بات واضح ہو جاتی۔ مکمل عبارت ملاحظہ ہو۔

میزان الکبریٰ:

وَاَمَّا مَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ فَمِنْ ذَالِكَ اِتِّفَاقُ الْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ عَلٰى وُجُوْبِ الْغُسْلِ مِنْ اِلْتِقَاءِ الْخَتَانَيْنِ وَاِنْ لَمْ يَحْصُلْ اِنْزَالٌ مَعَ قَوْلِ دَاوٗدَ وَجَمَاعَةٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ بِاَنَّ الْغُسْلَ لَا يَجِبُ اِلَّا بِالْاِنْزَالِ اِنْ لَمْ يَثْبُتْ نَسْخُ ذَالِكَ۔

(میزان الکبریٰ جلد اول صفحہ ۱۲۰

باب الغسل۔ مطبوعہ

ترجمہ:

البتہ جو انہوں نے اختلاف کیا ہے۔ پس اسی سے ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔ کہ اس شخص پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔ جو التقائے ختانین کا مرتکب ہو۔ اگرچہ اس صورت میں انزال نہ بھی ہو۔ داؤد اور بعض صحابہ کرام کا قول ہے۔ کہ اس صورت میں بغیر انزال کے غسل واجب نہیں ہوتا۔ اگر اس کا نسخ ثابت نہ ہو۔

توضیح:

حضرات ائمہ اربعہ کا متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ مرد و زن کی شرمگاہ کا بلا پردہ ملاپ ہو جائے۔ اور حشفہ بھی غائب ہو جائے۔ تو دونوں پر غسل واجب ہوتا ہے۔ اس اجماعی قول کے خلاف داؤد اور بعض صحابہ کرام کا قول ہے۔ جو اس کیفیت کے ساتھ انزال کی بھی شرط لگاتے ہیں۔ لیکن یہ قول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سے منسوخ ہے۔ جس میں آپ نے التقائے ختانین سے غسل کے وجوب کا ارشاد فرمایا ہے۔ ہاں اگر منسوخ نہ ہوتا۔ تو ان دونوں (داؤد اور ایک جماعت صحابہ) پر اعتراض تھا۔ لیکن نجفی نے تو یہ اعتراض سنی فقہ پر کیا۔ اور اس کے ضمن میں حنفی فقہ پر الزام دے مارا۔ میزان الکبرٰی کی پوری عبارت سے بات واضح ہو گئی کہ جن کا قول نجفی نے ذکر کیا۔ وہ منسوخ ہے۔ ایسے قول سے اعتراض کرنا کب عقلمندی ہے عبارت میں خیانت روا رکھنے کے علاوہ نجفی شیعی نے حضرات صحابہ کرام اور اہل سنت کا مذاق اڑایا۔ اس منسوخ قول پر یہ مذاق اور اپنے ہاں اس سے بڑھ کر مذموم مسئلہ پر خاموشی آخر کیوں؟

المبسوط:

فَاَمَّا اِذَا اَدْخَلَ ذَکَرَہٗ فِیْ دُبُرِ الْمَرْاَۃِ اَوِالْغُلَامِ

فَلِاَصْحَابِنَا فِیْهِ رِوَايَتَانِ اِحْدَاهُمَا يَجِبُ الْغُسْلُ عَلَيْهِمَا وَالثَّانِيَةُ لَا يَجِبُ عَلَيْهِمَا فَاِنْ اَنْزَلَ وَاحِدٌ مِنْهُمَا وَجَبَ عَلَيْهِ الْغُسْلُ لِمَكَانِ الْاِنْزَالِ فَاَمَّا اِذَا اَدْخَلَ ذَكَرَهُ فِيْ فَرْجِ بَهِيْمَةٍ اَوْ حَيَوَانٍ اٰخَرَ فَلَا نَصَّ فِيْهِ فَيَنْبَغِيْ اَنْ يَكُوْنَ الْمَذْهَبُ اَلَّا يَتَعَلَّقَ بِهٖ غُسْلٌ لِعَدَمِ الدَّلِيْلِ الشَّرْعِيِّ عَلَيْهِ

(المبسوط فی فقه الامامية تصنيف ابوجعفر طوسی شیعی جلد اول ص ۲۷، ۲۸ کتاب الطهارت مطبوعه تهران طبع جدید)

ترجمہ:

"البتہ اگر کوئی (شیعہ) اپنا آلۂ تناسل عورت کی گانڈ میں داخل کرتا ہے یا کسی لونڈے کے ساتھ دخول کرتا ہے۔ تو۔ ہمارے اصحاب کے اس بارے میں دو فتوے ہیں۔ ایک یہ کہ ان دونوں پر غسل واجب ہے۔ اور دوسرا یہ کہ کسی پر بھی غسل واجب نہیں ہوا۔ اور اگر ان دونوں میں سے کسی ایک کو انزال ہو گیا۔ تو اس پر اس لیے غسل کرنا واجب ہے کیونکہ انزال ہو گیا۔ البتہ اگر کسی (شیعہ) نے کسی چارپایہ دوسرے حیوان کی گانڈ میں آلۂ تناسل داخل کر دیا۔ تو اس بارے میں ہمارے اصحاب سے کوئی تصریح نہیں۔ اسی لیے اس بارے میں شیعہ مذہب یہی ہونا چاہیے۔ کہ اس طرح کرنے سے غسل ہرگز واجب

نہیں۔ جو کہ منسوخ قول ہے۔ اور دوسرا قول امام اعظم ابوحنیفہ کا تھا کہ چوپایہ کے ساتھ وطی کرنے کے بعد جب تک انزال نہ ہو غسل واجب نہیں ہوتا۔ نجفی شیعی کو دونوں مسئلے بُرے لگے۔ اور سنی فقہ پر اعتراض کر دیا۔ لیکن اس کے اپنے گھر کا حال جو ہم نے پیش کر دیا ہے۔ اس کی خبر نہ لی۔ وہاں انزال کے بغیر غسل کرنا لازم نہ تھا۔ یہاں انزال کے بعد بھی غسل کرنا واجب نہیں۔ مزے یہاں ہیں یا وہاں۔ اور پھر لونڈے بازی اور عورت سے لواطت تو شیعہ فقہ کا طرۂ امتیاز ہے۔ کیونکہ یہ ان کو وراثت میں ملا ہے۔ المبسوط کے مذکورہ حوالہ میں ایک انوکھی بات آپ کو دکھائیں تو آپ اس کے مصنف کو داد دیں گے۔ وہ یہ کہ کوئی انسان عورت کی دُبر یا لونڈے کی دُبر میں آلۂ تناسل داخل کرے۔ پھر دونوں میں سے کسی کو انزال ہو جائے۔ "دونوں میں سے کسی ایک کو انزال"، کیا خوب سوچا کیا عورت اور لونڈے کو بھی انزال ہونے کا احتمال ہے۔ حالانکہ دخول ان کی دُبر میں کیا جا رہا ہے۔ "دُبر سے انزال"، شیعہ فقہ کی انوکھی پیش کش ہے۔

بہر حال شیعوں کے وارے نیارے۔ اپنی بیوی اگر ادھر سے نزدیک نہ آنے دے تو ادھر سے ہی سہی۔ اور اگر پھر بھی دولتی جھاڑے تو لونڈے کو نشانۂ ہوس بنا کر قوم لوط کی سنت بھی زندہ کر دو۔ اور سردی گرمی میں نہانے کے عذاب سے بھی چھوٹ۔ اور اگر لونڈا بھی کھسر پھسر کرے۔ تو گدھی اور کتی آخر کب کام آئے گی۔ نہ حق مہر، نہ نان و نفقہ اور نہ رہائش کی مصیبت۔ کیوں جناب ایک تیر سے کتنے شکار ہو گئے۔ شاباش اے شیعہ فقہ شاباش۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۱۵

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینا یاد نہ رہا۔

حقیقت فقہ حنفیہ: بخاری شریف:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ مصلّٰی پر پہنچ گئے۔ ثُمَّ ذَكَرَ اَنَّهُ جُنُبٌ پھر یاد آیا مجھے غسل جنابت کرنا ہے۔ پھر واپس آ گئے۔ اور غسل کر کے آئے۔

(بخاری شریف کتاب الغسل جلد اول ص ۵۹)

نوٹ:

بخاری شریف تیرے صدقے جاواں کیا شان رسالت بتائی ہے۔ جس بندے کو یہ بات بھی یاد نہ رہتی ہو۔ کہ آج اس نے ہم بستری کی ہے۔ اور اسے غسل بھی کرنا ہے۔ اور پھر نماز پڑھانے کے لیے مصلّٰی پر پہنچ جائے۔ ایسے شخص کو اگر نبوت مل جائے۔ تو وہ دینِ خدا پہنچانے میں بھی گھپلا مارے گا۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۷)

جواب:

نجفی شیعی نے حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کو "گھپلا مارنے والا" کہہ کر ارتکاب کفر کیا ہے۔ کیونکہ مذکورہ واقعہ موجود ہے۔ اور اس کی حکمت ہم ابھی چند سطور آگے شیعہ کتب سے ہی پیش کریں گے تفصیلی جواب سے قبل اس مسئلہ کے متعلق ایک نظریہ بیان کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں یعنی یہ کہ حضرات انبیائے کرام کو نسیان ہوتا تھا یا نہیں۔ اور کیوں؟

حضرات انبیائے کرام کو نسیان لاحق ہونے کی علماء نے دو صورتیں لکھی ہوئی ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آنے کے بعد اس میں نسیان ہو جائے۔ نسیان کی یہ صورت ممکن نہیں۔ اور معیوب بھی ہے۔ کیونکہ اگر وحی الٰہی میں نسیان ہوتا ہوگا۔ تو قرآنی آیات واحکامات میں اس کا اثر ہوگا۔ یوں قرآن کریم کے محفوظ اور احکامات کے مکمل ہونے پر زد آئے گی۔ اس لیے اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے۔ کہ تبلیغ میں سہو ونسیان نہیں ہوتا۔ دوسری صورت یہ ہے۔ کہ احکام کی ادائیگی میں سہو ونسیان ہو جائے تو یہ قسم موجود ہے۔ اور اس کا عقیدہ رکھنا بھی ضروری ہے۔ ورنہ مفوضہ اور غلاۃ کی طرح ملعون ہو گا۔

اہل سنت کی طرح اہل تشیع بھی اس کے قائل ہیں۔ ان کے بہت بڑے مجتہد شیخ صدوق نے اس مسئلہ کی تفصیل یوں ذکر کی۔

مَنْ لَا يَحْضُرُهُ الْفَقِيه:

قَالَ مُصَنِّفُ هٰذَا الْكِتَابِ اِنَّ الْغُلَاةَ وَالْمُفَوِّضَةَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ يُنْكِرُوْنَ سَهْوَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقُوْلُوْنَ لَوْجَازَ اَنْ يَسْهُوَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الصَّلٰوةِ جَازَ اَنْ يَسْهُوَ فِي التَّبْلِيْغِ لِاَنَّ الصَّلٰوةَ عَلَيْهِ فَرِيْضَةٌ كَمَا اَنَّ التَّبْلِيْغَ عَلَيْهِ فَرِيْضَةٌ وَهٰذَا لَا يَلْزَمُنَا...... وَذَالِكَ لِاَنَّ جَمِيْعَ الْاَحْوَالِ الْمُشْتَرَكَةِ يَقَعُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاٰلِهٖ فِيْهَا مَا يَقَعُ عَلٰى غَيْرِهٖ وَهُوَ مُتَعَبَّدٌ فِي الصَّلٰوةِ كَغَيْرِهٖ وَمِمَّنْ

لَيْسَ بِنَبِيٍّ وَلَيْسَ كُلُّ مَنْ سِوَاهُ بِنَبِيٍّ كَهُوَ فَالْحَالَةُ الَّتِي اُخْتُصَّ بِهَا هِيَ النُّبُوَّةُ وَالتَّبْلِيغُ مِنْ شَرَائِطِهَا .... وَلَا يَجُوْزُ اَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ فِي التَّبْلِيغِ مَا يَقَعُ عَلَيْهِ فِي الصَّلٰوةِ لِاَنَّهَا عِبَادَةٌ مَخْصُوْصَةٌ وَالصَّلٰوةُ عِبَادَةٌ مُشْتَرَكَةٌ ......

وَلَيْسَ سَهْوُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَسَهْوِنَا لِاَنَّ سَهْوَهُ مِنَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاِنَّمَا اَسْهَاهُ لِيُعْلَمَ اَنَّهُ بَشَرٌ مَخْلُوْقٌ فَلَا يُتَّخَذُ مَعْبُوْدًا دُوْنَهُ وَلِيَعْلَمَ النَّاسُ بِسَهْوِهٖ حُكْمَ السَّهْوِ مَتٰى سَهَوْا ...... وَكَانَ شَيْخُنَا مُحَمَّدُ بْنُ الحسن بن احمد بن الوليد رحمۃ اللہ علیہ يَقُوْلُ اَوَّلُ دَرَجَةٍ فِي الْغُلُوِّ نَفْيُ السَّهْوِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ جَازَ اَنْ تُرَدَّ الْاَخْبَارُ الْوَارِدَةُ فِي هٰذَا الْمَعْنٰى لَجَازَ اَنْ تُرَدَّ جَمِيْعُ الْاَخْبَارِ وَفِي رَدِّهَا اِبْطَالُ الدِّيْنِ وَالشَّرِيْعَةِ وَاَنَا اَحْتَسِبُ الْاَجْرَ فِي تَصْنِيْفِ كِتَابٍ مُنْفَرِدٍ فِي اِثْبَاتِ سَهْوِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالرَّدِّ عَلٰى مُنْكِرِيْهِ اِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالٰى۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اوّل ص ۲۲۴، ۲۲۵ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

اس کتاب کا مصنف (شیخ صدوق) کہتا ہے۔ کہ مفوضہ اور غلاۃ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سہو کا انکار کرتے ہیں۔ اللہ کی ان پر پھٹکار ہو۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دورانِ نماز سہو جائز جانا جائے۔ تو پھر امورِ تبلیغ میں بھی سہو جائز ماننا پڑے گا۔ کیونکہ تبلیغ کی طرح نماز بھی آپ پر فرض ہے۔ لیکن یہ ہم پر لازم نہیں آتا۔......... اس لیے کہ وہ تمام احوال جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے لوگوں کے لیے مشترک ہیں اُن کا آپ سے صدور جائز ہے۔ آپ بھی دوسرے لوگوں کی طرح نماز کے مکلف ہیں۔ اور دوسرے لوگ آپ کی طرح نبی ہرگز نہیں۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص حالت صرف نبوت ہے۔ اور تبلیغ شرائط نبوت میں سے ہے .... اور یہ بھی جائز نہیں کہ سہو ونسیان آپ کو نماز میں تو ہوتا ہے۔ تبلیغ میں بھی جائز ہونا چاہیے یہ اس لیے کہ تبلیغ مخصوص عبادت ہے۔ اور نماز مشترکہ عبادت ہے۔.... اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سہو ہمارے سہو کی طرح نہیں۔ آپ کا سہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے یہ اس لیے صادر فرمایا۔ تاکہ آپ کا بشر اور مخلوق ہونا معلوم ہو جائے۔ لہٰذا کوئی شخص آپ کو معبود بنانے کی فکر نہ رکھے۔ اور آپ کا سہو اس لیے بھی اللہ تعالیٰ نے واقع کیا۔ تاکہ لوگوں کو آپ کا سہو دیکھ کر اپنے سہو کے مسائل معلوم ہو سکیں ...... ہمارے شیخ محمد بن حسن الولید کہا کرتے تھے۔ کہ نبی میں غلو کا پہلا درجہ یہ ہے۔ کہ ان کے سہو سے انکار کیا جائے۔ اور اگر ان اخبار و واقعات کو رد کر دیا جائے۔ جو ثبوت

ہوئیں ہیں ۔ تو پھر تمام اخبار کا رد کرنا بھی جائز ہو جائے گا۔

۔اور ایسا کرنے میں دین و شریعت کا ابطال ہو جائے

گا۔اور میں خیال کرتا ہوں ۔کہ اگر کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سہو

نسیان کے موضوع پر مستقل کتاب لکھے ۔تو اس کو اجر ملے گا۔ اور اس

کتاب میں منکرین کا رد بھی ہو ۔تو انشاء اللہ وہ ثواب پائے گا۔

لمحہ فکریہ ؛

نجفی شیعی نے اس حدیث پر اعتراض کیا تھا۔ جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔اور جس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سہو و نسیان کا ذکر تھا۔گویا نجفی کے نزدیک یہ نسیان واقع نہیں ہوا۔اور یوں وہ یہ کہنا چاہتا ہے ۔کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نسیان سے محفوظ و مامون ہیں ۔لیکن ان کی صحاح اربعہ میں سے من لایحضرہ الفقیہ کا مصنف شیخ صدوق یہ کہہ رہا ہے ۔کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسیان کا منکر یا تو مفوضہ ہے ۔یا غالی لوگوں میں سے ہے۔اور ان دونوں پر خدا کی پھٹکار اب جبکہ نجفی بھی یہی عقیدہ رکھتا ہے۔ تو یہ بھی مفوضہ یا غلو کرنے والوں میں سے ہوا۔ اور اس پر بھی شیخ صدوق کی طرف سے خدا کی لعنت ۔

اس کے ساتھ شیخ صدوق یہ بھی کہتا ہے۔ کہ جو نجفی ایسے ملعون شخص کی تردید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سہو و نسیان پر اگر کوئی مستقل کتاب لکھے گا تو اس کو اجر و ثواب ملے گا۔ہم تو شیخ صدوق کے کہنے پر ثواب کے امیدوار نہیں ہیں ۔لیکن اس کے ماننے والوں کو میدان میں آجانا چاہیے ۔اور انہیں اس ملک نجفی شیعی کی تردید کر کے یہ موقع گنوانا نہیں چاہیئے۔

" بقول شیخ صدوق " حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھولتے نہیں ۔بلکہ بھلائے جاتے

ہیں۔ اس میں دو حکمتیں اس نے ذکر کیں۔ ایک یہ کہ اس سے بشر اور مخلوق ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جس کی بنا پر لوگ ایسے شخص کو معبود بنانے سے رک جائیں گے۔ دوسری حکمت یہ کہ لوگوں کو اپنے سہو و نسیان کے مسائل معلوم نہ ہوتے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کیفیت سے دو چار نہ ہوتے۔ لیکن یہ کچھ جانتے ہوئے بھی نجفی نے کوشش یہ کی۔ کہ بھولے بھالے سنیوں کو یہ دکھا کر بھڑکایا جائے۔ کہ سنی مولوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہتے ہیں سنی تو فریب میں نہ آسکے۔ البتہ نجفی کو شیخ صدوق کی طرف سے ایک قیمتی تحفہ ضرور مل گیا۔ اور وہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت یہ تو شیخ صدوق کا تحفہ تھا۔ لیکن اس کم بخت نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سہو و نسیان کا انکار کر کے آپ کا نبی ہونا بھی نہ مانا۔ صاف لکھ دیا۔ کہ اگر ایسے شخص کو نبوت مل جائے تو وہ الخ یعنی جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعی سہو ہوا۔ تو نجفی کے نزدیک ایسا شخص نبی نہیں ہو سکتا۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکار کر کے مردود ٹھہرا۔ اور پھر دو گھیلا مارنا، کتنا واضح کفریہ عبارت ہے۔ اس طرح کئی وجوہات سے اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچائی۔ ایسے کے بارے میں اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا۔

پ۲۲ ع۴۔ ترجمہ: یقیناً ان لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے۔ جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ دیتے ہیں۔ یہ لعنت دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ان کے ساتھ ہے۔ اور علاوہ ازیں ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے بڑا رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۱۶

حقیقت فقہ حنفیہ:

سُنی فقہ میں میت کی شان

سنی فقہ میں شہید پانچ ہیں۔

(۱) جو طاعون کی بیماری میں مرے (۲) (الاسہال) جو (دستوں) کی اور پیچش کی بیماری میں مرے (۳) جو غرق ہو کر مرے (۴) جو دیوار کے نیچے آکر مرے۔

(بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ جلد اول ص ۱۲۸)

نوٹ:

سنی بھائیوں کی بخاری شریف نے تو دین اسلام پر جھاڑو پھیر دیا ہے اور شہادت اتنی سستی کر دی کہ اگر کسی مولانے کو جمال گوٹا کی گولیاں دے کر مار ڈالا جائے یا وہ زیادہ حلوا کھا کر دستوں کی بیماری میں مر جائے۔ تو وہ شہید ہے۔ اسی کا نام ہے کم خرچ اور بالانشیں۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۸)

جواب:

نجفی شیعی نے اپنی عادت مستمرہ کے مطابق اس اعتراض میں شہداء کا تمسخر اڑایا۔ اور حدیث پاک کی کتاب کے متعلق تہذیب سے گرے ہوئے الفاظ کہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ شہید کی اقسام ان پانچ سے بھی زیادہ ہیں۔ اور خود شیعہ کتابیں اس کی تصدیق کرتی ہیں۔ اس بحث کے ضمن میں ایک بات کی طرف توجہ مبذول کرانا ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ اور خود شہید کی از روئے احکام دو اقسام ہیں۔ ایک وہ کہ جس کو شہادت کے بعد غسل و کفن نہیں دیا جاتا۔ اور دوسرا وہ جو شہید تو ہوتا ہے۔ لیکن اسے عام مرنے والے مسلمان کی طرح غسل و کفن دیا جاتا ہے۔ اس دوسری قسم کے شہدا کو پہلے شہداء کے ساتھ ثواب پانے میں برابری کی وجہ سے یہ نام دیا گیا۔ اہل تشیع کی کتب میں پانچ سے زائد شہداء کی اقسام ملاحظہ ہوں۔

اللمعۃ الدمشقیہ:

وَمَنْ خَرَجَ عَمَّا ذَكَرْنَاهُ يَجِبُ تَغْسِيْلُهٗ وَتَكْفِيْنُهٗ وَاِنْ اُطْلِقَ عَلَيْهِ اِسْمُ الشَّهِيْدِ وَالنُّفَسَاءِ فِيْ بَعْضِ الْاَخْبَارِ كَالْمَطْعُوْنِ وَالْمَبْطُوْنِ وَالْغَرِيْقِ وَالْمَهْدُوْمِ عَلَيْهِ وَالنُّفَسَاءِ وَالْمَقْتُوْلِ دُوْنَ مَالِهٖ وَاَهْلِهٖ مِنْ قُطَّاعِ الطَّرِيْقِ وَغَيْرِهِمْ۔

(اللمعۃ الدمشقیہ جلد اول
ص ۲۷ مطبوعہ قم طبع جدید)

ترجمہ:

وہ آدمی جو اللہ کی راہ میں لڑتے لڑتے شہید ہو گیا۔ اس کے علاوہ جو شہید ہیں۔ ان کو غسل دینا اور کفن دینا واجب ہے۔ اگرچہ ان پر شہید کا اطلاق ہوتا ہے۔ جیسا کہ بعض اخبار میں ہے۔ کہ طاعون سے مرنے والا، پیٹ کی بیماری سے مرنے والا، ڈوب کر مرنے والا، مکان یا دیوار کے نیچے دب کر مرنے والا نفاس میں مرنے والی عورتیں اور اپنے مال و اہل کا دفاع کرتے ہوئے مرنے والا یہ سب شہید ہیں انہیں (دفاع کرنے والوں کو) ڈاکو ماریں۔ یا کوئی اور۔
اس کی تشریح و تفسیر کرتے ہوئے صاحب روضہ لکھتا ہے۔

روضۃ البہیۃ:

فَالْمَعْنٰى حِيْنَئِذٍ اَنَّ غَيْرَ مَنْ ذُكِرَ مِنَ الشُّهَدَاءِ مِمَّنْ اُطْلِقَ عَلَيْهِ لَفْظُ الشَّهِيْدِ فِي الْاَخْبَارِ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ مَاتَ غَرِيْبًا مَاتَ شَهِيْدًا فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ مَاتَ شَهِيْدًا مَنْ مَاتَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ شَهِيْدًا مَنْ مَاتَ فَهُمْ كَالشُّهَدَاءِ فِي الثَّوَابِ وَالْفَضْلِ لَا اِنَّهُمْ كَالشُّهَدَاءِ حَقِيْقَةً فِي الْاَحْكَامِ كَالْغُسْلِ وَالتَّكْفِيْنِ۔

(روضۃ البہیۃ جلد اوّل ص ۱۲۷ مطبوعہ قم طبع جدید)

ترجمہ:

لمعۃ دمشقیہ کی عبارت کا معنی یہ ہے۔ کہ حقیقی شہداء کے علاوہ جن دوسرے شہیدوں کا ذکر کیا گیا۔ اور اُن پر لفظ شہید بولا گیا اور انہیں یہ نام اخبار میں دیا گیا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے۔ جو پردیس میں مرا وہ بھی شہید، جو علم دین کی تلاش میں مرا وہ بھی شہید اور جمعہ کے دن مراوہ بھی شہید ہوا۔ یہ لوگ ثواب اور فضیلت میں شہیدوں کی طرح ہیں۔ یہ نہیں کہ حقیقی شہداء کی طرح ان کا غسل وکفن نہ ہوگا۔

لمحہ فکریہ:

نجفی شیعی نے پیٹ کی بیماری سے مرنے والے کی شہادت پر مذاق اڑایا (حالانکہ خود ان کی کتب میں بھی اس کو شہید تسلیم کیا گیا) یہ مذاق اس شخص سے نہیں دراصل سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے استہزاء اور تمسخر کیا گیا ہے۔ اور از روئے قرآن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانے والا پکا کافر ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ۔ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ۔ (پ ۱۰ ع)

ترجمہ:

اور اگر تم اُن سے پوچھو۔ تو وہ یہی کہیں گے۔ ہم تو ویسے ہی مذاق اور ہنسی کرتے ہیں۔ فرما دیجئے۔ کیا تم اللہ، اس کے رسول اور اس کی

آیات سے مذاق کرتے رہے ہو۔ اب تم کوئی عذر نہ کرو۔ تم نے یقیناً ایمان کے بعد کفر کا ارتکاب کیا۔

اللہ رب العزت نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور ان کے ارشادات سے استہزاء اور مذاق کرنے والے کو قطعی کافر قرار دیا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ نجفی نے جانتے بوجھتے ہوئے کہ پیٹ کی بیماری سے مرنے والا رسول اللہ کی نظر میں شہید ہے۔ پھر اس کا مذاق اڑایا۔ اور اس وجہ سے وہ اگر مومن تھا۔ تو اب نہیں رہا۔ اللہ کے حبیب کے ارشادات سے مذاق کرنے پر اُسے اللہ کی طرف سے یہی انعام ملنا چاہیئے تھا۔ جو مل گیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۱۷

میت کی دبر میں روئی ڈالی جائے

حقیقت فقہ حنفیہ

سنی فقہ میں ہے۔ کہ آدمی جب مر جائے۔ تو کچھ مقدار روئی اس کے مقام پاخانہ میں ٹھونس دی جائے۔

(فتاوی قاضی خان باب غسل میت
جلد اول ص ۹)

نوٹ:

معلوم ہوا کہ سنی لوگ اپنی میت کو گانڈ گز کرتے ہیں۔ کہ پھر چونکہ پاخانہ کا مقام کھل جاتا ہے۔ پھر اس میں روئی بھر دیتے ہیں۔ حنفی لوگ اتنے بے شرم ہیں۔ کہ اپنی میت کا گز خود کرتے ہیں۔ اور الزام بے چارے شیعوں کے سر پر تھوپ دیتے ہیں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۹)

جواب:

مردے کے ساتھ یہ سلوک کرنا ہم اہل سنت و جماعت کے نزدیک بالاتفاق بُرا ہے۔ روئی داخل کرنے کا معاملہ ناک اور کان کے متعلق ضرور موجود ہے۔ نجفی نے فتاوی قاضی خان کی عبارت لکھنے میں بددیانتی اور خیانت سے کام لیا ہے۔ میت کی گانڈ میں روئی ٹھونسنے کے متعلق صاحب فتاوی نے اسے

فعل قبیح کہا ہے لیکن نجفی کو اس سے کیا غرض اُسے کوئی ٹوٹا پھوٹا جملہ چاہیئے۔ فتاوٰی کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

فتاوٰی قاضی خان:

وَعَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ اَنَّهٗ یُجْعَلُ الْقُطْنُ الْمَحْلُوْجُ فِیْ مَنْخَرَیْهِ وَفَمِهٖ وَبَعْضُهُمْ قَالُوْا یُجْعَلُ فِیْ صِمَاخِ اُذُنَیْهِ اَیْضًا وَ قَالَ بَعْضُهُمْ یُجْعَلُ فِیْ دُبُرِهٖ اَیْضًا وَ هُوَ قَبِیْحٌ۔

(فتاوٰی قاضی خان جلد ۱ ص ۱۷۳
مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ خالص روئی مُردے کے ناک کے سوراخوں اور مُنہ میں رکھی جائے۔ اور بعض نے کہا کہ کانوں کے سوراخوں میں بھی رکھی جائے۔ کچھ نے کہا۔ دُبر میں بھی رکھنی چاہیئے۔ لیکن یہ قول قبیح ہے۔

قارئین کرام! فتاوٰی قاضی خان کی عبارت مع ترجمہ آپ نے ملاحظہ کی۔ اس میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں۔ کہ جس کا معنی یہ ہو۔ کہ سنی مردے کی گانڈ میں گز کرتے ہیں۔ خود نجفی نے ترجمہ کیا ہے۔ اس میں بھی کوئی ایک لفظ ایسا نہیں۔ "گز مارنا" تو کہاں صرف گز کا بھی لفظ نہیں ہے۔ لیکن ترجمہ کے بعد "نوٹ" میں "گانڈ گز کرتے ہیں" ذکر کیا۔ اور پھر اسی پر بقیہ حاشیہ آرائی کی ہے۔ صاحب فتاوٰی نے وضاحت

کردی۔ کہ اگر اس بارے میں کوئی قول ملتا ہے۔ تو وہ یہ کہ مُردے کی دُبر میں بعض نے روئی رکھنے کا کہا لیکن ساتھ ہی لکھ دیا۔ کہ یہ قول و فعل قبیح ہے۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہرگز نہیں۔ نجفی نے ایک غلط مفہوم بنایا۔ اور اس سے اہل سنت کی توہین کی۔ اُن کا مذاق اڑایا۔

اہل تشیع کا اپنی میت کے ساتھ سلوک

جیسا کہ فتاوٰی قاضی خان کی عبارت سے واضح ہو گیا۔ کہ مسلک اہل سنت اور فقہ حنفی میں میت کی دُبر میں روئی ڈالنے والی بات قبیح ہے۔ اور اس پر کسی کا عمل نہیں ہے اس قبیح اور غیر معمول بہ فعل کو نجفی نے "گانڈ گزکرنا" لکھا ہے۔ آیئے گانڈ گز کرنے کو ہم نے تو قبیح قرار دیا ہے لیکن کتب شیعہ اس سے بھری پڑی ہیں۔ اور حضرات ائمہ اہل بیت کا تسلیم شدہ قول ان میں موجود ہے۔ جس کو کسی نے بھی قبیح نہیں کہا۔ لہٰذا اس پر نجفی کی تعریف صادق آتی ہے۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

فروع کافی:

وَاعْمَدْ اِلٰی قُطْنٍ فَذَرَّ عَلَیْہِ شَیْئًا مِنْ حُنُوطٍ وَضَعْہُ عَلٰی فَرْجِہٖ قُبُلٍ وَّدُبُرٍ وَاحْشِ الْقُطْنَ فِیْ دُبُرِہٖ لِئَلَّا یَخْرُجَ مِنْہُ شَیْءٌ۔

(فروع کافی جلد سوم صفحہ ۱۴۲ کتاب الجنائز مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

اور غسل دینے والے کو روئی لے کر اس پر تھوڑا سا حنوط چھڑک لینا چاہیئے۔ پھر اس روئی کو میت کی اگلی اور پچھلی شرمگاہ پر رکھ دینا چاہیئے۔ اور تھوڑی سی روئی مردے کی گانڈ میں داخل کر دینی چاہیئے۔ تاکہ اس سے کوئی چیز نہ نکلے۔

من لا یحضرہ الفقیہ:

ثُمَّ يَضَعُ الْمَيِّتُ فِيْ اَكْفَانِهٖ وَ يُجْعَلُ الْجَرِيْدَتَانِ مَعَ اِحْدَاهُمَا مِنْ عِنْدِ التَّرْقُوَةِ يَلْصِقُهَا بِجِلْدِهٖ وَ يَمُدُّ عَلَيْهِ قَمِيْصَهٗ مِنَ الْجَانِبِ الْاَيْمَنِ وَالْجَرِيْدَةُ الْاُخْرٰى عِنْدَ وَرْكِهٖ مِنَ الْجَانِبِ الْاَيْسَرِ مَعَ بَيْنِ الْقَمِيْصِ وَ الْاِزَارِ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول
ص ۹۰ باب غسل المیت مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:

پھر میت کو اس کے کفن میں رکھے۔ اور لکڑیاں بھی اس کے ساتھ رکھے۔ ان میں سے ایک لکڑی گردن کے پاس میت کے چمڑے سے ملا کر ہو۔ اور اس پر قمیص کو دائیں طرف سے کھینچے اور دوسری لکڑی چوتڑوں کے پاس قمیص اور چادر کی بائیں طرف رکھے۔

من لایحضرہ الفقیہ:

وَسَالَ حَسَنُ بْنُ زِيَادٍ اَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الْجَرِيْدَةِ الَّتِيْ تَكُوْنُ مَعَ الْمَيِّتِ فَقَالَ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنَ وَ الْكَافِرَ

(من لایحضرہ الفقیہ جلد اوّل ص ۸۹
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حسن بن زیاد نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اُس لکڑی کے متعلق پوچھا۔ جو (شیعہ) میت کے ساتھ رکھی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اس لکڑی کا مومن اور کافر دونوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔

لمحہ فکریہ:

نجفی شیعی نے تو ایک قول قبیح کو اپنے معنی پہنائے۔ جس کی تردید بھی ہو چکی ہے ہم نے جو حوالہ جات ان کی کتب سے پیش کیے۔ ان میں صاف الفاظ میں مذکور ہے کہ شیعہ میت مرد ہو تو اس کی گانڈ میں روئی ٹھونسو۔ اور اگر عورت ہو تو آگے پیچھے دونوں سوراخوں کو خوب بند کرو۔ پھر اس صراحت کے ساتھ ان امور کی نہ تردید موجود اور نہ ہی انہیں قبیح کہا گیا ہے۔ لہٰذا اگر نجفی کے قانون کو مدنظر رکھتے ہوئے اس فعل کو "گانڈ کرا" کہا جائے۔ تو وجہ معلوم ہے۔ یہی حقیقت تھی جو نجفی کے دل میں کھٹکی اور اُس نے اپنی فقہ سے اتار کر حنفی فقہ پر چسپاں کرنے کی کوشش کی۔ وُہ عبارت ملاحظہ ہو۔ "اپنی میت کا گز خود کرتے ہیں۔ اور الزام بے چارے شیعوں کے سر تھوپ دیتے ہیں"

ناظرین! آپ ہی فیصلہ فرمائیں۔ کہ الزام کس پر تھوپا۔ اور "میت کا گز"، کون کرتے ہیں؟ حسن بن زیاد والی آخری روایت میں میت کے ساتھ رکھی گئی لکڑی کا فائدہ بتایا گیا۔ یعنی یہ کہ وہ مومن اور کافر دونوں کو مفید ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ مرنے کے بعد کافر کا فائدہ کیسے ہوا۔ یعنی اس کو اس لکڑی سے کیا فائدہ ملا۔ کیا عذاب قبر میں تخفیف ہو گئی؟ منکر نکیر کے سوال آسان ہو گئے؟ دہشت اور اندھیرا کافور ہو گیا؟ سب کا عقیدہ ہے۔ کہ کافر میت کو کسی امر کا عالم برزخ و عقبےٰ میں کوئی فائدہ نہیں مل سکتا۔ لہٰذا یہ قول حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا تو ہرگز ہرگز ہو نہیں سکتا۔ ہاں آپ کی طرف منسوب ضرور کر دیا گیا ہے۔ تو ہو سکتا ہے۔ "مومن"، کو فائدہ اور نہ بھی یہ تو ہو گا۔ کہ اس "بے چارے" کے مرنے کے بعد دُبر کا سوراخ تنگ اور سخت ہو گیا ہو گا۔ اُس میں روئی ٹھونسنے کے لیے انگلی کون استعمال کرے گا۔ ایسے آڑے وقت وقت میں وہی لکڑی (گز) کام آئے گی۔ روئی دُبر کی سوراخ پر رکھی۔ اور لکڑی سے خانہ پُری کر دی۔ ناظرین یہی تو گانڈ گز تھا۔ جس کا بوجھ نجفی اتارنا چاہتا تھا۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

اعتراض نمبر ۱۸

جنازہ میں نو۹ں تکبیریں

حقیقت فقہ حنفیہ: میزان الکبرٰی

سنی فقہ میں ہے۔ کہ میت پر پانچ تکبیر نماز جنازہ بلکہ سات تکبیر اور نو تکبیر نماز جنازہ بھی جائز ہے۔ بلکہ امام محمد ابن سیرین کے قول پر تین تکبیریں بھی جائز ہیں۔

(میزان الکبرٰی کتاب الجنائز ص ۲۲۴)

نوٹ:

فقہ نعمان تیرے صدقے جاواں جنازے کے بارے میں سنی فقہ میں بھانت بھانت کے فتوے موجود ہیں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۸۹)

جواب:

مکاری اور فریب دہی ہر جگہ کارفرما ہے۔ نجفی کی کتاب کا نام "حقیقت فقہ حنفیہ" جس میں اس کا وعدہ یا التزام تھا۔ کہ اس کتاب میں حنفیوں پر اعتراض ہوں گے۔ ان کے پول کھولوں گا۔ لیکن بدحواسی کا یہ عالم ہے۔ کہ اگر فقہ حنفی میں سے کوئی بات نہ مل سکی۔ یا کسی دوسری فقہ کا مسئلہ ہوا۔ تو اُسے "سنی فقہ نعمان" کہہ کر احناف پر اعتراض کر مارا۔ اس اعتراض اور اس سے ملتے جلتے اعتراض کی عبارت کو ملاحظہ کریں۔ "سنی فقہ میں ہے" پھر "نوٹ" میں "فقہ نعمان" کا نام لکھ دیا۔ گویا

فقہ شافعی ، مالکی اور حنبلی کے مسائل "فقہ نعمان" کے مسائل ہو گئے۔ اگر یہی استدلال اور طریقہ ہے۔ تو شیعہ بھی بیسیوں فرقے میں بٹے ہوئے ہیں۔ ہم بھی ان میں سے کسی شیعہ فرقہ غرابیہ کا کوئی مسئلہ ذکر کر کے کہہ سکتے ہیں۔ کہ "فقہ جعفریہ" میں یہ ہے وہ ہے۔ مثلاً انہی کا ایک بچھڑا ہوا ساتھی فرقہ غرابیہ کہلاتا ہے۔ اس کا عقیدہ ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت اس طرح تھی جس طرح کوے کی کوے سے ہوتی ہے۔ اسی مشابہت کی وجہ سے جبرئیل علیہ السلام دھوکہ کھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے گئے۔ حالانکہ وہ آئے علی المرتضیٰ کی طرف تھے۔ "انوار نعمانیہ" کی جلد ا میں ان کے عقائد و افکار کا تذکرہ ملتا ہے۔ جیسا امامیہ شیعہ ہیں ویسے ہی غرابیہ بھی ہیں اب اگر کوئی امامیہ شیعہ کو یہ کہے۔ کہ شیعہ لوگ حضرت علی المرتضیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باہم ایسی مشابہت مانتے ہیں جیسا کوے کو کوے سے ہوتی ہے۔ امامی فوراً بول پڑے گا۔ ہمارا یہ عقیدہ نہیں۔ یہ غرابیہ کا ہے۔ جب تمہارا یہ جواب ہے۔ تو پھر فقہ شافعی، مالکی اور حنبلی کو "فقہ حنفی" کون مانے گا۔ یہ فریب دیا گیا ہے اور عوام کو بدظن کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

حضرات ائمہ اربعہ کا باہم مسائل میں اختلاف ہے۔ ہر ایک کے اپنے دلائل ہیں۔ کسی فقہ پر اعتراض کا جواب اسی فقہ والے کو دینا چاہیے۔ ہم تو فقہ حنفی پر اعتراض کا جواب دینے کے لیے تیار بیٹھے ہیں۔ "میزان الکبریٰ" ہماری فقہ کی کتاب نہیں۔ بلکہ فقہ شافعی سے تعلق رکھتی ہے۔ لیکن اس کتاب کا حوالہ پیش کرتے وقت بھی نجفی نے مکاری اور روباہی کا سہارا لیا۔ کتاب مذکور میں نماز جنازہ کی تکبیرات کے بارے میں مختلف اقوال درج ہیں۔ ہر ایک کی اپنی دلیل ہے لیکن ائمہ اربعہ کا متفق علیہ مسلک یہی ہے کہ نماز جنازہ کی تکبیرات چار ہیں۔ تین، پانچ اور سات تکبیروں کے اقوال دوسرے حضرات کے ہیں۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

میزان الکبریٰ :

قَوْلُ الْاَئِمَّۃِ الْاَرْبَعَۃِ بِاَنَّ تَکْبِیْرَاتِ الصَّلٰوۃِ عَلَی الْجَنَازَۃِ اَرْبَعٌ مَعَ قَوْلِ مُحَمَّدِ ابْنِ سِیْرِیْنَ اِنَّھُنَّ ثَلَاثٌ الخ۔

(میزان الکبریٰ ص ۲۲۴)

ترجمہ :

چاروں اماموں کا قول ہے۔ کہ نمازِ جنازہ کی تکبیرات چار ہیں۔ اس کے ساتھ محمد بن سیرین کا قول تین کا بھی ہے۔...

معلوم ہوا۔ کہ احناف کے نزدیک بلکہ ائمہ اربعہ کے نزدیک تکبیرات نمازِ جنازہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ اس لیے اسے "بھانت بھانت کے فتوے" کہنا نری حماقت ہے۔ اگر مختلف اقوال کسی مسئلہ میں ہونا قابلِ اعتراض ہے۔ تو یہ بات ائمہ اہل بیت سے بھی کتب شیعہ میں منقول ہے۔ اور ان کو بھی وہی لفظ نجفی کہے جو "فقہ نعمان" کو کہے تھے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

اصول کافی :

عَنْ زُرَارَۃَ ابْنِ اَعْیَنَ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُہٗ عَنْ مَسْئَلَۃٍ فَاَجَابَنِیْ ثُمَّ جَاءَہٗ رَجُلٌ فَسَأَلَہٗ عَنْھَا فَاَجَابَہٗ بِخِلَافِ مَا اَجَابَنِیْ ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَاَجَابَہٗ بِخِلَافِ مَا اَجَابَنِیْ وَاَجَابَ صَاحِبِیْ فَلَمَّا خَرَجَ الرَّجُلَانِ

قُلْتُ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ مِنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ مِنْ شِيْعَتِكُمْ قَدِمَا يَسْئَلَانِ فَاَجَبْتَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِغَيْرِ مَا اَجَبْتَ صَاحِبَهُ فَقَالَ يَا زُرَارَةُ اِنَّ هٰذَا خَيْرٌ لَنَا وَاَبْقٰى لَنَا وَلَكُمْ وَلَوِ اجْتَمَعْتُمْ عَلٰى اَمْرٍ وَاحِدٍ لَصَدَّقَكُمُ النَّاسُ عَلَيْنَا وَلَكَانَ اَقَلَّ لِبَقَائِنَا وَبَقَائِكُمْ۔

(اصول کافی جلد اول ص ۶۵ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:

زرارہ کہتا ہے۔ کہ میں نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا۔ آپ نے جواب مرحمت فرمایا پھر ایک شخص آیا اور اس نے بھی وہی مسئلہ پوچھا لیکن امام نے اس کو میرے جواب کے خلاف جواب دیا۔ پھر ایک اور آدمی آیا۔ اس نے بھی وہی مسئلہ پوچھا۔ امام نے اس کو ہم دونوں کے جواب سے علیحدہ جواب دیا۔ جب وہ دونوں آدمی چلے گئے۔ تو میں نے امام صاحب سے عرض کیا۔ اے رسول اللہ کے فرزند! دونوں آدمی عراق سے آئے تھے۔ اور آپ کے شیعہ تھے لیکن ان کے ایک ہی سوال کے آپ نے علیحدہ علیحدہ جواب دیئے۔ (اس کی کیا وجہ ہے؟) فرمایا۔ اے زرارہ! یہی ہمارے لیے بہتر ہے۔ اور اسی میں ہماری اور تمہاری بقا ہے۔ اگر تم ایک ہی بات پر جمع ہو گئے۔ تو مخالف تم کو اپنی مجلس سے نکال دیں گے

اور پھر تم ہمارے پاس کتنے آؤ گے۔ کہ خروج کیجئے۔ اس طرح ہمارا
اور تمہارا دنیا میں رہنا کم ہو جائے گا۔

دیکھا نجفی صاحب! آپ کے امام صاحب نے ایک ہی مسئلہ کے یک وقت تین جواب عطا فرمائے۔ یہاں مسئلہ بھی ایک اور جواب۔ دینے والے بھی ایک۔ اُدھر اعتراض میں مسئلہ تو ایک ہے لیکن جواب دینے والے مختلف ہیں۔ اس کے باوجود اُن کے اقوال بھانت بھانت کے فتوے قرار پائے لیکن امام باقر رضی اللہ عنہ کے فتوے اس بات کے مصداق کیونکر نہیں بنتے۔؟

نوٹ:

اگر کوئی شیعہ یہ کہے۔ کہ امام باقر رضی اللہ عنہ نے بطور تقیہ تین مختلف جواب دیئے تو یہ بالکل غلط اور اتہام ہے۔ اول یہ کہ تقیہ وہاں ہوتا ہے۔ جہاں خطرہ ہو۔ ان تینوں سے امام کو کیا خطرہ تھا۔ دوم یہ کہ امام جعفر صادق کے زمانہ میں تقیہ ختم ہو گیا تھا۔ اب اس کا وجود کہاں سے آگیا۔ اپنی تحریر دیکھ لو۔

اصل و اصول شیعہ:

عہد زرّیں

صادق آلِ محمد کا زمانہ نسبتاً کافی موافق تھا۔ کیونکہ اموی اور عباسی طاقتیں تھک چکی تھیں۔ اضمحلال پیدا ہو گیا تھا۔ علانیہ ظلم و ستم کے واقعہ جاتے رہے تھے۔ بنابریں دبی ہوئی صداقتیں اور چھپی ہوئی حقیقتیں سورج کی طرح اُبھریں۔ اور روشنی کی طرح پھیل گئیں۔ خوف و خطرے کے باعث جو لوگ تقیہ میں تھے۔ وہ بھی کھل گئے۔ فضاء موافق ہو گئی۔ اور راہیں ہموار۔ امام عالی مقام نے تبلیغ و تلقین میں رات دن ایک کر دیئے

ہاں تبلیغ و تلقین کا وہ سلسلہ جس کا تعلق محمد و آل محمد کی تعلیمات سے تھا۔ درس حق عام تھا اور لوگ جوق در جوق مذہب جعفری قبول کرنے لگے ۔اس عہد کو تشیع کی نشر و اشاعت کا زریں دور کہا جاتا ہے ۔ کیونکہ قبل ازیں اس کثرت سے اور کھلم کھلا مسلمان شیعیت کی جانب رجوع نہیں ہوئے تھے۔ دریائے فیض جاری تھا۔ تشنگان معرفت خود بھی سیر ہوتے تھے ۔اور دوسروں کی بھی پیاس بجھاتے تھے۔ بقول ابوالحسن وشار میں نے اپنی آنکھوں سے مسجد کوفہ میں چار ہزار علماء کا مجمع دیکھا ہے ۔اور سب کو یہ کہتے سنا ۔ کہ حدثنی جعفر بن محمد، یعنی یہ روایت مجھ سے جعفر علیہ السلام نے بیان فرمائی۔

(اصل و اصول شیعہ ص ۳۲ تصنیف حجۃ الاسلام محمد حسین آل کاشف الغطاء مطبوعہ رضا کاریک ڈپو لاہور)

قارئین کرام! خود اہل تشیع کی زبانی آپ نے سن لیا۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے دور میں "تقیہ" کی کوئی ضرورت نہ تھی اس لیے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کہنے کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ لہٰذا امام باقر رضی اللہ عنہ کے تین مختلف فتوے اس لیے نہ تھے۔ کہ وہ اس وقت "تقیہ" کی منزل میں تھے ۔اس لیے کسی مسئلہ میں مختلف اقوال ہونا کوئی معیوب اور قابل اعتراض بات نہیں۔ اس لیے نجفی شیعی کا میزان الکبریٰ والی عبارت کو مورد طعن و اعتراض بنانا اس کی اپنی اجتہادی کوشش ہے ۔اور یہی اجتہاد خود اس کے مذہب کا دیوالیہ بھی نکال رہا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۱۹

شیعوں کی مخالفت میں قبر کی کوہان

حقیقت فقہ حنفیہ: رحمت الامۃ:

سُنّی فقہ میں ہے۔ وَالسُّنَّۃُ فِی الْقَبْرِ التَّسْطِیْحُ وَقَالَ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ التَّسْنِیْمُ اَوْلٰی لِاَنَّ التَّسْطِیْحَ صَارَ شِعَارَ الشِّیْعَۃِ وَالرَّوَافِضِ۔

(رحمت الامۃ ص ۸۹ کتاب الجنائز)

(میزان الکبریٰ ص ۲۲۷)

ترجمہ:

قبر کا اوپر سے ہموار بنانا سنت ہے۔ اور امام شافعی کا بھی یہی فتویٰ ہے لیکن ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کہتا ہے کہ چونکہ قبر کو ہموار بنانا شیعوں کی علامت بن گئی ہے۔ لہٰذا اے سنیو تم قبر کو کوہان بناؤ۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۹۰)

جواب:

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بجا ہے۔ اور قبر کو ہموار کرنے کی بجائے اسے اونٹ کی کوہان کی طرح بلند کرنے کو فرمایا۔ اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ ہموار کرنا چونکہ شیعوں اور رافضیوں کی علامت ہے۔ اس لیے ہم ان کی مخالفت کرتے ہیں

شیعوں اور رفضیوں کی مخالفت آخر کیوں؟ وجہ یہی ہے۔ کہ یہ فرقہ حضرات صحابہ کرام اور ائمہ اہل بیت کا گستاخ ہے۔ آپ نے اس فرقہ کے شعار اور علامت کو بیان فرمایا۔ یہیں فرمایا کہ ایسا کرنا ائمہ اہل بیت کا شعار ہے۔ تاکہ آپ کی تعلیمات کو ائمہ اہل بیت کے خلاف بھڑکانے کے طور پر پیش کیا جا سکے۔ صحابہ کرام کی مخالفت ان شیعوں کی کتب سے عیاں اور ائمہ اہل بیت کی طرف من گھڑت روایات کا انتساب ان کا ایمان ہے۔ نہ اعتبار آئے۔ تو رجال کشی کے ص ۱۹۵ زیر تذکرہ مغیرہ بن سعید میں ملاحظہ کریں۔

اگر کوئی نجفی کا ساتھی یہ کہے۔ کہ ابو حنیفہ نے محض رافضیوں کی مخالفت کو بہانہ بنایا ہے اور انہوں نے حق و باطل کو سامنے نہیں رکھا۔ اگر یہی بات ہے۔ تو بہت سے ائمہ کے اقوال و فتوے ایسے ملتے ہیں۔ جن میں انہوں نے امام ابو حنیفہ کی مخالفت کی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

اصول کافی کا ترجمہ الشافی:

راوی نے کہا۔ اگر آپ دونوں امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے دو حدیثیں مشہور ہوں اور ثقہ حضرات نے ان دونوں کی روایت بھی کی ہو۔ تو کیا کیا جائے فرمایا یہ دیکھا جائے۔ کہ کونسی حدیث قرآن و سنت کے مطابق اور رائے عامہ کے خلاف ہے۔ جو موافق قرآن و سنت ہو گی۔ اس پر عمل کیا جائے گا۔ اور ترک کیا جائے گا۔ اس حدیث کو جو قرآن و سنت کے خلاف ہو گی۔ اور رائے عامہ کے موافق راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے کہا۔ میں آپ پر فدا ہوں۔ اگر دو فقیہ اس حدیث کے حکم کو کتاب و سنت سے حاصل کریں۔ ہم ان میں سے ایک کو عام لوگوں کے موافق پائیں اور دوسری کو مخالف تو کس خبر پر عمل کریں۔ فرمایا۔ جو عامہ کے خلاف ہو گی ہدایت اس میں ہو گی میں نے کہا اگر مخالفوں کے دو گروہ دونوں خبروں کے موافق ہوں۔ تو کیا کیا جائے فرمایا یہ دیکھا جائے گا۔ کہ ان کے احکام اور قاضی کس خبر کی طرف زیادہ مائل ہیں۔ اس کو

چھوڑ کر دوسرے پر عمل کیا جائے۔

(الشافی ترجمہ اصول کافی جلد اول مطبوعہ کراچی ۱۸)

اللمعۃ الدمشقیہ:

وتسطیحہ لاَ یَجْعَلُ لَہٗ فِیْ ظَہْرِہٖ سَنَمًا لِاَنَّہٗ مِنْ شَعَائِرِ النَّاصِبَۃِ۔ (اللمعۃ الدمشقیہ جلد اول ص ۱۴۸)

ترجمہ:

قبر کو کوہان کی شکل پر نہ بنایا جائے۔ کیونکہ ایسا کرنا سنیوں کی علامت ہے

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا۔ کہ بقول سائل امام باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما دونوں نے حق و باطل کا خیال نہ رکھا۔ بلکہ صاف فرمایا۔ کہ وہ کرو جس میں سنیوں کی مخالفت ہو۔ لہذا یہاں بھی وہی بات ہوئی۔ جو نخعی کو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قول میں نظر آئی۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس قسم کے اقوال نہیں کہہ سکتے۔ یہ سب کچھ اہل تشیع کا کیا دھرا ہے۔ اور منسوب ائمہ اہل بیت کی طرف کر دیتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۲۰

بے وضو اذان دینے میں کچھ حرج نہیں۔

حقیقت فقہ حنفیہ: بخاری شریف:

سُنی فقہ میں ہے۔ قَالَ اِبْرَاهِیْمُ لَا بَأْسَ اَنْ یُؤَذِّنَ عَلٰی غَیْرِ وُضُوْءٍ۔

(بخاری شریف باب الاذان جلد اول ص ۱۲۵)

ترجمہ:

مُلا ابراہیم کہتا ہے۔ کہ بے وضو اذان دینے میں کوئی حرج نہیں۔

نوٹ:

بخاری شریف نے سنی بھائیوں کے مزے بنا دیئے کہ ہوا بھی خارج کرتے رہیں۔ اور اذان بھی دیتے رہیں۔ کیا یہی سیرت شیخین ہے اور فقہ نعمان ہے۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۹۱)

جواب:

نجفی شیعی نے صرف تمسخر اڑایا ہے۔ مسئلہ کو خلاف سنت یا نامعقول ثابت کرنے کی جسارت نہیں کی۔ بے وضو اذان دینا اور بات ہے۔ اور اذان دیتے وقت ہوا خارج کرنا دوسری بات ہے۔ نجفی نے بے وضو اذان دینے پر یہ مذاق کیا ہے۔ جس کا اس سے تعلق ہی نہیں۔ اگر معاملہ یہی ہے تو نجفی

لا پنی کتابوں میں اس مسئلہ کو دیکھنا چاہیئے تھا۔ ہو سکتا ہے۔ کہ کتب شیعہ میں اس سے بھی زیادہ موجود ہو۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

من لا یحضرہ الفقیہ:

عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّهٗ قَالَ لَا بَاْسَ اَنْ تُؤَذِّنَ رَاكِبًا اَوْ مَاشِيًا اَوْ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ۔

(۱۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد اوّل ص ۱۸۳ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ فروع کافی جلد سوم ص ۳۰۴ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ سوار ہو کر، پیدل چلتے ہوئے یا بغیر وضوء اذان دینے میں کوئی حرج نہیں۔

وسائل الشیعہ:

قَالَ اِنْ كَانَ الْحَدَثُ فِي الْاَذَانِ فَلَا بَاْسَ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۴ ص ۶۲۸)

ترجمہ:

فرمایا۔ اگر اذان دیتے دیتے وضوء ٹوٹ جائے۔ تو کوئی حرج نہیں ہے۔

من لایحضرہ الفقیہ:

وَكَانَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ لَا بَأْسَ اَنْ يُؤَذِّنَ الْغُلَامُ قَبْلَ اَنْ يَحْتَلِمَ وَلَا بَأْسَ اَنْ يُؤَذِّنَ الْمُؤَذِّنُ وَهُوَ جُنُبٌ وَلَا يُقِيمُ حَتّٰى يَغْتَسِلَ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۸۸)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ اگر لڑکا بالغ ہونے سے پہلے اذان دے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور موذن کا حالت جنابت میں اذان دینا بھی جائز ہے لیکن غسل کیے بغیر وہ اقامت نہ کہے۔

فروع کافی:

عن الحلبی عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قَالَ قُلْتُ لَهُ يُؤَذِّنُ الرَّجُلُ وَهُوَ عَلٰى غَيْرِ الْقِبْلَةِ؟ قَالَ إِذَا كَانَ التَّشَهُّدُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ فَلَا بَأْسَ۔

(فروع کافی جلد سوم ص ۳۰۵ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حلبی کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ کہ اگر کوئی شخص قبلہ سے منہ موڑ کر اذان دے تو اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا۔ اگر شہادت (اشهد ان لا اله الا الله۔ اشهد ان محمدا الخ) قبلہ رُخ کہہ دے۔ تو دُرست ہے۔

لمحہ فکریہ:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو مذاق کا نشانہ نجفی نے اس لیے بنایا۔ کہ ان کی تصنیف میں "اذان بغیر وضو،، کہنے کا جواز تھا۔ اور پھر کمال بے حیائی سے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما سے تمسخر کیا۔ اب ذرا اپنے گھر کو دیکھیے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تو جنبی کو اذان دینے کی اجازت دے رہے ہیں۔ چلتے پھرتے اذان دینا درست فرما رہے ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ قبلہ سے منہ موڑ کر اذان دینے کے جواز کا فتویٰ صادر فرما رہے ہیں۔ اس پر اگر اس طرح حاشیہ آرائی کی جائے۔ تو زیادتی نہ ہوگی۔ کہ ذاکرین و مجتہدین کو ان کے اماموں نے یہ اجازت دے دی۔ کہ بیوی کے ساتھ جماع بھی کرتے رہو۔ اور اذان کا غلغلہ بھی بلند کرتے رہو۔ کیونکہ قبلہ رُخ ہو کر اذان نہ دینا حضرت امام جعفر صادق نے جائز کر دیا۔ لہٰذا جدھر بیوی کہے اُدھر ہی مُنہ رکھو۔ اور اذان کہتے رہو وہ تو سیرت شیخین نہ تھی۔ لیکن یہ تو فرمانِ ائمہ اہل بیت ہے (معاذ اللہ)

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِى الْاَبْصَارِ

اعتراض نمبر ۲۱

حی علی خیر العمل کو اذان سے نکالنا اور الصلوۃ خیر من النوم کے اجراء کی بدعت

سُنی فقہ میں ہے۔ کہ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ اَحْدَثَہٗ عُمَرُ فَقَالَ اِبْنُہٗ بِدْعَۃٌ۔

مذکورہ کلمہ اذان میں عمر نے جاری کیا۔ اور ان کے بیٹے عبداللہ نے ان کی ڈٹ کر مخالفت کی ہے۔ افسوس سنیوں بھائیوں پر ہے۔ کہ اس بدعت کو مانتے بھی ہیں۔ اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔

سنی فقہ میں ہے۔ کہ

حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ اذان میں عبداللہ بن عمر فرماتے تھے۔ اور ائمہ اہل بیت میں سے امام علی بن الحسین مذکورہ کلمہ اذان میں فرماتے تھے۔ اور آنجناب نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔ کہ یہی پہلی اذان ہے۔

(سنن الکبریٰ باب ما روی فی خیر العمل جلد اول۔ ص ۴۲۴)

نوٹ:

سنیوں بھائی کا دعویٰ ہے۔ کہ آل رسول کو مانتے ہیں۔ اور آل رسول کا مسلک یہ ہے۔ کہ مذکورہ حکم (حی علی خیر العمل) اذان میں کہا جائے۔ لیکن سنی بھائی اذان میں جو بدعت عمر ہے۔ اس کو ترک کرتے ہیں۔ اور جو آل رسول کا طریقہ ہے۔ اس سے

انہیں نفرت ہے معلوم ہوا کہ یہ آلِ رسول کے پیروکار نہیں ہیں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۹۲)

جواب:

نجفی شیعی کے مذکورہ اعتراض میں دو امر ہیں۔ ایک یہ "الصّلوٰۃ خیرٌ من النّوم" کے الفاظ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایجاد ہیں۔ اور اس ایجاد پر ان کے بیٹے حضرت عبداللہ اسے بدعت جانتے تھے۔ دوسرا امر یہ ہے۔ کہ "حی علی خیر العمل"، کے الفاظ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اذان میں کہا کرتے تھے۔ ان دونوں امور کے ثبوت کے لیے "سنن الکبریٰ"، کا حوالہ دیا گیا۔ ہم نے اس کتاب میں بہت تلاش کیا۔ کہ کہیں کوئی حدیث ایسی مل جائے۔ جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خود اُن کے لختِ جگر مخالفت کرتے نظر آئیں۔ لہٰذا مخالفت کا یہ اعتراض ایک دھوکہ جھوٹ اور فریب ہے۔ اس کے برعکس اسی کتاب حدیث میں یہ ثبوت موجود ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم پڑھا کرتے تھے۔

بیہقی شریف:

عَنِ الثَّوْرِيِّ بِإِسْنَادِهٖ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ فِي الْأَذَانِ الْأَوَّلِ مَرَّتَيْنِ يَعْنِيْ فِي الصُّبْحِ۔

(بیہقی شریف جلد اول ص ۴۲۳ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مکہ مکرمہ طبع جدید)

ترجمہ:

جناب سفیان ثوری رضی اللہ عنہ اپنی اسناد کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جناب ابن عمر رضی اللہ عنہ حی علی الفلاح کے بعد اذان صبح میں دو مرتبہ الصلوٰۃ خیر من النوم کہا کرتے تھے۔

بیہقی شریف کی اس روایت سے یہ امر واضح ہو گیا۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اذان فجر میں الصلوٰۃ خیر من النوم دو مرتبہ خود پڑھا کرتے تھے۔

بقول نجفی شیعی اگر جناب ابن عمر رضی اللہ عنہ ان الفاظ کو بدعت قرار دیتے تھے اور ان کی مخالفت کرتے تھے۔ تو پھر ان کو اذان میں پسند فرمانا۔ اور خود پڑھنا کیا معنی رکھتا ہے؟

اس کے بعد نجفی نے دعوای کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما "حی علی خیر العمل" کے الفاظ اذان میں کہا کرتے تھے جو اہل تشیع کی اذان کا حصہ ہیں۔ اس بارے میں تحقیق یہ ہے۔ کہ ابن عمر نے یہ الفاظ کہے ضرور تھے۔ لیکن آپ کا معمول نہ تھا۔ چند مرتبہ یہ کہے۔ اور وہ بھی دوران سفر میں۔ اس کے برخلاف آپ کا معمول "حی علی الفلاح" کہنے کا تھا۔ ثبوت کے لیے حوالہ ملاحظہ ہو۔

بیہقی شریف:

عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُؤَذِّنُ فِي

سَفَرِهٖ وَكَانَ يَقُوْلُ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ وَاَحْيَانًا يَقُوْلُ حَيَّ عَلٰى خَيْرِ الْعَمَلِ۔

(بیہقی شریف جلد اول ص۴۲۴ کتاب الصلوٰۃ)

ترجمہ:

جناب نافع کہتے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دوران سفر اذان نہیں کہتے تھے۔ بلکہ صرف حی علی الفلاح کہا کرتے تھے۔ اور گاہے۔ حی علی خیر العمل کہتے تھے۔

اسی بیہقی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بیان کیا گیا۔ کہ آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔

بیہقی شریف:

عَنْ بِلَالٍ اَنَّهٗ كَانَ يُنَادِيْ بِالصُّبْحِ فَيَقُوْلُ حَيَّ عَلٰى خَيْرِ الْعَمَلِ فَاَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَجْعَلَ مَكَانَهَا اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ وَتَرَكَ حَيَّ عَلٰى خَيْرِ الْعَمَلِ۔

(بیہقی شریف جلد اول ص۴۲۵)

ترجمہ:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ آپ اذان فجر میں حی علی خیر العمل کہا کرتے تھے۔ پھر انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا۔ کہ ان کلمات کی جگہ یہ کہا کرو الصلوۃ خیر من
النوم۔ حضور کے ارشاد پر انہوں نے حی علی خیر العمل
کہنا چھوڑ دیا تھا۔

اس روایت سے دونوں امور کے جوابات سامنے آگئے۔ پہلا یہ امر کہ الصلوۃ خیر من النوم کے الفاظ۔۔ حضرت فاروق اعظم کی ایجاد ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ "حی علی خیر العمل" اذان میں اہل بیت کہا کرتے تھے۔ اس روایت میں حضرت بلال کے متعلق معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے الصلوۃ خیر من النوم انہیں پڑھنے کو فرمایا۔ بیہقی شریف میں ایک اور روایت کے مطابق آپ نے یہ الفاظ ایک دوسرے صحابی کو پڑھنے کے لیے فرمایا۔

بیہقی شریف:

اُمُّ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِیْ مَحْذُوْرَةَ عَنْ اَبِیْ
مَحْذُوْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہ علیہ وسلم
نَحْوَهٗ وَفِیْهِ اَلصَّلٰوةُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ فِی الْاُوْلٰی
مِنَ الصُّبْحِ۔

(بیہقی شریف جلد اول ص ۴۲۲)

ترجمہ:

ابو محذورہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی ہی اذان کی
روایت کرتے ہیں۔ اس میں دو مرتبہ الصلوۃ خیر من النوم
کا اول صبح کی اذان میں کہنا موجود ہیں۔

"الصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم"

پڑھنے کا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے حکم دیا ہے

وسائل الشیعہ

عن عبد اللّٰہ بن سنان عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال اِذَا كُنتَ فِی اَذَانِ الْفَجْرِ فَقُلِ الصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ بَعْدَ حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ مِنَ النَّوْمِ وَلَاتَقُلْ فِی الْاِقَامَۃِ الصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ اِنَّمَا ھٰذَا فِی الْاَذَانِ۔

(وسائل الشیعہ جلد چہارم
ص ۶۵۰ طبع تہران طبع جدید)

ترجمہ:

عبداللہ ابن سفیان حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہے۔ کہ امام موصوف نے فرمایا۔ جب تو اذان فجر کہے تو حی علی خیر العمل کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم پڑھ۔ لیکن یہ الفاظ اقامت میں نہیں پڑھنے چاہیں۔ یہ صرف

اذان کے لیے ہیں۔

نوٹ:

من لایحضرہ الفقیہ کی ایک روایت میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف یہ منسوب ہے۔ کہ انہوں نے صبح کی اذان میں "الصلوۃ خیر من النوم" بطور تقیہ کہنے کی اجازت دی۔ روایت یہ ہے۔

من لا یحضرہ الفقیہ:

وَ لَا بَاْسَ اَنْ یُقَالَ فِیْ صَلٰوۃِ الْغَدَاۃِ عَلٰی اِثْرِ حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ مَرَّتَیْنِ لِلتَّقِیَّۃِ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۸۸)

(وسائل الشیعہ جلد ۴ ص ۶۴۵)

ترجمہ:

صبح کی اذان میں حی علی خیر العمل کے بعد دو مرتبہ الصلوۃ خیر من النوم بطور تقیہ پڑھ لیے جائیں۔ تو کوئی حرج نہیں ہے۔

وسائل الشیعہ اور من لایحضرہ الفقیہ کے مذکورہ حوالہ میں حضرت امام صادق رضی اللہ عنہ کی طرف بطور تقیہ یہ الفاظ کہنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ امام موصوف نے ہرگز ہرگز یہ نہیں فرمایا۔ یہ شیعوں کی چالاکی اور بچاؤ کی تدبیر ہے ورنہ شیخ صدوق کے بقول کچھ ہی اوراق پہلے آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ حضرت امام جعفر صادق

یہ طریقہ تجویز نہیں کرسکتے تھے۔ اس وقت بات دوٹوک کرنے کا وقت تھا۔ آپ یا یہ فرماتے کہ اذان فجر میں الصلوۃ خیر من النوم پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ یا یہ کہ انہیں پڑھا اور ان دونوں میں سے ایک سابقہ روایت میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے علی الاعلان ان الفاظ کے پڑھنے کا حکم دیا۔ وہاں "تقیہ" کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اس لیے معلوم ہوا کہ یہ لفظ کسی مجتہد یا ذاکر نے اپنی انا کو قائم رکھنے کے لیے روایت میں جڑ دیا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۲۲

حقیقت فقہ حنفیہ:

اہل سنت حنفیوں کی مایہ ناز نماز

ثبوت ملاحظہ ہو۔ اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ ابن خلکان اعنی و فیات الاعیان ذکر سلطان محمود غزنوی ص ۱۱۳ جلد دوم۔

تاریخ ابن خلکان:

ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ عَلٰى مَا يُجَوِّزُ اَبُوْ حَنِيْفَةَ فَلَبِسَ جِلْدَ كَلْبٍ مَدْبُوْغًا ثُمَّ لَطَخَ رُبْعَهٗ بِالنَّجَاسَةِ وَتَوَضَّاَ بِنَبِيْذِ التَّمْرِ وَكَانَ فِيْ صَمِيْمِ الصَّيْفِ فِي الْمَفَازَةِ وَاجْتَمَعَ الذُّبَابُ وَالْبَعُوْضُ وَكَانَ وُضُوْءُهٗ مُنَكَّسًا مُنْعَكِسًا ثُمَّ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَاَحْرَمَ بِالصَّلٰوةِ مِنْ غَيْرِ نِيَّةٍ فِي الْوُضُوْءِ وَكَبَّرَ بِالْفَارِسِيَّةِ دو برگ سبز۔ ثُمَّ

قَرَأَ آيَةً بِالْفَارِسِيَّةِ دو بزرگ سبز ثُمَّ نَقَرَ نَقْرَتَيْنِ
كَنَقَرَاتِ الدِّيْكِ مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ
وَ مِنْ غَيْرِ رُكُوْعٍ وَ تَشَهُّدٍ
وَ ضَرَطَ فِيْ اٰخِرِهٖ مِنْ غَيْرِ نِيَّةِ السَّلَامِ
وَ قَالَ اَيُّهَا السُّلْطَانُ هٰذِهٖ صَلٰوةُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ
فَقَالَ السُّلْطَانُ لَوْ لَمْ تَكُنْ هٰذِهٖ صَلٰوةُ اَبِيْ
حَنِيْفَةَ

لَقَتَلْتُكَ لِاَنَّ مِثْلَ هٰذِهِ الصَّلٰوةِ
لَا يُجَوِّزُهَا ذُوْ دِيْنٍ فَاَنْكَرَتِ الْحَنَفِيَّةُ
اَنْ تَكُوْنَ هٰذِهٖ صَلٰوةَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ فَاَمَرَ
الْقَفَالُ بِاِحْضَارِ كُتُبِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَ اَمَرَ
السُّلْطَانُ نَصْرَانِيًّا كَاتِبًا يَقْرَأُ الْمَذْهَبَيْنِ
جَمِيْعًا فَوَجَدْتِ الصَّلٰوةَ عَلٰى مَذْهَبِ اَبِيْ
حَنِيْفَةَ عَلٰى مَا حَكَاهُ الْقَفَالُ فَاَعْرَضَ
السُّلْطَانُ عَنْ مَذْهَبِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَ تَمَسَّكَ
بِمَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ ابن خلکان المعنی
و فیات الاعیان ذکر سلطان محمود غزنوی جلد سوم
ص ۱۱۳)

ترجمہ:

اسلطان محمود غزنوی نے شافعی مذہب اور حنفی مذہب کے علما کو جمع

کیا۔ اور ان سے احادیث کو سنا۔ احادیث مذہب شافعی کے
زیادہ مطابق تھیں۔ پھر اس نے دونوں مذہبوں کے فقہاء کو جمع کیا
اور فرمائش کی۔ کہ ان دونوں میں سے جو سچا مذہب ہے۔ اس کو
ترجیح دیں۔ پس یہ طے پایا کہ دو دو رکعت نماز دونوں مذہبوں
کے مطابق سلطان محمود کے سامنے پڑھی جائے۔ اور فیصلہ خود سلطان
کرے) پس قفال مروزی نے دو رکعت نماز فقہ شافعی کے مطابق
پڑھ کر دکھائی۔ پھر اس نے دو رکعت نماز فقہ ابو حنیفہ کے مطابق اس
کیفیت سے پڑھ کر دکھائی۔ پہلے تو رنگا ہوا کتے کا چمڑا پہنا پھر اس
کے چوتھے حصے کو مزید نجس کر دیا۔ پھر کھجوروں کے پتوں سے نچوڑے
ہوئے پانی سے وضو کیا۔ اور یہ واقعہ موسم گرما میں ایک صحرا میں پیش
آیا۔ اس پر مکھیاں اور مچھر اکٹھے ہو گئے۔ اور پھر اس نے الٹا وضو
کیا۔ (یعنی پہلے پاؤں دھوئے پھر ہاتھ اور پھر منہ) پھر بغیر نیت کے
نماز شروع کر دی۔ اور فارسی زبان میں تکبیر کہی (اللہ بزرگ و برتر است)
پھر ایک آیت کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ مُدْھَامَّتٰنِ۔ دو برگ
سبز پھر بلا فاصلہ مرغ کی طرح دو ٹھونگیں ماریں۔ رکوع اور تشہد بغیر
اطمینان کے کیا۔ اور نماز کے آخر میں بغیر نیت سلام کے پاد دیا
(یعنی ہوائی گوز چھوڑا) پھر عرض کی کہ یہ ابو حنیفہ کی نماز ہے۔ بادشاہ نے
کہا۔ اگر یہ ابو حنیفہ کی نماز ثابت نہ ہوئی۔ تو آپ کو قتل کر دوں گا۔
کیونکہ یہ نماز تو کوئی دیندار جائز نہیں سمجھے گا۔ اور حنفی فقہا نے بھی
انکار کیا۔ پس سلطان نے قفال مروزی کو حکم دیا۔ کہ ابو حنیفہ کی
کتابیں حاضر کرے۔ اور سلطان نے اپنے عیسائی منشی کو حکم دیا کہ

دونوں مذہبوں کے مطابق نماز کی تحقیق کرے۔ پس جس طرح قفال
مروزی نے ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق نماز پڑھ کر دکھائی تھی۔
ابوحنیفہ کی کتابوں سے اسی طرح ثابت ہوئی۔ پس سلطان محمود نے
اس دن سے ابوحنیفہ کے مذہب سے تبرا کیا۔ اور مذہب شافعی کو
اختیار کیا۔

نیز اس واقعہ کو امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک بجوینی نے اپنی کتاب،
مغیث الخلق فی اختیار الحق میں تحریر کیا ہے۔

نوٹ:

ارباب انصاف یہ ہے سنی بھائیوں کی نماز جس مفتی نے نماز جیسی اعلیٰ
عبادت کا اس طرح خانہ خراب کیا ہے۔ ایسے مفتی کو بیچ کر چھولے کھائے جائیں۔
ننگی نہاؤ نڑاں کی تے نچوڑنا کی۔ جب امام اعظم نے نماز کا یہ حال کیا ہے۔ تو باقی
اسلام کا ان کے فتووں کے مطابق حال پتلا ہی ہوگا۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۹۳ تا ۹۵)

جواب:

تاریخ ابن خلکان کے حوالہ سے اوپر جو واقعہ ذکر کیا گیا ہے اور پھر اس کے ذریعہ
فقہ حنفی کی جو تحقیر و تذلیل کی گئی ہے یہ عام آدمی کے لیے تو حیران کن ہو سکتا ہے۔
لیکن صاحب علم اس سے فقہ حنفی کی تحقیر نہیں کرے گا۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ فقہی
مذاہب باہم مختلف مسائل کی وجہ سے ممتاز ہیں۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔
ہر ایک کے اپنے اصول و قواعد ہیں۔ پھر ہر ایک فقہ میں کچھ رخصتیں اور رعائتیں ہیں
جن کو سرانجام دینے والا بہر حال ''منکر'' نہیں کہلا سکے گا۔ مثلاً مسافر کے لیے

دوران سفر روزہ نہ رکھنے کی رعایت ہے۔ نوافل میں بیٹھ کر پڑھنے کی رعایت ہے۔ یہ رخصتیں اور رعائتیں مزاج شریعت میں سے ہیں۔ اسی طرح نماز کے بعض فقہی مسائل حنفی اور شافعی وغیرہ کے نزدیک رخصتی بھی ہیں۔ اور کامل طریقہ سے بھی منقول ہیں۔ مذکورہ واقعہ میں قفال مروزی نے فقہ شافعی کے مطابق جو نماز پڑھی۔ اُس کا تذکرہ نہیں عین ممکن بلکہ یہی ہوگا۔ کہ اس نے فقہ شافعی کی نماز ان کے فقہی مسائل میں سے اُن مسائل کے مطابق پڑھی ہوگی۔ جو رعایت اور رخصت پر مبنی نہ تھے۔ اگر رخصتی طریقہ اور جوازی طریقہ سے پڑھ کر دکھاتا۔ تو شاید سلطان محمود فقہ شافعی سے بھی تبرا کر لیتا۔

اب ہم ناظرین کرام کو فقہ جعفریہ کی نماز پڑھ کر دکھائیں۔ تو حیران رہ جائیں گے کہ یہ بھی مسلمان کہلاتے ہیں۔ ذرا دھیان فرمائیں۔ ایک شیعہ نماز پڑھنے سے قبلے پیشاب کرنے گیا۔ اُس نے تھوک سے آلۂ تناسل کا استنجاء کیا۔ بعد ازیں تھوڑا سا چونا لے کر آلۂ تناسل پر لگا کر کپڑے اتار دیے۔ یا چونا نہ لگا سکا۔ تو اُس پر ہاتھ رکھ کر ستر کر لیا۔ اس کے بعد اگر سر ڈھانپنا چاہا۔ تو پیشاب، خون اور منی سے تر کی ہوئی پگڑی سر پر باندھ لی۔ اب اذان کی طرف متوجہ ہوا۔ کھڑے یا بیٹھے قبلہ سے رُخ موڑ کر زوجہ محترمہ سے جماع کرتا ہوا اذان کہتا گیا۔ اذان ہو چکی تو اب نماز کی تیاری مکمل کرنے کے لیے وضو کی طرف متوجہ ہوا۔ وضوء کے لیے پانی کا ایک مٹکا تھا۔ جس میں جانوروں کا پیشاب تھا۔ کتوں کا جھوٹا تھا۔ اس سے وضو کر لیا۔ اب نماز شروع کی۔ اور دوران نماز مذی آلۂ تناسل سے نکل کر ایڑیوں کو سیراب کر گئی اور لوگ اس کی مذی بہتی دیکھ رہے تھے۔ رکوع کیا۔ سجدہ کیا۔ دونوں سجدوں کے بعد پاد مار کر فراغت پائی۔ یہ نماز اگر قفال مروزی سلطان محمود کو پڑھ کر دکھاتا تو کیا خیال ہے۔ سلطان اس کو مسلمانوں کی نماز کہتا۔ نہیں بلکہ ہزار بار ایسی نماز سے توبہ کرتا۔

اب نجفی شیعی سے اس کی اپنی نماز پر تبصرہ لکھوایئے۔ کم از کم انہی الفاظ کے ساتھ جو اُس نے فقہ حنفی کی جوازی نماز کے بارے میں لکھے۔ وہ کیا لکھے گا۔ ہم سے سن لو۔ جس مجتہد اور حجۃ الاسلام نے نماز ایسی اعلیٰ عبادت کی یہ صورت بگاڑ دی اس سے دین و اسلام کے احکام کے متعلق کیا تصور ہوگا۔ ہم نے اس شیعی نماز کو کسی امام کے نام سے نہیں لکھا کیونکہ حضرات ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم دین و اسلام کے ستون اور شرم و حیا کے پیکر تھے۔ وہ ایسی خرافات سوچ بھی نہیں سکتے۔ اس لیے یہ طریقہ جوازی شیخ صدوق وغیرہ کا گھڑا ہوا ہے۔ نماز کے اس نقشہ کو سامنے رکھیے۔ یا کسی "حجۃ الاسلام" کو کہیئے کہ یہ نماز پڑھ کر یا امام بن کر ٹھاکر دکھاؤ۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے۔ اگر نجفی ایسی نماز پڑھانے کے لیے امام بن جائے۔ تو ہندو اور سکھ بھی یہ نظارہ دیکھنے کے لیے امام باڑہ میں آجائیں۔ پانچ وقت یہی ڈرامہ دکھایا جائے۔ تو سینما حال بند ہو جائیں۔ تھیٹر کا بازار مندا ہو جائے۔ اور فقہ جعفریہ کائنات میں دنوں کے اندر پھیل جائے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۲۳

حقیقت فقہ حنفیہ:

بیوی کے رانوں کے محراب میں نماز

بخاری شریف

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَايَ فِي قِبْلَتِهِ فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِي فَقَبَضْتُ رِجْلَيَّ فَإِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا۔

(بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ
علی الفراش جلد اوّل ص ۱۸۲)

ترجمہ:

بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سو جاتی تھی۔ اور میرے دونوں پاؤں حضور کے قبلہ کی طرف میں ہوتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں جاتے

تھے۔ تو میرے پاؤں میں گداز جلوں اکرتے تھے۔ پس میں اس وقت
اپنے پاؤں سمیٹ لیتی تھی۔ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے
تو میں اپنے پاؤں پھر پھیلا دیتی۔

نوٹ:

سنی بھائیوں کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنا چاہیئے۔ پس نماز پڑھتے وقت
بیوی کو سامنے لٹائیں۔ اور اس کی رانوں کو محراب بنائیں
پھر ایک تو بیری سے ہاتھا پائی کے مزے لوٹیں۔ اور دوسرے یہ کہ رب کو بھی راضی کریں
اسی کا نام ہے۔ ہم خرما وہم ثواب۔ سنی بھائیوں کو چاہیئے کہ ہمیں فقہ نعمان پر عمل کرنے
کے لیے مجبور نہ کریں۔ مثل مشہور ہے۔ ٹھک ٹٹ کے کدی نہ چھٹنی ہے۔ فقہ نعمان سے
ہماری توبہ ہے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۹۵)

جواب:

اس اعتراض کے ذریعے نجفی شیعی نے تو ائمہ اہل بیت کو بھی رگڑا دے دیا۔ ویسے اُن
کے نام پر مرنے کی باتیں ہوتی ہیں۔ اُن کی محبت کا دعوٰے کرتے تھکتے نہیں۔ ان کی تعلیمات
کو اپنا دین گردانتے ہیں۔ ان کی بات کو قرآن آیت کے برابر بلکہ اس سے بھی زیادہ اہم
سمجھا جاتا ہے۔ نماز کا یہ مسئلہ یا یہ واقعہ ہماری کتاب میں ہی ہوتا۔ تو کچھ اور بات
تھی۔ بعینہ یہ واقعہ نجفی کے دین کی کتابوں میں بھی موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یا
تو نجفی نماز تک کے مسائل سے نابلد ہے۔ یا اسے اپنی مشہور کتابیں بھی دیکھنی نصیب
نہیں ہوئیں۔ یا بغض و حسد میں ایسا اندھا ہو گیا۔ کہ اپنا بیگانہ سب کو ایک جیسا سمجھنے
لگا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سیدہ عائشہ کا سونا اور نماز کے دوران
پاؤں سمیٹنا وغیرہ کتب شیعہ میں بھی موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

من لا یحضرہ الفقیہ:

وَ رَوٰی جَمِیْلٌ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ السَّلَامُ اَنَّہٗ قَالَ لَا بَأْسَ اَنْ تُصَلِّیَ الْمَرْأَۃُ بِحِذَاءِ الرَّجُلِ وَ ھُوَ یُصَلِّیْ فَاِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ وَ عَائِشَۃُ مُضْطَجِعَۃٌ بَیْنَ یَدَیْہِ وَ ھِیَ حَائِضٌ وَ کَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَسْجُدَ غَمَزَ رِجْلَیْھَا فَرَفَعَتْ رِجْلَیْھَا حَتّٰی یَسْجُدَ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اوّل
ص ۱۵۹ تا ۱۶۰ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جمیل نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ۔ فرمایا۔ کہ اگر کوئی عورت مرد کے سامنے کھڑی ہو کر نماز پڑھے۔ اور وہ مرد بھی نماز پڑھ رہا ہو۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بحالتِ حیض آپ کے سامنے لیٹی ہوئی ہوتی تھیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرنے کا ارادہ فرماتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاؤں پر ہاتھ مارتے۔ اس وقت وہ پاؤں سمٹ لیتیں۔ حتیٰ کہ آپ سجدہ سے فارغ ہو جاتے۔

بعینہٖ یہ روایت فروع کافی جلد سوم ص ۲۹۹ پر بھی موجود ہے۔ اور اس کتاب کا مصنف نے جو باب باندھا ہے۔ وہ یہ ہے۔ باب المرأۃ تصلی بحذاء الرجل۔ ان

دونوں کتابوں میں یہ واقعہ من وعن موجود ہے۔ اب اس واقعہ پر نجفی نے جو حاشیہ آرائی کی۔ یعنی یہ کہ سنی لوگوں کو چاہیئے کہ نماز پڑھتے وقت اپنی بیوی کو سامنے لٹا لیں اس سے ہاتھا پائی کے مزے لوٹیں۔ اور رب کو بھی راضی کریں الخ یہ کفریہ کلمات اس نے اس لیے کہے۔ کہ مذکورہ واقعہ بخاری شریف میں تھا۔ اور بخاری شریف سنیوں کی کتاب ہے اب جبکہ یہی واقعہ شیعوں کی کتابوں میں بھی مذکور ہے۔ بلکہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ سے ایک استدلال بھی فرمایا۔ تو یہ مسئلہ شیعہ کتب میں ہونے کی وجہ سے شیعوں کا بھی ہوگیا۔ اب سنی شیعہ دونوں فقہ میں "بیوی کے رانوں کے محراب میں نماز" پڑھنا درست ہوگیا۔

نجفی نے "لوٹ" کے اندر سب سے پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑایا۔ اور اس کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا بھی تمسخر اڑا دیا۔ کیونکہ انہوں نے اسی واقعہ سے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ بیوی سامنے لیٹی ہو۔ تو نماز پڑھنا جائز ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو شامل نہ کریں۔ پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا مذاق اڑانا یقیناً کفر ہے۔ ایسے شخص کے لیے "حجۃ الاسلام" کی بجائے "حجۃ الکفر" لقب بہت فٹ ہے۔

بخاری شریف اور من لایحضرہ الفقیہہ وغیرہ میں صرف اتنا مذکور ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ کرنے سے قبل حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاؤں میں گدگدی کی۔ اور انہوں نے پاؤں سمیٹ لیے۔ لیکن نجفی نے اس کو "بیوی سے ہاتھا پائی کے مزے" بنا دیا۔ یعنی (معاذ اللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسی بکواس کی۔ کہ اس کے کہنے سے ایمان کا رہ جانا ناممکن ہے۔

"سنی بھائیوں کو چاہیئے کہ ہمیں فقہ نعمان پر عمل کرنے کے لیے مجبور نہ کریں" ہمیں مجبور کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور پھر تم جیسے بدمذہب اور بے دین

کو فقہ نعمان برداشت کیسے کر سکتی ہے۔ فقہ جعفریہ ہی ہے کہ جس نے ایسے یکتا کو سینہ سے لگایا ہوا ہے۔ اگر شیعوں میں غیرت ہوتی۔ اور حضرات ائمہ اہل بیت کا تھوڑا سا بھی پاس ہوتا۔ تو اس مسئلہ پر غنی کو کربلا پہنچا دیتے۔ لیکن آن پر بھی شاباش۔ کہ انہوں نے اس کی بجائے اسے "حجۃ الاسلام" کا لقب دے دیا۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

اعتراض نمبر ۲۴

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں ہاتھ باندھنے کے بارے میں بھانت بھانت کے فتوے

اس مسئلہ میں اہل سنت نے خوب قلا بازیاں کھائی ہیں۔ آیئے ہم آپ کو ہاتھ باندھنے کے بارے میں گلشن احکام کی سیر کرائیں۔

بحرالزخار الجامع

پہلا حکم تو یہ ہے: وَ ضَعُ الیَدِ عَلَی الیَدِ بَعْدَ التَّکْبِیرِ غَیْرُ مَشْرُوْعٍ وَ یَبْطِلُہَا حالت نماز میں ہاتھ پر ہاتھ رکھنا شرع شریعت کے مخالف ہے۔ اور اس فعل سے نماز باطل ہے۔

(بحر الزخار الجامع لمذاہب علماء الامصار جلد اول ص ۲۴۰ مولف احمد بن یحیٰی)

بحر الزخار:

اور دوسرا حکم یہ ہے: یُکْرَہُ وَلَا یَفْسُدُ کہ حالت نماز میں ہاتھ باندھنا مکروہ ہے۔ لیکن نماز باطل نہیں۔

(بحر الزخار جلد اوّل ص ۲۴۲)

الھدایہ مع الدرایہ:

تیسرا حکم یہ ہے: إِنَّ مِنَ السُّنَّةِ وَضْعُ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ سنت ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھا جائے ناف کے نیچے۔

(الھدایہ مع الدرایہ کتاب الصلوٰۃ جلد اول ص ۱۰۲ الیضاً در مختار کتاب الصلوٰۃ ص ۲۰۶)

نووی شرح صحیح مسلم:

چوتھا حکم یہ ہے: کہ نماز میں ہاتھ باندھنا مباح ہے۔ اور آدمی کو اختیار ہے۔ خواہ باندھے یا نہ باندھے۔ وَرِوَايَةٌ ثَالِثَةٌ أَنَّهُ مُخَيَّرٌ بَيْنَهُمَا وَلَا تَرْجِيحَ وَبِهَا قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ وَابْنُ الْمُنْذِرِ۔ تیسری روایت یہ ہے کہ ہاتھ باندھنے میں آدمی کو اختیار ہے۔ اور یہی فتویٰ امام اوزاعی اور ابن منذر کا ہے

(نووی شرح صحیح مسلم جلد اص ۱۱۰ باب وضع ید الیمنیٰ)

نووی شرح صحیح مسلم:

پانچواں حکم یہ ہے کہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھے۔ وَعَنْ مَالِكٍ يُرْسِلُهَا
امام مالک ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے۔

۱ (نووی شرح صحیح مسلم جلد ۱ ص ۱۷۳)
۲ (عمدۃ القاری جلد سوم صفحہ ۱۵)
۳ (نیل الاوطار جلد دوم صفحہ ۲۸)
۴ (میزان الکبریٰ جلد ۱ ص ۱۵۰)
۵ (شرح وقایہ جلد اول ص ۸۴)
۶ (ہدایہ مع الدرایہ صفحہ ۱۰۲)
۷ (کنز الاقائق جلد اول ص ۲۱)
۸ (رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ ص ۳۷)

تمام کتب کی کتاب الصلوۃ ملاحظہ ہو۔

امام مالک کے علاوہ دوسرے علماء بھی ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے۔
وَحَكَى ابْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ وَالْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ وَابْنِ سِيْرِيْنَ أَنَّهُ يُرْسِلُهَا۔ ابن منذر بیان کرتا ہے۔ کہ عبداللہ بن زبیر اور حسن بصری اور ابن سیرین نماز ہاتھ کھول کر پڑھتے تھے۔

نیل الاوطار جلد دوم ص ۲۰۸ میں ہے۔ کہ ابراہیم نخعی بھی نماز ہاتھ کھول کر پڑھتے تھے۔ اور لیث ابن سعد بھی نماز ہاتھ کھول کر پڑھتے تھے۔ الخ

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۹۸)

جواب اول:

نجفی نے فقہ حنفی پر اعتراض کرنے کی ٹھانی تھی۔ اس سلسلہ میں ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں۔ کہ فقہ حنفی پر ہر اس اعتراض کا جواب انشاء اللہ دیں گے۔ جو اسی فقہ کی کسی معتبر کتاب کے حوالہ سے نقل کیا جائے گا۔ دوسروں پر اعتراضات کا جواب دینا ہو تو ہم اس کے پابند نہیں اور نہ ہی ہم نے اس کا لزوم اپنے سر لیا ہے۔ مسئلہ زیر بحث کے سلسلہ میں جو تنویر العینین و ہدیۃ المہدی نامی کتابوں کا تذکرہ کیا گیا۔ ان کا فقہ حنفی بلکہ ائمہ اربعہ میں سے کسی فقہ سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ غیر مقلدین کی کتابیں ہیں۔ لہٰذا ان کی عبارت فقہ حنفی پر اعتراض کا کام نہیں دے سکتی۔ اور نہ ہی ہم پر اس کا جواب دینا لازم ہے۔

جواب دوم:

نماز پڑھتے وقت دونوں ہاتھ کھلے چھوڑ دینے پر نجفی نے زور دیا۔ اور اس پر مختلف حضرات کا عمل بھی نقل کیا۔ دیکھو نکہ یہ خود اس کی فقہ کے حق میں جاتا تھا۔ بہر حال ہم اس بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ کہ ہاتھ کھلے چھوڑنا فرض، واجب، سنت یا مستحب کس درجے کا عمل ہے؟ چونکہ یہ طریقہ شیعوں کا ہے۔ اس لیے اُن سے ہی جواب لیجئے۔ "وسائل الشیعہ" میں ایک باب اسی مسئلہ پر باندھا گیا ہے۔ باب کی عبارت یہ ہے۔

بَابُ اِسْتِحْبَابِ اِرْسَالِ الْیَدَیْنِ عَلَی الْفَخِذَیْنِ۔

(جلد چہارم ص ۷۱۰)

یعنی یہ باب اُن روایات کے ذکر کرنے میں ہے۔ جو نماز میں دونوں

ہاتھوں کو رانوں پر کھلا چھوڑ دینے کو مستحب ثابت کرتی ہیں۔ گویا نماز میں کھلے ہاتھ رکھنا فقہ جعفریہ میں مستحب ہے۔ نہ کہ فرض و واجب یا سنت۔ اب مستحب کس درجہ کا عمل ہوتا ہے یہ بھی سن لیجئے۔ مستحب وُہ ہے کہ اس کے کرنے پر ثواب تو ملے لیکن چھوڑتے پر نہ گناہ لازم اور نہ مواخذہ ہو۔ اس تعریف سے معلوم ہوا۔ کہ دوران نماز ہاتھ کھلے رکھنا درست ہے۔ لیکن اگر کوئی ایسا نہیں کرتا (بلکہ باندھ کر نماز پڑھتا ہے۔) تو فقہ جعفریہ کے مطابق اس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ جب گناہ نہیں۔ تو نجفی کے شور مچانے کا کیا مقصد؟ دوسروں پر اعتراض کرو تو کم از کم ایسے کام سے کرو۔ جو تمہارے نزدیک لازم و واجب ہو۔ اُس کے نہ کرنے پر گناہ لازم آتا ہو۔ اور عذاب و عتاب کی احادیث ہوں۔ اگر کسی نے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھ لی۔ تو تمہارے نزدیک بھی درست ہوگئی۔ اس پر سیخ پا ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔ ہاں اگر جوشِ ایمانی تھا۔ تو فرض و واجب کے ترک پر اس کا مظاہرہ کرتے۔ مرد کے لیے ناف سے لے کر زانو تک کے حصہ کا ستر فرض ہے۔ لیکن تمہارے مجتہدین نے صرف آلۂ تناسل کو لے لیا۔ اور بقول اُن کے اس پر بھی ہاتھ رکھ دیا جائے یا چونا لگا دیا جائے۔ تو کوئی بے ستری نہیں۔ اس پر تو نجفی صاحب کے کان پر جُوں تک نہ رینگی۔ اور یُوں اس مسئلہ پر چپ سادھ لی۔ گویا بولنا ہی نہیں آتا۔ "کڑوی تھو تھو۔ اور میٹھی ہپ ہپ" اسے ہی کہتے ہیں۔

جواب سوم:

کوئی اس نجفی شیعی سے پوچھے۔ کہ تمہاری کتاب کا نام "حقیقت فقہ حنفیہ" ہے اور مسئلے فقہ مالکی اور شافعی وغیرہ کے ذکر کر کے پھر بھی "سنی فقہ" کا عنوان دے کر فقہ حنفی پر چسپاں کرتے تمہیں شرم نہیں آتی۔ نجفی دراصل اس بے وقوف کی مانند ہے۔ جس کی سُوئی گھر میں گم ہو گئی تھی۔ اور ڈھونڈ بازار میں رہا تھا۔ کسی نے پوچھا۔

بھائی کیا ڈھونڈ رہے ہو۔ کہا گم شدہ سوئی تلاش کر رہا ہوں۔ پوچھا کہاں گری تھی۔ کہا گھر میں۔ تو یہاں کیوں تلاش کر رہے ہو۔ کہنے لگا۔ گھر میں اندھیرا ہے۔ اور یہاں روشنی ہے۔ بعینہ فقہ حنفی پر اعتراض کرنے کے لیے ان کی کتب سے کچھ نظر نہ آیا۔ تو دوسری فقہ کی باتیں اس پر چسپاں کرنی شروع کر دیں۔ ہم یہ لکھ چکے ہیں۔ کہ جب فقہ چار ہیں۔ تو ان کے مابین کچھ مسائل مختلف ہونے لازمی ہیں۔ جس طرح شیعہ برادری مختلف طبقات میں بکھری پڑی ہے۔ اُن کے اپنے اپنے مسائل ہیں۔ اس حقیقت کے پیش نظر اگر امام مالک یا امام شافعی کا نقطۂ نظر احناف سے نہیں ملتا۔ تو اس میں کیا قباحت ہے۔ لیکن تعجب بالائے تعجب یہ ہے۔ کہ نجفی نے امام مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ صراحت کی۔ کہ آپ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کا فتویٰ دیا کرتے تھے۔ یہ غلط ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب "موطا امام مالک" میں ایک مستقبل باب لکھا ہے۔ جس میں ہاتھ باندھنے کی تائید میں احادیث درج فرمائی ہیں۔ ایک دو احادیث ملاحظہ ہوں۔

موطا امام مالک:

(۱) اَنَّهٗ قَالَ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَاشِئْتَ وَ وَضْعُ الْيَدَيْنِ اَحَدُهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فِي الصَّلٰوةِ يَضَعُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى۔

(۲) قَالَ كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ اَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى۔

(موطا امام مالک ص ۱۴۲۔۱۴۳)

ترجمہ:

امام مالک مُسند طریقہ پر بیان فرماتے ہیں۔ کہ نبوت کے کلام میں سے یہ دو باتیں بھی ہیں۔ جب کوئی بے شرم و بے حیا ہو جائے۔ تو جو مرضی کرتا پھرے۔ اور دورانِ نماز دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھنا

۲۔ فرمایا۔ لوگوں کو یہ حکم دیا جاتا تھا۔ کہ (نماز میں) اپنا دایاں ہاتھ بائیں بازو پر رکھیں۔

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا۔ کہ امام مالک رضی اللہ عنہ کی طرف جو یہ منسوب ہے۔ کہ آپ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کی بات کرتے تھے۔ یہ تو اُن کا ایک قول ہے۔ امام مالک کا مذہب وہی ہے۔ جو ہم نے ان کی کتاب "موطا" سے ابھی اوپر بیان کیا ہے۔ اب دوسرے کے بارے میں بھی ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ:

وَ اجْمَعُوْا عَلٰى اَنَّهٗ يُسَنُّ وَضْعُ الْيَمِيْنِ عَلَى الشِّمَالِ فِى الصَّلٰوةِ اِلَّا فِىْ رِوَايَةٍ عَنْ مَالِكٍ وَهِىَ الْمَشْهُوْرَةُ اَنَّهٗ يُرْسِلُ يَدَيْهِ اِرْسَالًا وَ اخْتَلَفُوْا فِىْ مَحَلِّ وَضْعِ الْيَدَيْنِ فَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ تَحْتَ السُّرَّةِ وَقَالَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِىُّ تَحْتَ صَدْرِهٖ فَوْقَ سُرَّتِهٖ وَعَنْ اَحْمَدَ رِوَايَتَانِ اَشْهَرُهُمَا. وَهِىَ الَّتِىْ اخْتَارَهَا الْخِرَقِىُّ كَمَذْهَبِ

اَبِیْ حَنِیْفَۃَ -

(رحمۃ الامہ جلد اول ص ۴۲ تصنیف
محمد بن عبد الرحمٰن دمشقی
شافعی مطبوعہ مصر طبع قدیم -)

ترجمہ:

فقہاء کرام نے اس بات پر اجماع فرمایا ہے۔ کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر رکھنا سنت ہے۔ صرف امام مالک سے ایک روایت ہے۔ جو مشہور ہے۔ کہ ہاتھوں کو نماز میں کھلا چھوڑے رکھے۔ پھر فقہاء کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ہاتھ کہاں باندھنے چاہیں۔ امام ابو حنیفہ کا کہنا ہے کہ ناف کے نیچے امام مالک اور شافعی سینہ کے نیچے اور ناف کے اوپر کہتے ہیں۔ اور امام احمد بن حنبل سے دو روایتیں ہیں۔ جن میں سے مشہور یہ ہے۔ کہ امام ابو حنیفہ کے مذہب کی طرح باندھے جائیں۔

جواب چہارم:

سینہ پر دوران نماز ہاتھ باندھنا حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ چنانچہ ایک آیت کریمہ کی تفسیر میں آپ نے فرمایا۔

تفسیر مجمع البیان

عَنْ عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَّ مَعْنَاہُ (یعنی فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ) ضَعْ یَدَکَ الْیُمْنٰی عَلَی الْیُسْرٰی

حِذَاءَ النَّحْرِ فِي الصَّلٰوۃِ۔

(مجمع البیان جلد پنجم جزء ۱۰
ص ۵۵۰ مطبوعہ طہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ آیت کریمہ "فصل لربك و انحر،، کا معنی یہ ہے۔ کہ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھو۔ اِس طرح کہ سینہ کے برابر ہو۔

نجفی شیعی نے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کی روایات کو "بھانت بھانت کی بولی" کہا تھا۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے مروی اوپر والی روایت کے متعلق کیا خیال ہے۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ نجفی نے صرف سنی فقہ یا فقہائے اہل سنت کا ہی مذاق نہیں اڑایا۔ بلکہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو بھی معاف نہیں کیا۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

اگر کوئی شیعہ یہ کہے۔ کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے منقول آیت کی تفسیر میں خیانت کی گئی۔ وہ اس طرح کہ اس کی تردید بھی اُسی تفسیر میں موجود ہے۔ فَمِمَّا لَا يَصِحُّ عَنْهُ لِاَنَّ جَمِيْعَ عِتْرَتِهِ الطَّاهِرَةِ قَدْ رَوَاهُ عَنْهُ بِذَالِكَ۔

یعنی آیت کی تفسیر میں حضرت علی کا فرمانا کہ "دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھو" درست نہیں۔ کیونکہ آپ کی تمام اولاد نے آپ سے وہی (ہاتھ کھلے چھوڑنے۔) روایت کیا ہے۔ لہذا خود حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے گھر کے افراد اس کی

مخالفت کرتے ہیں۔ تو یہ تفسیر کیسے مقبول ہو سکتی ہے۔

مجمع البیان کے مصنف نے حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ سے مروی تفسیر پر جو جرح کی ہے۔ وُہ قطعاً قابل قبول نہیں۔ کیونکہ خود حضرات ائمہ اہل بیت کا فرمان ہے کہ ہماری روایات و احادیث میں خود ہمارے شیعوں نے بہت کچھ رد و بدل کر دیا ہے لہٰذا ہماری کسی روایت اور حدیث کو پرکھ لیا کرو کہ اگر وہ قرآن کریم اور سنت مشہورہ کے موافق ہو۔ تو درست ہیں ورنہ ناقابلِ عمل ہیں۔ حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو رجال کشی ص ۱۹۵ جرح قبول نہ ہونے کی ایک وجہ تو یہ ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ کتب اہل سنت میں حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ سے یہ تفسیر موجود ہے۔

نیل الاوطار:

تَفْسِيْرُ عَلِيٍّ وَابْنِ عَبَّاسٍ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى (فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ) بِاَنَّ النَّحْرَ وَضْعُ الْيَمِيْنِ عَلَى الشِّمَالِ فِيْ مَحَلِّ النَّحْرِ وَالصَّدْرِ۔

(نیل الاوطار جلد دوم ص ۲۰۴)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضٰے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فصل لربك وانحر کا یہ معنی کیا ہے۔ کہ نماز پڑھتے ہوئے دایاں ہاتھ بائیں پر سینہ اور نحر کی جگہ پر رکھو۔ تیسری دلیل مجمع البیان کی جرح کے غلط ہونے کی یہ ہے۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ بحوالہ کتب شیعہ پانچوں نمازیں با جماعت مسجد میں ادا فرمایا کرتے تھے (سلیم بن قیس عامری ص ۲۵۳) اور یہ بھی موجود ہے۔ کہ آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

کی اقتداء میں نماز ادا کیا کرتے تھے۔ (تفسیر قمی، سورہ الروم ص ۵۰۳) اب ان باتوں کے پیش نظر کوئی شیعہ ایک آدھ حوالہ ایسا دکھا دے جس میں یہ صراحت ہو۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے یہ نمازیں ہاتھ کھلے رکھ کر ادا فرمائیں۔ تو ہر حوالہ پر منہ مانگا انعام دیں گے۔ چونکہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور پھر مسجد نبوی میں صدیق اکبر کی اقتداء میں ان کا پانچوں نمازیں ادا کرنا کوئی مخفی بات نہیں۔ کہ ایک آدھ آدمی نے دیکھا ہو۔ بلکہ ایک عمومی فعل ہے۔ اس لیے اس فعل کی مناسبت سے ثبوت بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ دورِ صحابہ کرام میں شاید ڈھونڈے سے بھی کوئی ایسا مسلمان ملے۔ جو نماز با جماعت ادا نہ کرتا ہو۔ لہٰذا حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے دیکھنے والوں کی بہت بڑی تعداد ہو گی۔ اتنی بڑی تعداد سے پانچ دس آدمیوں کی روایت نہیں ملتی۔ تو صاف بات ہے۔ کہ آپ بھی ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے رہے تو اس کی شہادت دینے کے لیے جم غفیر ہونا چاہیئے۔ بلکہ ہم اور رعایت دیتے ہیں کہ چلو کثیر تعداد سے ایسی روایت نہ ہی کوئی خبر واحد ہی پیش کر دو۔ جو سند صحیح اور متصل ہو۔ اور اگر کوئی ایک روایت نہیں ملتی۔ تو صاف بات ہے۔ کہ آپ بھی دوسرے صحابہ کرام کی طرح ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے رہے۔ ہاتھ باندھ کر صحابہ کرام کا نماز پڑھنا سند مرفوع اور صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو۔

مسلم شریف:

وائل بن حجر أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ كَبَّرَ وَصَفَ هَمَّامٌ حِيَالَ أُذُنَيْهِ ثُمَّ الْتَحَفَ بِثَوْبِهِ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى

عَلَى الْيُسْرٰى۔

(۱۔مسلم شریف جلد اول ص ۱۷۳، باب وضع
ید الیمنی علی الیسرٰی)
(۲۔مشکوٰۃ شریف باب صفۃ الصلوٰۃ
ص ۷۶)

ترجمہ:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کرتے وقت اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور پھر آپ نے کپڑے سے التحاف کیا۔ پھر اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا۔

بخاری شریف

عن سہل بن سعد قَالَ كَانَ نَاسٌ يُؤْمَرُوْنَ اَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلٰوةِ وَقَالَ اَبُوْحَازِمٍ لَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا يَنْمِيْ ذَالِكَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(بخاری شریف جلد اول ص ۱۰۲
باب وضع الید الخ)

ترجمہ:

حضرت سہل بن سعد کہتے ہیں۔ کہ لوگوں کا حکم تھا۔ کہ نماز میں مرد لوگ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ رکھیں۔ اور راوی ابوحازم کہتے ہیں مجھے یہی علم ہے۔

کہ یہ حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی منسوب کرتے تھے۔ لہٰذا یہ حدیث مرفوع ہے۔

ان دونوں کتابوں کے حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہاتھ باندھا کرتے تھے۔ اور لوگوں کو بھی یہی حکم دیا کرتے تھے۔ اگر یہی صورت تھی۔ تو پھر یہ کیونکر ممکن ہے۔ کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ اس سنّتِ نبوی اور حکم رسول کی مخالفت کرتے ہوئے ہاتھ کھلے چھوڑ کر نماز پڑھتے ہوں۔ مختصر یہ کہ ہم نے کتب شیعہ سے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا ثابت کر دیا ہے۔ اور اس کی دلیل بھی ذکر کر دی۔ اور یہ بھی کہ شیعوں کے پاس حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی ہاتھ کھلے رکھ کر نماز پڑھنے کی کوئی ایک حدیث مسند، مرفوع اور صحیح نہیں ہے۔ لہٰذا ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے والوں کو اعتراض و الزام کا نشانہ بنانا بالکل غلط ہے۔ کتب اہل سنت و کتب اہل تشیع سب میں موجود ہے۔ کہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنی چاہیئے۔ اس متفقہ مسئلہ کی مخالفت میں نجفی شیعی کی کون سنے گا۔ بھانت بھانت کی بولی خود بولتا ہے۔ اور الزام دوسروں پر دھرتا ہے۔

نوٹ:

نجفی نے حقیقت فقہ حنفیہ کے ص ۱۰۰ تا ۱۰۳ لایعنی باتیں ذکر کی ہیں۔ کیونکہ فقہ حنفی کا مسلّمہ مسئلہ ہے۔ کہ نماز میں ہاتھ زیر ناف باندھنا سنت ہے۔ اگر کوئی شافعی المذہب یا مالکی اس قول کے خلاف کہتا ہے۔ تو اُسے حق ہے۔ کیونکہ ہر ایک امام کو اجتہاد کا حق حاصل ہے۔ اس نے جو دُرست سمجھا وہ کہہ دیا۔ ائمہ کا یہ اختلاف "اختلاف امتی رحمۃ" کے ضمن میں آتا ہے نجفی یہی اگر کہتا ہے تو فقہ حنفی میں ہاتھ باندھنے کے بارے میں مختلف اقوال دکھلائے کیونکہ اس کی کتاب کا موضوع بھی یہی ہے۔ لہٰذا ہم نے ان تین صفحات کے اندراجات کو اس قابل نہیں سمجھا۔ کہ ان کے جوابات دیئے جائیں۔ ہاں ایک بات ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ ان صفحات میں نجفی نے "عمدۃ القاری" کی ایک عبارت پیش کی ہے۔ اور لکھا ہے

کہ زیر ناف ہاتھ باندھنے کا یہ فائدہ ہے۔ کہ ایک تو یہ ستر کے قریب ہے۔ دوسرا تہبند کھلنے سے محفوظ رہتا ہے۔ اگر یہ از روئے مذاق کہا گیا۔ تو پھر یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ مذہب شیعہ میں عورت کے لیے سینہ پر ہاتھ باندھنے کا مسئلہ موجود ہے۔ کیا اس کو اس لیے روا رکھا گیا۔ کہ اس طرح اس کی چھاتی چھپ جاتی ہے۔ اس کے پستانوں کا پردہ ہو جاتا ہے اور دل کی دھڑکن کم زیادہ ہونے کی کیفیت کا پتہ چلتا رہتا ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر احناف کے ہاتھ زیر ناف باندھنے سے مذاق کرنا کون سی شرافت ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

اعتراض نمبر ۲۵

حقیقت فقہ حنفیہ:

فقہ حنفی میں امام مسجد کی شان

اہل سنت والجماعت کی معتبر کتاب الدرالمختار کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ۔ ثُمَّ الْاَكْبَرُ رَاْسًا وَالْاَصْغَرُ عُضْوًا۔
حنفی فقہ میں یہ قانون ہے۔ کہ جب ایک مسجد میں جماعت کرانے کی خاطر دو امام موجود ہوں۔ تو زیادہ حق کس کا ہے۔ تو اس کی پہچان کے چند طریقے ہیں۔

۱۔ جس کے پاس مال زیادہ ہو۔ وہ جماعت کرانے کا دوسرے سے زیادہ حقدار ہے۔
۲۔ جس کی شان و شوکت زیادہ ہو۔
۳۔ یا پھر جس کی بیوی زیادہ خوبصورت ہو۔
۴۔ یا پھر جس کا سر بڑا اور عضو تناسل چھوٹا ہو۔

نوٹ:

بتے بتے اور فقہ نعمان (رع) شعر وہ ہے جو نتولو ہار کہتا ہے۔ مثل مشہور ہے۔

دھولی داڑھی تے آٹا خراب کتنا بے شرم ہے وہ مفتی کہ جس نے یہ فتوی دیا ہے. کہ دونوں کا آلۂ تناسل ناپ لو مشکل تو یہ ہے کہ ناپے گا کون کیا اس مفتی کی بیوی یہ خدمتِ دین سرانجام دے گی۔ یا خود نمازی ہی کو چاہیئے. کہ وہ جیب میں ہر وقت ایک پیمانہ رکھے تاکہ ضرورت کے وقت مشکل پیش نہ آئے۔ اور یا وہ دونوں امام ہی ایمانداری سے بتا دیں. کہ کس کا بڑا ہے اور کس کا چھوٹا ہے۔ یہ فلسفہ کسی عقلمند کی سمجھ میں نہیں آیا۔ اگر بالفرض امام مسجد کا آلۂ تناسل بڑا بھی ہو. تو اس سے نمازیوں کو کیا خطرہ ہے۔ بڑا آلۂ تناسل نماز باجماعت یا نماز کی قبولیت میں کوئی رکاوٹ نہیں بن جاتا۔ پس جس طرح آٹھویں مونہہ وچوں لانٹراں دی بُو آوے اسی طرح فقہ حنفی سے بھی بے شرمی اور بے حیائی کی بُو آتی ہے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۰۴)

جواب:

نجفی نے اپنی دیرینہ عادت کے مطابق یہاں بھی "آلۂ تناسل" کی بحث چھیڑ دی۔ جیسا کہ بحثِ استبراء میں کیا تھا مطلب یہ ہے. کہ اس کو عضو سے پیار درثہ میں ملا ہے. کبھی اس کی پیمائش کا حساب بتلا رہا ہے. کہیں اس کے بڑا ہونے کو گھوڑے کے عضو خاص سے تشبیہ دے رہا ہے۔ ردالمختار میں سے جو عبارت اس مقصد کے لیے اس نے پیش کی۔ اُس کا از خود مطلب "آلۂ تناسل" نکالا ہے۔ ورنہ اسی جیسے جن لوگوں نے اس سے مراد یہی عضو لیا تھا. صاحب ردالمحتار نے ان کا رد کیا ہے۔ پہلے ردالمحتار کی اصل عبارت دیکھ لیں۔

ردالمحتار

ثُمَّ الْاَكْبَرُ رَأْسًا الخ لِاَنَّهُ يَدُلُّ عَلٰى

كِبَرِ الْعَقْلِ يَعْنِيْ مَعَ مُنَاسَبَةِ الْاَعْضَاءِ لَهٗ وَاِلَّا فَلَوْ فَحَشَ الرَّأْسُ كِبَرًا وَ الْاَعْضَاءُ صِغَرًا كَانَ دَلَالَةً عَلٰى اِخْتِلَالِ تَرْكِيْبِ مِزَاجِهِ الْمُسْتَلْزِمِ لِعَدَمِ اِعْتِدَالِ عَقْلِهٖ وَفِيْ حَاشِيَةِ اَبِي الْمَسْعُوْدِ وَ قَدْ نُقِلَ عَنْ بَعْضِهِمْ فِيْ هٰذَا الْمَقَامِ مَالَا يَلِيْقُ اَنْ يُذْكَرَ فَضْلًا عَنْ اَنْ يُكْتَبَ وَكَانَهٗ يُشِيْرُ اِلٰى مَا قِيْلَ اِنَّ الْمُرَادَ بِالْعُضْوِ الذَّكَرُ۔

(رد المحتار جلد اول ص ۵۵۸ مطبع مصر طبع جدید)

ترجمہ:

ثم الاکبر راسا والاصغر عضوا یعنی پھر اس شخص کو امام بنایا جائے جس کا سر بڑا ہو۔ اور عضو (بقیہ) چھوٹے ہیں۔ بڑے سر والے کو امام بنانے کی وجہ یہ ہے کہ سر بڑا ہونا دراصل عقل کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ سر کے بڑے ہونے کے ساتھ یہ بھی دیکھا جائے گا۔ کہ اس کی بڑائی بقیہ اعضاء کے مناسبت سے ہو۔ اگر صرف سر کا بڑا ہونا ہی معتبر ہو۔ تو پھر بہت بڑا سر اور بقیہ اعضاء چھوٹے ہونے کی صورت میں یہ حالت اس امر پر دلالت کرے گی۔ کہ اس بڑے سر والے شخص کی ترکیب مزاجی میں بگاڑ ہے۔ اور مزاج کا بگاڑ عقل کی خفت اور کمزوری پر دلالت کرتا ہے۔ ابوالمسعود کے حاشیہ میں ہے۔ اور بعض سے اس مقام پر کچھ ایسی باتیں منقول ہیں۔ جو قابل تذکرہ نہیں چہ جائیکہ ان کو تحریر میں لایا

جائے۔ یہ کہہ کر گویا اُس طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جو کسی نے "عضو" سے مراد آلۂ تناسل لیا تھا۔

ردالمحتار کے اس حوالہ سے بات معلوم ہوگئی۔ کہ "اصغر عضوا" سے مراد وہ نہیں جو نجفی اور اس کے ہم نوا لیتے ہیں۔ لہٰذا نجفی کا یہ کہنا کہ ردالمحتار میں ایسا امام بنانے کی بات ہے۔ جس کا آلۂ تناسل چھوٹا ہو۔ بالکل غلط اور بہتان ہے۔ صاحبِ ردالمحتار نے اس قول کی تردید کی ہے اور نجفی شیعی نے اسی پر حاشیہ آرائی کی ہے کبھی پیمانہ تھما دیا کبھی بیوی سے پیمائش کروائی۔ اور کہیں خود بتانے کو کہا۔ کس قدر پیار ہے اس عضو سے اسے ہی نہیں بلکہ اس کے بڑوں کو بھی اس سے قلبی لگاؤ تھا۔ حتیٰ کہ نماز ایسی عبادت میں بھی اس نے لاتعلقی گوارا نہ کی۔ اور اس سے پیار و محبت اور چھیڑ چھاڑ کی اجازت ان کے امام نے دے دی۔ ہم نجفی کی طرح جھوٹ نہیں بولتے۔ ان کی کتاب سے کہہ رہے ہیں۔ آپ بھی دیکھ لیں۔

وسائل الشیعہ:

عن معاویة بن عمار قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الرَّجُلِ يَعْبَثُ بِذَكَرِهِ فِي صَلٰوةِ الْمَكْتُوبَةِ فَقَالَ لَا بَأْسَ

(وسائل الشیعہ جلد چہارم ص ۱۲۷۶ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

معاویہ بن عمار کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا۔ جو فرضی نماز میں

اپنے آلۂ تناسل سے چھیڑ چھاڑ کرتا ہے۔ (کیا اس کی نماز میں کوئی کراہت وغیرہ ہے یا نہیں؟)
امام صاحب نے فرمایا۔ (مزے لو) کوئی حرج نہیں۔
ہم اسی لیے کہتے ہیں کہ اسس سے پیار کنجی وغیرہ کو درپرو میں ملا ہے۔ اگر مزید تسلی کرنا ہو تو وسائل الشیعہ کے دباب عدم بطلان الصلوۃ بمس الفرج من الرجل ولا من المرأۃ،، میں درج روایات کو دیکھ لیں۔ گستاخان صحابہ کی نمازوں کے یہی حال ہوا کرتے ہیں۔ انہیں خشوع وخضوع کے قریب نہیں آنے دیا جاتا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نماز کا یہ عالم کہ انہیں دورانِ نماز اپنی ذات بھی یاد نہ ہوتی تھی جسم کے چبھا ہوا تیر نکال لیا گیا لیکن انہیں خبر تک نہ ہوئی اور یہاں کے نام نہاد محب اوران کے فدائی شیعہ دوران نماز اگر ان کے آگے سے عورت گزرے۔ تو اسے نہیں چھوڑتے۔ خود ان کی زبانی سنیئے۔

وسائل الشیعہ:

عَنْ مَسْمِعٍ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقُلْتُ اَكُوْنُ اُصَلِّيْ فَتَمُرُّ بِيَ الْجَارِيَةُ فَرُبَمَا ضَمَمْتُهَا اِلَيَّ قَالَ لَا بَأْسَ۔

(وسائل الشیعہ جلد چہارم ص ۱۲۷۲
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:
مسمع کہتا ہے۔ کہ میں نے ابوالحسن سے پوچھا۔ کہ میں نماز پڑھتا ہوں اور ایک چھوکری میرے پاس سے گزرتی ہے۔ تو کبھی یوں ہوتا ہے۔ کہ میں دورانِ نماز اس کو چھاتی سے لگا لیتا ہوں۔ (اس بارے میں کیا حکم ہے؟) فرمایا کوئی حرج نہیں۔

صاحب ردالمحتار نے یا علمائے احناف نے جو امامت کے لیے شرائط اولویت لکھی ہیں۔ اُن کا مقصد نماز میں اطمینان قلب کا حاصل کرنا ہے۔ نہ کہ نجفی کی ذہنیت۔ اسی ضمن میں ایک ارشاد یہ ہے۔ کہ جس کی بیوی خوبصورت ہو۔ وہ مقدم ہے۔ نجفی نے اس کا مذاق اڑایا، اور لکھا۔ کہ امام کو امامت کرانے سے پہلے نمازیوں کو اپنی بیوی دکھانی چاہیئے الخ یہ نجفی کی ذہنیت ہے۔ ورنہ صاحب ردالمحتار نے اس کی جو وضاحت کی۔ وہ یہ ہے کہ جب عوام کو امام کے ذوی الارحام اور مستوراتِ خانہ سے کسی طرح یہ معلوم ہو۔ کہ فلاں آدمی کی بیوی دوسرے سے اچھی اور خوبصورت ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا۔ کہ اُس امام کی توجہ کسی عورت کی طرف نہ ہوگی۔ لہٰذا یکسوئی اور خشوع وخضوع سے نماز ادا کرنے کے زیادہ مواقع ہوں گے۔ صاحب ردالمحتار کے یہ الفاظ یہ ہیں۔

لِاَنَّہٗ یَکُوْنُ غَالِبًا اَحَبَّ لَھَا وَاَعَفَّ لِعَدَمِ تَعَلُّقِہٖ لِغَیْرِھَا۔

ترجمہ:

یعنی خوبصورت ہونے کی وجہ سے امام اپنی بیوی سے ہی محبت کرے گا۔ اور اس کو چھوڑ کر غیر سے تعلق نہیں رکھے گا۔

مختصر یہ کہ حضرات علمائے احناف نے نماز میں خشوع وخضوع کی ہر ممکن صورت بہم پہنچانے کے طریقے بتلائے۔ لیکن نجفی شیعی کو نماز میں یہ پسند نہیں۔ اس لیے نہ اُسے اپنے ائمہ کے اقوال کی پروا ہے۔ اور نہ حق کی پہچان۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۲۶

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بدعتیں نکالیں

حقیقت فقہ حنفیہ میں نجفی نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات کو بھی ہدف تنقید بنایا۔ تنقید کے لیے یہ واقعہ پیش نظر رکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں لوگوں کو نماز تراویح پڑھنے کا حکم دیا۔ اور جب لوگوں کو نماز باجماعت پڑھتے دیکھا تو کہا۔ نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ۔ یہ بدعت بہت اچھی ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اسلام میں بدعتیں نکالیں۔ ص ۱۰۴، ۱۰۵

جواب:

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اسلام میں بدعتیں ایجاد کرنے والا کہنا اور پھر اس کی تائید میں درج بالا واقعہ پیش کرنا جہالت کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ کیونکہ اس نے نجفی نے قارئین کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ کہ "بدعت" ہر بُری رسم کا نام ہے لیکن وُہ اس سے بے خبر یا متجاہل ہے۔ کہ شیعہ سنی دونوں کے ہاں "بدعت" کی دو اقسام ہیں۔ ایک حسنہ اور دوسری سیئہ۔ بدعت حسنہ وہ جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایجاد تو ہو۔ لیکن قرآن و حدیث کے خلاف نہ ہو۔ بلکہ اس کا کوئی اصل کتاب و سنت

میں پایا جاتا ہو۔ اور بدعتِ حسنہ کے بارے میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً حَسَنَۃً فَلَہٗ اَجْرُھَا وَ اَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا۔ جس نے بھی اسلام میں کوئی اچھا نیا طریقہ نکالا۔ تو اُس کو اُس کے شروع کرنے کا ثواب اور اُن تمام لوگوں کا مجموعی ثواب ملے گا۔ جو اس پر عمل پیرا ہوں گے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اس ”بدعتِ حسنہ“ کو دورِ عثمانی میں جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دیکھا اور مسجدوں کو نمازیوں سے بھرا ہوا پایا۔ تو فرمایا۔

شرح ابن حدید:

وَ قَدْ رَوَی الرُّوَاۃُ اِنَّ عَلِیًّا عَلَیْہِ السَّلَامُ خَرَجَ لَیْلاً فِیْ شَھْرِ رَمَضَانَ فِیْ خِلَافَۃِ عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانَ فَرَایَ الْمَصَابِیْحَ فِی الْمَسَاجِدِ وَ الْمُسْلِمُوْنَ یُصَلُّوْنَ التَّرَاوِیْحَ فَقَالَ نَوَّرَ اللّٰہُ قَبْرَ عُمَرَ کَمَا نَوَّرَ مَسَاجِدَنَا۔

(شرح ابن حدید جلد سوم ص ۱۸۰
مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ:

بہت سے راویوں نے روایت کیا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ رمضان المبارک کی ایک رات گھر سے باہر تشریف لائے۔ یہ خلافتِ عثمانی کی بات ہے۔ آپ نے مسجدوں میں چراغ روشن دیکھے۔ اور

مسلمانوں کو (باجماعت) نماز تراویح پڑھتے دیکھا۔ تو دعا کرتے ہوئے فرمایا
اے اللہ! عمر بن الخطاب کی قبر کو روشن کر دے۔ جس طرح انہوں
نے ہماری مسجدوں کو منور کر دیا۔

حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لیے اس
بدعت کو دیکھ کر دعا کی۔ کیا آپ نے اسے "بری بدعت" سمجھا۔ جو نجفی نے قارئین کو بتلانے
کی کوشش کی۔ صاف بات ہے۔ کہ اگر یہ بدعت بری ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ
اس کے بانی کے حق میں دعا کی بجائے بددعا کرتے۔ جیسا کہ ہم تحریر کر چکے ہیں۔ کہ بدعت
حسنہ ایک اعتبار سے "سنت" ہی ہوتی ہے۔ اسی بنا پر اسے حضرات ائمہ اہل بیت
نے بھی اپنایا۔ حالانکہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی رمضان میں لگاتار نماز تراویح
باجماعت ادا نہیں فرمائی۔ اگر نجفی کے نظریہ کے تحت تراویح باجماعت "بدعت سیئہ"
ہے۔ تو اس بدعت سے ائمہ اہل بیت بھی محفوظ نہیں۔ ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ:

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَتَبَ رَجُلٌ
اِلٰى اَبِيْ جَعْفَرَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَسْئَلُهُ عَنْ
صَلٰوةِ نَوَافِلِ شَهْرِ رَمَضَانَ وَعَنِ الزِّيَادَةِ
فِيْهَا فَكَتَبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَيْهِ كِتَابًا قَرَأْتُهُ
بِخَطِّهٖ صَلِّ فِيْ اَوَّلِ شَهْرِ رَمَضَانَ فِيْ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً عِشْرِيْنَ
رَكْعَةً وَ صَلِّ مِنْهَا مَا بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعَتَمَةِ
ثَمَانِيَ رَكْعَاتٍ وَ بَعْدَ الْعِشَاءِ اِثْنَتَيْ عَشَرَةَ
رَكْعَةً وَفِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ ثَمَانِيَ رَكْعَاتٍ

بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَ الْعَتَمَةِ وَ اِثْنَتَيْنِ وَعِشْرِيْنَ رَكْعَةً بَعْدَ الْعَتَمَةِ

(وسائل الشیعہ جلد پنجم صفحہ ۱۸۳
کتاب الصلوۃ ابواب نافلہ
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حسن بن علی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کو لکھ کر پوچھا۔ کہ رمضان شریف میں نفلی نماز کتنی پڑھنی چاہیئے اور اس میں کیا کچھ زیادہ کرنا چاہیئے۔ آپ نے اُسے ایک جواب تحریر فرمایا۔ میں نے وہ بعینہٖ خط خود پڑھا۔ لکھا تھا۔ رمضان شریف کے شروع کی بیس راتوں میں بیس رکعت نماز اس طرح پڑھو۔ کہ مغرب اور عشاء کے درمیان آٹھ رکعت اور عشاء کے بعد بارہ رکعت۔ اور رمضان شریف کے آخری دس دنوں کی راتوں میں مغرب اور عشاء کے درمیان آٹھ رکعت اور بائیس رکعت بعد عشاء پڑھا کرو۔

اس حوالہ سے معلوم ہوا۔ کہ نماز تراویح باجماعت اور رمضان شریف میں لگاتار پڑھنا صرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ایجاد نہ تھی۔ یا یہ بدعت سیئہ نہ تھی۔ ورنہ حضرات ائمہ اہل بیت اس کو ہرگز نہ اپناتے اسلام میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اگر بدعتیں ایجاد کیں۔ تو انہی بدعتوں کا ارتکاب اہل بیت کرام کے امام نے بھی کیا۔ لہذا دونوں ایک جیسے سلوک کے مستحق ہیں۔ اگر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ملعون ٹھہرے

تو ائمہ اہل بیت کیوں نہیں۔ اور اگر ائمہ اہل بیت ثواب کے مستحق ہیں۔ تو حضرت فاروق اعظم محروم کیوں؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

☆

اعتراض نمبر ۲۷

حقیقت فقہ حنفیہ

سنّی فقہ میں نمازی کے مصلّٰی کی شان

حنفی فقہ میں ہے۔ اگر کتے کی کھال رنگی ہوئی ہو۔ تو اس پر نماز پڑھنا جائز ہے۔ (تحفہ اثنا عشریہ کید ۱۰۳ ص ۹۴)

نوٹ:

کچھ بھر کے داڑھی پٹی۔ نعمان صاحب نے تو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کا غازخراب ہی کر دیا ہے۔ بقول حنفیوں کے اگر کتے کی کھال رنگنے سے پاک ہے۔ تو پھر پاکستان چونکہ ایک غریب ملک ہے اور اسے زرمبادلہ کی بہت ضرورت ہے۔ لہٰذا حنفی مدارس کے کارکن اپنے ملک کی خدمت کریں۔ اور کتے کی کھالیں بھی رنگ کر دوسرے ممالک کو سپلائی کریں۔ اس مبارک کاروبار میں انشاء اللہ ملوانے امیر و کبیر ہو جائیں گے۔ کتا نجس ہے۔ اور اس کی کھال رنگنے سے پاک نہیں ہوتی۔ نماز مومن کی معراج ہے۔ جب حنفی کتے کی کھال کے مصلّٰی پر کھڑے ہوں گے۔ تو ڈبل معراج ہو جائے گی۔ اور یہ نماز قیامت کے دن پہلے پہل ہی قبول ہو گی۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۰۵، ۱۰۶)

جواب:

جواب سے پہلے ایک وضاحت سن لیں۔ اہل سنت کے نزدیک جانوروں میں سے نجس العین صرف سؤر ہے۔ اس کی کوئی چیز بھی پاک نہیں اور نہ ہو سکتی ہے۔ کتا نجس ہے لیکن نجس العین نہیں ہے۔ اور قاعدہ دراصل ہمارے ہاں یہ ہے کہ نجس العین کو چھوڑ کر باقی ہر جانور کی کھال دباغت (رنگنے) سے پاک ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود کہ دغابت کے ذریعہ کتے کی کھال بھی نجس نہ رہی۔ اس پر نماز ادا کرنا اچھا نہیں سمجھا گیا۔ نجفی نے اس مسئلہ کو بھی مذاق کا رنگ دیا۔ اور پنجابی کہاوت سے اسے اور رنگ چڑھانے کی کوشش کی حنفیوں نے کتے کی کھال کو دباغت کے بعد پاک کیا۔ ذرا اپنے گھر کی خبر بھی ہے۔ تمہارے امام تو سؤر کے بالوں کی رسی بٹ کر اور اس کی کھال کا ڈول بنا کر تمہیں پانی پلا چکے ہیں۔ اگر وہ کچھ بہرے داڑھی پٹی،، ہم پر لاگو ہے۔ تو آپ کے اس الزام کی روشنی میں آپ کے امام تو داڑھی سے بالکل محروم ہو جائیں گے۔ حوالہ سنیئے۔

من لایحضرہ الفقیہ:

وَ قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَام ...... وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يُسْتَقَى الْمَاءُ بِحَبْلٍ اتُّخِذَ مِنْ شَعْرِ الْخِنْزِيرِ ... وَ سُئِلَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَام عَنْ جِلْدِ الْخِنْزِيرِ يُجْعَلُ دَلْوًا يُسْتَقَى بِهِ الْمَاءُ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِهِ۔

(من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص۹ فی المیاہ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص خنزیر کے بالوں سے بٹی ہوئی رسی کے ساتھ پانی پلاتا ہے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام موصوف سے ہی پوچھا گیا۔ کہ اگر کوئی شخص خنزیر کے چمڑے کا ڈول بنا کر اس سے پانی نکال کر پیتا ہے۔ فرمایا۔ کوئی حرج نہیں ہے۔

نجفی صاحب! امام صادق نے تمہارے لیے کیسا ڈول اور کیسی رسی (لیج) تیار کی۔ امام کو بھی معلوم تھا۔ کہ یہ لوگ اسی کے قابل ہیں۔ جس منہ سے حضرات صحابہ کرام اور ازواج مطہرات کے بارے میں نازیبا الفاظ نکلیں۔ اس میں خنزیر کے ڈول کا پانی ہی جانا بہتر ہے۔ ہماری مانیئے۔ آج سے علی الاعلان عہد کیجئے۔ کہ ہم اپنی ہر شادی کرنے والی عورت کے جہیز میں یہ "قیمتی" اور "بے مثال" تحفہ دیں گے۔ آخر اس جواز کی عملی صورت تم نہیں کرو گے تو اور کون "ملاڈلا" کرے گا۔

قارئین کرام! علاوہ ازیں گزشتہ اوراق میں آپ یہ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ کہ اہل تشیع کے مذہب میں کتا اور سور مرنے اور مارنے سے پہلے دونوں پاک وطاہر ہوتے ہیں۔

المبسوط:

قَالَ اِنَّمَا يُنَجَّسُ الْخِنْزِيْرُ وَ الْكَلْبُ بِالْقَتْلِ وَ الْمَوْتِ ۔ (المبسوط جلد ۶ ص ۲۷۹)

اب یہ معمہ نجفی ہی حل کرے گا۔ کہ خنزیر جب تک زندہ ہے۔ وہ پاک ہے۔ اور جب مر جائے تو بروایت مبسوط نجس ہو گیا۔ اب امام جعفر صادق نے خنزیر کی کھال کا ڈول اور اس کے بالوں کی رسی سے پانی پینے کی اجازت دی۔ یہ سور کی زندگی میں تو ناممکن ہے۔ کیونکہ اس کی کھال اتار دی جائے۔ اور پھر وہ زندہ رہے۔ ناممکن ہے تو مرے ہوئے کی کھال کوئی حجۃ الاسلام اور مجتہد وغیرہ اتارے گا۔ اب وہ کھال کیسے پاک ہو گئی۔ اور اس میں پڑا ہوا پانی پاک وطاہر کیونکر ہو گیا؟ اسکا حل یا تو یہ ہے۔ کہ خنزیر جس طرح زندگی میں ان کے نزدیک پاک تھا۔ مرنے کے بعد بھی ویسا ہی پاک ہے۔ تو اس کی کھال کے ڈول میں پانی پئیں۔ اسے مصلیٰ بنائیں۔ کیا حرج ہے۔ اور یا یہ حل کہ مرنے کے بعد جس طرح نجس ہو گیا۔ اسی طرح زندگی میں بھی تھا۔ لیکن امام کے قول کو ٹھکرانا پڑے گا۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۲۸

حقیقت فقہ حنفیہ:

سُنی فقہ میں روزہ کی شان

مشکوٰۃ شریف:

سُنی فقہ میں ہے۔ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَمُصُّ لِسَانَ عَائِشَةَ فِی الصَّوْمِ۔

(مشکوۃ شریف باب تنزیہ الصوم
جلد اول ص ۱۴۸)

ترجمہ:

کہ رسول کریم حالتِ روزہ میں بی بی عائشہ کی زبان چوستے تھے۔

نوٹ:

سُنی فقہ نے بے چارے اسلام پر کیا جھرلو پھیرا ہے۔ فتاوٰی قاضی خان کتاب الصوم میں ہے۔ کہ امام اعظم کا فتوٰے ہے۔ کہ روزہ کی حالت میں بغیر ضرورت کے یا کسی اور خاص مجبوری کے منہ میں پانی نہ ڈالا جائے۔ لیکن دین کے بادشاہ نے فقہ نعمان کو اپنی محبوبہ بیوی پر قربان کر دیا۔ اور روزہ کی حالت میں اپنی پیاری بیوی

عائشہ کی زبان چوستا رہا۔ اگر فقہ حنفی درست ہوتی۔ تو نبی کریم ہرگز بی بی عائشہ کی تھوک روزہ کی حالت میں اپنے منہ میں نہ لیتے۔

جواب:

اس اعتراض کو ہم کس پہلو سے دیکھیں۔ عجیب ہرزہ سرائی اور بکواس ہے۔ شروع اعتراض میں ایک حدیث ذکر کی گئی۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بحالتِ روزہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبان چوسنے کا ذکر ہے۔ کیا نجفی کو اس واقعہ پر اعتراض ہے؟ یا اس واقعہ سے جو مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔ وہ اسے پسند نہیں۔ مسئلہ یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کی زبان چوسنا جائز ہے۔ اگر واقعہ پر اعتراض ہے۔ تو اس کا ثبوت سند اور اس کے رجال سے دیا جاتا ہے۔ لیکن نجفی نے نہ اس کی سند پر اعتراض کیا۔ اور نہ اس کے راویوں میں سے کسی پر جرح کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اصل واقعہ پر اعتراض نہیں۔ بلکہ اس سے ثابت مسئلہ پر اعتراض ہے۔ ہم انشاء اللہ یہی مسئلہ کتب شیعہ سے بھی دکھائیں گے۔ اور اگر اعتراض کے "نوٹ" والی عبارت کو دیکھیں۔ تو اس فتاوی قاضی خان سے ایک مسئلہ بیان کیا گیا ہے جو یہ ہے۔ کہ روزہ کی حالت میں بغیر ضرورت و مجبوری منہ میں پانی نہیں ڈالنا چاہیے کیا یہ مسئلہ نجفی کو اچھا نہیں لگا؟ شاید اس کا خیال ہو۔ کہ یہ مسئلہ فقہ حنفی کا ہے۔ اس لیے پسند نہیں۔ لیکن یہ ناپسند بلا دلیل ہے۔ اور اگر مطلب یہ ہے۔ کہ مسئلہ غلط ہے درست مسئلہ یہ ہے۔ کہ روزہ دار بغیر ضرورت کے اور مجبوری کے بھی منہ میں پانی ڈال سکتا ہے۔ لیکن اس نے اس کی وضاحت کی نہیں۔

"نوٹ" کے آخری حصہ پر نظر ڈالیں۔ تو عجیب منطق بکھری نظر آتی ہے۔ وہ یہ کہ دین کے بادشاہ نے فقہ نعمان ... کو قربان کر دیا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

ابو حنیفہ کا مسئلہ نہیں مانا۔ ابو حنیفہ یہ کہتے رہے۔ کہ بغیر ضرورت منہ میں پانی مت ڈالو لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فقہ نعمان کو تسلیم نہ کیا۔ گویا نجفی شیعی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امتی اور ابو حنیفہ کو پیغمبر بنا کر حضور کو ابو حنیفہ کا مسئلہ نہ ماننے والا قرار دیا۔ ہزار بار لعنت لاکھوں مرتبہ پھٹکار اس منطق پر۔ کوئی کافر سے کافر بھی یہ نہیں کہہ سکتا۔

اور آخری بات یہ کہ فقہ حنفی کا مسئلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے خلاف ہے حنفی فقہ ضرورت اور مجبوری کے بغیر منہ میں پانی ڈالنے کی اجازت نہیں دیتی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلا ضرورت اور بغیر مجبوری کے عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبان چوس رہے ہیں۔ یعنی آپ کے منہ میں پانی ڈالنا اور زبان چوسنا ایک ہی بات ہے۔ فقہ حنفی اگر یہ کہتی کہ روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کی زبان چوسنا روزہ کو فاسد کر دیتا ہے تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شریف اس کی تردید کے لیے پیش کرنا مفید ہوتا۔ یا فقہ حنفی نے پانی منہ میں ڈالنا ناپسند کیا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بلا ضرورت اور بغیر مجبوری پانی منہ میں ڈالنا ثابت ہوتا تو پھر سنی فقہ مورد الزام ہوتی۔

ہاں اگر چہ اہل سنت کی کتابوں میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اس عمل سے جو مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔ اور نجفی کو اس پر اعتراض ہے۔ تو بموجب عہد ہم تمہاری کتابوں سے اس مسئلہ کا ثبوت دکھائے دیتے ہیں۔

وسائل الشیعہ:

عَنْ عَلِیِّ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ اَخِیْہِ مُوْسیٰ بْنِ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ سَاَلْتُہٗ عَنِ الرَّجُلِ الصَّائِمِ اَلَہٗ اَنْ یَّمُصَّ لِسَانَ الْمَرْاَۃِ اَوْ تَفْعَلَ الْمَرْءَۃُ ذَالِكَ؟ قَالَ لَا بَاْسَ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۷ ص ۷۲)۔ (تہذیب الاحکام جلد ۴ ص ۳۲۰)

ترجمہ:

میں نے امام موسٰے کاظم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا۔ کہ ایک مرد روزہ رکھ کر اپنی بیوی کی زبان چوستا ہو۔ یا عورت اپنے خاوند کے ساتھ ایسے کرے۔ (تو کیا روزہ میں کوئی خرابی آتی ہے؟) فرمایا کوئی حرج نہیں ہے۔

یہ مسئلہ امام موسٰے کاظم رحمۃ اللہ علیہ کو کیسے ہاتھ آیا۔ لازمًا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شریف ہی اس کی بنیاد ہے۔ اس لیے نجفی کا اس مسئلہ کو مذاق بنانا قطعًا درست نہیں۔ اس سے ایک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین نکلتی ہے۔ جو کفر ہے۔ اور دوسرا اپنے ائمہ کی بات کا مذاق اڑانا اور وہ بھی کفر سے کم نہیں ہے۔

(فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ)

اعتراض نمبر ۲۹

حضرت عمرؓ روزہ کی حالت میں ایک کنیز سے ہم بستری کرتے تھے

حقیقت فقہ حنفیہ

حضرت عمر صاحب روزہ کی حالت میں ایک کنیز سے ہم بستری کرتے تھے۔ (کنز العمال کتاب الصوم جلد ۸ ص ۳۲۷)

نوٹ:

فاروق اعظم زندہ باد سنی بھائیوں کو چاہیے تھا۔ کہ مذکورہ نیکی کے صدقے میں عمر صاحب کو نبی مانتے تو بے چارے شیعہ لوگ ان کا کیا بگاڑ سکتے۔ بات اصل یہ ہے۔ کہ جب خود نبی کریم بقول سنی فقہ کے روزہ کی حالت میں بیوی کی زبان چوستے تھے۔ تو ان کے مایۂ ناز خلیفہ نے ذرا ایک قدم اور آگے رکھ لیا۔ اور کنیز سے بحالتِ روزہ ہم بستری کرلی۔ تو اس میں آخر حرج ہی کیا ہے۔ اور ایسی باتوں سے حنفیوں کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۰۶، ۱۰۷)

جواب:

نجفی شیعی نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق وہ کنز العمال، سے روایت پیش کرنے میں دیرینہ عادت سے مجبور ہو کر فریب دینے کی کوشش کی ہے۔ وہ کنز العمال، میں کہیں بھی " لونڈی،، کا تذکرہ نہیں۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ

نجفی کو کہاں سے لونڈی مل گئی۔ البتہ ایک روایت اور مضمون کی ملتی ہے جس میں رمضان شریف کی سحری کے وقت اپنی بیوی سے جماع کا ذکر ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

کنزالعمال:

عَنْ عُمَرَ قَالَ لَوْ اَدْرَكَنِي النِّدَاءُ وَ اَنَا بَيْنَ رِجْلَيْهَا لَصُمْتُ۔

(کنزالعمال جلد ۸ ص ۶۲۹ مطبوعہ حلب طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے اپنی بیوی کے جماع کرنے کے دوران اگر اذان فجر سنائی دے۔ تو میں (فوراً علیحدہ ہو جاؤں اور) روزہ کی نیت کر کے روزہ رکھ لوں۔

قارئین کرام! کنزالعمال میں لونڈی سے دوران روزہ ہم بستری کرنے کا کوئی واقعہ نہیں۔ اس کے باوجود کہ اپنی طرف سے یہ واقعہ گھڑا۔ اس پر بھی خباثت کا اظہار کیا۔ ایک مومن کا دل اس سے کانپ اٹھتا ہے۔

"جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بقول سنی فقہ کے روزہ کی حالت میں بیوی کی زبان چوستے تھے۔ تو اُن کے ایڈ ناز خلیفہ نے ذرا ایک قدم اور آگے رکھ لیا۔ اور کنیز سے بحالت روزہ ہم بستری کر لی"

اس سے قبل ہم نے یہ ثابت کر دکھایا ہے۔ کہ حضرت امام موسےٰ کاظم بھی دوران روزہ۔ بیوی کی زبان چوسنے کی اجازت دے رہے ہیں۔ اس لیے نجفی نے سنی فقہ کا نام لے کر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑایا۔ اور جس وجہ سے مذاق کیا۔ وہی وجہ امام موسیٰ کاظم کے اندر بھی موجود ہے۔ لہٰذا امام موسےٰ کاظم کا بھی مذاق اڑایا اور

پھر اس مذاق کو اور بڑھا دیا۔ اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو حضور کا خلیفہ ہونے کی حیثیت سے تمسخر کا نشانہ بنایا۔ وہ بھی ایک فرضی واقعہ سے فقہ حنفیہ کو بدنام کرنے چلا۔ اور ساتھ ہی فقہ جعفریہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اگر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ پر اعتراض ہے۔ جو ابھی ہم نے کنز العمال سے ذکر کیا ہے۔ اور فقہ حنفی کو اس کی وجہ سے بدنام کرنا چاہا ہے تو ایسا مسئلہ فقہ جعفریہ میں بھی موجود ہے۔ ملاحظہ ہو حوالہ

المبسوط:

فَاِنْ طَلَعَ عَلَيْهِ الْفَجْرُ وَهُوَ مُجَامِعٌ وَ لَمْ يَعْلَمْ اَنَّ الْفَجْرَ قَرِيْبٌ فَنَزَعَ فِي الْحَالِ مِنْ غَيْرِ تَلَوُّمٍ صَحَّ صَوْمُهُ۔

(المبسوط فی فقہ الامامیہ جلد اول ص ۲۷۴ کتاب الصوم مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: اپنی بیوی سے ہم بستری کرتے ہوئے اگر صبح صادق ہو جائے اور جماع کرنے والا نہ جانتا ہو کہ صبح قریب ہے۔ پھر اسی وقت علیحدہ ہو جائے۔ مزید وقت صرف نہ کرے۔ تو اس کا روزہ صحیح ہے۔

یہ اس کتاب کا حوالہ ہے۔ جس کا مصنف محقق طوسی مجتہد شیعہ مسلک کی صحاح اربعہ میں سے دو کا مصنف ہے۔ اب نجفی شیعی ہی بتلائے۔ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس فعل اور محقق طوسی کے اس مسئلہ میں کیا فرق ہے۔ اگر اس مسئلہ کی وجہ سے فقہ حنفی پر اعتراض ہوتا ہے۔ تو پھر اس مسئلہ سے فقہ جعفریہ بھی نہیں بچ سکتی۔ لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ محقق طوسی نے روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے ہم بستری کرنے کی اجازت دی ہے اور یہ قرآن و حدیث کی مخالفت ہے۔ اور واضح کفر ہے۔ وغیرہ ذالک۔

÷

اعتراض نمبر ۳۰

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ کا ابطال :

حقیقت فقہ حنفیہ : بخاری شریف :

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ۔

(بخاری شریف کتاب الصوم جلد ۱ ص ۲۵۸)

ترجمہ :

بی بی عائشہ فرماتی ہیں۔ کہ حضور پاک روزہ کی حالت میں (اپنی بیویوں کو) چومتے بھی تھے۔ اور دوسرے طریقوں سے لطف اندوز بھی ہوتے تھے۔ اور مباشرت بھی کرتے تھے۔

نوٹ :

بلے بلے بخاری شریف۔ فتاوی قاضی خان کتاب الصوم میں لکھا ہے۔ کہ امام اعظم کا فتوی ہے۔ کہ روزہ کی حالت میں بیوی کو گلے لگانا مکروہ ہے۔ اور سعید بن جبیر کا فتوی ہے۔ کہ روزہ کی حالت میں بیوی کا بوسہ لینا یا اور کوئی بھی لذت حاصل کرنا اس سے روزہ باطل ہو جاتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا۔ کہ امام اعظم کے فتوے کی روشنی میں جب نبی کریم اپنی پیاری بیوی عائشہ صاحبہ کو پیار کرتے تھے۔ تو روزہ باطل کر بیٹھتے تھے۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۰۰)

جواب :

ذرا بے عقوفی ملاحظہ ہو۔ کہ امام اعظم کے فتوے کی روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا روزہ باطل کس طرح ہو گیا۔ کوئی نجفی سے پوچھے۔ کہ روزہ کے باطل ہونے کا (صورت مذکورہ میں) قول امام اعظم کا تم نے نقل کیا ہے۔ یا سعید بن جبیر کا۔ بدحواسی کا یہ عالم ہے۔ کہ چند سطریں پیچھے لکھی ہوئی اپنی عبارت بھی یاد نہیں۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا فتویٰ تم نے یہ ذکر کیا۔ کہ روزہ کی حالت میں بیوی کو گلے لگانا وہ مکروہ کہتے ہیں۔ کیا امام اعظم رضی اللہ عنہ کا دو مکروہ،، فرمانا بہر صورت ہے۔ یعنی اس صورت میں بھی کہ جب نفس مطمئن ہو اور بوس بازی اور گلے ملنے سے مزید خطرے سے محفوظ ہو۔ اور اس صورت میں بھی کہ یہ خطرات موجود ہوں۔ امام اعظم کا فتوٰی دراصل ان خطرات کے پیش نظر ہے۔ اور یہ مسئلہ صرف فقہ حنفی کا ہی نہیں۔ فقہ جعفریہ بھی اسے تسلیم کرتی ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ :

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَّہٗ سُئِلَ ھَلْ یُبَاشِرُ الصَّائِمُ اَوْ یُقَبِّلُ فِیْ شَھْرِ رَمَضَانَ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْہِ فَلْیُتَنَزَّہْ مِنْ ذَالِکَ اِلَّا اَنْ یَثِقَ اَنْ لَا یَسْبِقَہٗ مَنِیُّہٗ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۷ ص ۰، کتاب الصوم مطبوعہ قم جدید)

(۲۔ لمعہ دمشقیہ جلد دوم ص ۱۳۲ مطبوعہ قم جدید)

ترجمہ:

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ کہ کیا روزہ دار (اپنی بیوی سے) مباشرت کر سکتا ہے۔ اور بوس و کنار کر سکتا ہے۔ جب کہ روزہ بھی رمضان شریف کا ہو۔ تو فرمایا مجھے ایسے شخص سے خوف آتا ہے کہ کہیں وہ روزہ توڑ نہ دے لہذا) اس کو بچنا چاہیئے۔ ہاں اگر اُسے اپنی ذات پر وثوق ہے۔ کہ اس طرح کرنے سے منی نہیں نکلے گی۔ تو کوئی حرج نہیں۔

"وسائل الشیعہ" میں بعینہ وہی الفاظ اور وہی مسئلہ ہے۔ جو بخاری شریف میں ذکر کیا گیا۔ اگر ایک عام آدمی رمضان شریف کا روزہ رکھ کر اپنی بیوی کے ساتھ مباشرت اور بوسہ بازی کرتا ہے۔ جبکہ وہ مطمئن ہو۔ تو امام محمد باقر اُسے جائز کہتے ہیں۔ اور جب یہی بات امام بخاری رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذکر کرے۔ تو نجفی کے پیٹ میں درد قولنج اٹھ جاتا ہے۔ ایک عام آدمی کے لیے یہ مسئلہ کہاں سے لیا گیا؟ ظالم نے یہ بھی نہ سوچا۔ کہ اصل پر اعتراض کر کے اپنے امام کے مسئلہ پر یقین کیسے رہے گا۔ گویا نجفی کے ذہن میں شاید یہ بات ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) جب ایسا کرتے تھے تو آپ اگلے خطرات سے مطمئن نہ ہوتے تھے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم:

بخاری شریف میں مذکورہ واقعہ سے اخذ کردہ مسئلہ وسائل الشیعہ میں آپ نے ملاحظہ کیا۔ ان دونوں میں مباشرت اور تقبیل کا ذکر ہے۔

لیکن قربان جائیں فقہ جعفریہ پر! ادھر تو ان دونوں باتوں پر اعتراض کیا جارہا ہے اور ادھر روزہ رکھ کر رنگ رلیاں کرنے پر ان کے کان پر جُوں تک نہ رینگی

(حوالہ ملاحظہ ہو)

وسائل الشیعہ:

قَالَ وَ سَأَلْتُهُ عَنِ الرَّجُلِ هَلْ يَصْلُحُ لَهُ وَ هُوَ صَائِمٌ فِيْ رَمَضَانَ اَنْ يُقَلِّبَ الْجَارِيَةَ فَيَضْرِبُ عَلٰى بَطْنِهَا وَ فَخِذِهَا وَ عَجُزِهَا قَالَ اِنْ لَمْ يَفْعَلْ ذَالِكَ بِشَهْوَةٍ فَلَا بَأْسَ بِهٖ وَ اَمَّا بِشَهْوَةٍ فَلَا يَصْلُحُ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۷ ص ۷۱)

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ ایک شخص نے رمضان شریف کا روزہ رکھا ہوا ہو۔ اور پھر اپنی لونڈی کو اوپر نیچے کرے کبھی آلہ تناسل اس کے پیٹ پر پھیرے کبھی اس کی ران میں اور کبھی اس کے چوتڑوں میں داخل کرے۔ (تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟) فرمایا۔ اگر یہ سب کچھ شہوت کے بغیر کرتا ہے۔ تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن شہوت کے ساتھ درست نہیں ہے۔

لمحہ فکریہ:

نجفی نے بخاری شریف میں مذکور لفظ "یُبَاشِرُ" کا معنی کیا ہے دوسرے طریقوں سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ اس لفظ کا یہ معنی کرکے بتانا یہ چاہا۔ کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (معاذاللہ) اپنی بیویوں کے بوسہ لینے کے علاوہ لطف اندوزی کے دوسرے طریقے اپنایا کرتے تھے۔

گویا لطف اندوزی کے ایک طریقہ یعنی بوسہ لینے اور دوسرے طریقے اختیار کرنے کے باوجود روزہ نہیں ٹوٹتا۔ یہ "لطف اندوزی"، کہاں سے آگئی؟ یہی لفظ وسائل شیعہ میں موجود ہے۔ لیکن اس پر امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی ذات پر کوئی اعتراض نہ کیا گیا۔ بلکہ دوسری روایت میں جب ایک شیعہ روزہ رکھ کر اپنی بیوی (شیعنی) کے پیٹ پر کبھی ران پر اور کبھی گانڈ میں "متہر یعنی آلہ تناسل پھیرتا اور رگڑتا ہے۔ تو نجفی اطمینان سے بیٹھ جاتا ہے۔ حضور صلی علیہ وسلم سے دشمنی، آپ کی ازواج سے دشمنی اور آپ اصحاب سے دشمنی۔ بھلا اس کے بعد بھی "مومن"، ہونے کا دعوے کرتے ہو۔ فقہ حنفی کا مذاق اڑاتے اڑاتے فقہ جعفریہ کا بھی "کونڈا"، کر گیا۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

اعتراض نمبر ۲۱

جانوروں سے وطی روزہ نہیں توڑتی

حقیقت فقہ حنفیہ: الہدایہ کتاب الصوم:

إِذَا نَظَرَ إِلَى امْرَأَةٍ فَأَمْنَى لَا تَفْسُدُ صَوْمُهُ

(الهدایه کتاب الصوم)

ترجمہ:

کہ انسان جب کسی خوبصورت عورت کو دیکھے۔ اور اس کی منی نکل آئے تو روزہ باطل نہیں ہوگا۔

فتاوی قاضی خان:

إِذَا جَامَعَ بَهِيمَةً أَوْ مَيْتَةً أَوْ نَكَحَ يَدَهُ وَلَمْ يُنْزِلْ لَا تَفْسُدُ صَوْمُهُ۔

اگر کوئی شخص کسی چوپائے یا مردہ عورت سے زنا کرے یا مشت زنی کرے۔ اور اس کی منی خارج نہ ہو۔ تو ان تینوں صورتوں میں اس کا روزہ باطل نہیں ہوگا۔

(فتاوی قاضی خان کتاب الصوم جلد ۱ ص ۹۸)

نوٹ:

کیا کہنا فقہ حنفی کا کہ جس میں روزہ کی حالت میں خواہ حیوان سے وطی کرے

خواہ مُردے سے زنا کرے خواہ ہاتھ سے زنا کرے خواہ عورت کو شہوت سے دیکھنے پر منی نکل آئے۔ خواہ بحالت روزہ میں بیوی کی زبان چوستا رہے۔ خواہ سنت فاروقی کے مطابق کنیز سے ہم بستری کرتا رہے۔ روزہ نہیں ٹوٹتا۔ یہ روزہ روز قیامت جہنم کی آگ سے بچانے کے لیے ڈھال ثابت ہوگا۔ حق یہ ہے کہ مذکورہ تمام باتیں فقہ حنفیہ کی خرافات ہیں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۰۷، ۱۰۸)

جواب:

مشہور بات ہے۔ کہ کتے کی دُم سو سال تک بھی بھاری پتھر کے نیچے دبی رہے جب پتھر اُٹھے گا۔ تو وہ ٹیڑھی کی ٹیڑھی ہوگی۔ کچھ یہی معاملہ نجفی شیعی کا بھی ہے۔ اِسے تو مذاق اڑانا ہے۔ اور یہی اس کی شیعی فطرت ہے۔ قرآن سامنے آئے، صاحب قرآن سامنے آئے۔ امام سامنے آئے۔ ان کے فرمان ہوں۔ مجال ہے کوئی اس سے بچ کر نکل جائے۔ اور یہ بھی اسے بخوبی علم ہے۔ کہ ایسا مذاق "کفر" ہوتا ہے مختصر یہ کہ اعتراض بالا میں ہدایہ اور فتاوٰی قاضی خان کے حوالہ جات سے جو مسائل ذکر کیے گئے اور پھر اُن پر مذاق اڑایا گیا۔ وہی مسائل فقہ جعفریہ میں موجود ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تہذیب الاحکام:

فَاِنْ اَمْنٰی الرَّجُلُ مِنْ نَظَرٍ اَوْ کَلَامٍ مِنْ غَیْرِ مُبَاشَرَۃٍ لَمْ یَکُنْ عَلَیْہِ شَیْءٌ یَدُلُّ عَلٰی ذٰالِکَ مَارَوَاہُ .... اَلْحُسَیْنُ بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ عَلِیٍّ عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنْ رَجُلٍ کَلَّمَ اِمْرَاَۃً فِیْ

شَهْرِ رَمَضَانَ وَهُوَ صَائِمٌ فَامْنىٰ فَقَالَ لَا بَأْسَ

(۱۔ تہذیب الاحکام جلد چہارم ص ۲۷۲ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ مبسوط جلد اول ص ۲۷۲ کتاب الصوم مطبوعہ تہران جدید)

(۳۔ الاستبصار جلد دوم ص ۸۳ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

ابوالحسن فرماتے ہیں۔ کہ اگر کسی شخص کی کسی عورت کو دیکھنے سے یا اس کے ساتھ گفتگو کرنے سے منی نکل آئی۔ لیکن مباشرت نہ کی ہو۔ تو اس پر کوئی (جرمانہ وغیرہ) شے نہیں ہے۔ اس مسئلہ پر وہ روایت دلالت کرتی ہے۔ جسے حسین بن سعید نے قاسم اس نے علی اور اس نے ابوبصیر سے روایت کیا۔ ابوبصیر کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ کہ ایک شخص نے رمضان شریف روزہ کی حالت میں ایک خوبصورت عورت سے گفتگو کی۔ اور اس کی منی نکل آئی۔ (اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟) فرمایا کوئی گناہ نہیں ہے۔

المبسوط:

فَاَمَّا اِذَا اَدْخَلَ ذَكَرَهٗ فِيْ فَرْجِ بَهِيْمَةٍ اَوْ حَيَوَانٍ اٰخَرَ فَلَا نَصَّ فِيْهِ فَيَنْبَغِيْ اَنْ يَكُوْنَ

اَلْمَذْهَبُ اَلاَ يَتَعَلَّقَ بِهٖ غُسْلٌ لِعَدَمِ الدَّلِيْلِ الشَّرْعِيِّ عَلَيْهِ وَ الاَصْلُ بَرَاءَةُ الذِّمَّةِ

(المبسوط جلد اول ص۲۸ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جب کسی مرد نے کسی چارپایہ کے فرج میں اپنا آلہ تناسل داخل کیا۔ یا کسی بھی حیوان کے ساتھ ایسا کیا۔ تو اس بارے میں ہمارے مذہب شیعہ میں کوئی نص موجود نہیں۔ پس مذہب یہ ہونا چاہیئے کہ ایسا کرنے والے پر غسل کا حکم نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس حکم کی کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔ اور اصل یہ ہے۔ کہ جہاں تک ہو سکے۔ کسی کو بری الذمہ ہی قرار دیا جائے۔

وسائل الشیعہ:

عَنْ عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الرَّجُلِ يَأْتِي الْمَرْاَةَ فِيْ دُبُرِهَا وَ هِيَ صَائِمَةٌ قَالَ لَا يَنْقُضُ صَوْمَهَا وَ لَيْسَ عَلَيْهِ غُسْلٌ۔

(وسائل الشیعہ جلد اول ص۴۸۱ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے مرد کے بارے

میں فتوے دیا۔ جس نے روزہ دار عورت کی دُبر میں اپنی خواہش پوری
کی۔ فتویٰ یہ دیا۔ کہ اس سے اس عورت کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ اور اس
گانڈ مارنے والے پر بھی غسل لازم نہ ہوگا۔

"حق یہ ہے۔ کہ مذکورہ تمام باتیں "فقہ حنفی" کی خرافات ہیں" ہم پوچھتے ہیں۔
کیا یہی حق فقہ جعفریہ میں نظر آیا۔ اور اس کی خرافات اچھی لگی ہیں۔ فقہ حنفی کی خرافات
تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ہیں۔ اور فقہ جعفریہ کی مذکورہ خرافات ابھی تو امام جعفر صادق
رضی اللہ عنہ کی بنیں گی۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے حسد و بغض میں نجفی اس قدر بے بس اور
بدحواس ہوگیا۔ کہ اسے اپنی فقہ اور اپنا امام بھی راستہ میں نظر نہ آئے۔ اندھے کی لاٹھی کی طرح
سبھی کو ایک ہی فطرت کے تحت ہانک رہا ہے۔ جب اسے اپنے مذہب اور اپنے
ائمہ کا پاس نہیں۔ تو دوسروں کی عزت اور قدر اس سے کب متوقع ہو سکتی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۲۲

حالت روزہ میں دبر میں انگشت ڈالنا جائز ہے

حقیقت فقہ حنفیہ: فتاوی قاضی خان:

لَوْ اَدْخَلَ اِصْبِعَهٗ فِیْ دُبُرِہٖ لَا تَفْسُدُ صَوْمُهٗ

(فتاوی قاضی خان کتاب الصوم)

ترجمہ:

اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں اپنی گانڈ میں انگلی داخل کرے۔
تو اس کا روزہ باطل نہیں ہوگا۔

نوٹ: فقہ نعمان تیرے قربان۔ لوانوں کے مزے بن گئے۔ بے شک سارا دن روزے کی حالت میں پمپنگ کریں۔ روح نعمان کے لیے الٹا فاتحہ پڑھیں۔ اور موج کریں (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۷۶)

جواب:

فتاوی قاضی خان کی عبارت سے نجفی کو جو کھلی ہوئی ہے اور فقہ نعمان پر غصہ نکالا ہے۔ یہاں تو صرف مرد کے متعلق مسئلہ ہے۔ ذرا اپنی کتابوں کو بھی دیکھا ہوتا۔ وہاں مرد اور عورت دونوں کو پمپنگ کرنے کی اجازت امام صاحب نے عطا فرمائی ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ:

عن محمد بن الحسن الحسین عن ابیہ
قَالَ كَتَبَ اِلٰى اَبِى الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
مَا تَقُوْلُ فِى اللُّطَفِ يَسْتَدْخِلُهُ الْاِنْسَانُ
وَ هُوَ صَائِمٌ فَكَتَبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا بَأْسَ
بِالْجَامِدِ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۷ صفحہ ۲۶
كتاب الصوم الخ)
(۲۔ الاستبصار جلد دوم صفحہ ۸۳
مطبوعات تہران طبع جدید)

ترجمہ: محمد بن حسن کہتا ہے۔ کہ میں نے ابوالحسین کی طرف لکھا کہ آپ کا اس انسان کے بارے میں کیا فتویٰ ہے۔ جو حالتِ روزہ میں کسی چیز کو اپنی شرمگاہ میں داخل کرتا ہے۔ فرمایا کوئی بھی جامد (سخت) چیز روزہ کو خراب نہیں کرتی۔

ملاحظہ فکریہ: فقہ حنفی میں "انگلی" کا ذکر تھا۔ یہاں تو کُھلی چھٹی ہو گئی۔ کوئی بھی سخت اور خشک چیز ہے کہ اگر کوئی شیعہ مرد یا عورت اپنی اپنی شرمگاہ میں گھما پھرا کر دیکھتا ہے کہ کہاں تک پہنچی ہے چاہے پورا بازو اندر کی سیر کر آئے۔ تب بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا چاہے گانڈ پھٹ جائے۔ اب پورا چالیس پاروں والا قرآن پڑھ کر پہنچاؤ ثواب اس کو جس نے تمہارا یہ بھلا کیا۔

÷

اعتراض نمبر ۳۳

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں حج کی شان

بخاری شریف:

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ مُسَيَّبٍ قَالَ اخْتَلَفَ عَلِيٌّ وَعُثْمَانُ فِي الْمُتْعَةِ فَقَالَ عَلِيٌّ مَا تُرِيْدُ اِلَّا اَنْ تَنْهٰى عَنْ اَمْرٍ فَعَلَهُ النَّبِيُّ۔

(بخاری شریف کتاب الحج باب التمتع جلد اوّل ص ۱۴۲)

ترجمہ:

جناب امیر اور عثمان کا متعۃ الحج میں اختلاف ہوا۔ مولا علی نے فرمایا کہ عثمان تیرا ارادہ صرف یہ ہے۔ کہ تو اس عبادت سے روکے جسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سرانجام دیا۔

نوٹ:

بخاری شریف کے اس باب میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ عمران بن حصین بیان کرتا ہے تَمَتَّعْنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَ الْقُرْاٰنُ

قَالَ رَجُلٌ بِرَأْيِہٖ مَا شَاءَ کہ ہم نے متعۃ الحج رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کیا ہے۔ قرآن میں اس کا حکم ہے۔ اور وہ مرد (عمر صاحب) اپنی رائے سے جو دل میں آیا کہتا رہا۔

مذکورہ دونوں حوالوں سے معلوم ہوا کہ متعۃ الحج اسلام میں جائز ہے۔ نبی کریم اور ابوبکر کے زمانہ میں مسلمان اسے کرتے رہے۔ لیکن عمر صاحب نے اپنی اس خاص مرض کی وجہ سے لوگوں کو اس کے کرنے سے روک دیا۔ جیسا کہ تفسیر کبیر جلد سوم ص ۱۹۵ پ آیت متعہ نیز شرح ابن الحدید جلد دوم ص ۲۴۲ باب مطاعن عمر طعن ۹ میں لکھا ہے۔ رُوِیَ عَنْ عُمَرَ اَنَّہٗ قَالَ فِیْ خُطْبَتِہٖ مُتْعَتَانِ کَانَتَا عَلٰی عَہْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا اَنْہٰی عَنْہُمَا وَ اُعَاقِبُ عَلَیْہِمَا عمر صاحب نے اپنے ایک خطبے میں کہا کہ دو متعہ (یعنی متعۃ النساء، متعۃ الحج) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جائز تھے۔ اور اب میں ان دونوں سے منع کرتا ہوں۔ اور ان کے بجالانے پر سزا دیتا ہوں۔ فقہ نعمان تیرے قربان جاواں۔ دین اللہ کا ہے اور اسی کا اختیار ہے۔ کہ وہ کسی چیز سے روکے نہ روکے۔ بچارے عمر صاحب کس باغ کی مولی۔ کہ انہیں اللہ کے دین میں دخل اندازی کا حق حاصل ہو گیا۔

جواب:

نجفی شیعی نے مذکورہ اعتراض کے لیے شرح ابن حدید اور تفسیر کبیر کا حوالہ دیا حوالہ درج کرنے میں خیانت برتی گئی۔ کہ ان الفاظ کے ساتھ ہی ان دونوں کتابوں کے مصنفین نے ان کا جواب جو لکھا نجفی اُسے شیرِ مادر سمجھ کر پی گیا۔ وہ سمجھتا تھا۔ کہ اگر بعد والی عبارت عوام کے سامنے آ گئی۔ تو بے ایمانی کھل جائے گی۔ اور میری "حجۃ الاسلامی" خطرے میں پڑ جائے گی۔ ان دونوں کتب کا جواب ملاحظہ ہو۔

تفسیر کبیر:

اِنَّ عُمَرَ اَضَافَ النَّهْيَ عَنِ الْمُتْعَةِ اِلٰى نَفْسِهٖ قُلْنَا قَدْ بَيَّنَّا اَنَّهٗ لَوْ كَانَ مُرَادُهٗ اَنَّ الْمُتْعَةَ كَانَتْ مُبَاحَةً فِيْ شَرْعِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَنَا اَنْهٰى عَنْهُ لَزِمَ تَكْفِيْرُهٗ وَ تَكْفِيْرُ كُلِّ مَنْ لَمْ يُحَارِبْهُ وَ يُنَازِعْهُ وَيُفْضِيْ ذَالِكَ اِلٰى تَكْفِيْرِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ حَيْثُ لَمْ يُحَارِبْهُ وَلَمْ يَرُدَّ ذَالِكَ الْقَوْلَ عَلَيْهِ وَكُلُّ ذَالِكَ بَاطِلٌ فَلَمْ يَبْقَ اِلَّا اَنْ يُقَالَ كَانَ مُرَادُهٗ اَنَّ الْمُتْعَةَ كَانَتْ مُبَاحَةً فِيْ زَمَنِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَنَا اَنْهٰى عَنْهَا لِمَا ثَبَتَ عِنْدِيْ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسَخَهَا وَعَلٰى هٰذَا التَّقْدِيْرِ يَصِيْرُ هٰذَا الْكَلَامُ حُجَّةً لَنَا فِيْ مَطْلُوْبِنَا وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ۔

(تفسیر کبیر جلد دوم ص ۴۵ زیر آیت متعہ۔ مطبوعہ مصر طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے متعۃ الحج کی نہی کی نسبت اپنی طرف کی۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر اس سے اُن کی مراد یہ تھی کہ متعۃ الحج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں مباح اور جائز تھا۔ اور میں (عمر) اس

سے منع کرتا ہوں۔ تو اس (جرأت) پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تکفیر لازم تھی اور ہر اس شخص کی بھی تکفیر لازم تھی جس نے ان کے خلاف لڑائی نہ کی اور یہ تکفیر حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ تک بھی پہنچ جائے گی۔ کیونکہ یہ سب کچھ جانتے ہوئے انہوں نے نہ تو عمر بن الخطاب سے جنگ کی۔ اور نہ ہی ان کا قول اُن پر رد کیا۔ حالانکہ یہ تمام باتیں باطل ہیں۔ لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کا مفہوم یہی نظر آتا ہے۔ کہ متعۃ الحج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مباح تھا۔ اور اب میں اس سے اس لیے منع کر رہا ہوں۔ کیونکہ میرے پاس ثبوت ہے۔ کہ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منسوخ فرما دیا تھا۔ حضرت عمر کے قول کی یہ تفسیر سامنے آنے سے آپ کا یہ کلام ہمارے مطلوب کے لیے ہمارے حق میں حجت بن جائے گا۔

شرح ابن حدید:

قَوْلُهُ مُتْعَتَانِ كَانَتَا عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَنْهٰى عَنْهُمَا وَأُعَاقِبُ عَلَيْهِمَا..... وَهٰذَا اللَّفْظُ قَبِيْحٌ لَوْ صَحَّ الْمَعْنٰى فَكَيْفَ إِذَا فَسَدَ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِمَنْ يُشَرِّعُ فَيَقُوْلُ هٰذَا الْقَوْلَ وَلِأَنَّهُ يُوْهِمُ مُسَاوَاةَ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجَابَ قَاضِي الْقُضَاةِ فَقَالَ إِنَّهُ إِنَّمَا عَنٰى بِقَوْلِهِ وَأَنَا أَنْهٰى عَنْهُمَا وَأُعَاقِبُ عَلَيْهِمَا كَرَاهِيَّةً لِذٰلِكَ وَتَشَدُّدُهُ فِيْهِ مِنْ حَيْثُ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عَنْهُمَا بَعْدَ اَنْ كَانَ تَاخَّرَ اَيَّامُهُ مِنْهُمَا بِذَالِكَ
عَلَى حُصُوْلِ النَّسْخِ فِيْهِمَا وَتَغَيُّرِ الْحُكْمِ
لِاَ نَّا نَعْلَمُ اَنَّهٗ كَانَ مُتَّبِعًا لِلرَّسُوْلِ مُتَدَيِّنًا
لِلْاِسْلَامِ فَلَا يَجُوْزُ اَنْ تَحْمِلَ قَوْلَهٗ عَلٰى
خِلَافِ مَا تَسَاتَرَ مِنْ حَالِهٖ وَحُكِيَ عَنْ اَبِيْ عَلِيٍّ
اَنَّ ذَالِكَ بِمَنْزِلَةِ اَنْ يَقُوْلَ اِنِّيْ اُعَاقِبُ مَنْ
صَلّٰى اِلٰى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ وَاِنْ كَانَ صَلّٰى
اِلٰى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ فِيْ حَيَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاعْتَمَدَ فِيْ تَصْوِيْبِهٖ
عَلٰى كَفِّ الصَّحَابَةِ عَنِ النَّكِيْرِ عَنْهُ وَادَّعٰى
اَنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنْكَرَ
عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ اِحْلَالَ الْمُتْعَةِ وَرُوِيَ عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْرِيْمُهُمَا
فَاَمَّا مُتْعَةُ الْحَجِّ فَاِنَّمَا اَرَادَ مَا كَانُوْا
يَفْعَلُوْنَ مِنْ فَسْخِ الْحَجِّ لِاَنَّهٗ كَانَ يَحْصُلُ
لَهُمْ عِنْدَهٗ التَّمَتُّعُ وَلَمْ يُرِدْ بِذَالِكَ التَّمَتُّعَ
الَّذِيْ يَجْرِيْ مَجْرٰى تَقَدُّمِ الْعُمْرَةِ وَ
اِضَافَةِ الْحَجِّ اِلَيْهَا بَعْدَ ذَالِكَ لِاَنَّهٗ جَائِزٌ
لَمْ يَقَعْ فِيْهِ قَبِيْحٌ۔

(شرح نہج البلاغہ ابن حدید
جلد ۳ ص ۱۲۷ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول کہ دو متعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ اقدس میں مباح تھے ۔ اور میں ان سے منع کرتا ہوں۔ اور اُن پر سزا دوں گا۔ ان الفاظ کا معنی اگر صحیح ہو۔ تو بھی یہ الفاظ قبیح ہیں۔ چہ جائے کہ جب فاسد ہو۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان اشخاص میں سے نہیں ہیں۔ جنہیں شریعت میں ردّ و بدل کا اختیار ہو۔ اور پھر اس مقام کے ہوتے ہوئے وہ یہ لفظ کہتے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ ان الفاظ کے مفہوم سے یہ وہم پڑتا ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پلہ قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا اس عبارت کا جواب قاضی القضاۃ نے یُوں دیا۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس کی نہی کو اپنی طرف منسوب کرنے سے یہ مُراد لی ہے۔ کہ میں انہیں ناپسند کرتا ہوں اور اس میں شدّت آجانے کی وجہ سے منع کر رہا ہوں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ابتدائً یہ دونوں متعے جائز تھے۔ بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے روک دیا تھا۔ لہٰذا یہ منسوخ ہو چکے ہیں اور ان کا حکم تبدیل ہو چکا ہے۔ یہ توجیہ اس لیے ناگزیر ہے۔ کیونکہ ہم بخوبی جانتے ہیں۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو تھے۔ اور اسلام آن کا دین تھا۔ لہٰذا ہمارے لیے جائز نہیں ہے۔ کہ ان کے اس قول کو ایسے معنی پہنائیں۔ جو ان کی لگاتار زندگی سے موافقت نہ رکھتے ہوں۔ اور ابو علی سے حکایت کی گئی ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول اس قول کی طرح ہو گا۔ "میں اس شخص کو سزا دوں گا۔ جو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے گا" اگرچہ خود حضرت عمر فاروق

نے سرکار دوعالم کی زندگی میں بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز
پڑھی ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اپنے اس قول کی صحت و
درستگی اس سے بھی معلوم ہو گئی۔ کہ موجود حضرات صحابہ کرام نے اس پر
اعتراض کرنے سے سکوت فرمایا۔ پھر قاضی القضاۃ نے یہ دعوٰے بھی
کیا۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس کے متعہ
کو حلال سمجھنے پر اعتراض کیا۔ چنانچہ ان دونوں متعوں کے بارے میں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حرمت کی روایت کی گئی ہے۔ بہرحال متعۃ
الحج سے مراد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ تھی۔ کہ لوگ اس کی خاطر
حج کو فاسد کیا کرتے تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے۔ کہ انہیں اس سے فائدہ ہو جاتا ہے
حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس متعہ سے وہ متعہ نہیں سمجھتے تھے۔ جو اس صورت
میں ہوتا ہے۔ کہ پہلے عمرہ کرکے پھر اس کے ساتھ حج کو ملا دیا جائے۔ کیونکہ
یہ تمتع بہرحال جائز ہے۔ اور اس میں کوئی قباحت واقع نہیں۔

لمحہ فکریہ:

نجفی شیعی نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر اعتراض کرنے کے
لیے جن دو کتب کے حوالہ جات پیش کیے تھے۔ انہی کتابوں سے اس کے جواب ہم نے
پیش کر دیئے۔ تفسیر کبیر میں اس روایت کے ذکر کرنے کے بعد جواب کا خلاصہ یوں
بیان کیا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اگرچہ متعۃ الحج کا حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کے زمانۂ اقدس میں مباح ہونا تسلیم کرتے تھے۔ لیکن منع اس لیے کر رہے تھے
کہ اس کی تنسیخ کے بارے میں آپ کے ہاں ثبوت تھا۔ اور وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے اسے منسوخ کر دیا تھا۔

لہٰذا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے منسوخ فرمانے کے بعد اس کا روکنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بلا واسطہ منسوب نہیں ہو سکتا۔ اور اگر اس کا یہ مفہوم نہ لیا جائے اور وہی لیا جائے جو نجفی شیعی نے لیا ہے۔ تو اس سے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سمیت اس وقت موجود تمام صحابہ کرام کی تکفیر لازم آئے گی۔ گویا دوسرے الفاظ میں نجفی نے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو مع دیگر موجود صحابہ کرام کے ایسا کہہ ہی دیا۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

دوسری کتاب جو خود مسلک شیعہ سے تعلق ہے۔ اس کی تحریر کے مطابق اگر روایت کے الفاظ کو درست مان لیا جائے۔ تو لازم آتا ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ،، شارع ،، بن جائیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ امور تشریعیہ میں مساوی ہو جائیں۔ اور یہ دونوں باتیں اس لیے ناممکن ہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بانی نہیں بلکہ متبع سنت اور صاحب دین واسلام تھے۔ لیکن آپ نے متعہ سے منع اس لیے کیا کہ لوگوں نے ابھی تک اسے قابل عمل سمجھ رکھا تھا۔ حالانکہ ان کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وہ منسوخ ہو گیا تھا۔ یا یہ وجہ تھی۔ کہ لوگوں نے حج تمتع کا وہ طریقہ چھوڑ دیا تھا۔ جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے چلا آرہا تھا۔ کہ پہلے عمرہ کر لیا جائے اور اس کے ساتھ حج کا احرام باندھ لیا جائے۔ لوگوں نے اب اسے اس طرح ادا کرنا شروع کر دیا تھا۔ کہ پہلے نیت حج کر کے احرام باندھتے۔ اور پھر اسے توڑ کر متعہ کا احرام باندھتے تھے۔

ان دونوں کتب کے مصنفین نے یہ تسلیم نہیں کیا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو توڑ دیا۔ ” دین میں دخل اندازی ،، کس طرح متحقق ہو گئی۔ اور اگر دخل اندازی تھی۔ تو پھر حضرت علی المرتضٰی سمیت اس وقت موجود تمام صحابہ کرام کی تکفیر لازم آئے گی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۲۴

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ کی رو سے کعبہ بھی غلط ہے

بخاری شریف:

عَنْ عَائِشَۃَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا تَرُدَّ ھَا عَلٰی قَوَاعِدِ ابراھیم قَالَ لَوْ لَا حِدْثَانُ قَوْمِکِ بِالْکُفْرِ لَفَعَلْتُ نِیز لَوْلَا اَنَّ قَوْمَکِ حَدِیْثٌ عَھْدِ ھِمْ بِالْجَاھِلِیَّۃِ فَاَخَافُ اَنْ تُنْکِرَ قُلُوْبُھُمْ نیز حِدَاثَۃُ قَوْمِکِ بِالْکُفْرِ لَنَقَضْتُ الْبَیْتَ۔

(بخاری شریف کتاب الحج جلد دوم ص ۲۴۶)

ترجمہ:

بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ یہ کعبہ درست نہیں ہے۔ میں نے عرض کی اسے قواعد ابراہیم کے مطابق درست کریں۔ آنجناب نے فرمایا۔ اے عائشہ اگر تیری قوم کفر چھوڑ کر ابھی تازہ تازہ مسلم شیخ نہ بنی ہوتی۔ تو میں اس کعبہ کو گرا کر دوبارہ بناتا۔

نوٹ:

سنی فقہ بلے بلے۔ سنی بھائیوں کا ایمان نہ ہی قرآن کے بارے میں درست ہے۔ اور نہ ہی سنی بھائی خانہ کعبہ کو درست سمجھتے ہیں۔ جب ان کے عقیدہ میں کعبہ ہی غلط ہے۔ تو پھر ایسے کعبہ کا حج کرتے ہیں۔ وہ بھی غلط ہے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۱۰ تا ۱۱۱)

جواب:

نجفی شیعی نے اس اعتراض میں دو خیانتیں اور مکاریاں کی ہیں۔ پہلی خیانت یہ کہ بخاری شریف کی عبارت مکمل طور پر درج نہیں لکھی۔ جو وہاں موجود ہے۔ اور دوسری یہ کہ اس کا ترجمہ بھی مکر و فریب سے غلط کیا ہے۔ اگر یہ دو خیانتیں نہ کرتا۔ تو اعتراض میں کوئی جان نہ ہوتی۔ یہ واقعہ دراصل یوں ہے۔ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنا چاہا۔ کہ کعبہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر مکمل کیوں نہیں کیا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تیری قوم نے کعبہ کی تعمیر کی تھی۔ تو بوجہ تنگدستی کے اس کی تعمیر ان بنیادوں پر نہ کر سکے۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھی تھیں۔ مائی صاحبہ نے عرض کیا حضور! پھر آپ اس کی تعمیر انہی بنیادوں پر فرما دیں۔ فرمایا۔ اگر تیری قوم کا زمانہ کفر قریب نہ ہوتا تو ایسا کر دیتا۔ واقعہ کے سامنے آنے کے بعد اب ان دونوں خیانتوں کی شناخت کریں۔

مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی۔ اَلَا تَرُدُّهَا عَلٰى قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ حضور آپ حضرت ابراہیم کی بنیادوں پر اس کی تعمیر کیوں نہیں لوٹا دیتے؟ الفاظ کا ترجمہ یہ تھا۔ لیکن نجفی ترجمہ کرتا ہے۔ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ

کعبہ درست نہیں۔ بنلایئے۔ یہ کن الفاظ کا ترجمہ ہے۔ یہ تھی نجفی کی ترجمہ میں خیانت اور کمال چالاکی سے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول قرار دے دیا۔

بخاری شریف میں عبارت اس طرح موجود ہے۔ اِنَّ قَوْمَكِ حِيْنَ بَنَوُا الْكَعْبَةَ اِقْتَصَرُوْا عَنْ قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ۔ تیری قوم نے جب تعمیر کعبہ کی۔ تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر تعمیر کرنے سے قاصر رہ گئے۔ اسی پر ان صاحبہ نے ان بنیادوں پر دوبارہ تعمیر کرنے کی درخواست کی تھی۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے نہ کوہ کہ جو نجفی نے پیش کیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ کعبہ درست نہیں ہے۔ اور یہ الفاظ بھی موجود ہیں۔ اِنَّ قَوْمَكِ قَاصَرَتْ بِهِمُ النَّفَقَةُ۔ تیری قوم کے پاس کعبہ کی تعمیر کے اخراجات تھوڑے تھے۔

لمحہ فکریہ:

"سنی فقہ کی رُو سے کعبہ بھی غلط ہے،، اس موضوع کو ثابت کرنے کے لیے نجفی نے کیا کیا قلابازیاں کھائیں۔ بددیانتی اور خیانت کا سہارا لیا۔ لیکن چوراہے میں بھانڈا پھوٹ گیا۔ کعبہ کو غلط سمجھیں یا کہیں تو پھر اعتراض ہوتا۔ کہ سنیوں کا حج بھی غلط ہے خود ہی یہ ترجمہ کیا۔ اور خود اس کا نتیجہ بنا لیا ے

خشت اول چوں نہد معمار کج تا ثریا می رُود دیوار کج۔

مسئلہ صرف اتنا ہے۔ کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں کعبہ شہید ہوا۔ پھر اس کی دوبارہ تعمیر کی گئی۔ لیکن اخراجات کم ہونے کی وجہ سے کچھ حصہ نامکمل رہ گیا۔ اسی حصہ کو "حطیم،، کہتے ہیں۔ لہذا کعبہ انہی بنیادوں پر ہے۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھی تھیں۔

اعتراض نمبر ۳۵

سنی فقہ میں حجر اسود کا کوئی مقام نہیں

حقیقت فقہ حنفیہ: بخاری شریف

سنی فقہ میں ہے۔ حجر اسود کا کوئی شرف نہیں۔

قَالَ عُمَرُ اِنِّیْ اَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ لَوْلَا اِنِّیْ رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ۔

(بخاری شریف کتاب الحج جلد دوم ص ۴۹)

ترجمہ:

عمر نے کہا میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے۔ اور نفع نقصان نہیں دے سکتا۔ اور اگر میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے ہرگز نہ چومتا۔

نوٹ:

بخاری شریف تیسے بلے کیا شان عمر دکھائی ہے عمر صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر طنز کر رہے ہیں کہ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عقل مندی والا کام نہیں کیا۔ اور ایک ایسے پتھر کو چوما۔ جو نفع و نقصان کا مالک نہیں ہے۔ اللہ پاک نے بھی زور دری کی ہے۔ نبی تو بناتا تھا عمر صاحب کو جو کام عمر صاحب کی نقل کرتی تھی۔ وہاں تک معاذ اللہ خدا اور رسول کی فکر نہیں

پہنچتی تھی۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص۱۱۱)

جواب:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حجر اسود سے جو کچھ کہا۔ یہ کس موقعہ پر کہا نجفی شیعی یہ بھی بیان کر دیتا۔ لیکن اس موقعہ کو بیان کر دینے سے پھر دھو کر دینا اور غلط مفہوم بیان کرنا مشکل ہو تا۔ کیونکہ اس سے معاملہ اور بن جاتا ہے۔ بخاری شریف سے منقولہ عبارت سے قبل واقعہ درج ہے۔ عَنْ عُمَرَ اَنَّهٗ جَاءَ اِلَی الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ فَقَبَّلَهٗ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ وہ حجر اسود کے پاس آئے۔ اور اس کو چوما۔ اس کے بعد آپ نے وہ الفاظ فرمائے۔ جن کا اوپر تذکرہ ہو چکا ہے۔

قارئین کرام! واقعہ کے پیش نظر آپ اندازہ فرمائیں۔ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا کس قدر جذبہ ہے۔ حجر اسود کو فرما رہے ہیں۔ کہ تم پتھر ہو لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چومنے کی وجہ سے میں بھی تمہیں چومتا ہوں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اتباع رسول کے اس جذبے کو نجفی حضور پر ان کی طرف سے طنز پر محمول کر رہا ہے۔ یہ کس قدر بے غیرتی اور بے ایمانی ہے۔ اور پھر اس سے دو چار قدم اور آگے نکل کر یہ کہہ دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کو چاہیئے تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو نبی بناتا۔ کیونکہ ان کی فکر تک اللہ اور اس کے رسول کی فکر نہیں پہنچی۔ بدحواسی کا یہ عالم کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ذات پر اعتراض کرتے وقت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ظالم نے معاف نہیں کیا۔ اللہ کو مشورے دے رہا ہے۔ اور دبے الفاظ میں نبوت بلکہ خدائی

کے تصور میں دوڑ رہا ہے۔ شیطان نے کس خوبی سے ایمان چھینا۔ (اگر پاس تھا) وہ بھی جانتا تھا۔ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سایہ کے پاس سے میرا گزر نہیں۔ اس لیے واقعہ فاروقی کے ضمن میں نجفی کو ہم نوا بنایا۔

اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّىْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكَ الخ۔ انسان کو کہتا ہے۔ کفر کر۔ جب اس کے کہنے پر انسان کفر اختیار کر لیتا ہے تو کہتا ہے۔ میرا تیرا کیا تعلق۔ میں تجھ سے بیزار ہوں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۳۶

حقیقت فقہ حنفیہ

سنی فقہ میں قربانی کی شان

۱۔ سنی فقہ میں ہے۔ کہ شہری لوگ نماز عید کے بعد قربانی کریں۔ اور غریب دیہاتی نماز عید سے پہلے قربانی کریں۔

(کنز الدقائق کتاب الاضحیہ ص ۲۶۵)

۲۔ سنی فقہ میں ہے کہ اگر شہری لوگ نماز سے پہلے قربانی کرنا چاہیں۔ تو جانور کو شہر سے باہر لے جا کر ذبح کریں۔

(الہدایہ کتاب الاضحیہ ص ۴۴۶)

نوٹ:

میزان الکبریٰ کتاب الحج میں لکھا ہے ص ۵۲ جلد دوم قَالَ اَبُوْحَنِیْفَةَ یَجُوْزُ لِاَهْلِ السَّوَادِ اَنْ یُّضَحُّوْا اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ الثَّانِیْ۔ ابو حنیفہ کا فتویٰ ہے۔ کہ دیہاتی لوگ نور سحر کے طلوع ہوتے وقت قربانی کا جانور ذبح کر سکتے ہیں۔

صاحب کتاب نے اس فتوے پر ابو حنیفہ کو داد دی ہے۔ کہ امام صاحب نے

دوراندیشی سے کام لیا ہے۔ کیونکہ دیہاتی لوگوں نے نماز عید پڑھنے کے لیے بھی آنا ہے
اور اگر نماز کے بعد جا کر قربانی کریں گے۔ تو ان کو دن بھر گوشت کھانا نصیب نہ ہوگا ہم عرض
کرتے ہیں۔ کہ امام صاحب کے فتویٰ نے ہینڈ دوگوں کے تو مزے بنا دیئے ہیں۔
لیکن شہری لوگوں کا کونڈہ کر دیا ہے۔ کیونکہ وہ نماز عید کے بعد جا کر قربانی کرتے ہیں۔ اور
سارا دن گوشت کی خاطر ان کا شکم مبارک فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ پڑھتا رہتا ہے
قربان جاؤں امام اعظم کے فیصلے کے کہ جس نے دیہاتیوں کا دین اسلام الگ بنایا۔ اور
شہری لوگوں کا الگ۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۱۱، ۱۱۲)

جواب امر اول

"شہر میں بسنے والے نماز عید کے بعد قربانی کا جانور ذبح کریں" فقہ حنفی کا یہ
مسئلہ گھر کا بنایا ہوا نہیں۔ اور نہ ہی امام اعظم رضی اللہ عنہ نے شہر میں بسنے والوں کا کونڈہ کر دیا
بلکہ یہ مسئلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ ہدایہ میں جہاں سے نجفی نے عبارت
نقل کی۔ وہیں اس بارے میں حدیث ان الفاظ سے موجود ہے۔

قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ
فَلْيُعِدْ ذَبِيْحَتَهٗ وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَقَدْ
تَمَّ نُسُكُهٗ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس نے نماز عید سے قبل
قربانی کا جانور ذبح کر دیا۔ اسے دوبارہ کوئی اور جانور قربانی کے طور
پر ذبح کرنا چاہیئے۔ (کیونکہ اس کی وہ قربانی نہیں ہوئی) اور جس نے نماز
عید کے بعد ذبح کیا۔ اس کی قربانی مکمل ہو گئی ہے .... اب نجفی سے

کوئی پوچھے۔ کہ تمہارے کونڈے کس نے کیے؟ پہلے اعتراض کے آدھے حصہ کا جواب یہ ہوا کہ شہری لوگوں کو نماز عید کے بعد قربانی کرنے کا حکم ابوحنیفہ نے نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔ اس اعتراض کا دوسرا حصہ یہ تھا: "اور غریب دیہاتی نماز عید سے پہلے قربانی کریں"، اس عقل کے دشمن سے کوئی پوچھے۔ کہ "کنزالدقائق" کے کن الفاظ کا معنی تم نے یہ کیا۔ فقہ حنفی کا مسئلہ یہ ہے۔ کہ غریب چاہے دیہاتی ہو یا شہری اس پر قربانی واجب ہی نہیں ہے "کنزالدقائق"، کے الفاظ یہ ہیں۔ وَلَا يَذْبَحُ مِصْرِيٌّ قَبْلَ الصَّلٰوةِ وَذَبَحَ غَيْرُهُ۔ شہری نماز عید سے قبل ذبح نہ کرے۔ اور غیر شہری ایسا کر سکتا ہے عبارت میں ہیر پھیر اور ترجمہ من مانا کرنا عبداللہ بن سبا سے انہیں ورثہ میں ملا ہے۔ اُسے نہیں چھوڑ سکتے۔ آپ نے دیکھا۔ کہ تقریباً تمام اعتراضات والزامات میں فریب، دھوکہ دہی اور مکاری سے کام لیا گیا۔ آخر ایسا کیوں؟

جواب امر دوم

"شہری لوگ اگر نماز سے پہلے قربانی کرنا چاہیں۔ تو جانور کو شہر سے باہر لے جا کر ذبح کریں" دراصل یہ اعتراض پہلے اعتراض کا ہی ایک حصہ ہے۔ اس بارے یہ بات واضح ہے۔ کہ شہر سے جانور لے کر شہر کی حدود سے باہر نکلے گا۔ تو اُسے شہر میں موجود کوئی نہیں کہے گا۔ اور دیہاتیوں کے حکم میں ہو جائے گا۔ جس طرح شہر کی حدود سے نکلنے والا "مقیم"، نہیں بلکہ مسافر کہلاتا ہے۔ جبکہ اس نے نیت سفر کی ہو۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے۔ کہ اہل دیہات پر جمعہ وعیدین واجب نہیں۔ اس لیے انہیں یہ کہنا کہ "نماز عید کے بعد قربانی کا جانور ذبح کرنا" بے معنی ہوگا۔ یہاں بھی نجفی کی بدحواسی ملاحظہ ہو۔ جسے اس نے صاحب کتاب (صاحب الہدایہ) کی داد سے تعبیر کیا ہے۔ "دو کیونکہ دیہاتی لوگوں نے نماز عید پڑھنے کے لیے آنا ہے اور اگر نماز کے بعد جا کر قربانی کریں گے۔ تو ان کو دن بھر گوشت کھانا نصیب نہ ہوگا"

دیہاتیوں کو گیا فقہ حنفی نے کہا ہے۔ کہ جاکر شہر میں نماز عید پڑھو۔ ہم تو ان پر نماز عید کے واجب ہونے کا قول ہی نہیں کرتے۔ یہ مسئلہ معمولی سوجھ بوجھ والا حنفی بھی جانتا ہے۔ چہ جائے کہ صاحب ہدایہ ایسی بات کرے۔

"شہری لوگوں کا کونڈہ سارا دن گوشت کی خاطر ان کے شکم کا فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ پڑھنا۔ آج تک شہری اسی پر عمل کر رہے ہیں۔ کسی کا کونڈا نہیں ہوا۔ اگر ہوتا ہے تو شیعہ امام جعفر کا کونڈا کرتے ہیں۔ جن کی فقہ کو مانتے ہیں۔ انہی کا کونڈا۔ اللہ اللہ کیا پیار ہے۔ انہیں اپنے امام کے ساتھ؟ پھر بے وقوفی دیکھئے "سارا دن گوشت کی خاطر"، کون کرتا ہے نماز عید طلوع آفتاب کے ایک دو گھنٹہ بعد ہوگئی۔ دوپہر سے بہت پہلے۔ ابھی دن کا کافی حصہ موجود ہے۔ گویا نجفی کے نزدیک سارا دن انتظار کرنا پڑا۔ اور قربانی رات ڈھلے نصیب ہوئی۔ قربان اس دانش اور فہم پر۔ گدھے کو بھی یہ فکرمات کر دیتی ہے۔ آخر میں قرآنی آیت سے مذاق کیا گیا۔ اللہ اس کے رسول، قرآن، حدیث، ائمہ اہل بیت ان کے اقوال و ارشادات بھلا کون اس کے مذاق سے چھوٹا۔ نہ دوزخ کا خوف ہے۔ نہ اسے اللہ و رسول سے شرم آتی ہوا اور نہ اہل بیت کا لحاظ و ادب ہے۔ کچھ بھی نہیں اس کے پتے

مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ

اعتراض نمبر ۲۷

قربانی کا جانور ذبح کرنے میں کافر کو نائب بنانا جائز ہے

حقیقت فقہ حنفیہ: میزان الکبریٰ:

یَجُوْزُ لِلْمُسْلِمِ اَنْ یَسْتَنِیْبَ فِیْ ذِبْحِ الْاُضْحِیَۃِ مَعَ الْکَرَاھَۃِ فِی الذِّمِّیِ۔

(میزان الکبریٰ کتاب الاضحیہ ص ۵۳ جلد ۲
رحمۃ الامۃ ص ۱۴۵)

ترجمہ:
کہ مسلمان قربانی کا جانور ذبح کرنے کے لیے کافر ذمی کو اپنا نائب بنا سکتا ہے۔

جواب:

اعتراض مذکور کے ضمن میں نجفی نے لکھا۔ کہ فقہ حنفی میں مشرکین کفار کے جسم کو پاک قرار دے دیا گیا۔ فقہ حنفی پر یہ الزام اور پر مذکور عربی عبارت کے تحت کیا گیا۔ اس میں کس حد تک صداقت ہے۔ ناظرین! عربی عبارت کا ترجمہ جو نجفی نے کیا۔ اس میں "مشرک کافر کے جسم،، کے لیے کوئی لفظ نہیں۔ اگر عربی عبارت میں ان کے لیے کوئی لفظ ہوتا۔ تو نجفی کبھی بھی ترجمہ کرتے وقت اُسے نہ چھوڑتا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ سب کچھ جھوٹ اور مکر و فریب کی پیداوار ہے۔ علاوہ ازیں "میزان الکبریٰ،، کی مذکورہ عبارت سے چند لفظ آگے یہ عبارت

موجود ہے۔ وَجْہُ الْاَوَّلِ کَوْنُ الذِّمِّیْ مِنْ اَھْلِ الذَّبْحِ فِی الْجُمْلَۃِ۔ یہ اس مسئلہ کی دلیل ہے مسئلہ یہ تھا کہ "ذمی" قربانی کا جانور ذبح کرنے میں مسلمان کا نائب بن سکتا ہے۔ امام اعظم نے فرمایا۔ بن سکتا ہے۔ اسی مسئلہ کی نجفی نے یہ حاشیہ آرائی کی "ان کا ذبح شدہ حیوان کا گوشت بھی حلال قرار دیا گیا۔ کیا ذمی کا ذبیحہ امام ابو حنیفہ نے حلال قرار دیا ہے اگر ایسا ہی ہے تو پھر اعتراض درست ہے۔ لیکن یہ حقیقت نہیں ہے ذمی کا ذبیحہ قرآن کریم نے حلال قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ وَ طَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ حِلٌّ لَکُمْ وَ طَعَامُکُمْ حِلٌّ لَھُمْ۔ اہل کتاب کا طعام تمہارے لیے اور تمہارا ان کے لیے حلال ہے۔ علاوہ ازیں کتب شیعہ سے پوچھئے کہ کیا ذمی وغیرہ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟

وسائل الشیعہ:

عن علی بن جعفر عن اخیہ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام قَالَ سَأَلْتُہٗ عَنْ ذَبِیْحَۃِ الْیَھُوْدِ وَالنَّصَارٰی ھَلْ تَحِلُّ؟ قَالَ کُلْ مَا ذُکِرَ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ

(وسائل الشیعہ جلد ۱۶ ص ۳۴۸، کتاب الصید والذبائح مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

علی بن جعفر اپنے بھائی موسیٰ بن جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی جناب موسیٰ کاظم سے پوچھا۔ کیا یہودی اور عیسائی کا ذبح کردہ جانور حلال و حرام کیسا ہے؟ فرمایا۔ اسے کھاؤ۔ بلکہ ہر اس جانور کا گوشت کھایا کرو۔ جسے اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو ذبح

کرنے والا خواہ کوئی ہو۔

وسائل الشیعہ:

اِنَّ عَلِیًّا عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ یَقُوْلُ کُلُوْا مِنْ طَعَامِ الْمَجُوْسِ کُلِّہٖ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۶ ص ۳۴۸)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ مجوسی کا ہر قسم کا طعام کھا لیا کرو۔ (وہ حلال ہے)

وسائل الشیعہ:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ قَوْلِ اللّٰہِ "فَکُلُوْا مِمَّا ذُکِرَ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ" قَالَ اَمَّا الْمَجُوْسُ فَلَیْسُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ وَ اَمَّا الْیَھُوْدُ وَ النَّصَارٰی فَلَا بَاْسَ اِذَا سَمَّوْا۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۶ ص ۳۴۹)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے "فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ" آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا۔ مجوس اہل کتاب میں سے نہیں۔ (اس لیے ان کا ذبیحہ درست اور حلال نہیں۔) لیکن یہودی اور عیسائی جب اللہ کا نام لے کر ذبح کریں۔ تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں (کیونکہ وہ حلال ہے)

لمحہ فکریہ:

حضرات ائمہ اہلبیت نے بھی یہود و نصاریٰ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال قرار دیا۔ قرآن کریم نے بھی اہل کتاب کے طعام کو حلال فرمایا۔ اب اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہود و نصاریٰ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہونے کی وجہ سے وہ ان کا جسم پاک ہو گیا"۔ اس منطق کو کون تسلیم کرے گا۔ لہٰذا اگر ذمی (اہل کتاب کافر) کسی مسلمان کے جانور کو میاں" ذبح کر دے۔ تو اس سے اس ذمی کا جسم پاک ثابت نہیں ہوتا۔ ذبح کے حلال و حرام ہونے میں جسم کے پاک و ناپاک ہونے کا کوئی دخل نہیں۔ اللہ کا نام لے کر کوئی بھی ذبح کر دے۔ تو آیت کریمہ کے مطابق اس کا کھانا درست ہے۔ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے مجوسی کا ہر قسم کا طعام کھانے کی اجازت دی۔ کیا اس سے مجوسی پاک ہو گیا؟ معلوم ہوا کہ فقہ حنفی نے ذمی کے ذبیحہ کو حلال کہا لیکن اس کے جسم کی طہارت صرف نجفی کو نظر آئی تو جس طرح یہودی اور عیسائی خود ذبح کرے تو اس کا ذبیحہ حلال اسی طرح نیابتہً ذبح کرے تو پھر بھی حلال ہے۔ بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کرے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

اعتراض نمبر ۳۸

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں عقیقہ کی شان

میزان الکبریٰ

قَالَ الْحَسَنُ يُطْلَى رَأْسُ الْمَوْلُوْدِ بِدَمِهَا۔

(میزان الکبریٰ باب العقیقہ جلد دوم ص ۷۰
رحمۃ الامہ کتاب الاضحیہ)

ترجمہ:
سُنی فقہ کا امام حسن بصری کہتا ہے۔ کہ عقیقہ میں جو جانور ذبح کیا جائے اس کا خون بچے کے سر پر ملا جائے۔

نوٹ:
نامعلوم سنی بھائیوں نے اپنے امام حسن بصری کے فتویٰ کو کیوں ترک کیا ہے۔ شاید اس فتوے پر عمل کرتے تو ہوں۔ لیکن چھپ کر۔ کیونکہ نجس ہے۔ اور وہ نجس خون بچے کے سر پر ملیں گے۔ تو اس میں کوئی برکت نہیں ہے۔ پس شیعوں کی ملامت کے

ڈر سے سنی اس فتوے پر چپ کر عمل کرتے ہیں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۴۱)

جواب:

صاحب میزان الکبریٰ کے باب العقیقہ میں عقیقہ کے متعلق کچھ اقوال ایسے ذکر فرمائے۔ جو اجماعی ہیں۔ اور کچھ شاذ قول نقل فرما کر اُن کے خلافِ اجماع ہونے کی وجہ سے اُن کی تردید کی ہے۔ نجفی کا پیش کردہ قول دراصل اقوال شاذہ میں سے ہے۔ جو اجماع کے خلاف ہے۔ اور اس کی آگے تردید ہے۔ لیکن مکار و فریبی کو اس سے کیا غرض کہ یہ عبارت کس طور لکھی گئی ہے۔ اُسے تو اپنا اُلّو سیدھا کرنا ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

میزان الکبریٰ:

وَاتَّفَقُوْا عَلٰی اَنَّ وَقْتَ ذِبْحِ الْعَقِيْقَةِ يَوْمَ السَّابِعِ مِنْ وِلَادَتِهٖ وَكَذَالِكَ اِتَّفَقُوْا عَلٰی اَنَّهٗ لَا يُمَسُّ رَأْسُ الْمَوْلُوْدِ بِدَمِ الْعَقِيْقَةِ وَقَالَ الْحَسَنُ يُطْلٰی رَأْسُ الْمَوْلُوْدِ بِدَمِهَا وَحْدَهٗ مِنْ مَسَائِلِ الْاِجْمَاعِ وَالْاِتِّفَاقِ

(میزان الکبریٰ لشعرانی جلد دوم ص ۵۶ باب الاضحیہ مطبوعہ مصر قدیم)

ترجمہ:

تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ بچے کی پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ کا جانور ذبح کیا جائے۔ اور اسی طرح اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ

عقیقہ کے جانور کے خون کو نومولود کے سر پر نہ ملا جائے۔ اور حسن بصری نے کہا۔ کہ عقیقہ کے خون کو نومولود کے سر میں ملا جائے۔ یہ وہ مسئلہ ہے جسے میں نے اجماعی اور اتفاقی مسائل میں پایا ہے۔

لمحہ فکریہ:

نجفی کی بے ایمانی اور مکاری کھل کر سامنے آگئی۔ ایک ایسا مسئلہ جس کو صاحب کتاب خلافِ اجماع کہہ رہا ہے۔ نجفی اُسے سُنی فقہ سے تعبیر کر رہا ہے۔ اور پھر یہ کہا جا رہا ہے۔ کہ چونکہ خون نجس ہے۔ اس کے ملنے پر شیعہ ملامت کریں گے الخ۔ کون کہتا ہے کہ یہ خون پاک ہے۔ ہم تو نہیں کہتے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ تم اسے طاہر سمجھو۔ باقی رہا ملامت کا معاملہ۔ تو جب ہمارا اس پر عمل ہی نہیں۔ نہ اعلانیہ نہ چوری چھپے۔ تو ملامت کا کیا خطرہ خطرہ تو تمہیں ہے۔ جو شب عاشورہ چوری چھپے بجلی بند کر کے جو کچھ کرتے ہو۔ اگر جائز سمجھتے ہو۔ تو چوک کربلا گامے شاہ میں دن دہاڑے کیا کرو۔ کیا سمجھے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

اعتراض نمبر ۳۹

حقیقت فقہ حنفیہ:

سُنّی فقہ میں ختنہ کی شان

بخاری شریف

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ اِخْتَتَنَ اِبْرَاھِیْمُ بَعْدَ ثَمَانِیْنَ سَنَۃً اِخْتَتَنَ بِالْقَدُّوْمِ۔

(بخاری شریف کتاب الاستئذان باب الختان۔ جلد ۴ ص ۶۶)

ترجمہ:

ابوہریرہ راوی ہیں کہ حضور نے فرمایا۔ کہ ابراہیم علیہ السلام نے اسّی برس کے بعد اپنا ختنہ تیشے کے ساتھ کیا۔

نوٹ:

ابوہریرہ نے کیا عمدہ خبر پہنچائی ہے۔ کہ اسی برس کے بعد ابراہیم نبی اپنا ختنہ کر رہے ہیں۔ اور ختنہ بھی اس آلے کے ساتھ کیا جس سے ترکھان (بڑھئی) لکڑی کاٹتے اور اسے تراشتے ہیں۔ ماشاء اللہ۔ اسّی برس کی عمر میں حضرت ابراہیم کا مقام ختنہ کیا لکڑی کی طرح سخت ہو گیا تھا کہ اسے تیشے کے ساتھ کاٹنا پڑا۔

یہ بات ابوہریرہ کے خرافات میں سے ہے۔ اور امام بخاری کی بے وقوفی کی بھی داد دینی چاہیئے جس نے بغیر سوچے سمجھے یہ خرافات بخاری میں لکھ دیں۔
(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۱۵)

جواب:

اعتراض کے دو مختلف پہلو ہیں۔ ایک یہ کہ اسی برس کی عمر میں ختنہ کرنا دوسرا یہ کہ تیشہ کے ساتھ کرنا۔

جہاں تک پہلی بات کا معاملہ ہے۔ یہ صرف اہل سنت کی روایات میں ہی نہیں بلکہ اہل تشیع کی کتب میں بھی موجود ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تہذیب الاحکام:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ اَمِیْرُالْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا اَسْلَمَ الرَّجُلُ اِخْتَتَنَ وَلَوْ بَلَغَ ثَمَانِیْنَ سَنَۃً۔

(تہذیب الاحکام تصنیف ابوجعفر طوسی جلد ۷ ص ۴۴۵ فی الولادۃ الخ مطبوعہ تہران، طبع جدید)
(وسائل الشیعہ جلد ۱۵ ص ۱۶۶ فروع کافی)

ترجمہ:
حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب کوئی مرد مسلمان ہو جائے۔ تو اُسے

ختنہ کرانا چاہیئے۔ اگر چہ وہ اسّی برس کا ہو گیا ہو۔

اس روایت سے ثابت کیا ہوا کہ خواہ اسی برس کی عمر ہی ہو ختنہ کرانا ضروری ہے۔ اس لیے یہ مسئلہ صرف سنیوں کا نہ ہوا۔ کیونکہ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت قابل اعتراض اور خرافات میں سے ہے۔ تو پھر تہذیب الاحکام وغیرہ کی روایت کے راوی بھی یہی قصور کر رہے ہیں۔ یہ کون ہیں۔ محقق طوسی، یعقوب کلینی اور شیخ محمد بن حسن حر عاملی۔ ان لوگوں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اور امام موصوف نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت بیان کی۔ ذرا کہیے وہی الفاظ اور اسی انداز سے ان حضرات کے بارے میں بھی۔ کیونکہ بات دونوں کی ایک ہے۔

اور اگر اعتراض اس امر پر ہو۔ کہ تیشہ کے ساتھ ختنہ کرنا درست نہیں۔ تو اس بات کی ذمہ داری نجفی پر ہے۔ کہ اس کی ممانعت ثابت کر دے اگر ممانعت ہوتی۔ تو ضرور کوئی حوالہ پیش کرتا۔ تو جبکہ ممانعت نہیں ہے۔ تو پھر اس کو یہ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توہین اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی گستاخی۔ کرنا کس طرح قابلِ معافی ہو گا۔ اور پھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو موردِ الزام ٹھہرانا کہ انہوں نے بغیر سوچے سمجھے یہ روایت بیان کر دی۔ کون اسے تسلیم کرے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات سے ایسا کافرانہ سلوک کرنا کتب شیعہ کے اعتبار سے اس کی سزا قتل سے کم نہیں ہے۔ اس لیے شیعہ برادری کو چاہیئے۔ کہ جسے تم نے حجۃ الاسلام کا لقب دیا ہے۔ اس نے حضرات ائمہ اہل بیت کی روایات تک کو خرافات کہنا شروع کر دیا ہے۔ جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ ذرا اس کی واجبی سرزنش کریں۔ ورنہ وہ اپنی برادری کو جہنم سے پیچھے نہ چھوڑے گا۔

÷

اعتراض نمبر ۴۸

حقیقت فقہ حنفیہ:

سُنی فقہ میں عید کی شان ﷺ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِيْ جَارِيَتَانِ تُغَنِّيَانِ فَاضْطَجَعَ عَلَى الْفِرَاشِ وَحَوَّلَ وَجْهَهٗ وَدَخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ فَانْتَهَرَنِيْ وَقَالَ مِزْمَارُ الشَّيْطَانِ فِيْ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَا اَبَا بَكْرٍ دَعْهُمَا اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَهٰذَا عِيْدُنَا۔

ترجمہ:

بی بی عائشہ فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ گھر میں تشریف لائے اور میرے پاس دو کنیزیں گا رہی تھیں۔ حضور بستر پر لیٹ گئے اور منہ پھیر لیا۔

پھر ابوبکر آئے۔ اور مجھے ڈانٹا اور کہا یہ شیطان باجے نبی کے گھر
میں؟ نبی کریم نے فرمایا کہ چھوڑو ابوبکر ان کو (موج میلا کرنے دو) ہر قوم
کی ایک عید ہوتی ہے۔ اور یہ (شیطان باجے) ہماری عید ہے۔

نوٹ: صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ جلد دوم ص۱۶

بقول فقہ نعمان۔ عید کے دن بی بی عائشہ کے گھر میں قوالی ہو رہی تھی عورتیں
گا رہی تھیں۔ اور گھڑا تھالی بجا رہی تھیں۔ نیز بخاری شریف کے اسی باب میں لکھا
ہے۔ کہ عید کے دن بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے حبشیوں کا ناچ اور گتکا بازی بھی کھائی
سنی فقہ بقول حضور پاک کا گھر شریعت کدہ تھا یا کوئی سٹوڈیو تھا۔ جس
میں عید کے روز ڈھولک بجتی تھی۔ حنفی علماء کو چاہیے۔ کہ عید کے دن سنت عائشہ زندہ
کریں۔ اور بیویوں کو سینما میں لے جا کر کوئی اچھا سا شو دکھائیں۔ اور اس نیک عمل کا
ثواب بی بی عائشہ کی روح کو ہدیہ کریں۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۱۵، ۱۱۶)

جواب:

نجفی شیعی نے اس اعتراض میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
اور کاشانۂ نبوت کی جو توہین کی ہے۔ اور
خنزیری و ذہبی زبان استعمال کی ہے۔ اس کے بارے میں کچھ کہنے سے قبل
بخاری شریف سے نقل کردہ حدیث کا سیاق و سباق ہم پیش کرتے ہیں۔
تاکہ اصل واقعہ سامنے آنے پر نجفی کی بے ایمانی اور بد دیانتی آشکارا ہو جائے۔
علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں اس کی
تفصیل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

مدینہ منورہ کے گرد و نواح میں دو مشہور قبیلے اوس اور خزرج رہائش پذیر تھے۔ ان دونوں قبیلوں کے مابین "بعاث" نامی قلعہ میں بہت بڑی لڑائی ہوئی تھی۔ جو ایک سو بیس سال تک چلتی رہی۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں دولت اسلام و ایمان عطا فرمائی۔ تو ان کی باہمی لڑائی ختم ہو گئی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ جلوہ فرما ہوئے۔ تو آپ نے ان دونوں قبیلوں کے درمیان محبت و الفت پیدا فرمائی۔ "بنی ارفدہ" ان حبشیوں کا لقب تھا۔ جو جنگی مظاہر کیا کرتے تھے (کرمانی) "بعاث" کی جنگ میں گائے جانے والے گانے انصار کی لڑائی اور ان کی بہادری کے واقعات پر مشتمل ہوتے تھے۔ جن کے ذریعہ کفار کے ساتھ لڑائی کرنے کے لیے جوش و جذبہ بڑھتا تھا اور دین کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون بڑھتا تھا یہی وجہ تھی کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گانوں کی اجازت دی۔ اور یہ بالکل ناممکن ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایسے اشعار پڑھے جائیں جو فحش اور بری باتوں پر مشتمل ہوں کیونکہ وہ بچیاں جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں غنا کرتی تھیں وہ ایسے اشعار پڑھتی تھیں جن میں لڑائی اور بہادری کے ادمات تھے اور دوران جنگ ان شعروں کو پڑھایا جاتا تھا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے پڑھنے کی اجازت عطاء فرمائی۔ لیکن اُس غناء میں کہ جس کے اندر خوبصورت لڑکوں، عورتوں اور شراب و کباب کی باتیں ہوں۔ جن کے سننے سے دلوں میں ناجائز خواہشات زور پکڑتی ہوں خواہشات نفسانی اور شہوات میں اضافہ و اشتعال پیدا ہوتا ہو۔ ان کی حرمت میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ اور اس میں کسی کا اختلاف بھی نہیں ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ جلو اُن بچیوں کے اشعار حرب و ضرب اور شجاعت پر مبنی نہیں تھے لیکن اُن حبشی مردوں کا گتکا کھیلنا اور پھر انہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا دیکھنا یہ کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ مائی صاحبہ کے محرم نہ تھے۔ اور غیر محرم سے پردہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ قُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ

مِنَ اَبۡصَارِ هِنَّ۔ مومن عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ غیر محرموں سے اپنی نگاہیں
جھکا کر رکھیں تو اس اعتراض کا جواب علامہ عینی رحمہ اللہ نے دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔
کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ان غیر محرموں کو دیکھنا۔ پردہ کی آیت کے اترنے
سے پہلے کا واقعہ ہے۔ اور اس کا جواب یہ دینا غلط ہے۔ کہ اس وقت مائی صاحبہ
رضی اللہ عنہا بالغ نہ تھیں۔ (اور نابالغ کے لیے غیر محرموں کو دیکھنا جائز ہے) وجہ یہ ہے
کہ ابن حبان نے کہا ہے۔ کہ حبشیوں کا واقعہ سات ہجری میں ہوا جب وہ مدینہ منورہ
آئے تھے۔ اور سات ہجری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر شریف تقریباً پندرہ
برس تھی۔ مائی صاحبہ کا نکاح چھ برس کی عمر میں ہوا تھا۔ اور رخصتی نو برس ہوئی تھی
اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ عید کے موقعہ پر بچوں کو خوشی اور سرور کے امور مہیا کرنا
جائز ہے:

واقعہ ہم نے کچھ تفصیل سے ذکر کر دیا۔ اب اس کو جس رنگ اور بد دیانتی کے روپ
میں نجفی شیعہ نے پیش کیا ہے۔ ذرا وہ بھی ملاحظہ ہو جائے۔

۱ - گانے والی دو بچیاں تھیں نجفی نے ترجمہ یہ کیا۔ دو کنیزیں گا رہی تھیں۔ اور اس پر
درنوٹ "لکھا کہ عورتیں گا رہی تھیں۔ اور گھڑا تھالی بجا رہی تھیں۔ دونوں کا
موازنہ کریں۔ کہ مطلب کیا تھا۔ اور اسے خبثِ باطنی کی وجہ سے کس طرف لے
جایا گیا۔ گھڑا تھالی بجا کر گا رہی تھیں۔ ایسا ہرگز نہ تھا۔ تو پھر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم
کے کاشانۂ اقدس کو سینما کہنا اور بچیوں کے گانے کو سینما کا شور قرار دینا۔ ابولہبی اور
ابوجہلی نہیں تو اور کیا ہے۔

۲ - بچیاں انصار کی بہادری اور جنگی کارناموں کے اشعار پڑھ رہی تھیں نجفی شیعی نے
یہ کہا۔ کہ عید کے دن بی بی عائشہ کے گھر قوال ہو رہی تھی۔ اس نا ہنجار سے کوئی پوچھے
قوالی میں جنگی کارناموں اور جنگجو لوگوں کے اوصاف بیان ہوتے ہیں۔ یا اللہ اور

اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اوران کے غلاموں کے تذکرے ہوتے ہیں؟

۲ - ہر قوم کی عید ہوتی ہے۔ اور یہ (دن) ہماری عید ہے۔ نجفی نے اس کا ترجمہ کیا۔ اور یہ شیطانی باجے ہماری عید ہے۔ لفظ ہذا جس کا معنی اردو میں یہ ہوتا ہے۔ اس کا اشارہ نجفی کے نزدیک شیطانی باجے ہیں۔ لیکن وہ شیطانی باجے کہاں تھے۔ لڑکیوں کے پاس تو تھے نہیں۔ وہ تو زبانی ترنم سے اشعار پڑھ رہی تھیں۔ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں بھی نہ تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی لے کر نہیں آئے تھے۔ آخر وہ کہاں سے معلوم ہوا۔ کہ نجفی شیعی کے کتے ذہن کی پیداوار ہے۔ اس کے ذہن میں شیطانی باجے اور گھڑا اور تھالی تھے۔ تو لفظ وہ ھذا ،، کا مشار الیہ اس نے انہیں ہی سمجھ کر ترجمہ کر دیا۔ اور ایسا کرنا بھی چاہیئے تھا۔ اخران کے مذہب میں گھڑا، تھالی، باجے اور دیگر آلاتِ لہو ولعب کا خاطر خواہ دخل ہے۔ اس کے لیے دلیل نہیں بلکہ مشاہدہ پیش کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں جتنی پیشہ ور گانے والی اور گانے والے ہیں۔ وہ کس مذہب سے تعلق رکھتے ہیں؟ جتنے ،، استاد،، ہیں۔ وہ امام باڑوں میں نظر آتے ہیں۔ جتنی ایکٹرسیں ہیں وہ مجلس تعزیت اور شام غریباں کی رونق ہوتی ہیں۔ ان ،، متعہ کی پیداوار کو ہی کلازیب دیتا ہے۔ اور یہی وہ لوگ ہیں۔ جن سے نجفی شیعی کا رشتہ ناطہ ہے۔ ہمیں کہا گیا کہ سنتِ عائشہ زندہ کرو اور اپنی بیویوں کو سینما لے جاکر اچھا شو دکھاؤ۔ الخ لیکن اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جس انداز سے توہین کی گئی ہے۔ اس کے کفر ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اور مذہب شیعہ میں بھی ایسے قائل کی بیوی کو طلاق ہو جاتی ہے۔ ہم ایک مرتبہ پھر شیعہ لوگوں کو نجفی کے ان خیالات کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ کہ تمہارا بنایا ہوا ،، حجۃ الاسلام ،، بارگاہِ رسالت میں ایسے الفاظ بک رہا ہے۔ کہ گیا گزرا مسلمان بھی ایسا نہیں کرسکتا۔ یہ فتنہ ہے۔ اس فتنہ کو دباؤ۔ ورنہ تمہیں جلا کر راکھ کر دے گا۔

آنکھوں دیکھا حال

۱۹۵۶ء کی بات ہے۔ کہ راقم الحروف خشکی کے راستہ حج پر گیا۔ واپسی پر بغداد شریف میں واقع مسجد براثہ میں قیام تھا۔ یہ وہ مسجد ہے۔ جہاں جنگ نہروان ہوئی اور دعا سے ایک پانی کا چشمہ پھوٹا۔ جو آج بھی موجود ہے۔ یہ مسجد اہل تشیع کے نزدیک کعبہ کی ہم پلہ ہے۔ دس محرم الحرام تھا۔ رات کے وقت کاظمین سے ایک جلوس نکلا جو اسی مسجد میں آکر ختم ہوا۔ اس میں ڈھول، باجے اور گانے بجانے کے دیگر آلات شامل تھے۔ یہ جلوس "یوم عاشورا" کا تھا۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی یاد میں تھا۔ بتلائیے شیعی کا اس جلوس کے بارے میں کیا فتویٰ ہے۔ یہی ہوگا۔ کہ یہ جلوس شیطانی جلوس تھا۔ مسجد براثہ سینما یا سٹوڈیو تھی۔ اور اس میں گانے بجانے والے شیطان کے چیلے تھے۔ اگر میرے اس مشاہدے پر شک ہو تو اپنے مجتہد شیخ قمی کی تحریر ہی پڑھ لو۔

منتہی الآمال:

ترجمہ: مختصر یہ کہ اس بارے میں بہت سی روایات ہیں۔ اور میری اس مختصر کتاب میں اس سے زیادہ لکھنے کی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا مناسب یہی ہے۔ کہ تمام شیعہ اور خصوصاً ذاکرین توجہ کریں۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی عزاداری اور سوگواری کے لیے ایسا طریقہ اپنائیں۔ جس سے خارجیوں کے لیے لعن طعن سے بچا جا سکے۔ صرف واجبات اور مستحبات پر ہی اکتفا کیا جائے۔ اور محرمات کے استعمال سے پرہیز کریں۔ جیسا کہ گانا مرثیہ خوانی جو غالباً نوحہ جات سے خالی نہیں ہوتا

اور من گھڑت واقعات اور ضعیف حکایات جن پر کذب کا ظن ہو۔ اور
جو ایسی کتابوں میں مذکور ہیں۔ جو غیر معتبر ہیں۔ بلکہ ان کتابوں سے منقول ہیں
جن کے مصنف نہ تو دین دار تھے۔ نہ انہیں علم حاصل تھا۔ اور نہ حدیث کی
سوجھ بوجھ رکھتے تھے۔ ان سے بچنا چاہیئے۔ اور اس عظیم عبادت میں
شیطان کو دخل اندازی کا موقعہ نہیں دینا چاہیئے۔ اور بہت سے گناہ
کے کام جو عبادت کی روح کو ہی ختم کر دیتے ہیں۔ اُن سے بھی پرہیز
کرنا چاہیئے۔ خاص کر جھوٹ اور گانا کہ یہ کام اب عام طور پر جاری ہیں
اور بہت کم مجلسیں ایسی ہوں گی۔ جن میں یہ باتیں نہ پائی جاتی ہوں۔ اور
درست طریقہ یہ ہے۔ کہ محافل و مجالس میں ایسی روایات بھی ذکر کی
جائیں۔ جن میں ان امور کی قباحت اور ان پر عذاب و سزا کا ذکر ہو
تاکہ جو شخص (شیعہ) ان کاموں کا عادی ہو چکا ہے۔ وہ اپنا رویہ درست
کر لے۔

(منتہی الآمال جلد اول ص ۴۴۵ ذکر پارہ از احادیث الخ
مطبوعہ تہران طبع جدید)

مذکورہ عبارت میں شیعہ مجتہد نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی یاد میں منعقدہ شیعی مجالس کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے تنبیہ کی ہے
اور ذاکرین وغیرہ کو یہ سمجھایا ہے۔ کہ کہ ہماری مجالس میں جو محرفات و خرافات
داخل ہو چکی ہیں۔ اُن سے اجتناب برتنے کی تلقین و تبلیغ کی جائے۔ کیونکہ
ان کاموں کی وجہ سے یہ محفلیں ثواب کی بجائے عذاب کا ذریعہ بن چکی
ہیں۔ اُن میں خرافات داخل ہو چکی ہے۔ ان شیعہ مجالس کو ایک طرف
رکھیں۔ اور دوسری طرف ان بچوں کے ترنم سے پڑھے جانے والے

اشعار۔ پھر انصاف کی عینک لگا کر دونوں میں فرق دیکھیں۔ تو آپ واضح فرق محسوس کریں گے۔ اور نجفی شیعی کے نظریہ کے نظریہ کے مطابق کاشانۂ نبوت کی بجائے مجالس شیعہ "وسینما"، نظر آئیں گی۔ اور ان میں محرمات و خرافات ہی شیطانی افعال اور شیطانی باجے نظر آئیں گے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

اعتراض نمبر ۴۱

حقیقت فقہ حنفیہ:

خطبہ نماز عید سے قبل پڑھنا سنت مروان ہے

صحیح بخاری شریف:

فَقَالَ اِنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُوْنُوْا يَجْلِسُوْنَ لَنَا بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَجَعَلْتُهَا قَبْلَ الصَّلٰوةِ

(صحیح بخاری شریف کتاب الصلوۃ باب العیدین جلد دوم ص ۱۸)

ترجمہ:

ابو سعید خدری کہتا ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ وعظ و نصیحت نماز عید کے بعد دیا کرتے تھے۔ بنو امیہ کے دور میں جب مروان حاکم مدینہ تھا۔ اور عید کا دن تھا۔ مروان جب نماز عید کے لیے آیا تو اس نے خطبہ نماز عید سے پہلے پڑھنا چاہا۔ فَقُلْتُ لَهُ غَيَّرْتُمْ وَاللّٰهِ تو میں نے کہا کہ خدا کی قسم تم نے دین کو بدل دیا ہے۔ مروان نے کہا کیا کریں لوگ نماز عید کے بعد ہم سے خطبہ سننے کے لیے بیٹھتے نہیں۔ اس لیے میں نے خطبہ

کو نماز سے پہلے کر دیا۔

نوٹ:

بنوامیہ اپنے خطبوں میں عترتِ رسول کی توہین کرتے تھے۔ اور لوگ ایسے خطبوں سے نفرت کرتے ہوئے اُٹھ کر چلے جاتے تھے۔ لہٰذا مروان نے یہ چالاکی کی خطبہ نماز عید سے پہلے پڑھنا شروع کر دیا۔ اور یہی سنتِ مروان سنی بھائیوں میں آج تک چلی آ رہی ہے۔ (حقیقت فقہ جعفریہ ص ۱۱۶)

جواب:

ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں۔ کہ "حقیقت فقہ حنفیہ" لکھتے وقت نجفی کو کوئی معقول اعتراض نہ مل سکا۔ اور جو اعتراض اس نے لکھے۔ ان میں کذب و جہالت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اور کہیں تو اس کی بدحواسی صاف دکھائی دیتی ہے۔ نجفی اور اس کے تمام ساتھی اس امر کو بخوبی جانتے ہیں۔ اور بارہا مشاہدہ کر چکے ہوں گے۔ کہ ہم اہلسنت نمازِ عید کا خطبہ نماز سے پہلے نہیں بلکہ نماز کے بعد پڑھتے ہیں۔ ہماری کتب میں بھی یہی ہے۔ اور ہمارا عمل بھی یہی ہے۔ اب اس حقیقت کے ہوتے ہوئے یہ کہا گیا۔ کہ "مروان کی سنت سنی بھائیوں میں آج تک چلی آ رہی ہے"۔ یہ جھوٹ اس قدر واضح ہے۔ کہ کوئی شخص دوپہر کے وقت کڑکتی دھوپ میں کھڑے ہو کر کہے۔ کہ آج سورج نہیں نکلا۔ نجفی کے کذاب ہونے کا یہ عالم کہ عام آدمی تو کجا اللہ اور اس کے رسول و ائمہ اہل بیت تک کوئی بھی اس سے نہ بچا۔ لہٰذا ان کے امام زمان، امام قائم ایسے ہی لوگوں کی سزا کے لیے ان کے بقول آئیں گے۔ حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

رجال کشی:

عَنِ الْمُفَضَّلِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَاعَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ لَوْقَامَ قَائِمُنَا بَدَأَ بِكَذَّابِي الشِّيْعَةِ فَقَتَلَهُمْ۔

(رجال کشی ص ۲۵۳ مطبوعہ نجف اشرف طبع قدیم)

ترجمہ:

مفضل بن عمر کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا فرمایا اگر ہمارا امام قائم آگیا تو سب سے پہلے ہمارے ان شیعوں کو قتل کرے گا جو پرلے درجے کے جھوٹے ہوں گے۔

لہذا عقائد شیعہ کے مطابق وہ امام قائم ، جن لوگوں سے انتقام لیں گے۔ اور انہیں سب سے پہلے واصل جہنم کریں گے۔ ان میں سے ایک "دو نجفی شیعی" کا ہونا یقینی ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

اعتراض نمبر ۴۲

حقیقت فقہ حنفیہ:

سُنی فقہ میں جُمعہ کی شان

بخاری شریف

قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ ثُمَّ نَنْصَرِفُ وَ لَيْسَ لِلْحِيْطَانِ ظِلٌّ نَسْتَظِلُّ فِيْهِ۔

(بخاری شریف باب غزوہ حدیبیہ جلد پنجم، صفحہ نمبر ۱۲۵)

ترجمہ:

سلمہ بن اکوع کہتا ہے۔ کہ میرے باپ نے مجھے خبر دی ہے۔ کہ ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز جمعہ پڑھ کر واپس آئے۔ تو دیوار کا اتنا سایہ بھی نہ تھا کہ جس میں ہم کھڑے ہو سکیں۔

نوٹ:

سنی بھائیوں نے آج کل کرسی کے لالچ میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کو چھوڑ دیا ہے۔ اور سنی علماء سیاسی تقریر کی خاطر جمعہ کی نماز دیر سے پڑھاتے ہیں۔
کیونکہ انہیں بھی مروان کی طرح خطرہ ہے۔ کہ اگر نماز جمعہ بروقت پڑھا دی۔ تو بعد میں
ہماری تقریر سننے کے لیے کوئی نہیں بیٹھے گا۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۱۸)

جواب:

ہم اہل سنت احناف کے نزدیک نماز ظہر اور جمعہ دونوں کا وقت ایک سا
ہے۔ زوال سے اس کی ابتداء ہوتی ہے۔ یعنی نصف النہار کے وقت کسی چیز کا
اصلی سایہ جب بڑھنا شروع ہو جائے۔ تو یہ وقت ابتداء ظہر اور جمعہ کا وقت ہے۔
اس وقت سایہ بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ جس میں کھڑا ہونا مشکل ہوتا ہے۔ لہذا روایت بالا
میں جمعہ کی نماز کا جو وقت معلوم ہوتا ہے۔ احناف کی فقہ کے خلاف نہیں ہے۔
علاوہ ازیں اسی بخاری شریف میں ہے۔ کہ موسم گرما میں یہ نماز ذرا گرمی کم ہونے کے
بعد پڑھنا بہتر ہے۔

بخاری شریف:

خَالِدُ بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلَ اَنَسِ ابْنِ
مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اِذَا اشْتَدَّ الْبَرْدُ بَكَّرَ بِالصَّلٰوةِ وَ اِذَا
اشْتَدَّ الْحَرُّ اَبْرَدَ بِالصَّلٰوةِ يَعْنِي الْجُمُعَةَ

(بخاری شریف جلد اوّل ص ۱۲۴ کتاب الجمعۃ الخ مطبوعہ نور کراچی)

ترجمہ:

خالد بن دینار کہتے ہیں میں نے حضرت انس بن مالک کے آدمی سے سُنا

کہا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سردیوں کے موسم میں نماز جلدی پڑھا کرتے تھے۔ اور گرمیوں میں ٹھنڈا کرتے۔ اس نماز سے مراد "جمعہ" ہے۔
مسلک احناف اس سلسلہ میں واضح ہے۔ یعنی نماز جمعہ زوال کے فوراً بعد اور خاص کر گرمیوں میں گرمی کا زور ڈھلنے کے بعد ادا کرنا درست ہے۔ لہٰذا اس کو مروان کے خطبہ سے تشبیہ دینا کیسی حماقت اور قباحت ہے۔ یہاں بھی وہی بدحواسی آپ دیکھ رہے ہیں۔ وہ یہ کہ نجفی نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے "ہمیں بھی مروان کی طرح خطرہ ہے کہ اگر نماز جمعہ بروقت پڑھا دی۔ تو بعد میں ہماری تقریر سننے کے لیے کوئی نہیں بیٹھے گا" اسے یہ بھی خبر نہیں۔ کہ تقریر جمعہ سے پہلی کی جاتی ہے یا جمعہ کے بعد کیسی بری تشبیہ ہے۔ اور یہ ان کی پرانی روش ہے۔ اہل بیت کی ایسی تشبیہ کھینچی۔ کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

انوار نعمانیہ:

اَلْغُرَابِيَّةُ قَالُوْا مُحَمَّدٌ بِعَلِيٍّ اَشْبَهُ مِنَ الْغُرَابِ بِالْغُرَابِ وَالذُّبَابِ فَبَعَثَ اللّٰهُ جِبْرِيْلَ اِلٰى عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَغَلَطَ جِبْرِيْلُ فِيْ تَبْلِيْغِ الرِّسَالَةِ مِنْ عَلِيٍّ اِلٰى مُحَمَّدٍ۔

(انوار نعمانیہ جلد دوم
ص ۲۳۷ مطبوعہ تبریز طبع جدید)

ترجمہ:
شیعوں کا ایک فرقہ "غرابیہ" کہتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بہت زیادہ مشابہ تھے جیسا کہ

ایک کوا دوسرے کوّے اور ایک مکھی دوسری مکھی کے مشابہ ہوتی ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین کو حضرت علی المرتضےٰ کی طرف بھیجا۔ انہیں غلطی لگی۔ اور تبلیغ رسالت حضرت علی المرتضےٰ کی بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو گئی۔

ایک اور تشبیہہ ملاحظہ ہو:

تفسیر قمی:

عَنْ عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَام اِنَّ هٰذَا الْمَثَلَ ضَرَبَهُ اللهُ لِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَام فَالْبَعُوْضَةُ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ مَا فَوْقَهَا رَسُوْلُ اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(تفسیر قمی ص ۳۱ مطبوعہ ایران طبع قدیم)
(تفسیر امام حسن عسکری ص ۱۸۲، امامیہ کتب خانہ لاہور)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ (آیت ان اللہ لا یستحی ان یضرب مثلا ما بعوضة فما فوقها کی تفسیر میں) فرماتے ہیں۔ کہ یہ کہاوت اللہ تعالیٰ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے لیے بیان کی ہے۔ لہذا "مچھر" علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ ہیں اور "ما فوق"، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔

لمحہ فکریہ:

ان حوالہ جات سے آپ نے معلوم کر لیا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کوا اور مکھی سے مشابہ کہا گیا اور مچھر تو انہیں اللہ تعالیٰ نے کہا (معاذ اللہ) اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور مکھی ہونے میں تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مشابہ ہیں۔ لیکن مچھر سے کم درجہ ہیں ان کی تشبیہات سے خدا کی پناہ

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

اعتراض نمبر ۴۳

حقیقت فقہ حنفیہ:

سُنّی فِقہ میں زکوٰۃ کی شان

میزان الکبرٰی

اِنَّہٗ لَا تَجِبُ الزَّکٰوۃُ اِلَّا عَلٰی مَنْ یَرٰی لَہٗ مِلْکًا مَعَ اللّٰہِ اَمَّا مَنْ لَا یَرٰی لَہٗ مِلْکًا مَعَ اللّٰہِ کَشْفًا وَیَقِیْنًا فَلَا زَکٰوۃَ عَلَیْہِ۔

(میزان الکبرٰی۔ باب زکوٰۃ الذھب جلد دوم ص ۷)

ترجمہ:
زکوٰۃ اس شخص پر واجب ہے۔ کہ وہ دنیاوی چیزوں کا اللہ کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو بھی مالک سمجھتا ہو۔ اور جو شخص دنیاوی چیزوں کا اپنے آپ کو مالک نہیں سمجھتا۔ اس بات کا اسے کشف اور یقین ہوا ہے۔ اور اس کے نزدیک ہر شئی کا مالک صرف اللہ ہے۔ ایسے شخص پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

نوٹ:

ارباب انصاف دیکھا۔ آپ نے ملاؤں کی عیاریوں اور مکاریوں کو کس چالاکی سے انہوں نے ملانہ برادری کو زکوٰۃ کا فریضہ ادا کرنے سے بچالیا ہے۔ کیونکہ یہ ملانے عارف لوگ ہیں۔ اور ہر چیز کا مالک حقیقی اللہ کو سمجھتے ہیں۔ پس ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ اور باقی رہے غریب غرباء اور جاہل عوام۔ تو وہ چونکہ بدھو ہوتے ہیں۔ اور انہیں معرفت نہیں ہوتی۔ اس لیے وہ زکوٰۃ والی چکی میں ساری زندگی پستے ہیں۔

(حقیقت فقہ حنفیہ۔ ص ۱۱۸ - ۱۱۹)

جواب:

نجفی شیعی نے "میزان الکبری" کی عبارت کو مکمل نقل نہ کر کے دیرینہ بددیانتی کا بین ثبوت مہیا کر دیا۔ کیونکہ اس طرح اس سے اعتراض کا جواب بھی مل جاتا تھا۔ عبارت یہ ہے۔

میزان الکبری

ثُمَّ اِنَّهٗ لَا فَرْقَ فِیْ وُجُوْبِ الزَّکٰوةِ عَلٰی مَنْ مَلَكَ النِّصَابَ بَیْنَ اَنْ یَکُوْنَ مِنَ الْعَوَامِ اَوْ مِنْ اَهْلِ الْکَشْفِ خِلَافًا لِمَا قَالَهٗ بَعْضُ الصُّوْفِیَّةِ مِنْ اَنَّهٗ لَا تَجِبُ اِلَّا عَلٰی مَنْ یَرٰی لَهٗ مِلْکًا مَعَ اللّٰهِ تَعَالٰی اَمَّا مَنْ لَا یَرٰی لَهٗ مِلْکًا مَعَ اللّٰهِ تَعَالٰی کَشْفًا وَیَقِیْنًا فَلَا زَکٰوةَ عَلَیْهِ اِنْتَهٰی وَالْحَقُّ اَنَّهَا تَجِبُ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ فَضْلًا عَنْ

عَلَيْهِمْ لِاَنَّ فِيْ كُلِّ اِنْسَانٍ جُزْءًا يَدَّعِي الْمِلْكَ مِنْ حَيْثُ اَنَّهُ يَسْتَخْلِفُ فِي الْاَرْضِ وَلَوْلَا ذَالِكَ مَا صَحَّ عِتْقٌ وَلَا بَيْعٌ وَلَا شِرَاءٌ وَلَا غَيْرُ ذَالِكَ فَافْهَمُوْا۔

(میزان الکبریٰ جلد ۲ ص ۸ مطبوعہ مصر قدیم)

ترجمہ:

پھر یہ بات واضح ہے۔ کہ زکوٰۃ کے واجب ہونے میں عوام و خواص کا کوئی فرق نہیں۔ صاحبِ کشف ہو یا نہ ہو۔ اگر مالک نصاب ہے تو اُس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ اس میں بعض صوفیاء کا اختلاف ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں۔ کہ زکوٰۃ اُس شخص پر واجب ہوتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنی ملکیت بھی سمجھتا ہو لیکن جو بذریعہ کشف اور یقین صرف اللہ کو ہی مالک سمجھتا ہے۔ اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ انتہیٰ۔ اور حق یہ ہے۔ کہ زکوٰۃ حضرات انبیاء کرام پر واجب تھی۔ ان کے علاوہ پر واجب کیوں نہ ہو۔ اُس لیے کہ ہر انسان میں کسی نہ کسی طرح ملکیت موجود ہے۔ کیونکہ زمین پر اُسے اللہ کی خلافت سونپی گئی ہے اور اگر ملکیت بالکل نہ ہوتی۔ تو آزاد کرنا اور لین دین وغیرہ کبھی بھی درست نہ ہوتے۔ یہ بات سمجھو۔

"میزان الکبریٰ" کی عبارت میں وہ حصہ جو نجفی نے اعتراض و الزام کے لیے چُن لیا تھا۔ اُسے بعض صوفیاء کا نقطۂ نظر قرار دیا گیا ہے۔ اور صاحبِ میزان الکبریٰ نے ان کے اُس خیال کی تردید کی ہے۔ یعنی اگر اُن کا صاحبِ کشف و یقین ہونا یہ چاہتا ہے۔ کہ وہ کسی چیز کے مالک نہ رہیں۔ تو حضرات انبیاء کرام سے بڑھ کر اس

بات کا کس کو یقین تھا۔ باوجود یقین کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہونے کے وُہ زکوٰۃ ادا کرتے رہے اس لیے اُن بعض صوفیار کا یہ نظریہ خلافِ حق ہے۔ تو جسے "خلافِ حق" قرار دے کر اس کے غلط ہونے کی دلیل پیش کی گئی۔ تجھی کو وُہ سنی فقہ کا سچا مسئلہ نظر آیا۔ بس یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی طرح خود "میزان الکبریٰ" کی عبارت کا خون کیا اور پھر اسس سے "حقیقت فقہ حنفیہ" کو خونیں قمیض پہنا کر داد وصول کرنا چاہی اور اپنی "صداقت" کا علم بلند کیا۔ علاوہ ازیں یہاں بھی بد حواسی کا شکار ہوا۔ لکھتا ہے "غریب غربار لوگ زکوٰۃ کی چکی میں پس رہے ہیں" اس سے کوئی دریافت کرے کہ غریب غربار پر زکوٰۃ کس نے فرض کی ہے۔؟ اور دوسروں سے کس نے معاف کی ہے ؟ اگر غریب غربار پر زکوٰۃ ہوتی تو یہ کہنا درست تھا۔ وہ دینے کی بجائے زکوٰۃ کے مصارف ہیں لیکن حسد و بغض اور بد حواسی کے عالم میں "حجۃ الاسلام" کو کچھ بھی یاد نہ رہا۔ ہم سمجھتے ہیں۔ کہ یہ سزا مل رہی ہے۔ اُن گستاخیوں، مکاریوں اور عیاریوں کی جو یہ کرتا پھرتا ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

❖

اعتراض نمبر ۴۴

زکوٰۃ کے متعلق بھانت بھانت کے فتوے۔

زکوٰۃ کے باب میں سنی بھائیوں کے اماموں کے بھانت بھانت کے فتوے ہیں۔ مثلاً ان کا امام اوزاعی کہتا ہے۔ کہ زکوٰۃ میں نیت شرط نہیں ہے۔ ان کا امام اعظم کہتا ہے۔ کہ بچہ اور دیوانہ خواہ جتنے سرمایہ دار ہوں۔ ان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ نیز امام اعظم کہتا ہے۔ کہ جس آدمی پر زکوٰۃ واجب تھی۔ اور وہ مر گیا ہے۔ تو زکوٰۃ اُسے معاف ہے۔ لیکن باقی تینوں امام کہتے ہیں۔ کہ اس سے زکوٰۃ معاف نہیں ہے۔ نیز امام اعظم کہتا ہے۔ کہ زمین کی پیداوار خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ اس میں زکوٰۃ واجب ہے۔ نصاب کی کوئی قید نہیں ہے اور یہ فتوائے نعمانی بقول قاضی عبدالوہاب اہل سنت کے اجماع کے خلاف ہے۔ نیز سُنی فقہ میں ہے۔ کہ کپاس میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ نیز زمین اگر ٹھیکہ پر دی جائے۔ تو امام اعظم کہتا ہے۔ کہ پیداواری کی زکوٰۃ زمین کے مالک پر واجب ہے اور باقی امام کہتے ہیں۔ کہ مالک پر نہیں ہے۔

اگر کوئی صاحب بصیرت سنیوں کی کتاب رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ کی کتاب الزکوٰۃ اور کتاب میزان الکبریٰ باب الزکوٰۃ کا مطالعہ کرے۔ تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے گا۔ کہ سنی فقہ کا باب الزکوٰۃ اسی طرح الجھا ہوا ہے۔ جس طرح جولاہوں کی تانی میں کوئی گدھا گھس جائے۔ تو اس تانی کے تاگے آپس میں الجھ جاتے ہیں۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۱۹)

جواب:

نجفی شیعی نے اپنی کتاب کے نام کی بھی لاج نہ رکھی "حقیقتِ فقہ حنفیہ" میں فقہ حنفیہ پر اعتراض ہونا چاہیئے تھے۔ فقہ شافعی، مالکی اور حنبلی کے مسائل نام سے قطعاً مناسبت نہیں رکھتے۔ اسی لیے نجفی کو گرگٹ کی طرح رنگ بدلنا پڑا۔ اور فقہ حنفی کی بجائے سنی فقہ لکھ کر اعتراض کیا ہے۔ یہ ایک دھوکا اور فریب ہے۔ ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں۔ کہ اہل سنت کے فقہی مکاتب کی طرح اہل تشیع کے بیسیوں ٹولے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا کچھ نہ کچھ باہم اختلاف ہے۔ لیکن اس کو شیعوں کا اختلاف کہا جائے گا۔ اور یہ اختلاف نجفی کی زبان پر دُرّ کہلائے گا۔ دین واسلام کی ایک پکی پکائی فصل تھی۔ جس میں شیعوں کے باہم اختلاف کا خنزیر آ گھسا۔ اور اس نے ساری فصل تباہ و برباد کر دی۔

اعتراض میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق دو چار باتیں درج ہیں۔ پہلی بات یہ کہ جو آدمی صاحبِ نصاب تھا۔ اور زکوٰۃ ادا کرنے سے پہلے پہلے مر گیا۔ اُسے زکوٰۃ "معاف" ہے اس بارے میں نجفی نے دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ میزان الکبریٰ میں موجود اس مسئلہ کا خلاصہ سُن کر آپ بھی یہی کہیں گے۔ مسئلہ یہ ہے۔ کوئی شخص فوت ہو گیا اور اس کے ذمہ زکوٰۃ ادا کرنا تھی۔ لیکن مرتے وقت زکوٰۃ کے ادا کرنے کی وصیت نہیں کر گیا۔ اب اس کی وراثت کا معاملہ دو طرح کا ایک ورثاء کا اور دوسرا اللہ تعالیٰ کا۔ ورثاء کے حصہ کو حقوق العباد اور اللہ تعالیٰ کے قرض کو حقوق اللہ کہیں گے۔ گویا اس کی وراثت میں دونوں حقوق موجود ہیں۔ تو اب مسئلہ قانون کے مطابق حقوق العباد کو ترجیح ہو گی۔ اس قانون کے پیش نظر امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ اس میت کی زکوٰۃ ساقط ہو گئی۔ اس کی وجہ یہ ہے۔

حاشیہ سراجی:

فَاِنَّهٗ يَسْقُطُ بِالْمَوْتِ عِنْدَنَا لِاَنَّهَا عِبَادَةٌ وَالْعِبَادَةُ شَرْطُهَا الْاَدَاءُ بِالنَّفْسِ فَاِذَا مَاتَ فَاتَ الشَّرْطُ اِلَّا اِنْ يَتَبَرَّعَ بِهِ الْوَرَثَةُ اَوْ يُوْصِيْ بِهَا۔ (حاشیہ سراجی)

ترجمہ:

ہمارے نزدیک موت کی وجہ سے زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے۔ کیونکہ زکوٰۃ ادا کرنا ایک عبادت ہے۔ اور عبادت کے لیے شرط ہے۔ کہ اُسے وہی ادا کرے۔ جس پر لازم ہوئی۔ تو جب آدمی مر گیا۔ تو اب وہ خود ادا کرنے کی شرط پوری نہیں کرسکتا۔ (لہٰذا اُس سے زکوٰۃ ساقط ہوگئی ہے۔)

ہاں یہ ہوسکتا ہے۔ کہ اس کے وارث اُس کے بھلے کے لیے از خود کچھ دے دیں۔ یا وہ بوقتِ مرگ وصیت کر گیا ہو۔ کہ میرے مال میں سے میری زکوٰۃ ادا کر دینا۔ سراجی کی شرح شریفیہ میں دو پر یوں لکھا ہوا ہے۔

حاشیہ سراجی:

اِذَا اجْتَمَعَ حَقُّ اللّٰهِ تعالٰی وَحَقُّ الْعِبَادِ فِيْ عَيْنٍ وَقَدْ ضَاقَتْ عَنِ الْوَفَاءِ بِهِمَا يُقَدَّمُ حَقُّ الْعَبْدِ لِاِحْتِيَاجِهِمْ مَعَ اِسْتِغْنَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَكَرَمِهٖ۔

ترجمہ:

اگر کسی معین چیز میں اللہ اور بندے کا حق جمع ہو جائیں۔ اور دونوں کی ادائیگی مکمل نہ ہو سکتی ہو۔ تو اس صورت میں بندے کا حق اللہ تعالیٰ کے حق پر مقدم کیا جائے گا۔ کیونکہ بندہ ضروریات رکھتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بے پروا اور کریم ہے۔

مختصر یہ کہ آدمی کے فوت ہو جانے کے بعد زکوٰۃ "ساقط" ہو جاتی ہے۔ لیکن نجفی نے کمال بد دیانتی اور جہالت کا ثبوت دیتے ہوئے زکوٰۃ کی "معافی" کا قول کیا۔ حالانکہ میزان الکبریٰ میں "معاف" کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے۔ کہ مرنے کے بعد چونکہ وہ مکلف نہ رہا۔ اس لیے ادا نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی اس کے وارث (بغیر وصیت) ادا کرنے کے پابند ہیں۔ لہٰذا ادا نہ کرنے کی وجہ سے وہ ادا نہ ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے۔ یہی ساقط ہونے کا مفہوم ہے۔ مزید یہ کہ اُسے بروز قیامت زکوٰۃ ادا کرنے کی وجہ سے بازپرس ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر اس کی زکوٰۃ "معاف" ہو جائے۔ تو نہ ادا ہو سکی۔ اور نہ ہی قیامت کو اس بارے میں سوال ہو گا۔ اس فرق سے آپ بخوبی جان چکے ہوں گے۔ کہ احناف کا مسلک "سقوط" ہے۔ اور نجفی نے اُسے "معاف" لکھ کر بد دیانتی کی ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

ؐ

اعتراض نمبر ۴۵

حقیقت فقہ حنفیہ:

سُنی فقہ میں جہاد کی شان

میزان الکبریٰ

اِنَّهٗ اِذَا الْتَقَى الزَّحْفَانِ وَجَبَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ الْحَاضِرِيْنَ الثَّبَاتُ وَحَرُمَ عَلَيْهِمُ الْفِرَارُ

(میزان الکبریٰ کتاب السیر ص۱۷۵ ج۲)

ترجمہ:

کہ جب دونوں لشکر میدان میں ٹکرا جائیں۔ تو جو مسلمان میدانِ جنگ میں ہوں۔ ان پر ثابت قدم رہنا واجب ہے۔ اور بھاگنا ان کے لیے حرام ہے۔

نوٹ:

جنگ سے بھاگنا شرعاً حرام ہے۔ اور قرآن پاک میں جنگ سے بھاگنے والوں کی مذمت کی گئی ہے۔ پس ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم

کے زمانہ میں جنگ احد، جنگ خیبر، جنگ حنین میں جان بچا کر دُم اٹھا کر ایسے بھاگے کہ آگے پیچھے کی کوئی خبر نہ رہی۔ پس جہاد ایک بہت بڑا فریضہ اسلامی ہے۔ اور جن لوگوں نے اس کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہے۔ وہ خلافت حقہ کے حقدار نہیں ہیں۔

نوٹ ۲:

شیعہ فقہ میں جہاد کی بہت تاکید ہے۔ اور جو شخص میدانِ جہاد میں مارا جائے وہ شہید ہے۔ اور یہ اتنی بڑی نیکی ہے۔ کہ اس سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں ہے البتہ اس کے شرائط ہیں۔ اور سب سے بڑی شرط ہے۔ کہ امام یا نبی کے ساتھ جہاد کیا جائے سنی بھائی عام طور پر شیعوں کو یہ الزام دیتے ہیں۔ کہ شیعہ جہاد کے منکر ہیں۔ یہ ان کا جھوٹ اور بہتان عظیم ہے۔ کیونکہ اگر سنی بھائی جہاد کا مطلب یہ لیتے ہیں۔ کہ ہمسایہ ملکوں پر چڑھائی کی جائے۔ اور اسلام کے نام پر لوٹ مار کی جائے۔ تو یہ جہاد نہیں۔ بلکہ فساد فی الارض ہے۔ نیز اگر مذکورہ صورت میں جہاد ہے۔ تو آج کل سنی بھائی تمام کے تمام اس فریضہ کے تارک ہیں۔ اور گناہ گار ہیں۔ لہٰذا ان کا فرض ہے۔ کہ جہاد کے نام پر بھارت، چین اور روس کے ساتھ اپنے فاروق کا نام لے کر ایک ایک کر کے ٹکرا جائیں ابوبکر و عمر و عثمان کے زمانہ کی فتوحات جتنی ہیں۔ وہ جہاد اور اسلامی جنگیں نہیں۔ بلکہ وہ اسلام کے نام پر لوٹ مار تھیں۔ اور وہی جنگیں باعث بنی ہیں کہ اقوام عالم اسلام سے متنفر ہو گئیں۔ اور انہی جنگوں کا خمیازہ مسلمان آج بھی بھگت رہے ہیں۔ اور ایک غیر معین عرصہ تک بھگتیں گے۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۱)

جواب:

"جنگ سے بھاگنا شرعاً حرام ہے" ان الفاظ کے لیے میزان الکبریٰ کی عبارت یہ ہے۔ حَرُمَ عَلَيْهِمُ الفرارُ بظاہر بات وزنی معلوم ہوتی ہے

لیکن میدانِ تحقیق میں یہ مفہوم ہی بھاگ جائے گا۔ کیونکہ "بھاگنے کی حرمت" کا خاص موقعہ ہے۔ ورنہ بعض دفعہ بھاگنا لازم ہو جاتا ہے۔ نجفی اگر میزان الکبرای کی پوری عبارت نقل کرتا۔ تو جو کچھ ہم نے لکھا۔ وہی سامنے آجاتا۔ اور اس کے لیے مطلب برآری مشکل ہو جاتی۔ پوری عبارت یہ ہے۔

میزان الکبرای:

إِذَا الْتَقَى الزَّحْفَانِ وَجَبَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ الْحَاضِرِيْنَ الثُّبَاتُ وَحَرُمَ عَلَيْهِمُ الْفِرَارُ إِلَّا أَنْ يَكُوْنُوْا مُتَحَرِّفِيْنَ لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزِيْنَ إِلَى فِئَةٍ أَوْ يَكُوْنَ الْوَاحِدُ مَعَ ثَلَاثَةٍ أَوِ الْمِائَةُ مَعَ ثَلَاثِمِائَةٍ فَيُبَاحُ الْفِرَارُ

(میزان الکبرٰی جلد اول ص۲۹ المسرقدیم)

ترجمہ:

جب مسلمانوں اور کافروں کی دونوں جماعتیں میدان جنگ میں ٹکرا جائیں۔ تو اس وقت موجود تمام مسلمانوں پر ڈٹ جانا واجب ہوتا ہے۔ اور بھاگنا حرام۔ ہاں اگر مسلمان اس لیے پیچھے ہٹتے ہیں کہ ان کا ایسا کرنا لڑائی کے فن کے مطابق ہو یا اس لیے کہ اپنے ساتھیوں کو ساتھ ملانے کے لیے پیچھے ہٹے۔ یا ایک مسلمان اور تین اس کے مقابل کافر یا ایک سو مسلمان اور ان کے مدمقابل تین سو کفار ہوں تو ان صورتوں میں پیچھے ہٹنا حرام نہیں ہے۔

"میزان الکبرای" کی وہ عبارت جو نجفی کے مطلب کی تھی۔ اسے لے لیا۔

اور جو استثنائی صورتیں تھیں۔ انہیں ذکر تک نہ کیا۔ اس کی مثال یوں سمجھو۔ کہ کوئی یہ کہتا پھرے۔ کہ مسلمان خدا کو نہیں مانتے۔ اور دلیل پیش کرے۔ لَا اِلٰہ۔ کوئی معبود نہیں اس دلیل کو کون مانے گا۔ یہی کچھ نجفی نے کیا۔ اس کے بعد والی عبارت کھا گیا۔ اور پہلی عبارت کو لے بیٹھا۔ بددیانتی طبیعت ثانیہ ہو۔ تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ بہر حال پوری عبارت سے معلوم ہوا۔ کہ بعض صورتوں میں میدانِ جنگ سے پیچھے ہٹنا حرام نہیں بلکہ جائز ہے۔

اس کے بعد دوسری بات کی طرف آیئے۔ وہ یہ کہ بقول نجفی خلفائے ثلاثہ نے جنگ خیبر، احد اور حنین سے فرار اختیار کر کے ایک فعل حرام کا ارتکاب کیا لہٰذا وہ خلافت حقہ کے حقدار نہ رہے۔ جہاں تک غزوہ خیبر کا معاملہ ہے۔ تو ہم چیلنج کرتے ہیں۔ کہ نجفی اور اس کے معاونین کوئی ایک مسند، مرفوع اور صحیح حدیث اس پر پیش کر دیں۔ کہ اصحاب ثلاثہ اس جنگ میں بھاگ نکلے تھے۔ تو منہ مانگا انعام حاصل کریں۔ رہی بات جنگ احد اور حنین سے بھاگنے کی تو اس کی طرف اشارہ کر چکا ہوں۔ یعنی فرار "حرام"، وہ یہ ہے۔ جب پورا لشکر اسلامی ڈٹا ہوا ہے۔ اور مدمقابل سے مقابل بھی ہو رہا ہے۔ بھاگنے والا اپنی جان بچانے کے لیے بھاگے۔ اور پھر واپس آنے کا بھی ارادہ نہ ہو۔ ایسا بھاگنا واقعی اللہ کے غضب کو دعوت دینا ہے۔ جنگ حنین میں صحابہ کرام کو اپنی کثرت کا خیال آیا۔ اس پر نازاں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہ آیا۔ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ کے قرآنی الفاظ یہی کہہ رہے ہیں۔ وقتی طور پر ان کو شکست ہوئی۔ لیکن بعد میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان اور اصحاب شجرہ کو نام لے کر آواز دی کہ تم کہاں جا رہے ہو؟ آپ کی آواز سن کر واپس پلٹے۔ اور آپ کے ساتھ ہو کر اینجم کر دالے۔ کہ اگلی پچھلی کسر نکال دی۔ ان کو نئے جذبہ

سے لڑتے دیکھ کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اب لڑائی کی بھٹی خوب گرم ہوئی"، پھر انہی صحابہ کرام کے متعلق آیات قرآنیہ نازل ہوئیں۔

آیت:

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا الخ

ترجمہ:

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مومنین پر سکینہ نازل فرمائی۔ اور ایسا لشکر اتارا۔ جسے وہ دیکھ نہیں رہے تھے۔ اور کفار کو اللہ نے عذاب دیا۔ اور کفار کا یہی بدلہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کے بعد جس کی چاہتا ہے۔ توبہ قبول فرماتا ہے۔ اور اللہ غفور رحیم ہے

نجفی شیعی سے ہم پوچھتے ہیں۔ کہ جن صحابہ کرام نے جنگ حنین میں ابتداءً فرار اختیار کیا۔ وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر دوبارہ واپس آگئے تھے۔ یا نہیں۔ اگر ایک حوالہ بھی ایسا پیش کر دے۔ کہ وہ اس آواز پر واپس نہیں آگئے تھے۔ اور دوبارہ کفار سے وہ نہیں لڑے۔ تو فی حوالہ تینتیس ہزار روپیہ انعام۔ تمہاری کتابیں کہتی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ ان کو آواز دے کر بلاؤ۔ انہوں نے آواز دی۔ سب واپس آگئے۔ اور پھر ڈٹ کر لڑے جب یہ ثابت اور حق ہے۔ کہ وہ صحابہ کرام واپس مڑے اور لڑے اب پھر بھی ان پر اللہ کا غضب ہوا ہو تو یہ بھی کسی ایک حوالے سے ثابت کر دکھاؤ ________ منہ مانگا انعام پاؤ۔ صحابہ کرام کا واپس تشریف لانا۔ ڈٹ کر لڑائی کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا ان پر سکینہ نازل فرمانا۔ اور ان کو معاف کر دینا یہ سب باتیں کتب شیعہ میں بھی موجود ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تفسیر مجمع البیان:

وَ لَمَّا رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ هَزِیْمَۃَ الْقَوْمِ عَنْہُ قَالَ لِلْعَبَّاسِ وَ کَانَ جَهُوْرِیًّا صَیِّتًا اِصْعَدْ هٰذَا الظَّرِبَ فَنَادِ یَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ یَا اَصْحَابَ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ یَا اَهْلَ بَیْعَۃِ الشَّجَرَۃِ اِلٰی اَیْنَ تَفِرُّوْنَ هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَلَمَّا سَمِعَ الْمُسْلِمُوْنَ صَوْتَ الْعَبَّاسِ تَرَاجَعُوْا وَ قَالُوْا لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ وَ تَبَادَرَ الْاَنْصَارُ خَاصَّۃً وَ قَاتَلُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَلْاٰنَ حَمِیَ الْوَطِیْسُ اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ وَ نَزَلَ النَّصْرُ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ انْهَزَمَتْ هَوَازِنُ هَزِیْمَۃً قَبِیْحَۃً فَمَرُّوْا فِیْ کُلِّ وَجْہٍ وَ لَمْ یَزَلِ الْمُسْلِمُوْنَ فِیْ اٰثَارِهِمْ...... ثُمَّ یَتُوْبُ اللّٰہُ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ .... وَ یَجُوْزُ اَنْ یُّرِیْدَ تَوْبَۃً تَقَبَّلُ اللّٰہُ تَوْبَۃَ مَنِ انْهَزَمَ مِنْ بَعْدِ هَزِیْمَتِہٖ ...... ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ اَیْ رَحْمَتَہُ الَّتِیْ تَسْکُنُ اِلَیْهَا النَّفْسُ وَ یَزُوْلُ مَعَهَا الْخَوْفُ

وَعَلَىٰ رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ) حِيْنَ رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ وَقَاتَلُوْهُمْ۔

(۱۔ تفسیر مجمع البیان جلد پنجم
ص ۱۷ تا ۱۹ مطبوعہ تہران طبع جدید)
(۲۔ منہج الصادقین جلد چہارم
ص ۲۴۶ تا ۲۵۱ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:
جنگ حنین میں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی ہزیمت ملاحظہ فرمائی۔ تو آپ نے حضرت عباس سے فرمایا۔ جو بلند آواز رکھتے تھے۔ اس ٹیلے پر چڑھ جاؤ۔ اور آواز دو۔ اے مہاجرین و انصار، اے سورۃ البقر کے مخاطبین، اے بیعت شجرہ والو! کدھر بھاگ رہے ہو۔ یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسلمانوں نے حضرت عباس کی آواز سنی۔ واپس لوٹ آئے۔ اور لبیک کہتے کہتے ہوئے آئے۔ خاص کر انصار نے بہت جلدی کی۔ پھر مشرکین سے ایسے لڑے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اب جنگ کی بھٹی گرم ہوئی ہے۔ میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں۔ میں عبد المطلب کا فرزند ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے مسلمانوں کی مدد فرمائی۔ اور ہوازن قبیلہ کو بہت بُری شکست ہوئی۔ وہ جدھر منہ آیا بھاگ نکلے۔ اور مسلمان اُن کے تعاقب میں تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جسے چاہا۔ اس کی توبہ قبول فرمائی اس کا معنی یہ بھی جائز ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی توبہ قبول فرمائی۔

جنہوں نے بھاگنے کے بعد دشمنوں کو بھگا دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے
سکینہ نازل فرمائی۔ یعنی رحمت نازل فرمائی۔ کہ جس سے دل
مطمئن ہو گئے۔ اور پھر لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ اور ان کا طرف جاتا رہا
(سکینہ نازل فرمائی اپنے رسول پر اور مومنوں پر:) مومنوں پر اس وقت
جب وُہ واپس آ گئے۔ اور ڈٹ کر لڑے۔

اس کے بعد نجفی کا یہ اعتراض کہ اصحاب ثلاثہ میدانِ احد سے بھاگ نکلے تھے
تو اس کا تفصیلی جواب تحفہ جعفریہ جلد چہارم بحث مطاعن میں گزر چکا ہے۔ جس کا
خلاصہ یہ ہے۔ کہ میدان احد سے بھاگنے والے تمام صحابہ کی معافی کا اللہ تعالیٰ نے
اعلان کر دیا ہے۔ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے اُن کو
معاف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی معافی تو اُن کے شامل حال ہو گئی۔ لیکن نجفی اور اہل تشیع
اب تک انہیں معاف کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ سے مقابلہ
ہے۔

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے

ابوسفیان کے لشکر کا پیچھا کرنے والے یہی تو تھے۔

" خلافت حقہ کے حق دار نہ تھے " یہ جملہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے۔ جب
یہ خلافت کے حق دار نہ تھے۔ تو پھر حضرت علی المرتضیٰ اس کے صحیح حقدار
تھے اور اسی سے اہل تشیع کا یہ عقیدہ نکلتا ہے۔ کہ خلافت بلافصل کے حق دار حضرت
علی المرتضیٰ تھے۔ حالانکہ خلافت بلافصل ملی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو۔
اگر غزوۂ احد میں بھاگن خلافت کے عدم استحقاق کی علامت ہے۔ تو پھر جو استقامت
دکھلائے۔ اُسے تو خلیفہ مانو لیکن بدبختی کی وجہ سے یہ بھی نہیں مانتے۔ حالانکہ

استقامت دکھانے کے لیے ابوبکر صدیق پہلے منبر پر تھے۔ ملاحظہ ہو۔

تفسیر مجمع البیان:

وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اَعَادَ تَعَالٰى ذِكْرَ الْعَفْوِ تَاكِيْدًا لِطَمْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْعَفْوِ وَ مَنْعًا لَهُمْ عَنِ الْيَاْسِ وَ تَحْسِيْنًا لِظُنُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ (اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ) قَدْ مَرَّ مَعْنَاهُ وَ ذَكَرَ اَبُو الْقَاسِمِ الْبَلْخِيُّ اَنَّهُ لَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ يَوْمَ اُحُدٍ اِلَّا ثَلَاثَةَ عَشَرَ نَفْسًا خَمْسَةٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَ ثَمَانِيَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فَاَمَّا الْمُهَاجِرُوْنَ فَعَلِيٌّ وَ اَبُوْ بَكْرٍ وَطَلْحَةُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَ سَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد اوّل ص ۵۲۴ جزء ۳

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔ دوبارہ معافی کا ذکر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی معافی میں طمع کی خاطر اور ناامیدی سے روکنے کے لیے اور ان کے خیالات کی تحسین کی خاطر کیا۔ بے شک اللہ غفور حلیم ہے اس کا معنی گزر چکا ہے۔ ابوالقاسم بلخی نے ذکر کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یوم احد کو پانچ مہاجر اور آٹھ انصار کل تیرہ آدمی تھے مہاجرین

یہ تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ ابوبکر، طلحہ، عبدالرحمٰن بن عوف
اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم۔

مختصر یہ کہ حضرات خلفائے ثلاثہ پر یہ الزام لگانا کہ وہ جنگوں سے بھاگ گئے تھے
لہٰذا وہ خلافت حقہ کے حقدار نہ تھے۔ قرآن کریم اور احادیث کی روشنی میں بالکل لغو اور
باطل ہے۔ ایسی جرأت وہی کرے گا جس کو آخرت کی فکر نہ ہو۔

نوٹ نمبر ۲: نجفی نے اہل تشیع کے ہاں جہاد کی شان اور اس کے شرائط بیان
کرکے اہل سنت پر کچھ الزام دھرا ہے۔ ... جہاد ... نہیں کہلا سکتا۔ نجفی نے جہاد کے
لیے یہ شرط لگائی کہ جہاد وہ ہوتا ہے جو کسی امام یا نبی کے ساتھ مل کر کیا جائے جیسا کہ
سبھی جانتے ہیں۔ کہ شیعہ لوگوں نے بارہ امام بنائے۔ ان کی امامت کے سوا کسی کو امام تسلیم نہیں
کرتے ان بارہ میں سے پہلے حضرت علی ہیں۔ اور سب سے آخری غار سامرہ میں چھپے ہوئے ہیں آئیے ان ائمہ
کی لڑائیوں کا کچھ تذکرہ کریں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر بقیہ گیارہ ائمہ میں
سے کسی نے جہاد نہیں کیا۔ اور ان گیارہ میں سے امام حسن نے جہاد کا ارادہ کیا تھا۔
لیکن جہاد سے پہلے ہی انہوں نے خلافت امیر معاویہ کو دے کر ان کے ہاتھ پر بیعت
کر لی۔ رجال کشی میں صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جہاد کیا ان کی معیت میں
لڑنے والوں کے بارے میں خود حضرت علی سے پوچھئے۔ یہ کیسے تھے؟

نیرنگ فصاحت:

اب تو میری دعا ہے۔ اور میں اسی بات کو درست رکھتا ہوں۔ کہ پروردگار عالم
میرے اور تمہارے درمیان تفرقہ اندازی کر دے۔ اور مجھے ان لوگوں کے ساتھ ملحق
فرما دے۔ جو تم سے زیادہ میرے لیے سزاوار ہوں۔ وہ ایسے لوگ تھے قسم خدا کی
ان کی آراء اور تدبیریں میمون اور مبارک تھیں۔ وہ دانشمندانہ اور حکیمانہ بردباریوں کے
مالک تھے۔ وہ راست گفتار تھے۔ وہ بغاوت اور جور و ستم کے ترک کرنے والے تھے

گزر گئے۔ در انحالیکہ ان کے پاؤں طریقہ اسلام پر مستقیم تھے۔ وہ راہِ واضح پر چلے۔ اور ہمیشہ رہنے والی سرائے عقبیٰ میں فتح و فیروزی حاصل کی۔ نیک اور گواراکرامتوں سے فیض یاب ہو گئے۔

احتجاج طبرسی:

اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ اسْتَنْفَرْتُكُمْ لِجِهَادِ هٰؤُلَاءِ فَلَمْ تَنْفِرُوْا وَ اَسْمَعْتُكُمْ فَلَمْ تُجِيْبُوْا وَ نَصَحْتُ لَكُمْ فَلَمْ تَقْبَلُوْا شُهُوْدٌ وَ اَبِالْغَيْبِ اَتْلُوْا عَلَيْكُمُ الْحِكْمَةَ فَتُعْرِضُوْنَ عَنْهَا وَ اَعِظُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ فَتَنْفِرُوْنَ عَنْهَا كَاَنَّكُمْ حُمُرٌ مُسْتَنْفِرَةٌ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ۔

(احتجاج طبرسی جلد اول صفحہ ۲۵۴
احتجاجہ علیہ السلام علی قوم و
حثہ الخ مطبوعہ قم جدید۔
مطبوعہ قدیم ص ۹۳)

ترجمہ:
لوگو! میں نے تمہیں ان لوگوں کے خلاف جہاد پر نکلنے کو کہا۔ تم جواب دے گئے۔ میں نے تمہیں دین و اسلام کی باتیں سنائیں۔ تم نے قبول نہ کیں۔ میں نے تمہیں نصیحت کی۔ تم نے ٹھکرا دی۔ میں نے تم پر حکمت پیش کی۔ تم نے اس سے منہ موڑ لیا۔ میں نے تمہیں انتہائی واضح طور پر وعظ و نصیحت کی۔ لیکن تم اس سے یوں بھاگے جیسا کہ نافرمان

گدھے شیروں سے ڈر کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔
اگر اس موضوع پر مزید حوالہ جات کا شوق ہے۔ تو ہماری تصنیف "عقائد جعفریہ" ملاحظہ کریں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان لوگوں سے کس قدر متنفر تھے۔ نافرمان گدھے تک تو انہیں کہہ دیا۔ جہاد سے روگردانی ان کا وصف اولیں تھا۔ ان کی اسی روش سے تنگ آکر آپ نے ان کے اور اپنے درمیان تفرقہ پیدا ہونے کی دعا کی۔ اور خدا کی قسم اٹھا کر فرمایا۔ وَاللّٰهِ لَوَدِدْتُ اَنِّیْ لَمْ اَعْرِفْکُمْ وَلَمْ تَعْرِفُوْنِیْ۔ میں دل سے چاہتا ہوں۔ کہ نہ میں تمہیں پہچانوں۔ اور نہ تم مجھے پہچانو یعنی دنیا و آخرت میں ہمارا کوئی تعارف باقی نہ رہے۔ نجفی صاحب! یہ تھے آپ کے پچھلے مجاہد جنہوں نے امام وقت کے ساتھ جو سلوک کیا۔ امام وقت نے وہ ظاہر و باہر کر دیا۔ ان کی لڑائی کو "جہاد" کہتے ہو۔ ان میں جہاد کی خواہش ہوتی۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دعائیں لیتے۔ ان میں جہاد کا مادہ ہوتا۔ تو امام حسین رضی اللہ عنہ کی اٹھارہ ہزار کی تعداد میں بیعت کرنے کے بعد ان کے مقابلہ پر نہ اُترتے۔ ان کے سامنے امام جام شہادت نوش کر رہا ہے۔ اور مستورات کے خیمے جلائے جا رہے ہیں۔ امام کے معصوم بچے پانی کے لیے منہ کھولتے ہیں۔ تو ان کی طرف سے تیروں کی بارش برستی ہے۔ گویا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور میں انہیں کوئی مجاہد نہ ملا۔ امام حسن و حسین کے ساتھ یہ مجاہد کہیں نظر نہ آئے۔ تین امام گئے۔ چوتھے سے لے کر گیارہویں تک ویسے ہی سکوت ہے۔ اور بارہویں صاحب ابھی غار سامرہ میں بیٹھکیں لگا رہے ہیں۔ تیر و تفنگ تیز کر رہے ہیں۔ کل پرزے نکال رہے ہیں۔ دیکھیں ان کے برآمد ہونے پر انہیں "مجاہد" کہاں سے اور کون ملتے ہیں۔ بتلائیے۔ جب گیارہ اماموں میں سے کسی کی معیت میں تمہاری کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ تو کس منہ سے کہتے ہو۔ کہ شیعہ جہاد کرتے ہیں۔ آخری بات کہ خلفائے ثلاثہ کے دور میں جتنی جنگیں ہوئیں۔ وہ جہاد اور

اسلامی جنگیں نہ تھیں۔ بلکہ اسلام کے نام پر لوٹ مار تھی۔ جس کا خمیازہ آج تک مسلمان بھگت رہے ہیں۔ یہ دراصل قرآن کریم اور احادیث مقدسہ کے ٹھکرانے کے مترادف ہے۔ اپنی کتابوں سے اس کی شہادت لیجیے۔

تفسیر منہج الصادقین:

و در اندک وقتے حق تعالےٰ بوعدۂ مومناں وفا نمودہ جزائر عرب ودیار کسریٰ و بلاد روم بدیشاں ارزانی داشت۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ششم ص ۲۱۲ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے کیے گئے وعدہ کو تھوڑے ہی عرصہ میں پورا فرما دیا۔ اور جزائر عرب، کسرہ کے شہر روم کے علاقہ جات پر انہیں فتح عطا فرمادی۔ (اور ان کے زیر تصرف کر دیے۔

تفسیر منہج الصادقین:

وَالْمَعْنٰى لَيُوَرِّثَنَّهُمْ اَرْضَ الْكُفَّارِ مِنَ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ فَيَجْعَلُهُمْ سُكَّانَهَا وَمُلُوْكَهَا -

(تفسیر مجمع البیان جلد چہارم جزء
ص ۱۵۲ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

اب خلافت کا معنی یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عرب و عجم میں رہنے

والے کفار کے علاقوں کا وارث بنا دے گا۔ اور وہ انہیں ان کے باشندے اور بادشاہ بنا دے گا۔

شرح نہج البلاغۃ ابن میثم:

اِنَّ عُمَرَ ذَکَرَ کَثْرَۃَ الْقَوْمِ وَعَدَدِ هِمْ فَاَجَابَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِتَذْکِيْرِهِمْ قِتَالَ الْمُسْلِمِيْنَ فِیْ صَدْرِ الْاِسْلَامِ فَاِنَّهٗ کَانَ مِنْ غَيْرِ کَثْرَۃٍ وَاِنَّمَا کَانَ بِنَصْرِ اللّٰهِ وَمَعُوْنَتِهٖ فَيَنْبَغِیْ اَنْ يَکُوْنَ الْحَالُ الْاٰنَ کَذَالِکَ وَهُوَ يَجْرِیْ مَجْرَی التَّمْثِيْلِ کَمَا اَشَرْنَا اِلَيْهِ فِی الشَّرْحِ الْاَوَّلِیْ وَبِوَعْدِ اللّٰهِ تَعَالٰی الْمُسْلِمِيْنَ بِالْاِسْتِخْلَافِ فِی الْاَرْضِ وَتَمْکِيْنِ دِيْنِهِمُ الَّذِیْ ارْتَضٰی لَهُمْ وَتَبْدِيْلِهِمْ بِخَوْفِهِمْ اَمْنًا کَمَا هُوَ مُقْتَضَی الْاٰيَۃِ۔

(شرح ابن میثم جلد سوم ص ۱۶۷ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جنگ فارس کے وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بوقت مشورہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ دشمن کی نفری زیادہ ہے تو اس کے جواب میں حضرت علی المرتضیٰ نے مسلمانوں کی

سابقہ لڑائیوں کا حوالہ دیا۔ جو ابتدائے اسلام میں لڑی گئیں۔ فرمایا۔ کہ وہ
بغیر کثرتِ تعداد کے لڑی گئیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ کی نصرت اور معاونت
شامل حال تھی۔ لہٰذا اب بھی ہماری حالت وہی ہونی چاہیئے۔
اور یہ ایک مثال کے قائم مقام ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے مشورہ
میں بھی اس طرف اشارہ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے
(از راہ کرم) یہ وعدہ فرمایا ہے۔ کہ انہیں زمین کی خلافت عطا کرے
گا۔ ان کے دین کو مضبوطی دے گا۔ اور ان کے اندر خوف کو امن میں
تبدیل کر دے گا۔ جیسا کہ آیتِ استخلاف کا مقتضیٰ ہے۔

قارئین کرام! آیت استخلاف کے تحت علامہ کاشانی شیعی وغیرہ نے جو کچھ لکھا
اور حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن الخطاب کو بنفسِ نفیس جنگ فارس
میں نہ جانے کا مشورہ دیا۔ یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق ظاہر
ہو رہی ہیں۔ خلافت کا وعدہ، فتوحات کی پیش گوئی، دین کی مضبوطی اور چاروں
طرف امن ہی امن یہ سب باتیں ایک ایک کر کے خلفائے ثلاثہ کے دور میں وقوع
پذیر ہوئیں۔ آیت قرآنیہ کا مصداق بننے والی جنگیں اسلامی ہی کہلاتی ہیں۔ اور
اللہ کے وعدہ کے ایفاء کے طور پر واقعہ ہونے والے معاملات غیر اسلامی
نہیں ہوا کرتے۔ خدا سمجھنے کی عقل بھی تو دے۔

ان جنگوں کو "اسلام کے نام پر لوٹ مار" کہنا نری حماقت اور قرآن پاک و ائمہ
اہل بیت کی تعلیمات سے صاف انکار ہے۔ ہو سکتا ہے کہ نجفی حسد و بغض کی وجہ
سے اپنے ہم مسلک مجتہد علامہ کاشانی، طبرسی وغیرہ کی باتوں کو یہ کہہ کر ٹھکرا دے۔
کہ یہ کون سے معصوم ہیں۔ کہ ان کی باتوں پر یقین کیا جائے۔ تو ہم پوچھیں گے۔ حضرت علی
المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی عصمت تو مانتے ہو۔ ان کے ارشادات کو بھی تسلیم کرتے ہو۔

جب حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لشکر کو اللہ کا لشکر کہا۔ اور ان کی فتوحات کو اللہ کا ایفاء عہد فرمایا۔ تو "اسلام کے نام پر لوٹ مار" کہنا دراصل حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کی بات کو بھی تسلیم نہ کرنا ہے لہٰذا نجفی شیعی کا ایمان نہ قرآن پر، نہ ارشادات ائمہ اہل بیت پر اور نہ ہی اپنے مسلک کے مجتہدین کی باتوں پر ہے۔ اور یہی اس کے جہنم جانے کی رسید ہے۔

جہاد کا مرتبہ جو شیعوں کے نزدیک ہے۔ نجفی اُسے بہت بڑا کہتا ہے۔ لیکن اس کے حصول کا وقت ان بدنصیبوں کو آج تک میسر نہ آیا۔ اور اگر کہیں اِکا دُکا جنگی مشق کی۔ تو وہ بھی بغیر امام کے اور مسلمانوں پر خنجر اور زنجیریں لہرا کر۔ ایک مسلمان کا ناحق خون گرانا اس کی جزا تو سیدھی جہنم ہے۔ اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے اور حق سمجھنے کی توفیق دے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِی الْاَبْصَارِ

اعتراض نمبر ۴۶

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں نکاح کی شان

جس کی بیویاں زیادہ ہوں وہ سب سے افضل ہے

بخاری شریف

قَالَ فَتَزَوَّجْ فَاِنَّ خَيْرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَكْثَرُهَا نِسَاءً۔

(بخاری شریف کتاب النکاح باب کثرۃ النساء جلد ۶ ص ۳)

ترجمہ:

ابن عباس نے ایک شخص کو کہا کہ جاؤ شادی کرو۔ اس امت میں سب سے زیادہ اچھا آدمی تو وہ ہے جس کی بیویاں زیادہ ہوں

نوٹ:

بخاری شریف بلبے اللہ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ باعزت وہ شخص ہے۔ جو اللہ سے زیادہ ڈرتا ہے۔ اور پرہیزگار ہے۔ لیکن بخاری شریف یہ کہتی ہے۔ کہ سب سے اچھا آدمی وہ ہے۔ جو سب سے زیادہ بیویاں کرے۔ اور ہر وقت ان کی لڑائیوں میں الجھا رہے۔　　(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۲)

جواب:

بخاری شریف سے مذکورہ روایت نقل کرنے اور اس کے ترجمہ میں دوہری بددیانتی اور خیانت برتی گئی۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

بخاری شریف:

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ لِيْ ابْنُ عَبَّاسٍ هَلْ تَزَوَّجْتَ قُلْتُ لَا قَالَ فَتَزَوَّجْ فَاِنَّ خَيْرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَكْثَرُهَا نِسَاءً

(بخاری شریف جلد دوم ص ۷۵۸ باب كتاب النكاح مطبوعه اصح المطابع كراچی)

ترجمہ:

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ مجھ سے حضرت ابن عباس نے دریافت کیا۔ کہ تم نے شادی کر رکھی ہے؟ میں نے

کہا۔ نہیں۔ تو کہا اس اُمت کے سب سے بہتر شخص (یعنی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم) نے زیادہ عورتوں سے نکاح کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ دراصل جناب سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کو نکاح کی ترغیب دے رہے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بکثرت شادیاں کرنا اس کے لیے دلیل کے طور پر پیش کیا۔ لیکن نجفی نے اس کا ترجمہ اپنے مقصد کے مطابق الٹ پلٹ کر دیا۔ یعنی اس امت میں سب سے اچھا آدمی وہ ہے جس کی بیویاں زیادہ ہوں۔ اپنی کور باطنی سے معنی کیا۔ اور پھر اس پر امام بخاری کا مذاق اڑایا۔ اور ان کی ذکر کردہ روایت کو استہزا کی نظر کر دیا۔ جو دراصل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مذاق اڑانا ہے کیونکہ صحیح مطلب و معنی کے اعتبار سے آخری جملہ سے مُراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے زیادہ شادیاں کی تھیں۔

یہاں بھی بدحواسی کا م دکھا گئی "جس کی بیویاں زیادہ ہوں وہ اچھا آدمی ہے" نجفی کے اس ترجمے میں زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں۔ بلکہ جتنی ہو جائیں اس قدر بہتری ہو گی۔ کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ یہ فرماتے وقت قرآن کریم کے احکامات سے بے خبر تھے۔ جن میں بیک زیادہ سے زیادہ چار بیویاں رکھنے کی اجازت ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ حضرت ابن عباس کے قول کا غلط مطلب لیا گیا اور یوں قرآن کریم کی مخالفت ہو گئی۔

نجفی نے طنزیہ انداز میں ایک عام امتی کو نبی پر فوقیت دے دی۔ یعنی جو بھی زیادہ بیویاں کرے۔ وہ بہتر ہو جائے۔ حالانکہ حدیث کے مضمون کے مطابق یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے بہتر کہا گیا۔ اور اگر نجفی یہ سمجھتا ہے۔ کہ دو دو چار چار کر کے بہت زیادہ شادیاں کرنا معیوب ہے۔ تو بارہ اماموں میں سے دوسرے امام جناب امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا خیال ہے

تمہاری کتاب کہتی ہے۔

جلاء العیون

ابن شہر آشوب روایت کردہ است کہ حضرت امام حسن دولیست و پنجاہ زن بروایتے سی صد زن بنکاح خود درآورد۔

(جلاء العیون ص ۴۲۹ در باب زندگانی امام مجتبیٰ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

ابن شہر آشوب نے روایت کی کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اڑھائی سو اور ایک دوسری روایت کے مطابق تین سو شادیاں کیں۔ اب امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

اعتراض نمبر۴

اپنی بہن، بیٹی نیک لوگوں کو پیش کی جائے:

سُنّی فقہ میں ہے۔ کہ اپنی بہن اور بیٹی نیک لوگوں کو پیش کی جائے کیونکہ حفصہ بنت عمر بیوہ ہوئی تھیں۔ تو انہوں نے یہ رشتہ عثمان اور ابوبکر کو پیش کیا تھا لیکن ان دونوں نے حفصہ کا رشتہ لینے سے معذرت کی پھر یہی بی بی حفصہ رسول اللہ کو پیش کی گئی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول فرمالی۔

(بخاری شریف کتاب النکاح جلد ۷ ص ۱۴)

نوٹ:

بی بی حفصہ بدخلق تھیں۔ جیسا کہ معارج النبوت میں ہے۔ کہ اسی بدخلقی کے باعث حضور صلی اللہ وسلم نے اسے طلاق دی تھی۔ اور طلاق کے بعد حضرت عمر نے سر میں خاک ڈالی تھی۔ سنی بھائیوں نے کیا مکاری کی ہے۔ کہ جس بدخلق کو لینے کے لیے کوئی تیار نہ تھا۔ اس کے لیے فقہ میں ایک باب بنا دیا۔ کہ اپنی بہن اور بیٹی اہل خیر کو پیش کرنا چاہیے

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۳)

جواب:

اس اعتراض میں حضرت ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں

جو کچھ کہا گیا ہے وہ دراصل سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کو کہا گیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب شیعوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ امام ماکان اور مایکون کے عالم ہوتے ہیں۔ یعنی انہیں اگلی پچھلی تمام باتوں کا پہلے سے علم ہوتا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ائمہ اہل بیت کے علم سے کہیں افضل واعلیٰ ہے۔ اب جبکہ شیعہ عقیدہ کے مطابق سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اگلی پچھلی تمام باتوں سے واقف تھے۔ تو آپ نے ایک بدخلق عورت سے شادی کیوں کی؟ لہٰذا نجفی کا یہ اعتراض دراصل سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ہے۔

قرآن کریم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو مومنین کی مائیں فرمایا۔ وَاَزْوَاجُہٗۤ اُمَّھٰتُھُمْ۔ (اور ان کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں۔) دوسرے مقام پر ارشاد ہے۔ اے نبی کی بیویو! تم دنیا میں کسی عورت کی مثل نہیں ہو۔ یعنی جس طرح تمہارے خاوند حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے مثل ہیں۔ اسی طرح تم ان کی بیوی ہونے کی وجہ سے بے مثل ہو اللہ تعالیٰ انہیں مومنوں کی مائیں اور بے مثل عورتیں فرمائے۔ اور بے اصل نجفی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بدخلق کہے۔ اور زبانِ طعن ان پر دراز کرے۔ گویا اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کیا جا رہا ہے۔ (والعیاذ باللہ)

اس کے بعد نجفی کا یہ کہنا کہ حضرت حفصہ کی بدخلقی کی وجہ سے ابوبکر صدیق اور عثمان غنی نے ان سے نکاح کرنا پسند نہ کیا۔ بالکل بکواس ہے حقیقت یہ ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان دنوں اپنی گھریلو ضروریات میں انتہائی مصروف تھے۔ جن کی بنا پر آپ نے معذرت کر دی۔ بخاری شریف میں آپ کے یہ الفاظ درج ہیں۔ بَدَالِیْ اَنْ لَّا اَتَزَوَّجَ یَوْمِیْ۔ مجھے یہ سوجھتا ہے۔ کہ میں ان دنوں شادی نہ کروں۔ اگر بدخلقی کا معاملہ ہوتا۔ تو صاف کہہ دیتے۔ میں تم سے شادی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ تمہارے اخلاق اچھے نہیں۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ان سے شادی کرنے سے انکار بھی کسی اور وجہ پر مبنی تھا۔ آپ چونکہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گہرے دوست تھے۔ اور بے تکلفانہ گفتگو ہوا کرتی تھی کسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حفصہ کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ جن کی وجہ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس شادی سے انکار کر دیا۔ بخاری شریف کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

بخاری شریف:

ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْكَحْتُهَا اِيَّاهُ فَلَقِيَنِيْ اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلَيَّ حِيْنَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ اَرْجِعْ اِلَيْكَ شَيْئًا قَالَ عُمَرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ فَاِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِيْ اَنْ اَرْجِعَ اِلَيْكَ فِيْمَا عَرَضْتَ عَلَيَّ اِلَّا اَنِّيْ كُنْتُ قَدْ عَلِمْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ ذَكَرَهَا فَلَمْ اَكُنْ لِاُفْشِيَ سِرَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ تَرَكَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبِلْتُهَا۔

(بخاری شریف جلد دوم ص ۷۶۸ مطبوعہ کراچی)

ترجمہ:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو اپنی

زوجیت میں لے لیا۔ تو ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے
جناب فاروق اعظم سے ملاقات کی۔ دوران ملاقات ابوبکر صدیق نے
کہا۔ کہ شاید آپ ناراض ہوئے ہیں۔ کہ میں نے حفصہ سے شادی کرنے
سے انکار کر دیا تھا۔ حضرت عمر نے کہا۔ ہاں میں ناراض ہوا تھا۔ اس
کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔ میں نے اس لیے
انکار کیا تھا۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں علم تھا کہ آپ نے حفصہ
کا ذکر کیا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا۔ کہ آپ کا راز فاش کروں۔ اور اگر رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم اس سے شادی نہ فرماتے۔ تو میں اُن کو ضرور قبول کر لیتا

نجفی نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں معارج النبوۃ کا حوالہ دیکر
ثابت کرنا چاہا۔ کہ بدخلق تھیں۔ تو اس سلسلہ میں ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ "معارج النبوۃ"
قابل اعتبار کتاب نہیں۔ بلکہ ایک واعظ کی تصنیف ہے جس میں رطب و یابس جمع ہے،
اس لیے اس کتاب کا حوالہ ہمارے خلاف حجت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا

لمحہ فکریہ:

بخاری شریف میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ اس انداز سے بیان
ہوا۔ کہ اس سے ان کی شان بیان ہوتی ہے لیکن حسد و بغض کے بارے نجفی کو یہ
اس لیے نہ بھائی۔ کہ ان کا تعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔ ان کی بیٹی ہیں۔
جب عمر رضی اللہ عنہ ان کو اچھے نہیں لگتے۔ تو ان کی اولاد کب اچھی لگے گی۔ لیکن یہ کمینہ پن
کی انتہا ہے۔

ان کا تعلق آخر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ہے اور اس تعلق
کی بنا پر "ام المومنین" کا شرف انہیں حاصل ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل
میں ان کا احترام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی بننے سے قبل محض اس لیے

تھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے ایک مرتبہ ان کا تذکرہ کیا تھا لیکن آپ کی بیوی ہو جانے کے بعد بھی کمخی اپنی روحانی ماں کے نقص نکال رہا ہے۔ اور پھر اس پر ناراض ہے۔ متعہ کی اولاد کا یہی حال ہوتا ہے۔ جب اُسے اپنی حقیقی ماں کا ادب واحترام نہیں۔ کیونکہ پتہ نہیں وہ جننے سے پہلے کس کے پاس تھی۔ جنم دے کر کس جگہ کا لائسنس لے لیا۔ کتنے آئے اور کتنے بیج بو کر چلے گئے؟ ایسے تخم نامعلوم سے روحانی ماں کے ادب کی توقع عبث ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۴۸

شادی کے موقع پر ہر گھر میں ڈھولکی بجنی چاہیئے

حقیقت فقہ حنفیہ؛ بخاری شریف

سنی فقہ میں ہے۔ کہ شادی کے موقع پر ہر گھر میں ڈھولک بجنی چاہیئے کیونکہ ربیع بنت معوذ سے جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا تھا۔ تو اس موقعہ پر طبلہ نوازی ہوئی تھی۔

(بخاری شریف کتاب النکاح جلد ۷ ص ۱۹)

نوٹ:

بخاری شریف تبے تبے صرف طبلے اور ڈھولک سے کیا بنے گا کچھ کنجریاں بھی اگر منگوالی جائیں۔ اور تھوڑا سا مجرا بھی کروالیا جائے۔ تو محفل کی رونق دوبالا ہو جائے گی۔ اور پھر اس نیک عمل کا ثواب بخاری کی روح کو ہدیہ کر دیا جائے۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۳)

جواب:

"اس موقعہ پر طبلہ نوازی ہوئی تھی"۔ خبیث ذہن نے کیسا خبیث ترجمہ کیا۔ اور پھر اس خباثت کے چھینٹے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈالنے کی کافرانہ کوشش کی اور بڑی بے باکی سے مشورہ دیا کہ کنجریاں بھی منگوالی جائیں۔ اور مجرا بھی کروالیا جاتے یہ اور ایسی دوسری باتیں کوئی کافر سے کافر بھی کسی دوسرے دین کے راہنما

کو نہیں کہہ سکتا۔ دراصل شیعیت چونکہ عبداللہ بن سبا یہودی کی پیداوار اور اس کے نطفہ کی شاہکار ہے۔ اس وجہ سے ان لوگوں میں غیرت، حمیت اور ایمان وغیرہ نام کی کوئی شئی نہیں ہوتی۔ بخاری شریف میں اس موقعہ پر «دف» بجانے کا ذکر ہے۔ ایسا شادی کے موقعہ پر کیوں کیا گیا۔ اور کیوں کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ حلال وحرام میں فرق ہو سکے۔ نکاح کا زیادہ سے زیادہ لوگوں کو علم ہو سکے۔ تاکہ میاں بیوی پر کل کوئی ناجائز تعلقات کا اعتراض نہ کرے۔ یہ «متعہ» تو نہیں۔ کہ نہ اس میں کوئی گواہی کی ضرورت۔ جب دو چار روپے سے کسی ...۔ کو منوالیا۔ تیسرے کو علم نہ ہوا۔ اور اپنا الو سیدھا کرنے کے بعد دوسرے کے لیے راستہ ہموار کر دیا تو اسی قسم کے «نکاح» سے کیسی کیسی شخصیتیں پیدا ہوتی ہیں۔

شادی بیاہ کے موقعہ پر اعلان کے لیے دف بجانا صرف ہماری کتابوں میں ہی موجود نہیں۔ بلکہ شیعوں کی کتابیں بھی یہی لکھتی ہیں۔ ملا باقر مجلسی کی تحریر ملاحظہ ہو۔

عین الحیاۃ:

وچنیں خلاف است درصدائی زنی کہ غنا کند در عروسی ہا فقط برائے زناں وجمع از علماء ایں را حلال دانستہ اند وابن ادریس وعلامہ در تذکرہ ایں را نیز حرام دانستہ اند ولیکن حلیتش حدیث معتبر دارد۔
(عین الحیوٰۃ ص ۷۵ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:
اسی طرح شادی کے موقعہ صرف عورتوں کا گانا تو اس میں بھی اختلاف ہے علماء کی ایک جماعت نے اس کو حلال و جائز کہا ہے۔ اور ابن ادریس وعلامہ مجلسی نے تذکرہ میں اس کو بھی حرام قرار دیا ہے لیکن شادی کے موقعہ پر عورتوں کے

گانے کی دلیل حدیث معتبر سے ملتی ہے۔

مین الحیوٰۃ کے اس حوالہ سے "دف" سے آگے تک کی اجازت دی گئی۔ اور کنجر خانہ کو حدیث معتبر سے ثابت کر کے ترجیح دی گئی۔ غالباً یہی وجہ ہے۔ کہ شیعوں کی روزانہ شادی ہوتی ہے "اس بازار" میں یہی تو دھندا ہوتا ہے۔ دور دور سے شائقین "حدیث معتبر" پر عمل ہوتا دیکھنے کے لیے آتے ہیں۔ اور "صحاح اربعہ" کو داد دیتے ہیں۔ کوئی بتلائے تو سہی۔ کہ کنجریاں، طبلہ نواز، اور گانے کے ماہر کس "نفیس مذہب" سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کو ناچنے اور پیشہ کروانے کا لائسنس کس شرط پر ملتا ہے اگر اعتبار نہیں۔ تو ان میں سے کسی سے بلا تکلف اس کا مذہب پوچھ لیں۔ وہ یقیناً مخفی کارشتہ دار یا نام نہاد "محب اہلبیت" اور جدی پشتی شیعہ "دشاہ" نکلے گا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۴۹

شادی سے پہلے دلہن کا فوٹو دولہا میاں کو دکھایا جائے۔

حقیقت فقہ حنفیہ: بخاری شریف

شادی سے پہلے دُلہن کا فوٹو دُولہا میاں کو دکھایا جائے۔ کیونکہ رسول پاک کے پاس ریشمی رومال میں نکاح سے پہلے فرشتے بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تصویر لائے تھے۔

(بخاری شریف کتاب النظر قبل التزویج جلد ۷ ص ۱۴)

نوٹ:

اسی بخاری شریف کتاب النکاح ص ۲۵ پر لکھا ہے۔ کہ فرشتوں کو تصویر سے اتنی نفرت ہے۔ کہ جس گھر میں تصویر ہو اس گھر میں فرشتے داخل ہی نہیں ہوتے تو پھر بی بی عائشہ کی منگنی کے وقت بے چارے فرشتوں کو کیوں بے مزا کیا گیا۔ کہ وہ بی بی عائشہ کی تصویر اٹھائے پھرتے تھے۔ تصویر کی صورت ہی کیا تھی۔ جبکہ بی بی حفصہ جیسی بد خلق عورت کو حضور نے قبول کر لیا تھا۔ درآنحالیکہ وہ بیوہ بھی تھیں۔ اور شکل کی بھی پوری سوری تھیں۔ تو بی بی عائشہ کے قبول کرنے میں حضور کو کیا رکاوٹ تھی

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۴)

جواب:

نجفی شیعی نے اپنے اعتراض کی بنیاد دو حدیثوں کے تعارض کو بنایا ہے۔

یعنی ایک حدیث کہتی ہے۔ کہ فرشتے حضرت عائشہ کی تصویر لائے۔ اور دوسری کہتی ہے۔ کہ تصویر والے گھر میں فرشتے داخل ہی نہیں ہوتے۔ یعنی جب فرشتوں کو تصویر سے نفرت ہے تو پھر انہیں بے مزہ کیوں کیا گیا۔ دراصل یہ نجفی کی جہالت ہے۔ کہ وہ ان دونوں میں تعارض بنا بیٹھا۔ ورنہ بات یہ ہے۔ کہ ابتدائے اسلام میں اس کی ممانعت نہ تھی۔ کیونکہ پہلے سے اس کا جواز چلا آرہا تھا۔ تابوت بنی اسرائیل، میں اور اشیاء کے علاوہ انبیائے بنی اسرائیل کی تصاویر بھی تھیں۔ وہ اٹھا کر لانے والے کون تھے؟ فرشتوں نے ہی اسے اٹھایا ہوا تھا۔ اس لیے تصویر کشی کی حرمت سے پہلے اس کی ممانعت نہ تھی۔ اور یہ واقعہ حرمت سے پہلے کا ہے۔ پہلے تصاویر جائز تھیں۔ اس کے ثبوت کے لیے شیعہ تفسیر کا حوالہ پیش کیا جا رہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

تفسیر مجمع البیان:

وَ قِيْلَ كَانَ التَّابُوْتُ الَّذِيْ اَنْزَلَهُ اللّٰهُ عَلٰى آدَمَ فِيْهِ صُوَرُ الْاَنْبِيَاءِ فَتَوَارَثَهٗ اَوْلَادُ آدَمَ وَكَانَ فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلٰى عَدُوِّهِمْ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد اوّل جز دوم ص ۳۵۳ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:
کہا گیا ہے۔ کہ وہ تابوت جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام

پر اتارا گیا تھا۔ اس میں حضرات انبیائے کرام کی صورتیں تھیں اس
تابوت کی اولاد آدم وارث رہی۔ جب وہ بنی اسرائیل
کے پاس آیا۔ تو وہ اس کے وسیلہ سے دشمنوں پر فتح طلب
کیا کرتے تھے۔

تابوت میں حضرات انبیائے کرام کی تصاویر تھیں۔ ان کو وسیلہ بنا کر بنی اسرائیل اپنے دشمنوں پر فتح حاصل کیا کرتے تھے۔ اگر وہ حرام تھیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس تابوت میں کیوں رکھیں۔ اور پھر آن سے امداد کیوں کر طلب کرنا بار آور رہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تصویر کشی چلی آ رہی تھی۔ اور ابتدائے اسلام تک چلتی رہی۔ جب اس کی ممانعت ہو گئی۔ تو اس کے بعد سے فرشتوں کا اُس گھر میں آنا جانا نہیں ہوتا جس میں تصویر ہو۔ لہذا ان دونوں احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔ اور نہ ہی اعتراض کی کوئی گنجائش نکلتی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۵

عورت سے وطی فی الدبر کرنا سنت امام مالک ہے

حقیقت فقہ حنفیہ: بخاری شریف:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ عورت سے وطی فی الدبر کرنا سنت امام مالک ہے۔
کیونکہ اس مسئلہ کی بابت ان سے پوچھا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔
کہ میں اس فعل سے ابھی ابھی غسل کر کے آیا ہوں۔

(تفسیر در منثور پ۳ جلد ۱ ص ۲۲۶ جلد ۱ ط ۲۶۶)

نوٹ:

اسی در منثور میں لکھا ہے۔ کہ اگر اس فعل میں وقت محسوس ہو۔ تو تیل کا استعمال جائز ہے۔ سنی فقہ بے بلے کیا عمدہ عبادت ہے۔ سنی ملاؤں کو چاہیئے۔ کہ اس عبادت سے غافل نہ ہوں اور اس نیک عمل کا ثواب روح امام مالک کو ہدیہ کریں۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۴)

جواب:

"عورت کے ساتھ وطی فی الدبر" کے متعلق امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول بلکہ عمل تفسیر در منثور کے حوالہ سے نجفی شیعی نے پیش کیا۔ اس روایت کا پس منظر علامہ السیوطی نے بیان فرمایا ہے۔ امام مالک کے ایک شاگرد سلیمان جوزنی نے بیان کیا۔ کہ میں نے امام موصوف سے عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کے متعلق دریافت

کیا۔ تو امام نے فرمایا۔ میں ابھی ابھی اسی فعل کے بعد غسل کر کے آیا ہوں۔ علامہ السیوطی کہتے ہیں کہ یہ روایت خطیب بغدادی نے سلیمان جوزنی کے حوالے سے نقل کی لیکن خطیب کی تاریخ بغداد کے میں نے ورق چھان مارے۔ اُن میں امام مالک کے نام سے سرے سے ایسا کوئی واقعہ درج نہیں۔ ان کے شاگرد سلیمان جوزنی کا بھی نام تک نہیں ملتا۔ لہٰذا یہ روایت مجہول، ٹھہری اور ایسی روایت قابل حجت نہیں ہوا کرتی۔ یہ تو تھا عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کی روایت کا حال۔ اسی تفسیر (درمنثور) میں روایت ہذا سے قبل ذکر کردہ روایات میں "وطی فی الدبر" کی شدید ممانعت موجود ہے۔ اور اس کی حرمت بالتصریح مذکور ہے۔ ملاحظہ ہوں۔

حدیث نمبر ۱: تفسیر درمنثور

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ اِلٰى رَجُلٍ اَتٰى رَجُلًا اَوْ اِمْرَاَةً فِى الدُّبُرِ۔

(تفسیر درمنثور جلد اول ص۲۶۴)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی آپ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ اس مرد کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ جو کسی مرد یا کسی عورت کی دُبر میں وطی کرتا ہے۔

حدیث نمبر ۲: تفسیر درمنثور

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَتٰى شَيْئًا مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

فِي الْاَدْبَارِ فَقَدْ كَفَرَ۔

(تفسیر در منثور جلد اوّل ص ۲۶۴)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص نے کسی مرد یا عورت کی دُبر میں خواہش نفس پوری کی۔ اس نے کفر کیا۔

حدیث نمبر ۱: تفسیر در منثور

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَلْعُوْنٌ اَتَى اِمْرَاَةً فِيْ دُبُرِهَا۔

(تفسیر در منثور جلد اوّل ص ۲۶۴)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص عورت کی پیٹھ میں آتا ہے۔ (یعنی وہاں وطی کرتا ہے۔) تو وہ ملعون ہے۔

قارئین کرام! عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات یقیناً امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی نظر سے بھی گزرے ہوں گے۔ کئی سال تک درسِ حدیث دینے والا ناممکن ہے کہ ان ممانعت والی احادیث سے بے خبر رہا ہو۔ اس بیہودہ روایت جو مجہول اور مجروح ہے۔ اس سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پر الزام نہیں آسکتا۔

اس مسئلہ پر ہم نے اپنا موقف واضح کر دیا ہے۔ اب آئیے ذرا شیعوں

کے نظریات بھی ملاحظہ ہو جائیں۔ جس مجہول واقعہ پر نجفی نے بکواس کا پہاڑ کھڑا کر دیا۔ کیا یہ بات ان کے گھر میں بھی موجود ہے۔ کہ نہیں؟ ایک دو حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

وسائل الشیعہ

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اِذَا اَتَی الرَّجُلُ الْمَرْاَۃَ فِی الدُّبُرِ وَھِیَ صَائِمَۃٌ لَمْ یَنْقُضْ صَوْمَھَا وَلَیْسَ عَلَیْھَا غُسْلٌ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱ص ۴۰۱
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب کوئی مرد عورت کی پیٹھ میں وطی کرتا ہے۔ اور حالت یہ ہو کہ وہ عورت روزہ دار ہو۔ تو اس عورت کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ اور نہ ہی اسے غسل کی ضرورت ہے۔

وسائل الشیعہ:

سَمِعْتُ صَفْوَانَ یَقُوْلُ قُلْتُ لِلرِّضَا عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّ رَجُلًا مِنْ مَوَالِیْکَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَسْئَلَکَ عَنْ مَسْئَلَۃٍ فَھَابَکَ وَاسْتَحْیَاکَ اَنْ یَسْئَلَکَ عَنْھَا قَالَ مَا ھِیَ قَالَ قُلْتُ الرَّجُلُ یَاْتِی امْرَاَۃً فِیْ دُبُرِھَا قَالَ نَعَمْ

ذَالِكَ لَهٗ قُلْتَ وَاَنْتَ تَفْعَلُ ذَالِكَ قَالَ لَا اِنَّا لَا نَفْعَلُ ذَالِكَ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۱۰۲ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

صفوان کہتا ہے۔ کہ میں نے امام رضا رضی اللہ عنہ سے عرض کیا حضور! آپ کے غلاموں میں سے ایک نے مجھے آپ سے ایک سوال پوچھنے کو کہا ہے۔ وہ خود شرماتا ہے۔ اور آپ سے ڈرتا ہے اس لیے خود نہیں پوچھ سکتا۔ امام نے فرمایا۔ کیا سوال ہے؟ کہا۔ (سوال یہ ہے) ایک مرد اپنی عورت کی پیٹھ میں وطی کرتا ہے۔ (یہ کیسا ہے؟) فرمایا ہاں درست ہے۔ یہ اس کا حق ہے صفوان کہتا ہے۔ میں نے پھر دریافت کیا۔ کیا آپ بھی یہ فعل کرتے ہیں۔ فرمایا۔ ہم ایسا نہیں کرتے۔

وسائل الشیعہ

عَنِ ابْنِ اَبِیْ یَعْفُوْرٍ قَالَ سَاَلْتُ اَبَاعَبْدِ اللّٰهِ عَنِ الرَّجُلِ یَأْتِی الْمَرْاَةَ فِیْ دُبُرِهَا قَالَ لَا بَأْسَ بِهٖ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۱۰۳)

ترجمہ:

ابن ابی یعفور کہتا ہے۔ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے

دریافت کیا۔ کہ اس شخص کے بارے میں کیا ارشاد ہے۔ جو عورت کے
ساتھ اس کی پیٹھ میں وطی کرتا ہے۔ امام نے فرمایا۔ اس میں کوئی
گناہ نہیں۔

"وسائل الشیعہ" کے حوالہ جات سے شیعہ مذہب میں عورت کے ساتھ
وطی فی الدبر کا مسئلہ نکھر کر سامنے آگیا۔ امام مالک کے متعلق تو روایت مجہول تھی لیکن یہاں
دو ٹوک باتیں ہیں۔ کوئی تاویل نہیں، کوئی عذر نہیں۔ بلکہ ان کے امام نے ایسا کرنا مرد کا
"حق" قرار دیا ہے۔ اور پھر اتنی چھٹی دی۔ کہ اس عورت کا کہ جس کی گانڈ ماری گئی
نہ روزہ ٹوٹتا ہے۔ اور نہ اسے غسل کرنا پڑتا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
(بقول صفوان) عورت کے ساتھ یہ فعل کرنے کی اجازت دیں۔ تو ان کا نام لیوا بڑے
دعوے سے پوچھتا ہے۔ اے امام وقت! آپ نے کبھی یہ شغل فرمایا ہے۔ اپنا
یہ حق کبھی استعمال کیا؟ غلام تو یہ مسئلہ پوچھنے سے شرمائے "اور محب" ایسی بات
بڑی ڈھٹائی سے کرے۔ ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ بہرحال اب یہ اعتراض الٹا
نجفی کے مذہب پر ہے۔ اور امام کے ارشاد کے مطابق تمام ملت جعفریہ کو اپنا یہ حق
حاصل کرنا چاہیئے۔

اب اعتراض کی دوسری شق کی طرف آیئے۔ وہ یہ کہ اگر "وطی فی الدبر"
میں دقت محسوس ہو۔ تو تیل کا استعمال جائز ہے۔" اس کا جواب اگرچہ گزر چکا ہے۔
یعنی جب ہم وطی فی الدبر کی حرمت کے قائل ہیں۔ تو پھر اس پر عمل کے لیے تجاویز
اور مشورہ کس کام کا؟ تیل والی یہ روایت صاحب درمنثور نے تفسیر ابن جریر سے
نقل کی ہے۔ جہاں اس کی سند بھی مذکور ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی "دھمر
بن ضریبہ" ہے۔ اور یہ مجروح ہے۔

حوالہ ملاحظہ فرمائیں

میزان الاعتدال:

ابو عمر الضریر عن شعبہ طعن فیہ علی بن المدینی۔

(میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۲۷۲
مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

ابو عمر الضریر، شعبہ سے روایت کرتا ہے۔ اور علی بن مدینی نے اس پر طعن کیا ہے۔
لہذا اس کا راوی مجروح و مطعون ہے۔ اس لیے یہ روایت قابل حجت نہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

اعتراض نمبر ۵۱

وطی فی الدبر سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی

حقیقت فقہ حنفیہ: فتاوی قاضی خان

وَلَوْ لَاطَ امْرَأَةً لَا يُحَرَّمُ عَلَيْهِ أُمُّهَا وَابْنَتُهَا

(فتاوی قاضی خان کتاب النکاح

جلد اول ص ۱۶۶)

ترجمہ:
اگر کوئی شخص کسی عورت سے وطی فی الدبر کرے۔ تو فاعل پر اس عورت کی ماں اور بیٹی حرام نہیں۔

نوٹ:

فقہ حنفیہ تیرے بلے۔ فاعل کے تو مزے بن گئے۔ کچھ دن مذکورہ فعل کیجئے۔ ایک عورت کو استعمال کرے اور پھر اس کی ماں یا بیٹی سے بھی نکاح کرے۔ اور پھر ان کو استعمال کرتا ہے اور روح نعمان کے لیے ایک اُلٹا فاتحہ بھی پڑھتا رہے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۴ تا ۱۲۵)

جواب:

عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کے متعلق سوال و جواب ابھی گزرا ہے۔ ہم نے اس میں احناف اور اہل سنت کا یہ متفق علیہ مسئلہ ذکر کیا ہے۔ کہ یہ فعل ہمارے نزدیک حرام ہے۔ برخلاف ملت جعفریہ کے کہ وہ اسے جائز حق سمجھتے ہیں۔ اور ان کے

امام نے اس کی اجازت دے رکھی ہے۔ اعتراض زیر نظر ایک فرضی مسئلہ پر مبنی ہے جس کی طرف اس کا ابتدائی لفظ "لو" اشارہ کر رہا ہے۔ یعنی اگرچہ ایسا فعل حرام ہے لیکن بالفرض اگر کوئی اس کا ارتکاب کرے۔ تو یہ فرضی صورت ہے۔ اِسے جواز اور حق کی دلیل بنانا جہالت ہے۔

دوسری بات اس روایت میں سمجھنے کی یہ ہے۔ کہ عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کے بعد اس کی ماں، بیٹی سے نکاح ہو سکتا ہے۔ اس عورت سے مراد فاعل کی بیوی ہے۔ یا کوئی اجنبی عورت؟ اگر بیوی ہو۔ تو اس سے وطی فی الدبر کرے یا نہ کرے۔ اس کی ماں اور بیٹی سے اس فاعل کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ یہ نہیں کہ وطی فی الدبر کرے تو ہو سکتا ہے اور اگر یہ فعل نہ کرے۔ تو نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہے۔ حرمت علیکم امھاتکم و بناتکم الخ۔ ہاں یہ صورت ذہن میں آسکتی ہے۔ کہ "وطی فی الدبر" والی کو چھوڑے۔ یعنی طلاق دے دے۔ اور پھر اس کی ماں یا بیٹی سے نکاح کرے۔ لیکن یہ بھی فقہ جعفریہ میں شاید جائز ہو۔ فقہ حنفی میں اس کی بھی گنجائش نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ صورت مسئلہ یوں بن سکتی ہے۔ کہ ایک شخص نے کسی اجنبی عورت سے وطی فی الدبر کی۔ (جو حرام تھی) اس سے نکاح نہیں کیا۔ اب اس عورت کی ماں یا بیٹی سے یہی حرام فعل کا مرتکب فاعل اگر باقاعدہ نکاح کرنا چاہے۔ تو یہ نکاح درست ہے یا نہیں۔ اس بارے میں اِسے درست قرار دیا گیا ہے۔ مختصر یہ کہ یہ فعل ہم اہل سنت کے نزدیک حرام ہے۔ لیکن حرمت مصاہرہ اس سے ثابت نہیں ہوگی۔

اس کے برخلاف فقہ جعفریہ میں "عورت سے لواطت" درست، جائز بلکہ مرد کا حق" ہے۔ شیعہ عالم "حر عاملی" نے اپنی لمبی چوڑی کتاب "وسائل الشیعہ" جلد ۱۴ میں اس مسئلہ پر ایک مستقل باب باندھا ہے۔ باب کی عبارت ملاحظہ ہو۔

باب عدم تحریم وطی الزوجہ والسریۃ فی الدبر"

یہ باب ان احادیث و روایات ائمہ کو جمع کرنے کے لیے ہے جن میں اس باب کا ثبوت ہوگا کہ اپنی بیوی کے ساتھ وطی فی الدبر حرام نہیں ہے۔ اس باب میں نے بارہ عدد مستند مرفوع احادیثِ ائمہ پیش کی ہیں۔ جن کی ایک جھلک آپ پچھلے اعتراض کے جواب میں دیکھ چکے ہیں۔ جس مذہب میں عورت کی شرمگاہ میں انگلی پھیر کر کھیلنا ثواب ہو۔ اس کے اندام نہانی کا چومنا تسکینِ دل و جان کا باعث ہو۔ اگر یہ راستہ بند ہو تو دُبر کا استعمال کرنا "اجازتِ امام" ہو۔ پھر رمضان شریف کا روزہ رکھی ہوئی کے ساتھ وطی فی الدبر میں نہ کفارہ نہ قضاء نہ غسل نہ گناہ۔ مزے تو اس مذہب میں ہیں۔ لہٰذا اس شہوت پرست فقہ و مذہب کے موجدین کو تیس نہیں بلکہ چالیس پاروں والا قرآن پڑھ کر ہدیہ و تحفہ بھیجنا ان کے پیروکاروں پر لازم ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

اعتراض نمبر ۵۲

مسجد میں عورت سے صحبت جائز ہے۔

حقیقت فقہ حنفیہ: فتاوی قاضی خان

وَ قِيْلَ فِي اللَّيْلِ تَصِحُّ الْخَلْوَةُ فِي الْمَسْجِدِ كَمَا فِي الْحَمَّامِ۔

(فتاوی قاضی خان کتاب النکاح جلد اول ص ۱۸۰)

ترجمہ:

رات کے وقت مسجد میں بیوی سے خلوت کرنا اور ہم بستری کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ یہ فعل حمام میں بھی کرنا جائز ہے۔

نوٹ:

سنی فقہ تیسے تلے　　　بدبخت مسلمانوں نے جب خانۂ خدا کو ویران چھوڑ دیا۔ تو سنی مسلمانوں نے سوچا ہوگا۔ کہ مساجد میں جب نماز والی عبادت نہیں ہوتی۔ تو چلو اس سے ہم بستری والی عبادت کا کام لیا جائے۔ بے شک مسجد میں ہم بستری کا ثواب تراویح شریف جتنا ہوگا۔ اور ملاؤں کو چاہیے کہ اس نیک عمل کا ثواب بھی روح عمر کو ہدیہ کیا کریں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۵)

جواب:

اس اعتراض میں نجفی شیعی نے وہی پرانی بددیانتی اور خیانت کو اپنایا ہے۔ بد

بد دیانتی یہ کہ فتاویٰ قاضی خان میں اس مقام پر جو مسئلہ زیر بحث ہے۔ اس کی پوری بات ذکر نہیں کی گئی۔ اگر مسئلہ مکمل بیان کر دیا جاتا۔ تو اعتراض بنانا مشکل ہو جاتا۔

دوسری بد دیانتی یہ کہ "خلوۃ" کا معنی "ہم بستری کرنا" ہے۔ ہم اس کا فرق ابھی چند سطور آگے بیان کرنے والے ہیں۔

تیسری یہ کہ رات کے وقت مسجد میں "خلوۃ" ہو نا حق مہر کو لازم کر دیتا ہے یہ بعض فقہاء کا قول ہے۔ سنی فقہ کا متفقہ نہیں۔

ان بد دیانتیوں کی تفصیل یوں ہے۔ فتاویٰ قاضی خان میں مسئلہ زیر بحث یہ ہے۔ کہ نکاح کے بعد عورت مقرر شدہ حق مہر کی حقدار کب ہوتی ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ مرد اُس سے ایک دفعہ وطی کر چکا ہو۔ اور دوسری یہ کہ ان دونوں کے درمیان "خلوت صحیحہ" واقع ہو چکی ہو "خلوت صحیحہ" کا مفہوم یہ کہ مرد اور عورت علیحدگی میں ایسے مقام میں جمع ہوئے۔ جہاں نہ کوئی جسمانی روکاوٹ تھی۔ اور نہ شرعی۔ اگر وہ اُس مقام پر ہم بستری کرنا چاہیں۔ تو کوئی شے اِس سے مانع نہ ہو۔ اس کے باوجود اگر انہوں نے ہم بستری نہیں کی۔ تو پھر بھی عورت مقرر شدہ حق مہر لینے کی حقدار ہو گئی۔ کیونکہ اُس کی طرف سے سپردگی میں کوئی کسر نہ تھی۔ اسی مسئلہ کے متعلق صاحب فتاویٰ نے لکھا۔ کہ اگر میاں بیوی دونوں مسجد میں اکٹھے ہو جائیں۔ اور وہاں اُس وقت تنہائی ہو۔ تو کیا یہ تنہائی "خلوت صحیحہ" کا حکم پائے گی؟ اس کے متعلق فرمایا۔ کہ مسجد اور حمام میں ایسا ہونا "خلوت صحیحہ" نہیں ہو گا۔ کیونکہ وہاں اگرچہ اُس وقت کوئی تیسرا نہیں لیکن کسی کی آمدورفت پر پابندی تو نہیں۔ لہٰذا اُس خدشہ کے پیش نظر یہ خلوت "صحیحہ" نہیں ہو گی۔ کیونکہ جماع کرنے کی رکاوٹ موجود ہے۔ یہ تو دن کے وقت کا مسئلہ تھا۔ اب یہی صورت رات کے وقت اگر بن جائے۔ تو اس کے متعلق بھی صاحب فتاویٰ لکھتے ہیں۔ کہ یہ بھی "خلوت صحیحہ" نہیں ہو گی۔ اس جزئیہ پر

ایک قول "قِیْلَ" کے ساتھ نقل کیا گیا۔ (جسے نجفی نے اعتراض کے لیے چنا ہے) وہ یہ کہ بعض فقہاء اس رات کی خلوت کو "خلوت صحیحہ" قرار دیتے ہیں۔ دلیل ان کی یہ ہے کہ رات کے وقت مسجد اور حمام میں لوگوں کی عادتاً آمد و رفت نہیں ہوتی۔ اور اندھیرے کی وجہ سے کسی کے دیکھنے کا بھی احتمال نہیں۔ لہٰذا اس صورت میں عورت پورا حق مہر لینے کی مستحق ہوگی۔ اسی طرح ایک اور مسئلہ لکھا۔ کہ اگر دونوں میاں بیوی کسی شاہراہ پر اکٹھے ہوں۔ وہاں اس وقت کوئی بھی موجود نہ ہو۔ تو یہ بھی خلوت صحیحہ نہ ہوگی۔

کیونکہ عام راستہ پر آنے جانے سے کسی پر پابندی نہیں ہوتی۔ لہٰذا رکاوٹ ہے۔ اور اگر اس شاہراہ سے ایک دو میل دائیں بائیں ہو جائیں۔ تو یہ رکاوٹ ختم ہو جائے گی۔ اور "خلوت صحیحہ" پائے جانے کی وجہ سے حق مہر پورا دینا پڑے گا۔ مسئلہ زیر بحث کی مختلف صورتوں کو ملاحظہ کرنے کے بعد اب نجفی کی دوسری بددیانتی بھی آپ پر آشکارا ہو چکی ہوگی۔ وہ یہ کہ "خلوت" کا معنی "ہم بستری کرنا" قطعاً غلط ہے۔ خلوت اور چیز ہے۔ اور ہم بستری اور۔ یا یوں کہہ لیں۔ کہ خلوت کی ہر صورت "ہم بستری کرنا" نہیں ہوتی۔ نجفی سے ہی پوچھئے۔ کہ جب آپ اپنی بیوی سے تنہائی میں بلا موانع تشریف فرما ہوتے ہیں۔ تو ایسے ہر موقعہ پر آپ ہم بستری کر رہے ہوتے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ عام آدمی کو دھوکہ دینے اور فریب دینے کے لیے اس نے "خلوت" کا معنی "ہم بستری کرنا" کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کہ فقہ حنفی میں مسجد اور حمام میں رات کے وقت ہم بستری کرنا جائز ہے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

تیسری بددیانتی یوں کہ بعض فقہاء نے یہ فرمایا تھا۔ کہ اگر رات کے وقت مسجد یا حمام میں دونوں میاں بیوی اکٹھے ہو جائیں۔ تو چونکہ جماع سے رکاوٹ کوئی نہیں۔ اس لیے ان کا ان مقامات پر اس طرح اکٹھا ہو جانا "خلوت صحیحہ" کہلائے گا۔ اور خاوند کو بیوی کا مقرر کردہ حق مہر پورا دینا پڑے گا۔ لیکن نجفی نے اس سے

یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ سنی فقہ مسجد میں رات کے وقت ہم بستری کرنے کی اجازت دے رہی ہے۔ خدا کا غضب! بھلا کس فقیہ نے اس کی اجازت دی ہے؟ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ۔

"خلوت صحیحہ" کا مسئلہ جس طرح کتب اہل سنت میں ہے۔ اسی طرح اہل تشیع کی کتب میں بھی ہے۔ اور بلکہ اسے تو ہم بستری کے قائم مقام بھی کہا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو

وسائل الشیعہ:

إِنَّ الْوَالِيَ إِنَّمَا يَحْكُمُ بِالظَّاهِرِ إِذَا أَغْلَقَ الْبَابَ وَأَرْخَى السِّتْرَ وَجَبَ الْمَهْرُ وَإِنَّمَا هُوَ ذَا عَلَيْهَا إِذَا عَلِمَتْ أَنَّهُ لَمْ يَمَسَّهَا فَلَيْسَ لَهَا فِيمَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللهِ إِلَّا نِصْفُ الْمَهْرِ..... عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ ثُمَّ خَلَا بِهَا فَأَغْلَقَ عَلَيْهَا بَابًا أَوْ أَرْخَى سِتْرًا ثُمَّ طَلَّقَهَا فَقَدْ وَجَبَ الصَّدَاقُ وَخَلَاؤُهُ بِهَا دُخُولٌ

(وسائل الشیعہ جلد ۱۵ صفحہ ۶۷
کتاب النکاح ابواب المهور۔
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حاکم تو ظاہر پر ہی فیصلہ کرتا ہے۔ جب کسی مرد نے دروازہ بند کر لیا۔ پردے ڈال دیئے اور اس کے ساتھ اندر عورت بھی

موجود ہے۔) تو اب حق مہر پورا دینا واجب ہو گا۔ رہی یہ بات کہ عورت کہتی ہے۔ کہ مجھے اُس نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ تو یہ وہ جانے اور اس کا اللہ جانے اس پر عند اللہ وہ نصف حق مہر کی مستحق ہو گی۔ (لیکن حاکم یہ فیصلہ نہیں کرے گا کیونکہ ظاہر کے یہ خلاف ہے۔) حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب کسی مرد نے کسی عورت سے شادی کرلی۔ پھر اس سے تنہائی میں بیٹھا۔ دروازہ بند کر دیا۔ پردہ ڈال دیا۔ پھر طلاق دی۔ تو اس مرد پر پورا حق مہر ادا کرنا واجب ہو گیا۔ کیونکہ اس کا اپنی بیوی کے ساتھ اس طرح علیحدگی میں ہونا گویا ہم بستری کرنا ہی ہے۔

"خلوت صحیحہ" کا مفہوم وسائل الشیعہ سے آپ نے ملاحظہ کیا۔ یعنی خلوت صحیحہ میں صرف میاں بیوی کی تنہائی ہوتی ہے جس میں جماع سے نہ کوئی شرعی رکاوٹ ہو۔ اور نہ طبعی مانع موجود ہو۔ یہ تنہائی قائم مقام ہم بستری کے ہوتی ہے۔ اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے بعد حق مہر پورا ادا کرنا پڑتا ہے۔ اسے سنی شیعہ دونوں تسلیم کرتے ہیں۔ اور یہ بات ہر ذی علم جانتا ہے۔ کہ وطی ہو جانے کی صورت میں حق مہر بہر حال مکمل ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے خلوت کا معنی ہم بستری کرنا نہیں۔

روایت مذکورہ پر اعتراض کے بعد نجفی نے طنزاً کہا۔ کہ مساجد میں نماز والی عبادت تو نہیں ہوتی۔ تو چلو یہی ہم بستری والی عبادت شروع کر دی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ ہم اہل سنت کی مساجد کی تعداد اور ان میں نمازیوں کی تعداد اہل تشیع سے کہیں زیادہ ہے۔ مساجد اول تو اہل تشیع کی ہیں ہی کہیں کہیں اور پھر وہ بھی غیر آباد۔ ہاں امام باڑے بہ نسبت مساجد کے ان کے ہاں زیادہ ہیں لیکن غیر آباد ہونے میں دونوں برابر ہیں۔ یہ بات تو ان کی مساجد اور امام باڑوں پر فٹ آتی ہے ہماری مساجد میں تو "خلوت صحیحہ" کے امکانات رات کے وقت بھی کم ہیں۔ ان

کے ان مراکز میں دن کے بارہ بجے بھی کسی کے آنے کا گمان نہیں ہوتا۔ اگر قاضی خان کے ذکر کردہ اس ”قیل“ کے قائلین اِدھر توجہ کرتے۔ تو شاید ان کے استدلال پر اعتراض نہ ہوتا یعنی یوں کہتے کہ اگر کوئی شخص ”شیعہ ایجی“... کو ساتھ لے کر کربلا گامے شاہ میں نیچے تہ خانہ کے اندر چلا جائے۔ اور وقت ہو رات کا۔ تو بے شک کرے کچھ نہ۔ اُسے حق مہر پورا دینا پڑے گا۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا یہی فتویٰ ہے۔ کیونکہ وہاں کوئی مانع نہیں لیکن ایک اور مسئلہ بھی ہے۔ کہ شام غریباں منانے والے جب وہاں پہنچ کر بجلی بند کر دیتے ہیں۔ اور پھر خلوت صحیحہ سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ دراصل یہ ہے خلوت صحیحہ کہ جس کا معنی بعض نے ہم بستری کیا ہے۔ لیکن وہاں تو بستر بھی نہیں ہوتا۔ ہم فرشی ہوتی ہے۔ اور زرخیز زمین میں ”سچے اور سچے شیعہ شاہوں“ کی بیجائی ہوتی ہے۔ یہی فصل پروان چڑھتی ہے۔ تو سینما آباد ہوتے ہیں۔ قحبہ خانے بارونق ہوتے ہیں۔ اور ”بابا صاحب“ کے پجاری بنتے ہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

❁

اعتراض نمبر ۵۳

مرد اور عورت ایک دوسرے کی شرمگاہوں کو ہاتھ پھیرا کریں

حقیقت فقہ حنفیہ : فتاویٰ قاضی خان

لَا بَأْسَ الرَّجُلُ اَنْ يَمَسَّ فَرْجَ اِمْرَأَتِهٖ كَذَالِكَ اِمْرَأَةً لَا بَأْسَ اَنْ تَمَسَّ فَرْجَ زَوْجِهَا لِكَيْ يَتَحَرَّكَ قَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ سَأَلْتُ اَبَا حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ عَنْ هٰذَا قَالَ لَا بَأْسَ بِهٖ وَاَرْجُوْ اَنْ يُعَظِّمَ اَجْرُهُمَا۔

(۱۔ فتاویٰ قاضی خان کتاب الحظر
جلد چہارم ص ۷۸۳،
(۲۔ ھدایہ شریف جلد چہارم
ص ۴۶۱ حاشیہ کتاب الکراھت)

ترجمہ:

اگر مرد عورت کے مقام شرم کو مس کرے۔ اور عورت مرد کے مقام شرم کو مس کرے تاکہ شارطے ہو جائیں۔ تو کوئی حرج نہیں اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اپنے استاذ معظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس مسئلہ کی بابت پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔ اور میں امید رکھتا ہوں۔ کہ اس فعل سے

دونوں کو بڑا ثواب ملے گا۔

نوٹ:

بلے بلے فقہ نعمان کے شعروہ ہے جو فتو لوہار کہتا ہے۔ حنفی فقہ نے مذکورہ مسئلے کی وضاحت تو حتی المقدور بہت کی ہے۔ لیکن ایک کمی پھر بھی باقی رہ گئی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ لفظ مس کی پوری تشریح نہیں ہوئی۔ کیونکہ مس منہ اور لبوں سے بھی ہو سکتا ہے اور ہاتھوں سے بھی ہو سکتا ہے۔ پس اگر دونوں صورتیں جائز ہیں۔ تو پھر حنفی بھائیوں کے گڑ ہیں رہے ہیں۔ کیونکہ یہ چاٹتا رہے اور وہ چوستی رہے۔ اور اس عبادت کا ثواب آٹومیٹکلی روح نعمان کو پہنچتا رہے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۲۵ جلد اول)

جواب:

نجفی شیعی کا یہ اعتراض برائے اعتراض ہے۔ ورنہ یہ لکھتے وقت اس کا ضمیر (اگر زندہ ہے تو) اُسے ضرور ملامت کرتا ہوگا۔ کہ کیا لکھ رہے ہو۔ اور خود کرتے کیا ہو۔ ہر شخص جانتا ہے۔ کہ مرد کے حقوق و فرائض اپنے ہوتے ہیں۔ اور بیوی کے اپنے حقوق فرائض۔ جو شخص حقوق زوجیت ادا نہیں کر سکتا۔ اُسے تو شادی ہی نہیں کرنی چاہئیے۔ لیکن شادی کے بعد ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنا شرعی طور پر قابلِ ستائش اور اچھا ہے۔ اس لیے اگر فقہ حنفی میں ان حقوق کو بطریقہ احسن ادا کرنے کی کوئی صورت ذکر ہوئی ہے۔ تو اس پر اعتراض کیوں؟

رہا نجفی کا یہ کہنا کہ مس کی تشریح نہیں ہوئی۔ اور یہ منہ اور لبوں سے بھی ہو سکتا ہے۔ ہو سکتا ہو گا۔ صرف منہ اور لب ہی کیوں پاؤں، گھٹنے اور سر وغیرہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ دیکھنا ہے۔ کہ مس کی کونسی صورت جائز ہے اور کون سی ناجائز۔ دراصل لبوں سے مس کرنا تو تمہیں اس لیے یاد آگیا۔ کہ

حاشیہ تاریخ بغداد:

فِي هٰذِهِ الرِّوَايَةِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْحَكَمِ قَالَ ابْنُ الْجَوْزِيِّ كَذَّبَهُ الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ فِي حِكَايَاتٍ رَوَاهَا عَنِ الشَّافِعِيِّ وَقَالَ ابْنُ خُزَيْمَةَ لَمْ يَكُنْ يَحْفَظُ الْاَسْنَادَ مِنَ الْمِيزَانِ لِلذَّهَبِيِّ ثُمَّ هَلْ تَعْقِلُ اَنَّ الشَّافِعِيَّ يَقُوْلُ ذَالِكَ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَهُوَ الَّذِيْ يُرْوٰى عَنْهُ قَوْلُهُ فِيْهِ اَلنَّاسُ فِي الْفِقْهِ عِيَالٌ عَلٰى اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَقَوْلُ: مَنْ اَرَادَ الْفِقْهَ فَعَلَيْهِ بِاَبِيْ حَنِيْفَةَ -

(حاشیہ تاریخ بغداد جلد ۱۳
ص ۴۲۷ مطبوعہ السلفیہ مدینہ
منورہ طبع جدید)

ترجمہ:

روایت مذکورہ میں ایک راوی محمد بن عبداللہ بن عبداللہ بن حکم ہے ابن جوزی کا کہنا ہے۔ کہ ربیع بن سلیمان نے اس کو ان حکایات میں جھوٹا کہا۔ جو اس نے امام شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیں۔ (جن میں سے ایک یہ بھی ہے) ابن خزیمہ کا قول۔ ہے۔ کہ اسے سند حدیث یاد نہیں رہتی تھی۔ (علاوہ ازیں) کیا اس قسم کا قول امام اعظم کے متعلق جناب امام شافعی سے ممکن بھی۔ ہے۔ ؟ کیا عقل اسے گوارا کرتی ہے۔ ؟ یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ابو حنیفہ کے بارے

یں فرماتے ہیں۔ "فقہ میں لوگ امام ابوحنیفہ کے بچے ہیں" اور یہ بھی اُن کا ہی قول ہے۔ کہ "جو فقہ میں دسترس چاہتا ہے۔ اُسے امام اعظم ابوحنیفہ کا دامن تھامنا پڑے گا۔

لمحہ فکریہ:

بظاہر ایک عدد اعتراض تھا لیکن اس کے ضمن میں چند عدد الزامات تھے۔ ہم نے ایک ایک کرکے اُن کی مدلل تردید کردی معترض نجفی شیعی نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقہ فتاوی تعلیم اُن کے شاگردوں اور مقلدوں کے ذریعہ امام موصوف کی ذات کو مورد طعن واعتراض بنایا تھا۔ لیکن ان میں سے کوئی ایک چیز بھی دلائل صحیحہ اور روایات معتبرہ سے ثابت نہ کرسکا۔ تاریخ بغداد سے ان باتوں کو نقل کرتے وقت، نہ تو ان کے حواشی کو دیکھا گیا۔ نہ ان کے راویوں کی چھان بین کرنے کی کوشش کی۔ اور نہ ہی ان کے منسوب کردہ حضرات کے تعریفی اور تعظیمی اقوال دیکھنے نصیب ہوئے۔ بس فکر یہ تھی کہ "فقہ حنفی" کو کسی طریقہ سے مورد الزام ٹھہرایا جائے۔ اور اس فکر کے پیش نظر اسے کولاٹھی "کا سہارا ملا مگر وہ بھی چھن گیا۔ لاٹھی والے تو خود اس کی ٹانگیں توڑنے کے درپے ہیں۔ اور یہ بیچارہ اس خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ بس اس سے "فقہ حنفی" کو ہانکوں گا۔ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۔ ان کی تمام کوششیں دنیوی زندگی میں اکارت ہو کر رہ گئیں اور سمجھتے ہیں۔ کہ وہ بڑا اچھا کام کر رہے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۹

ابوبکر کی گواہی کہ ابوحنیفہ نے دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بدل دیا ہے

حقیقت فقہ حنفیہ:

اہل سنت کی کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۴۴۱۔ محمد بن عامر الطائی بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ دمشق میں دو بوڑھے نکلے ہیں۔ ایک نے دوسرے کے بارے میں کہا۔ کہ تو نے دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بدل دیا ہے۔ میں نے کسی سے پوچھا۔ کہ یہ کون ہے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ یہ ابوبکر ہے۔ اور دوسرا دین کو بدلنے والا ابوحنیفہ ہے۔ نیز اسی صفحہ میں لکھا ہے۔ کہ ابن شیبہ کہتا ہے۔ کہ ابوحنیفہ کو نبی سے زیادہ عالم جانتے ہیں۔ نیز صفحہ ۴۴۷ میں لکھا ہے۔ کہ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔ کہ سفیان ثوری کہتا تھا۔ کہ ابوحنیفہ نہ قابل اعتماد تھا۔ اور نہ دیانت دار تھا۔

نیز ص ۴۴۸ میں لکھا ہے۔ کہ خود امام احمد بن حنبل فرماتے تھے۔ کَانَ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ یَکْذِبُ۔ کہ ابوحنیفہ جھوٹ بولتا تھا۔ اور ص ۴۵۱ پر لکھا ہے۔ کہ عمرو بن علی ابوحفص کہتا ہے۔ کہ ابوحنیفہ حافظ حدیث نہ تھا۔ اور ص ۴۲۱ میں لکھا ہے۔ کہ احمد بن شعیب نسائی کہتا ہے۔ کہ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوئی حدیث میں معتبر نہیں ہے۔

نوٹ:

مناظر اعظم تونسوی صاحب شیعوں کو چھوڑنے سے پہلے اپنے مذہب کی کتاب تاریخ بغداد کی تیرھویں جلد میں اپنے امام اعظم کی شان ملاحظہ کر لیتے۔ تو آپ کے لیے بہتر تھا۔

ے

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

جواب:

نجفی شیعی نے مذکورۃ الصدر اعتراض کے ضمن میں چند ایک باتیں کہی ہیں۔ ترتیب وار ملاحظہ ہوں۔

۱۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امام ابوحنیفہ کو "دین بدلنے والا" کہا ہے۔
۲۔ ابن ابی شیبہ نے ابوحنیفہ کو یہودی کہا ہے۔
۳۔ علی ابن جریر نے کہا۔ کہ کوفہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو ابوحنیفہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑا عالم کہتے ہیں۔
۴۔ سفیان ثوری کا کہنا ہے۔ کہ کوفہ میں ابوحنیفہ نہ تو اعتماد کے قابل تھا۔ اور نہ دیانت دار تھا۔
۵۔ احمد بن حنبل کے نزدیک ابوحنیفہ جھوٹ بولتا تھا۔
۶۔ عمرو بن علی ابوحفص کہتا ہے۔ کہ ابوحنیفہ حافظ الحدیث نہ تھا۔
۷۔ احمد بن نسائی امام ابوحنیفہ کی حدیث کو معتبر نہیں کہتے تھے۔

❖

تردید امر اوّل

"ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گریبان پکڑ کر امام اعظم کو کہنا۔ کہ اس نے دین بدل دیا ہے۔"
اس روایت کا راوی محمد بن علی بن عطیہ سخت مجروح ہے۔ لہذا ایسے راوی کی روایت سے امام اعظم کی ذات مطعون نہیں ہو سکتی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

میزان الاعتدال:

مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ عَطِيَّةَ اَبُوْ طَالِبٍ الْمَكِّيُّ الزَّاهِدُ الْوَاعِظُ صَاحِبُ الْقُوْتِ حَدَّثَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَحْمَدَ الْمَصِيْصِيِّ وَالْمُفِيْدِ وَكَانَ مُجْتَهِدًا فِي الْعِبَادَةِ حَدَّثَ عَنْهُ عَبْدُ الْعَزِيْزِ الْاَزَجِيُّ وَغَيْرُهُ قَالَ الْخَطِيْبُ ذَكَرَ فِي الْقُوْتِ اَشْيَاءَ مُنْكَرَةً فِي الصِّفَاتِ وَكَانَ مِنْ اَهْلِ الْجَبَلِ وَنَشَاَ بِمَكَّةَ قَالَ لِيْ اَبُوْ طَاهِرٍ الْعَلَّافُ اِنَّ اَبَا طَالِبٍ وَعَظَ بِبَغْدَادَ وَخَلَطَ فِيْ كَلَامِهِ وَحَفِظَ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْمَخْلُوْقِيْنَ اَحْسَنَ مِنَ الْخَالِقِ فَبَدَّعُوْهُ وَهَجَرُوْهُ فَبَطَلَ الْوَعْظُ۔

(میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۱۰۷ حرف المیم مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

"الفوت" کتاب کا مصنف محمد بن علی بن عطیہ زاہد اور واعظ تھا۔ علی بن احمد مصیصی اور مفید سے حدیث کی روایت کرتا ہے۔ اور عبادت میں بہت منہمک رہتا تھا۔ عبدالعزیز ازجی وغیرہ نے اس سے حدیث کی روایت کی خطیب نے کہا ہے۔ کہ اس نے اپنی تصنیف "القوت" میں اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں منکر باتوں کا ذکر کیا ہے۔ پہاڑی آدمی تھا۔ اور مکہ مکرمہ میں پرورش پائی۔ مجھے (صاحب میزان الاعتدال) ابو طاہر علاف (امام ذہبی) نے کہا۔ کہ ایک مرتبہ محمد بن علی ابو طالب نے بغداد شہر میں وعظ کیا۔ اور تقریر میں اِدھر اُدھر کی مخلوط باتیں کہیں۔ اور لوگوں سے یہ کہتے ہوئے پایا۔ کہ مخلوق پر خالق سے زیادہ احسان کرنے والا کوئی نہیں۔ (خالق کا ایک معنی جھوٹ گھڑنے والا بھی ہے۔ اور اس جگہ اس کی یہی مراد تھی) یہ سن کر لوگوں نے اسے بدعتی سمجھا۔ اور اٹھ کر چلے گئے۔ اس طرح اس کی مجلس وعظ باطل ہو گئی۔

لمحہ فکریہ:

قارئین کرام! امام ابو حنیفہ پر اعتراض کرنے کے لیے نجفی شیعی کو اس روایت سے کچھ بھی ہاتھ نہ آیا۔ کیونکہ اس کا راوی محمد بن علی عطیہ ایسا شخص ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی صفات میں عجیب و غریب باتیں ملایا کرتا تھا۔ وعظ و نصیحت میں بھی اِدھر اُدھر کی جمع کر لیا کرتا تھا۔ اور اس کے متعلق یہ باتیں خود تاریخ بغداد کے مصنف نے کہیں۔ لہٰذا ایسے راوی کی روایت سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر اعتراض ہرگز نہیں ہو سکتا۔

علاوہ ازیں تعجب اس بات پر ہے۔ کہ نجفی شیعی "حجۃ الاسلام" ہونے کے باوجود

یہ نہیں جانتا کہ کسی عام آدمی کا خواب دوسرے کے لیے حجت نہیں ہوا کرتا۔ چاہے خواب دیکھنے والا کتنا ہی متقی اور مخلص مومن ہو۔ لیکن یہ خواب تو اس شخص کا ہے جو صفات باری تعالیٰ اور وعظ و نصیحت میں بھی ہیرا پھیری کیا کرتا تھا۔ ایسے شخص کا خواب سے کہ نجفی کونسا تیر چلا رہا ہے۔ یہ خواب تو خواب دیکھنے والے کی تسلی نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ امام اعظم کی ذات پر اعتراض کی دلیل بن جائے۔ نجفی شیعی کے پیش نظر اپنوں کو خوش کرنا ہے۔ سو وہ کرتا ہے چاہے دھول اپنے ہی سر پر پڑے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

تردید امر دوم

وہ ابن ابی شیبہ کی طرف منسوب کیا گیا کہ یہ امام اعظم کو یہودی سمجھتے تھے" پہلے الزام کی طرح اس میں بھی کوئی قوت اور صداقت نہیں۔ کیونکہ اس روایت کی سند میں ایک راوی محمد بن علی القاضی الواسطی ہے۔ جو ضعیف بلکہ واضع الحدیث ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

میزان الاعتدال:

محمد بن علی القاضی ابو العلاء الواسطی المقری
ضَعِيفٌ ...... وَقَالَ الْخَطِيْبُ رَأَيْتُ لَهُ اُصُوْلًا
مُضْطَرِبَةً وَاَشْيَاءَ سَمَاعُهُ فِيْهَا مَفْسُوْدٌ ....
قَالَ الْخَطِيْبُ فَاسْتَنْكَرْتُهُ وَقُلْتُ لَهُ اَرَاهُ بَاطِلًا ....

وَقَالَ الْخَطِیْبُ اَمَّا حَدِیْثُ اَخْذِ الْیَدِ فَاِنِّیْ لَمْ یَضَعْهُ فَاَنْكَرْتُ عَلَیْهِ فَامْتَنَعَ بَعْدُ مِنْ رِوَایَتِهٖ وَرَجَعَ عَنْهُ وَذَكَرَ الْخَطِیْبُ اَشْیَاءً تُوْجِبُ وَهْنَهٗ۔

(میزان المیزان الاعتدال

جلد سوم ص۱۰۰ حرف المیم)

ترجمہ:

محمد بن علی القاضی ضعیف ہے۔ خطیب نے کہا۔ کہ میں نے اُس کے اصول مضطرب پائے۔ اور کچھ ایسی روایات کہ اُن کا سماع فاسد ہے۔ (یعنی یہ اُن کو سُن کر بیان کرنے کا دعویٰ کرتا ہے۔ حالانکہ اُن کی سماعت کا کوئی ثبوت نہیں) خطیب ہی کا قول ہے۔ کہ میں نے اس کی روایت (ہاتھ پکڑ کر روایت بیان کرنا) کو منکر قرار دیا۔ اور میں نے کہا کہ میں اس کو باطل سمجھتا ہوں۔ خطیب کا یہ بھی کہنا ہے۔ کہ ہاتھ پکڑ کر بیان کرنے والی حدیث اس کی من گھڑت حدیث ہے۔ میں اسے منکر سمجھتا ہوں پس وہ اُس حدیث کو بعد میں روایت کرنے سے باز آگیا۔ اور اُس سے رجوع کر لیا۔ اس کے علاوہ خطیب نے اور بھی بہت سی ایسی باتیں اس کے متعلق ذکر کی ہیں۔ جو اس کی حالت کو اور بھی کمزور کر دیتی ہیں۔

حاشیہ تاریخ بغداد:

وَكَانَ اَهْلُ الْعِلْمِ مِمَّنْ اَدْرَكْنَا یَقْدَحُوْنَ فِیْهِ وَرَاَیْتُ فِیْ كِتَابِ اَبِی الْعَلَاءِ عَنْ بَعْضِ الشُّیُوْخِ

الْمَعْرُوفِيْنَ حَدِيْثًا اِسْتَنْكَرْتُهٗ وَكَانَ مَتْنُهٗ
طَوِيْلًا مَوْضُوْعًا مُرَكَّبًا عَلٰى اَسْنَادٍ وَاضِحٍ صَحِيْحٍ
وَ ذُكِرَ فِيْ تَضْعِيْفِهٖ كَلَامًا۔

(حاشیہ تاریخ بغداد جلد ۱۳
ص ۴۴۱)

ترجمہ:

جتنے بھی اہل علم کو ہم نے پایا۔ وہ ابوالعلاء واسطی کی روایات پر تنقید ہی کرتے تھے۔ میں نے اس کی کتاب میں دیکھا۔ کہ اس نے بعض معروف و مشہور محدثین سے ایسی روایات ذکر کیں۔ جن کو میں منکر سمجھتا ہوں۔ ان احادیث کا متن طویل، موضوع اور واضح صحیح اسناد سے مرکب تھا اس ابوالعلاء کو ضعیف قرار دینے میں بہت کچھ کہا گیا ہے۔

"محمد بن العلاء الواسطی" روایت مذکورہ کا راوی ہے۔ اور حوالہ مذکورہ کی روشنی میں آپ نے اس کے متعلق پڑھا۔ معروف محدثین کے نام پر من گھڑت احادیث روایات بیان کرنا اس کا مشغلہ تھا۔ اسی کی روایت کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ اور یہ باتیں اس راوی کے متعلق خود خطیب بغدادی کہہ رہا ہے۔ جس کی کتاب سے نجفی نے امام اعظم کی ذات پر اعتراض کے لیے حوالہ ذکر کیا تھا۔ نجفی نے الزام کی عبارت پڑھی۔ اور امید ہے۔ کہ اس پر تحریر شدہ حاشیہ بھی دیکھا ہوگا۔ اس وضاحت و صراحت کے بعد بھی یہ الزام تراشنے سے باز نہ آیا کیا کرتا۔ بغض و حسد کا ایسا مرض لگا ہوا ہے۔ کہ حقیقت دیکھنے ہی نہیں دیتا۔

تردید امر سوم

علی بن جریر کا کہنا کہ کوئی وب ابوحنیفہ کو اللہ کے رسول سے بھی بڑا عالم مانتے تھے۔ کیا واقعی ایسا تھا؟ آیئے ذرا اس روایت کے راویوں کو دیکھیں تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جائے۔ اس میں ایک راوی محمد بن مہلب ہے۔ یہ کیسا تھا۔ سنیئے۔

الکامل فی ضعفاء الرجال

محمد بن المہلب غندر الحرانی سَمِعْتُ الْحُسَیْنَ بْنَ اَبِیْ مَعْشَرٍ یَقُوْلُ کَانَ یَضَعُ الْحَدِیْثَ۔

(۱۔ الکامل فی ضعفاء الرجال جلد ۶ ص ۲۲۹۷، مطبوعہ بیروت طبع جدید)

(۲۔ لسان المیزان جلد پنجم ص ۲۹۶ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

محمد بن مہلب حرانی کے متعلق عبداللہ بن عدی کہتے ہیں۔ کہ میں نے حسین بن ابی معشر کو کہتے سنا۔ کہ یہ شخص حدیث گھڑ لیا کرتا تھا۔

☆

خلاصہ:

روایت مذکورہ کے من گھڑت ہونے کی شہادت مل گئی۔ کیونکہ اس کا راوی محمد بن
جہلب یہ کام کیا کرتا تھا۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ اس من گھڑت روایت سے امام اعظم رضی اللہ عنہ
کی ذات پر لگایا گیا۔ الزام سرے سے بے بنیاد ہے۔ اور ایسا ہونا بھی چاہیئے تھا کیونکہ
امام ابوحنیفہ کی ذات وہ ہے۔ جن کی عادت کریمہ یہ تھی۔ کہ کسی مسئلہ کے درپیش آنے کے
وقت وہ اس کا حل قرآن کریم سے تلاش کرتے اگر نہ پاتے تو احادیث مبارکہ سے اس کا
جواب ڈھونڈتے۔ اگر آیت قرآنی یا حدیث نبوی مل جاتی۔ تو وہی جواب ہوتا اس کے لیے
تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۶۲ ملاحظہ کریں۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ امام ابوحنیفہ اپنے تئیں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کیا بلکہ آپ کا ادنیٰ غلام سمجھتے تھے۔ اور اپنے علم کو حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کے مقابلہ میں سمندر کے سامنے قطرہ کی طرح سمجھتے تھے۔ بلکہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے مقابلہ تو بہت دور کی بات ہے۔ حضرات
صحابہ کرام کا علم بھی ان کے لیے اپنے قیاس و اجتہاد سے کہیں بڑھ کر تھا۔ ان حالات میں
یہ کہنا کہ ان کے معتقدین علم میں ان کو اتنا بڑھاتے تھے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی
بڑا عالم کہتے تھے۔ ایک بہتان صریح اور بے مثل جھوٹ کے سوا کچھ نہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

تردید امر چہارم

"ابو حنیفہ قابل اعتبار اور دیانت دار نہیں" جناب سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کی ذات کی طرف اس قول کی نسبت کی گئی ہے۔ یہ روایت چونکہ مؤمل بن اسماعیل کی سند سے مروی ہے۔ اور وہ منکر الحدیث ہے۔ اس لیے خود روایت ہی قابل اعتبار نہیں ہے۔

میزان الاعتدال:

قال البخاری مُنْكِرُ الْحَدِيْثِ وَقَالَ اَبُوْ زَرعَةَ فِيْ حَدِيْثِهٖ خَطَاءٌ كَثِيْرٌ .... مَاتَ بِمَكَّةَ فِيْ رَمَضَانَ سَنَ سِتٍّ وَمَائَتَيْنِ قَالَ مؤمل بن اسماعيل حدثنا عكرمة بن عمار عن سعيد المقبرى عن ابى هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قَالَ هَدِمَ الْمُتْعَةُ الطَّلَاقَ وَالْعِدَّةَ وَالْمِيْرَاثَ هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ

(میزان الاعتدال جلد سوم ص ۲۲۱ حرف المیم مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

امام بخاری نے مؤمل بن اسماعیل کو "منکر الحدیث" کہا۔ ابو زرعہ نے اس کی حدیث کو کثیر غلطیوں والی بتایا۔ یہ ۲۰۶ھ میں بمقام مکہ فوت

ہوا۔ اسی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "متعہ" تین چیزوں کو ختم کر دیتا ہے۔ طلاق، عدت اور میراث۔ یہ حدیث منکر ہے۔

لمحۂ فکریہ:

سیدنا سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کردہ روایت کا حال معلوم ہو گیا۔ اس کا راوی مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث ہونے کے علاوہ حدیث میں بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس فتویٰ اور ابو زرعہ ایسے محدث کا اسے "منکر" قرار دینا اس کے ناقابل اعتبار ہونے کے لیے کافی وشافی ہے۔ رہا جناب سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کا امام ابو حنیفہ کے متعلق خیال تو اس کی ایک جھلک آپ گزشتہ صفحات میں دیکھ چکے ہیں۔ اسی تاریخ بغداد میں ان کا ایک اور قول ملاحظہ کریں۔

تاریخ بغداد:

محمد بن بشیر کہتا ہے۔ کہ میرا امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری رضی اللہ عنہ دونوں کی طرف آنا جانا رہتا تھا۔ ایک دفعہ میں جناب سفیان ثوری کے پاس تھا۔ تو انہوں نے مجھ سے دریافت کیا۔ کہاں سے آئے ہو۔ میں نے عرض کیا۔ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے حاضر ہوا ہوں۔ یہ سن کر سفیان ثوری نے فرمایا۔ لَقَدْ جِئْتَ مِنْ عِنْدِ اَفْقَهِ اَهْلِ الْاَرْضِ۔ تو روئے زمین میں سے سب سے بڑے فقیہ کے پاس سے آیا ہے۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۴۴)

اسی کتاب میں دوسری جگہ موجود ہے۔ کہ سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی آمد پران کا کھڑے ہو کر استقبال کیا۔ پھر انہیں اپنی مسند پہ بٹھایا۔ اور خود سامنے زانو تہ کرکے تشریف فرما ہوئے۔ اس کی وجہ بیان کی۔ کہ ابوحنیفہ کا علم، عمر، زہد وتقویٰ اور ان کا تفقہ فی الدین ہر ایک خوبی ایسی ہے۔ جو مجھے ان کے ساتھ ایسا سلوک کرنے پر مجبور کرتی ہے۔

(جلد ۱۳ ص ۱۴۴)

تاریخ بغداد کی ان عبارات نے ثابت کر دیا۔ کہ جناب سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کے نزدیک امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ محترم اور مکرم تھے۔ اس قدر ان کے علمی وفقہی مقام کا احترام کرنے والا یہ کیونکر کہہ سکتا ہے۔ کہ ابوحنیفہ ناقابلِ اعتبار اور بددیانت تھے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ الزام مؤمل بن اسماعیل "منکر الحدیث"، کی اپنی اختراع ہے اور سفیان ثوری اس سے بری ہیں۔

تردید امر پنجم

"امام ابوحنیفہ جھوٹ بولتے تھے" تاریخ بغداد کے حوالے سے یہ بات امام احمد بن حنبل کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ یہ بھی سراسر غلط ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جناب امام شافعی کے شاگرد ہیں۔ ان کا قول امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں ابھی پچھلے اوراق میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔ لہٰذا عقل تسلیم نہیں کرتی۔ کہ استاد تو کسی شخصیت کا از حد احترام کرتا ہو۔ اور اس کا شاگرد احترام کی بجائے اُسے جھوٹا کہتا پھرے۔ روحانی دادا کے ساتھ ایسا سلوک غیر متوقع ہوتا ہے۔ اسی تاریخ بغداد میں رأس المحدثین یحییٰ بن سعید القطان (کہ جن کی تنقید سے شاید ہی کوئی بچا ہو) امام ابوحنیفہ کے بارے میں کہتے ہیں۔

يحيى بن معين يَقُولُ سَمِعْتُ يحيى القطان يَقُولُ جَالَسْنَا وَاللهِ اَبَا حَنِيْفَةَ وَسَمِعْنَا مِنْهُ وَ كُنْتُ وَاللهِ إِذَا نَظَرْتُ اِلَيْهِ عَرَفْتُ فِيْ وَجْهِهٖ اَنَّهٗ يَتَّقِي اللهَ عَزَّ وَجَلَّ۔

(د جلد ۱۳ ص ۳۵۲)

ترجمہ:

کہ ہم ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ہم نے اُن کی کچھ باتیں سنیں۔ خدا کی قسم! میں جب بھی اُن کی طرف دیکھتا۔ تو اللہ تعالیٰ کے خوف اور تقویٰ کے نمایاں آثار مجھے ان کے چہرہ پر نظر آتے۔

قارئین کرام! یحییٰ بن سعید القطان ایسا ناقد جس شخصیت کو متقی قرار دے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسے "افقہ الناس"، کہیں۔ سفیان ثوری رضی اللہ عنہ جن کا کھڑے ہو کر استقبال کریں۔ کیا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے یہ توقع کی جا سکتی ہے۔ کہ وہ ایسی شخصیت کے بارے میں وہ الفاظ کہیں۔ جو ان کی طرف منسوب کیے گئے۔ خوفِ خدا اور جھوٹ بولنا یہ دونوں باتیں ایک ہی شخصیت میں نمایاں طور پر نظر آئیں۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ معلوم ہوا۔ کہ یہ الزام امام احمد بن حنبل کی طرف صرف منسوب کر دیا گیا۔ اس کی حقیقت کچھ نہیں ہے۔

تردید امر ششم

"امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ حافظ الحدیث نہ تھے" عقل اس الزام کو ہرگز تسلیم نہیں کرتی۔ کیونکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد اور تفقہ فی الدین کو دنیا تسلیم کرتی ہے۔ حتیٰ کہ ائمہ مشہورہ میں سے ہر ایک۔ نے اور بالخصوص امام شافعی رضی اللہ عنہ نے ان کے متعلق فرمایا کہ ابوحنیفہ "افقہ الناس" تھے۔ سفیان ثوری انہیں فقیہ بے مثل کہیں۔ ذرا سوچئے وہ فقہ کس چیز کا نام ہے۔ اس کے مستند اصول قرآن و حدیث ہیں۔ یعنی ان دونوں کا عالم ہوئے بغیر کوئی شخص فقیہ نہیں ہو سکتا۔ جب فقیہ بننا یا ہونا ان دونوں پر موقوف ہو تو "افقہ الناس" کو ان میں سے احادیث سے نابلد کہنا کس قدر حماقت اور جہالت ہے۔ اس عقلی دلیل کے علاوہ روایت مذکورہ ویسے بھی مخدوش و مجروح ہے۔ قابل استدلال نہیں۔ کیونکہ اس کی سند میں سہل بن احمد نامی راوی ناقابل اعتبار ہے۔

لسان المیزان:

سهل بن احمد ديباجي حَدَّثَ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ الْحُبَابِ رُمِيَ بِالْخَوْضِ الرَّفْضِ وَالْكِذْبِ رَمَاهُ الزُّهْرِيُّ وَغَيْرُهُ انتهى ..... وَقَالَ ابْنُ اَبِي الْفَوَارِسِ كَانَ رَافِضِيًّا غَالِيًا كَتَبْنَا عَنْهُ كِتَابَ

اس کی بدولت آدمی بچ جاتا ہے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کو باوجود اس قدر نکاح کرنے کے کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ آپ نے ایسا شہوت پرستی کی خاطر کیا۔ حسد و بغض کی عینک اتار کر بھی اگر دیکھتا۔ تو فقہ حنفیہ پر آپ سے کوئی اعتراض نظر نہ آتا۔ اور اگر آتا تو پھر اپنے ائمہ کے اقوال و اعمال پر بھی تنقید ہوتی۔ اس لیے گندی زبان کو روکنا ہی بہتر ہوتا ہے۔ ورنہ اپنے بیگانے سبھی اس کا نشانہ بن سکتے ہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

اعتراض نمبر ۵۷

بیوی اور میاں کی ملاقات کے بغیر بھی اولاد حلالی ہے

حقیقت فقہ حنفیہ: رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ

قَالَ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ لَوْ تَزَوَّجَ وَھُوَ بِالْمَشْرِقِ اِمْرَاَۃً وَ ھِیَ بِالْمَغْرِبِ وَاَتَتْ بِوَلَدٍ لِسِتَّۃِ اَشْھُرٍ مِنَ الْعَقْدِ کَانَ الْوَلَدُ مُلْحَقًا بِہٖ وَ اِنْ کَانَ بَیْنَھُمَا مُسَافَۃٌ لَا یُمْکِنُ اَنْ یَلْتَقِیَا اَصْلًا۔

(۱۔ رحمت الامۃ فی اختلاف الائمہ جلد دوم ص ۶۹ کتاب النکاح)

(۲۔ الدر المختار جلد دوم ص ۴۰ کتاب النکاح فصل فی ثبوت النسب)

(۳۔ میزان الکبریٰ کتاب اللعان جلد دوم صفحہ نمبر ۱۲۸)

ترجمہ:

امام اعظم کہتا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص مشرق میں رہتا ہے۔ اور کوئی عورت مغرب میں رہتی ہے۔ اور ان کے درمیان اتنی مسافت ہے۔ کہ ان کا آپس میں ملاقات کرنا ناممکن ہے۔ اور پھر

ان دونوں کا نکاح کر دیا جائے۔ اور پھر وہ عورت چھ ماہ کے بعد بچہ جنے تو وہ بچہ اس مرد کا شمار ہوگا۔

نوٹ:

سچ ہے۔ جہاں عقل ہے وہاں سُنی نہیں۔ اور جہاں سنی ہے واں عقل نہیں۔ جب کسی مرد نے اپنی بیوی سے ملاقات ہی نہیں کی۔ اور بقول صاحب درالمختار ان دونوں میں اتنی مسافت ہے۔ کہ ایک سال میں طے ہوگی پس جب مرد نے ہم بستری ہی نہیں کی تو پھر اس عورت سے جو بچہ پیدا ہوگا۔ وہ اس مرد کا نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ بچہ حرامی ہے۔ لہذا دنیا کے تمام ولدالزنا حرامی لوگوں کو امام اعظم کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ اور اس کی فقہ کو اپنانا چاہیئے۔ کیونکہ امام نے ان کے لیے شریعت میں کافی گنجائش رکھی ہے۔

☆

اعتراض نمبر ۵۸

ثبوتِ نسب کا عجیب طریقہ

حقیقت فقہ حنفیہ: میزان الکبریٰ

قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ اِنَّهٗ لَوْ تَزَوَّجَ اِمْرَاَةً وَغَابَ عَنْهَا سِنِيْنَ فَاَتَاهَا خَبَرٌ وَفَاتِهٖ فَاعْتَدَّتْ ثُمَّ زَوَّجَتْ وَاَتَتْ بِاَوْلَادٍ مِنَ الثَّانِيْ ثُمَّ قَدِمَ الْاَوَّلُ اِنَّ الْاَوْلَادَ يَلْحَقُوْنَ بِالْاَوَّلِ۔

(میزان الکبریٰ کتاب اللعان جلد دوم ص ۶۹)
(رحمت الامۃ فی اختلاف الائمہ کتاب اللعان جلد دوم ص ۶۹)
(فتاویٰ قاضی خان کتاب النکاح جلد اول ص ۰۰، فی وسائل النسب)

ترجمہ:

امام اعظم کہتا ہے۔ کہ مرد نے کسی عورت سے شادی کی۔ پھر مرد کہیں کئی برس تک چلا گیا۔ پھر اس عورت کو اس مرد کی موت کی خبر پہنچی۔ اور اس عورت نے اس مرد کی مدت وفات گزار کر کسی دوسرے مرد سے شادی کرلی۔ اور پھر اس دوسرے مرد سے

کئی بچے جنے ہیں۔ پھر اتفاق سے وہ پہلا شوہر بھی آگیا۔ امام اعظم کہتا ہے
وہ تمام بچے اسی پہلے شوہر کے ہیں۔

نوٹ:

فتاوی قاضی خان کی عبارت یہ ہے۔ رَجُلٌ غَابَ عَنْ اِمْرَاتِہٖ وَھِیَ بِکْرٌ اَوْ ثَیِّبٌ فَتَزَوَّجَتْ بِزَوْجٍ آخَرَ فَوَلَدَتْ کُلَّ سَنَۃٍ وَلَدًا قَالَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ اَلْاَوْلَادُ لِلْاَوَّلِ۔ کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے غائب ہو گیا۔ اور اس بیوی سے اس نے ہم بستری نہیں کی۔ اور اسے کنواری ہی چھوڑ گیا۔ پھر اس عورت نے دوسرے مرد سے شادی کی۔ اور ہر سال ایک عدد بچہ جنا۔ امام اعظم کہتا ہے۔ کہ وہ تمام بچے پہلے شوہر کے ہیں۔ بلے بلے فقہ نعمان۔ ع شعر وہ ہے جو نفتولوہار کہتا ہے۔ دنیائے عقل مند مل کر دماغ لڑائیں۔ اور فیصلہ کریں۔ کہ جب ایک مرد نے ایک عورت سے صرف نکاح کیا ہے۔ اور اسے کنوارے پن ہی میں ہی چھوڑ کر چلا گیا۔ پھر اس عورت نے دوسرا نکاح کر کے ایک درجن بچے جنے ہیں۔ یہ بچے پہلے شوہر کی اولاد کیسے بن گئی
حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۸ تا ۱۳۰)

جواب:

درالمختار، میزان الکبریٰ اور فتاوی قاضی خان سے نجفی نے (مختصر طور پر) تین اعتراض پیش کیے ہیں۔

ا۔ میاں بیوی کے درمیان مشرق و مغرب کی مسافت ہو۔ اور عورت چھ ماہ گزرنے پر بچہ جنے۔ یہ مسافت بظاہر چھ ماہ میں طے نہیں ہو سکتی۔ اس صورت میں وہ بچہ اسی مرد کا ہوگا۔

۲ - مرد اپنی بیوی کے ہاں کافی عرصہ غائب رہا۔ پھر اس کی موت کی خبر بیوی کو پہنچی۔ اس نے تصدیق کے بعد عدت گزار کر نیا نکاح کر لیا۔ اب اس کے ہاں نئے نکاح کے بعد اولاد ہوئی۔ اتفاق سے پہلا خاوند کہیں سے زندہ آن نکلا۔ اس صورت میں اولاد اس پہلے خاوند کی ہوگی۔

۳ - کسی کنواری یا غیر کنواری سے شادی کرنے پر مرد غائب ہو گیا۔ عورت نے دوسری شادی کر لی۔ اب ہر سال ایک بچہ جنتی ہے۔ پھر پہلا خاوند آ گیا۔ اس صورت میں بھی اولاد پہلے خاوند کی ہوگی۔

ان تینوں صورتوں پر نجفی کا اعتراض یہ ہے کہ "جب مرد نے اپنی بیوی سے ملاقات نہیں کی۔ ہم بستری نہیں ہوئی۔ تو ایسی حالت میں پیدا ہونے والا بچہ حرامی ہوگا۔" آیئے ذرا اس موضوع کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ یہ مسائل اس شخصیت کے ہیں جنہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام فقہاء کا باپ قرار دیا۔ كُلُّ فَقِيْهٍ عِيَالُ أَبِيْ حَنِيْفَةَ انسان کی عزت اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔ کوئی ایسا طریقہ کہ جس سے عزتِ نفس مجروح ہوتی ہو، اس کی بیخ کنی اور حوصلہ شکنی کی گئی۔ دیکھئے کسی شخص کو زانی کہنا دراصل معاشرہ میں اُسے بے عزت کرنا ہے۔ اس لیے اس پر سخت پابندی لگائی گئی۔ وہ یہ کہ کسی کے زانی ثابت کرنے کے لیے چار مردوں کی گواہی (اور وہ بھی زنا کرتے ہوئے بلا حجاب دیکھ کر) رکھی گئی۔ بظاہر اس شرط کے ساتھ کسی پر زنا کا ثبوت بہت مشکل ہے۔ عقل ایک شخص کو بدکار تسلیم کرے۔ لیکن چار عینی گواہیوں کے بغیر شرع کسی کو بدکاری کا مرتکب قرار نہیں دیتی۔ بلکہ چار سے کم گواہ ہونے کی صورت میں ان کے گواہوں کو سزا دی جائے گی۔ یہ عزتِ نفس کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح نسب کا معاملہ بھی ہے۔ کیونکہ حلالی حرامی ہونے میں عزت و بے عزتی کا دخل ہے۔ اور پھر پوری زندگی کا معاملہ ہے۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد۔ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ

(یعنی نکاح والے کا ہے) کے مطابق حتی الوسع کسی بچہ کو حلالی بنانے کی کوشش کی جائے گی۔ تاکہ حرامی ہونے کے وجہ سے اس کی عزت پر حرف نہ آئے۔ لہٰذا جہاں تک ممکن ہو۔ یہی کوشش ہوگی۔ اسی ضابطہ کے تحت علامہ کلینی نے فروع کافی میں ایک مسئلہ درج کیا۔ وہ یہ کہ اگر کوئی شخص اپنی ماں یا بیٹی سے عقد کرے۔ اور اس عقد سے بچہ پیدا ہو جائے تو اس کو حرامی نہیں کہہ سکتے۔ وجہ اس کی یہ بیان کی۔ کہ اگر دیکھا جائے۔ کہ ماں سے نکاح ہو ہی نہیں سکتا۔ تو یہ زنا بنے گا۔ اور زنا کی پیداوار "حرامی" ہی کہلائے گی لیکن اگر یہ دیکھا جائے۔ کہ اس نے باقاعدہ نکاح کیا ہے۔ تو نکاح کے بعد پیدا ہونے والا بچہ جائز اور حلال ہوتا ہے۔ اس امکان کے ہوتے ہوئے اگر پھر بھی کوئی شخص اس بچہ کو حرامی کہتا پھرے۔ تو اس پر حد لگائی جائے گی۔ (فروع کافی جلد ۵ ص ۲، ۵ مطبوعہ تہران)

نجفی کو اپنے مسلک کے ایک علامہ پر کوئی اعتراض نہیں۔ تو پھر مسلک اہل سنت پر مذکورہ عبارات سے اعتراض کیوں؟ کیونکہ جس طرح کلینی نے امکان نکالا۔ اسی طرح وہاں بھی پہلے خاوند کا نکاح بدستور قائم ہے۔ اس کی طرف اولاد کی نسبت کرنے پر نجفی کے پیٹ میں کیوں مروڑ اٹھے ہیں۔

علاوہ ازیں یہ مسائل جس موضوع کے تحت مذکور ہوئے۔ کمال بدنیتی سے نجفی نے اس طرف کوئی اشارہ نہ کیا۔ مرد اور عورت کے درمیان طویل مسافت ہونے کے باوجود (کہ جو عادتاً چھ ماہ میں طے نہ ہو سکتی ہو) بچہ اسی مرد کا ہوگا۔ اس کی وجہ خود صاحب ردالمحتار سے پوچھی ہوتی۔ اور پھر اُسے قارئین کے سامنے پیش کر دیا جاتا۔ اس کے بعد اعتراض کرنا زیب دیتا تھا۔ سنیئے۔ علامہ شامی نے درمختار کی مذکورہ عبارت کے تحت ان الفاظ سے عنوان یا موضوع باندھا ہے۔

"مطلب فی ثبوت کرامات الاولیاء والاستخدامات"

یعنی چند مسائل فقہیہ ایسے کہ جن سے حضرات اولیاء کرام کی کرامت اور غیر مرئی طاقتوں سے خدمت لینا ثابت ہوتا ہے۔ یہ عنوان باندھ کر صاحب ردالمحتار نے تحریر فرمایا ہے:۔

رَدُّ الْمُحْتَار

وَعِبَارَةُ الْفَتْحِ وَالْحَقُّ اَنَّ الْمُتَصَوَّرَ شَرْطٌ وَالِذَا لَوْجَاءَتْ اِمْرَاَةٌ الصَّبِيِّ بِوَلَدٍ لَا يُثْبِتُ نَسَبُهُ وَالتَّصَوُّرُ ثَابِتٌ فِي الْمَغْرِبِيَّةِ لِثُبُوْتِ كَرَامَاتِ الْاَوْلِيَاءِ وَالْاِسْتِخْدَامَاتِ فَيَكُوْنُ صَاحِبَ خُطْوَةٍ اَوْجِنِّيٍّ.......

وَالْمُرَادُ مَا فِي الْفَتْحِ مِنْ اِثْبَاتِ طَيِّ الْمَسَافَةِ كَرَامَةً وَذَالِكَ اَنَّ التَّفْتَازَانِيُّ قَالَ اِنَّمَا الْعَجَبُ مِنْ بَعْضِ فُقَهَاءِ اَهْلِ السُّنَّةِ حَيْثُ حَكَمَ بِالْكُفْرِ عَلٰى مُعْتَقَدِ مَارُوِيَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ اَدْهَمَ الخ ثُمَّ قَالَ وَالْاِنْصَافُ مَاذَكَرَهُ الْاِمَامُ النَّسَفِيُّ حِيْنَ سُئِلَ عَنْ مَا يُحْكٰى اَنَّ الْكَعْبَةَ كَانَتْ تَزُوْرُ وَاحِدًا مِّنَ الْاَوْلِيَاءِ هَلْ يَجُوْزُ الْقَوْلُ بِهٖ فَقَالَ نَقْضُ الْعَادَةِ عَلٰى سَبِيْلِ الْكَرَامَةِ لِاَهْلِ الْوِلَايَةِ جَائِزٌ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ۔

(ردالمحتار جلد سوم ص۵۵۱ مطبوعہ مصر طبع جدید)

ترجمہ:

"الفتح"، کی عبارت یہ ہے۔ کہ ثبوتِ ولد کے لیے امکان شرط ہے۔ لہذا اگر کسی نابالغ بچہ کی شادی کے بعد اس کی بیوی کے ہاں بچہ ہوگیا تو ناممکن ہونے کی وجہ سے یہ بچہ اس خاوند کا نہ ہوگا۔ ہاں مغرب کی رہنے والی عورت (کہ جس کا خاوند مشرق میں رہ رہا ہے۔) اس کے ہاں اگر بچہ پیدا ہو۔ تو اس کا امکان ہے۔ کیونکہ ممکن ہے۔ کہ اس کا مشرق میں بسنے والا خاوند ان حضرات میں سے ہے۔ جو زمین کو اپنے لیے سمیٹنے کی کرامت رکھتے ہوں۔ یا کوئی جن وغیرہ کے خدمت سے کر پل بھر میں اپنی مغرب میں بسنے والی عورت کے پاس پہنچ جائیں ...... "الفتح"، میں طویل مسافت کو طے کرنا اتباعاً کرامت کے مراد لیا گیا ہے۔ اس کا پس منظر یہ ہے۔ کہ علامہ تفتازانی نے کہا۔ کہ بعض اہل سنت فقیہہ حضرات نے اس شخص کے قول پر کفر کا فتویٰ صادر کیا۔ جو ابراہیم بن ادہم سے منقول روایت پر یقین رکھتا ہے اس کے بعد علامہ نے مزید لکھا ہے۔ کہ حق وہی ہے۔ جو علامہ نسفی نے ایک حکایت پر سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ حکایت یہ کہ خانہ کعبہ اولیاء کرام میں سے کسی ایک کی زیارت کرتا تھا۔ پوچھا گیا۔ کیا ایسا قول کرنا جائز ہے۔ تو فرمایا بطور کرامت "خلاف عادت"، کا اظہار ہم اہل سنت کے نزدیک صاحب ولایت کے لیے جائز ہے

یہ تھا وہ موضوع اور عنوان کہ جس کے تحت مذکورہ مسئلہ تحریر کیا گیا۔ لیکن عنوان کو چھپا کر اپنا اُلّو سیدھا کرنے کی نجفی نے کوشش کی۔ پر وہ بھی کامیاب نہ ہو سکی۔ حضرات اولیاء کرام کی کرامات کے ضمن میں ہم آصف بن برخیا کے واقعہ

کا اشارہ کیے دیتے ہیں۔ جو قرآن کریم میں مذکور ہے۔ وہ یہ کہ بلقیس جو ملک سبا کی ملکہ تھی اس کے وزنی تخت کو سینکڑوں میل کی مسافت سے آنکھ جھپکنے سے پہلے دربار سلیمان میں حاضر کر دینا۔ یہ سلیمان علیہ السلام کے ایک امتی کی کرامت تھی۔ تو اس سے آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کی کرامات کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ طویل مسافت کا سمٹ جانا یہ آصف بن برخیاء کی کرامت تھی۔ اور اسی کرامت پر علامہ شامی نے ان مسائل کو درج فرمایا۔ اس کرامت کا ثبوت اہل بیت کے امام بھی تسلیم کرتے ہیں۔

مجمع البیان:

اِنَّ الْاَرْضَ طُوِیَتْ لَہٗ وَھُوَ الْمَرْوِیُّ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔

(مجمع البیان جلد چہارم ص ۲۲۳ جزء ۷ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(منہج الصادقین جلد ۷ ص ۱۵ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

بے شک آصف بن برخیاء کے لیے زمین لپیٹ دی گئی تھی۔ یہ روایت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ہے۔

نجفی کا مذکورہ مسائل پر اعتراض کرنا اور ان کا مذاق اڑانا اگرچہ عوام کے لیے باعث کشش ہو سکتا تھا۔ لیکن حقیقت کے سامنے آنے پر کوئی بھی اس کی بجواس کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ ہو گا۔ دراصل حسد و بغض کی آگ میں جھنا جا رہا ہے۔ اور ایسے عبارات نکلنے ضروری ہیں۔ تاکہ معلوم ہو سکے۔ کہ نجفی کے اندر آگ لگی ہوئی ہے۔ بہر حال امام اعظم رضی اللہ عنہ کی فقاہت و ذہانت کی نجفی ایسوں کو ہوا بھی نہ لگی۔ اور گرگٹ کی طرح

نارِ نمرود میں پھونکیں مار کر خلیل اللہ کو ستانے کی کوشش کی گئی۔ البتہ الطالعنت کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیا۔ ثبوت نسب میں ہر امکانی صورت ملحوظ ہوتی ہے۔ اسی امکانی صورت کے پیش نظر مغرب میں بسنے والی عورت کے ہاں پیدا ہونے والا بچہ مشرق میں بسنے والے خاوند کا ہی تصور ہوگا۔ اور یہ امکان اس امکان سے بہرحال زیادہ قوی ہے۔ جس کے تحت حقیقی ماں یا بیٹی سے عقد کرنے پر پیدا ہونے والے بچہ کو حرامی کہنے سے روکا گیا۔ اور ضدی کو حد لگانے کا حکم دیا گیا۔ اللہ تعالےٰ عقل و بصیرت عطا فرمائے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۵۹

حقیقت فقہ حنفیہ

سنی فقہ میں طلاق کی شان

صحیح مسلم:

ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم ابوبکر اور عمر کی خلافت کے پہلے دو سالوں میں تین طلاقیں جو ایک دفعہ دی جائیں۔ وہ ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔ فَقَالَ عُمَرُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ اِسْتَعْجَلُوْا فِیْ اَمْرٍ قَدْ كَانَتْ لَهُمْ فِیْهِ اِنَاةٌ۔ عمر نے کہا کہ جس بات میں لوگوں کو مہلت دی گئی ہے۔ انہوں نے اس میں جلدی کی ہے۔ لہٰذا بہتر ہے۔ کہ ہم ایک دفعہ کی تین طلاقوں کو تین ہی شمار کریں۔

(صحیح مسلم کتاب الطلاق جلد ۱ ص ۴۷۷)

نوٹ: ہدایہ شریف کتاب الطلاق جلد دوم ص ۲۵۵ میں لکھا ہے۔

وَ طَلَاقُ الْبِدْعَةِ اَنْ يُّطَلِّقَهَا ثَلٰثًا بِكَلِمَةٍ وَّاحِدَةٍ اَوْ ثَلَاثًا فِیْ طُهْرٍ وَّاحِدٍ فَاِذَا فَعَلَ ذَالِكَ وَقَعَ الطَّلَاقُ وَكَانَ عَاصِيًا۔

ترجمہ:

طلاق بدعت یہ ہے۔ کہ کوئی شخص ایک کلمے سے تین طلاقیں دے۔
جب اس طرح کوئی کرے گا۔ تو وہ طلاق جو اُس نے دی ہے۔
درست ہے۔ لیکن وہ شخص گنہ گار ہو گا۔

مذکورہ طلاق کو سنی بھائی بدعت بھی کہتے ہیں۔ اور گناہ بھی لیکن عمر صاحب کی غلطی کو چھپانے کی خاطر اس برائی پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ اور ان کی ضد کا نتیجہ یہ ہے کہ جس عورت کو ایک وقت میں تین طلاقیں ہو جائیں۔ تو وہ اس شخص پر حرام ہو جاتی ہے۔ اور جب تک کسی دوسرے مرد سے اس عورت کا نکاح نہ کیا جائے۔ اور وہ دوسرے نکاح کے بعد اسے طلاق نہ دے۔ تو وہ پہلے شخص کے لیے حلال نہیں ہوتی۔ اور اسی ہیرا پھیری کا نام سنی بھائیوں میں ہے حلالہ۔ اور یہ حلالہ زنا سے بھی زیادہ بدترین ہے۔ کیونکہ زنا میں کم از کم طرفین تو راضی ہوتے ہیں۔ لیکن حلالہ میں عورت دل سے دوسرا شوہر کرنے پر راضی نہیں ہوتی۔ اور اگر دوسرا بالفرض پسند آ ہی جائے۔ تو پھر دل سے پہلے پر راضی نہیں ہوتی۔

سنی فقہ میں حلالہ کی شان

ہدایہ مع الدرایہ:

وَإِذَا تَزَوَّجَهَا بِشَرْطِ التَّحْلِيلِ فَالنِّكَاحُ مَكْرُوهٌ۔

(ہدایہ مع الدرایہ جلد دوم ص ۳۹ کتاب الطلاق باب الرجعۃ)

ترجمہ:

اگر کوئی شخص کسی عورت سے حلالہ کی خاطر شادی کرے۔ تو نکاح کرنا مکروہ ہے۔

نوٹ:

اس عبارت کے بعد صاحب ہدایہ نے پیغمبرؐ کی یہ حدیث بھی نقل فرمائی ہے کہ لَعَنَ اللّٰہُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَہٗ۔ اللہ تعالیٰ نے اس مرد پر بھی لعنت بھیجی ہے۔ کہ جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے کر حلالہ کی خاطر دوسرے کو دے دی۔۔ ہدایہ گواہ ہے۔ کہ حلالہ کا کاروبار کرنا لعنتی لوگوں کا کام ہے۔ اور جتنے الزامات وہ متعہ کے بارے میں پیش کرتے ہیں۔ یا جو بھی مرچ مصالحہ رنگ و روغن مسئلہ متعہ کو لگا کر عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ حنفی لوگوں کے مسئلہ حلالہ پر فٹ آ سکتا ہے۔ اگر سنی علماؤں نے ہمیں زیادہ ستایا۔ تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ کہ جس بدنصیب بے چاری حنفی عورت کو تین طلاقیں ہو جاتی ہیں۔ اور پھر اس کو حلالہ نکلوانے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ تو وہی منظر ہوتا ہے۔ جو ایک مشکی ہوئی کتیا کا ہوتا ہے۔ جب کوئی کتیا مشکی ہوئی ہوتی ہے۔ تو کئی امیدوار خواہش مند کتے جمع ہو جاتے ہیں۔ اور پھر ایک اس کے اوپر چڑھ جاتا ہے۔ اور باقی اپنے انتظار میں مگن ہوتے ہیں۔ اور کبھی کبھی آپس میں چپقلش بھی ہو جاتی ہے۔ پس امام اعظم کے مذہب میں حلالہ بھی کچھ اس قسم کا جلوہ دیتا ہے۔ کہ اس عورت کا بے غیرت خاندان اور اس مرد کا بے شرم قبیلہ جمع ہو جاتے ہیں۔ کہ اس مائی کے لیے کون سا سانڈ منتخب کیا جائے۔ جس خوش نصیب کے نام پر قرعہ آتا ہے۔ اس کے گڑ بیں رہنے ہوتے ہیں۔ اور اگر ایک شخص سے پوری طرح حلالہ نہ نکل سکے تو اس کو اس عورت سے اتار کر دوسرے کو چڑھا دیا جاتا ہے۔ چھوڑتے

تب ہیں۔جب غوث الاعظم کے واسطے دیتی ہے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص۱۲۴ تا ۱۲۵)

جواب:

اس طویل عبارت (جو کہ دراصل "خرافات نجفیہ" کی مصداق ہے۔) میں چند امور پر اعتراض کیا گیا ہے۔ان کی اجمالی فہرست پیش کر کے پھر ترتیب وار جوابات تحریر ہوں گے۔ (ان شاء اللہ)

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، صدیق اکبر اور فاروق اعظم کی خلافت کے پہلے دو سال تک تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔بعد میں عمر بن الخطاب نے انہیں تین شمار کر کے شرع کی مخالفت کی۔

۲۔ سنی لوگ تین طلاقوں کو بدعت و گناہ بھی کہتے ہیں۔اور ان کے وقوع کو جائز بھی کہتے ہیں۔اور پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اتباع کرتے ہوئے حلالہ کا حکم بھی دیتے ہیں۔

۳۔ "حلالہ" زنا سے بھی بدتر ہے۔کیونکہ زنا میں فریقین راضی ہوتے ہیں اور حلالہ میں عورت ناراض ہوتی ہے۔

۴۔ حلالہ کی غرض سے نکاح کرنے والا سنیوں کے نزدیک ملعون بھی ہے اور پھر اس طریقہ کو جاری بھی کرتے ہیں۔

۵۔ حلالہ والی عورت مشکی کتیا کی طرح ہوتی ہے۔

۶۔ "حلالہ" نکالنے والا سانڈ کی مثل ہے۔

امر اوّل کا جواب نمبر(۱)

نجفی نے اس اعتراض پر یہ ثابت کیا ہے۔کہ تین طلاقیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔لیکن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انہیں

نہیں ہی شمار کر کے سنت رسول کی مخالفت کی ہے صحیح مسلم سے منقول روایت کی شرح
میں امام نووی نے اس مسئلہ کو جن الفاظ سے بیان کیا۔ اُن کے پیش نظر نجفی کا یہ
اعتراض و اشکال بالکل باقی نہیں رہتا۔ ملاحظہ ہو۔

نووی شرح مسلم:

فَالْاَصَحُّ اَنَّ مَعْنَاهُ اَنَّهٗ كَانَ فِيْ اَوَّلِ الْاَمْرِ اِذْ
قَالَ لَهَا اَنْتِ طَالِقٌ اَنْتِ طَالِقٌ اَنْتِ طَالِقٌ
وَلَمْ يَنْوِ تَاكِيْدًا وَلَا اِسْتِيْنَافًا يُحْكَمُ بِوُقُوْعِ
طَلْقَةٍ لِقِلَّةِ اِرَادَتِهِمُ الْاِسْتِيْنَافَ بِذَالِكَ
فَحُمِلَ عَلَى الْغَالِبِ الَّذِيْ هُوَ اِرَادَةُ التَّاكِيْدِ
فَلَمَّا كَانَ فِيْ زَمَنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ
كَثُرَ اسْتِعْمَالُ النَّاسِ بِهٰذِهِ الصِّيْغَةِ
وَغَالِبُهُ مِنْهُمْ اِرَادَةُ الْاِسْتِيْنَافِ بِهَا حُمِلَتْ
عِنْدَ الطَّلَاقِ عَلَى الثَّلَاثِ عَمَلًا بِالْغَالِبِ
السَّابِقِ اِلَى الْفَهْمِ مِنْهَا۔

(مسلم شریف جلد اول ص ۴۷۸
مطبوعہ اصح المطابع کراچی)

ترجمہ:
صحیح ترین بات یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں
تین مرتبہ طلاق کہنے والا پہلی مرتبہ نیت طلاق سے لفظ بولتا۔ اور
دوسرے دو لوں لفظ طلاق بنیت تاکید بولے جاتے تھے اس

لیے اس صورت میں ایک ہی طلاق ہونے کا فیصلہ کیا جاتا تھا کیونکہ
اس دور میں ہر ایک لفظ کو مستقل طور پر بولنے کا ارادہ نہ ہونے کے برابر تھا
اس لیے غالب استعمال پر عمل کرتے ہوئے اسے تاکید میں شمار کیا جاتا
تھا۔ پھر جب حضرت عمر فاروق کا دور آیا۔ تو لوگوں نے اس طریقہ کو
(تین مرتبہ طلاق کہنے کو) مستقل کلام کے طور پر کہنا شروع کر دیا۔ اب حالت کی
تبدیلی سے اس کو تین طلاقوں پر محمول کیا گیا۔ کیونکہ ایسا استعمال غالباً تین
عدد طلاق کے لیے ہی ہوتا تھا۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے کسی حکم کو تبدیل نہیں فرمایا۔ بلکہ مسئلے کی صورت تبدیل ہونے پر مسئلہ تبدیل کیا۔ اس
کی مثال مصارف زکوٰۃ کی دی جا سکتی ہے۔ اُن آٹھ مصارف میں وہ شخص بھی شامل
تھا۔ جو غیر مسلم ہو۔ تاکہ اس کی مالی امداد کر کے اُسے اسلام کی طرف مائل کیا جائے۔ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق کے دور میں اس پر عمل ہوتا رہا۔ لیکن دور فاروقی میں
موجود تمام صحابہ کرام کا اس بات پر اجماع ہو گیا۔ کہ اب ہمیں کسی کو مائل کرنے کے لیے
زکوٰۃ دینے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اسلام کافی مضبوط ہو چکا ہے۔ لہٰذا اس مصرف
کو ختم کر دیا گیا۔ جب وہ وجہ باقی نہ رہی۔ تو حکم کی ضرورت بھی نہیں رہتی۔ طلاق ثلاثہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد صدیقی میں بطور تاکید غالب استعمال ہوتی تھیں۔ لہٰذا انہیں ایک ہی شمار
کیا جاتا رہا۔ پھر جب دورِ فاروقی میں ان کا استعمال مستقل طور پر ہونے لگا۔ تو آپ نے تین
کا حکم دے دیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اگر صورت حال پہلی ہی رہتی۔ تو عمر فاروق
اس کے حکم کو تبدیل نہ کرتے۔ لہٰذا تین طلاقوں کو حنفی تین پر ہی محمول اسی علت کی بنا پر
کرتے ہیں۔

امر اول کا جواب نمبر (۲)

نخعی نے تین طلاقوں کو شمار کرنا بدعتِ فاروقی کہا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ان کے وقوع کا ضمناً انکار کیا ہے۔ کیونکہ اگر زمانۂ رسالت میں تین طلاقیں بیک وقت وقوع پذیر ہونے کا ثبوت مل جائے تو پھر عمر بن الخطاب پر مخالفتِ سنت کا الزام نہیں آسکتا آئیے ہم آپ کو دورِ رسالت میں تین طلاقیں بیک وقت وقوع پذیر ہونے کا ثبوت پیش کریں

بیہقی شریف:

رفاعۃ نامی صحابی نے جب اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں۔ اس کے بعد اس عورت نے حضرت عبدالرحمٰن بن زبیر سے شادی کرلی۔ چونکہ یہ حقوقِ زوجیت ادا کرنے سے قاصر تھے۔ اس عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ میں یہاں خوش نہیں ہوں۔ میں تو پہلے خاوند کے پاس جانا چاہتی ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ تو دوبارہ رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہے۔ لیکن ایسا اس وقت تک ہرگز نہیں ہوسکتا۔ جب تک تم اور تمہارا موجودہ خاوند ہم بستری نہ کرلو۔ (بیہقی شریف جلد ۷ ص ۳۳۲)

روایتِ بالا میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے خاوند کے پاس جانے کے لیے مجامعت زوجین شرط رکھی۔ اور یہی حلالہ ہے اور حلالہ کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے۔ جب عورت پہلے خاوند کے نکاح سے بالکل نکل جائے۔ رفاعہ نے تین طلاقیں دیں۔ تو اگر وہ ایک ہی شمار ہوتیں تو ایک کے بعد رجوع زبانی یا عملی طور پر ہوسکتا تھا۔ دوسرے کے پاس جانے اور اس سے ہم بستری کرنے کی پابندی بتاتی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طلاقوں کو تین ہی شمار فرمایا تھا۔

اس مقام پر اگر کوئی یہ تاویل نکالے۔ کہ رفاعہ نے اپنی بیوی کو بیک مرتبہ [illegible]

بیک وقت تین طلاقیں نہ دی تھیں۔ بلکہ ہر طہر میں ایک طلاق دی جاتی رہی۔ تو ایسی طلاقوں کو تین ہی شمار کیا جائے گا۔ اس تاویل کا جواب حدیث میں موجود ہے۔

بیہقی شریف:

محمد ابن ایاس بن بکیر روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ پھر اس نے اسی عورت کو اپنے نکاح میں رکھنا چاہا۔ تو مسئلہ پوچھنے کے لیے آیا۔ میں بھی اس کے ساتھ تھا۔ اس نے حضرت ابوہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس بارے میں پوچھا۔ ان دونوں نے فرمایا۔ کہ ہماری رائے یہ ہے۔ کہ اب تو اس سے نکاح نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر وہ کسی اور جگہ شادی کرے۔ پھر وہاں سے فارغ ہونے پر تیرے عقد میں آ سکتی ہے۔ یہ سن کر وہ بولا۔ میں نے تو اپنی بیوی کو ہی ایک مرتبہ تین طلاقیں دی تھیں۔ اور ایک ہی وقت میں دی تھیں۔ تو اس پر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بولے۔ بھائی۔ تم نے اپنے ہاتھ سے وہ چیز نکال دی ہے۔ جس پر تجھے اختیار تھا۔ اب واپسی مشکل ہے۔

روایت بالا سے معلوم ہوا۔ کہ اگر بیک وقت اور بیک مرتبہ تین طلاقیں دی جائیں۔ تو یہ تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ یہ تو اکابر سے روایات تھیں۔ آئیے شیعی کو حضرات ائمہ اہل بیت میں سے امام حسن رضی اللہ عنہ کا اس بارے میں نظریہ بتائیں۔

بیہقی شریف:

امام حسن رضی اللہ عنہ کے عقد میں عائشہ خثعمیہ نامی عورت تھی۔ امام نے

سے کہا۔ اِذْ هَبِیْ اَنْتِ طَالِقٌ ثَلاَ ثًا۔ جا چلی جا تجھے تین طلاقیں ہیں
یہ سن کر یہ عورت اس قدر روئی۔ کہ امام موصوف کو بھی رونا آگیا۔ اس
کے بعد آپ نے فرمایا۔ لَوْلَا اَنِّیْ سَمِعْتُ جَدِّیْ اَوْ
حَدَّثَنِیْ اَبِیْ اَنَّهٗ سَمِعَ جَدِّیْ یَقُوْلُ اَیُّمَا
رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَاتَهٗ طَلاَقًا ثَلاَ ثًا عِنْدَ
الْاَقْرَآءِ اَوْ ثَلاَثًا مُبْهَمَةً لَمْ تَحِلَّ لَهٗ حَتّٰی
تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ۔ یعنی اگر میں نے نانا جان سے یہ سنا
نہ ہوتا۔ یا میرے والد گرامی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نہ سنائی
ہوتی۔ "جو شخص اپنی بیوی کو تین طہر میں تین طلاقیں دے۔ یا ایک ہی
لفظ میں مبہم طریقہ سے تین طلاقیں دیدے۔ تو وہ عورت اس مرد
کے لیے اس وقت تک حلال نہ ہوگی۔ جب تک کسی اور
جگہ شادی کر کے فارغ نہ ہولے"۔ تو میں تجھے رکھ لیتا لیکن اب
معاملہ ہاتھ سے نکل گیا ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ
یا خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے تین طلاقوں کے بارے میں یہی سنا تھا۔ کہ ایک ہی
لفظ میں تین مرتبہ طلاق دینے سے تین ہو جاتی ہیں۔ اسی کی تائید میں ایک اور
حدیث ملاحظہ ہو۔

بیہقی شریف:

عن حبیب بن ابی ثابت عن بعض اصحابہ قَالَ
جَآءَ رَجُلٌ اِلٰی عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ فَقَالَ طَلَّقْتُ

اِمْرَاَتِیْ اَلْفًا قَالَ ثَلَاثٌ تُحَرِّمُهَا عَلَيْكَ وَاقْسِمْ سَائِرَهَا بَيْنَ نِسَائِكَ

(بیہقی شریف جلد ۷ ص ۳۳۵)

ترجمہ:

حبیب بن ابی ثابت اپنے کسی ساتھی کی بات ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ ایک شخص حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دی ہیں۔ (اس کا کیا حکم ہے ؟) آپ نے فرمایا۔ تین نے تو اُسے تجھ پر حرام کر دیا ہے اور باقی طلاقیں اپنی دوسری بیویوں میں تقسیم کر دے۔

ان روایات سے معلوم ہوا۔ کہ تین طلاقیں دورِ نبوی میں بھی تین شمار ہوتی تھیں۔ اور حضرات صحابہ کرام و ائمہ اہل بیت کا اس پر عمل تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ کے پاس حاضر ہونے والے کے متعلق یہ گمان تو نہیں ہو سکتا۔ کہ اس نے ہر ایک طہر میں ایک ایک کر کے ایک ہزار طلاقیں دی تھیں۔ کیونکہ اس کے لیے تو عمر دراز چاہیئے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اس نے بیک مرتبہ ہزار طلاقیں بولا تھا۔ جس پر آپ نے فرمایا۔ ان میں سے تین کا چونکہ عورت محل بنتی ہے۔ وہ تو ہو گئیں اور باقی کا اس سے کوئی تعلق نہیں یہ حوالہ جات ہماری اہل سنت کی کتب سے تھے۔ جس سے زمانہ نبوی میں تین طلاقوں کا تین ہونا ثابت کیا گیا۔ اب کتب شیعہ سے بھی یہ مسئلہ ملاحظہ کر لیا جائے۔

وسائل الشیعہ:

عن ابی جعفر علیہ السلام قال فاذا طلقها ثلاثا لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره

وَلَمْ يَدْخُلْ بِهَا وَطَلَّقَهَا اَوْ مَاتَ عَنْهَا لَمْ تَحِلَّ لِزَوْجِهَا الْاَوَّلِ حَتّٰى يَذُوْقَ الْاٰخَرُ عُسَيْلَتَهَا۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۵ ص ۳۶۶)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے۔ تو پھر وہ عورت اس کے لیے اُس وقت تک حلال نہ ہوگی۔ جب تک وہ کسی دوسرے خاوند سے شادی نہ کرلے۔ پھر جب دوسرے شخص سے شادی کرلے۔ اور اس دوسرے نے اس سے وطی نہ کی۔ یا وطی سے قبل مر گیا۔ تو اس صورت میں وہ عورت پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی۔ اس کے لیے ہم بستری شرط ہے۔

وسائل الشیعہ:

عن الحسن الصیقل قَالَ سَأَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ ثَلَاثًا لَا تَحِلُّ لَهٗ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ وَتَزَوَّجَهَا رَجُلٌ مُتْعَةً اَيَحِلُّ لَهٗ اَنْ يَنْكِحَهَا قَالَ لَا حَتّٰى تَدْخُلَ فِيْ مِثْلِ مَا خَرَجَتْ مِنْهُ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۵ ص ۳۶۸)

ترجمہ:

حسن صیقل کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا

کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ اب وہ اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی۔ جب تک کسی دوسرے شخص سے شادی نہ کرے۔ لیکن اس عورت نے ایک مرد سے "متعہ" کر لیا تو کیا اس صورت میں پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی۔ جب تک اسی طرح باقاعدہ نکاح نہ کرے۔ جیسا کہ اس کا پہلے خاوند کے ساتھ تھا۔

اگر اس حوالہ پر نجفی یہ کہے۔ کہ یہاں تین طلاقوں سے مراد تین طہر میں تین مرتبہ طلاق دینا ہے۔ تو یہ اعتراض اگرچہ لایعنی ہے۔ لیکن بغرض محال ہم ایسا حوالہ واضح طور پر پیش کرتے ہیں۔ جہاں ایک لفظ کے ساتھ تین طلاقیں دی گئیں۔ اور پھر اس پر حلالہ کا حکم بھی لگایا گیا۔ اس سے بڑھ کر اگر غیر مدخولہ کو کسی نے بیک وقت تین طلاقیں دے دیں۔ حالانکہ وہ ایک طلاق سے ہی بائنہ ہو جاتی ہے۔ تو اس پر بھی تین واقع ہو جائیں گی۔ ملاحظہ ہو۔

تہذیب الاحکام:

عن جعفر عن ابیہ اَنَّ عَلِیًّا عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ یَقُوْلُ اِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ الْمَرْاَۃَ قَبْلَ اَنْ یَدْخُلَ بِہَا ثَلَاثًا فِیْ کَلِمَۃٍ وَّاحِدَۃٍ فَقَدْ بَانَتْ مِنْہُ وَلَا مِیْرَاثَ بَیْنَہُمَا وَلَا رَجْعَۃَ وَلَا تَحِلُّ لَہٗ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ۔ وَاِنْ قَالَ ہِیَ طَالِقٌ ہِیَ طَالِقٌ ہِیَ طَالِقٌ فَقَدْ بَانَتْ مِنْہُ بِالْاُوْلٰی وَہُوَ خَاطِبٌ مِّنَ الْخُطَّابِ اِنْ شَاءَتْ نَکَحَتْہُ

نِكَاحًا جَدِيدًا وَإِنْ شَاءَتْ لَمْ تَفْعَلْ۔

(تہذیب الاحکام تذکرہ فی احکام الطلاق جلد ۸ ص ۵۴
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر اپنے والد سے بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو وطی سے قبل تین طلاقیں ایک ہی لفظ کے ساتھ دے دیتا ہے۔ تو وہ عورت اس سے بائنہ ہوجاتی ہے اوران کے درمیان وراثت ختم ہوجاتی ہے۔ اور دوبارہ رجوع کا حق نہیں رکھتا۔ اور وہ اس وقت تک اس مرد پر حلال نہ ہوگی۔ جب تک کسی دوسرے سے نکاح نہ کرالے۔ اوراگر غیر مدخولہ کو مرد یوں کہتا ہے تو طلاق والی ہے۔ تو طلاق والی ہے۔ تو طلاق والی ہے۔ تو پہلی طلاق سے وہ بائنہ ہوجائے گی۔ اب اگر وہ عورت اسی خاوند کے پاس رہنا چاہتی ہے۔ تو نیا نکاح کرنا پڑے گا۔ اوراگر چاہے تو نہ کرے۔

نوٹ:

مسلم شریف کی مذکورہ حدیث کی بعض شارحین نے یہ تاویل و توجیہ بیان کی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق کے زمانہ میں تین طلاقیں وہ ہیں۔ جو جو غیر مدخولہ کو دی جائیں۔ ہر عورت کے لیے یہ حکم نہیں۔ تہذیب الاحکام کا حوالہ اس تاویل کی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے بائنہ ہوجاتی ہے۔ باقی دو طلاقوں کی اُسے ضرورت ہی نہیں۔ اس لیے وہ لغو جائیں گی۔

اعتراض کا جواب نمبر (۲)

چلو مان لیا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہی اپنے دور میں تین طلاقوں کو

تین ہی قرار دے دیا۔ اگراس کو خلاف سنت اور بدعت سیئہ میں شامل کیا جائے۔ جیساکہ نجفی کا مطلب ہے۔ تو پھر اس بدعت اور خلاف سنت پر اس وقت میں موجود تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اعتراض کرنے کی بجائے اس کی تائید و توثیق کی ان تصدیق کرنے والوں میں حضرت عبداللہ بن عباس بھی ہیں۔ بلکہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ اب اس صورت میں دو ہی حالتیں سامنے آتی ہیں۔ ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق "کہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی" اس اجماع کو درست تسلیم کر لیا جائے۔ اور یہی احناف کا مسلک ہے۔ یا اسے بدعت میں شمار کیا جائے۔ تو اس صورت میں بدعت کے خلاف جو نہیں اٹھتا۔ اور اس کی مخالفت نہیں کرتا۔ وہ بحوالہ کتب شیعہ ملعون ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اصول کافی:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ظَهَرَتِ الْبِدَعُ فِيْ اُمَّتِيْ فَلْيُظْهِرِ الْعَالِمُ عِلْمَهُ فَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَعَلَيْهِ لَعْنَتُ اللّٰهِ ۔

(اصول کافی جلد ۱ ص ۵۴ کتاب فضل العلم باب البدع مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب میری امت میں بدعات ظاہر ہونے لگیں۔ تو ہر عالم کو اپنے علم کا اظہار ضروری ہے۔ اور جو عالم ایسا نہ کرے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت۔

اس صورت کے پیش نظر صرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہی قصوروار نہ ٹھہریں گے بلکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ابن عباس ایسے بزرگ صحابہ معاذاللہ ملعون قرار پائیں گے۔ اور کوئی بعید نہیں۔ کہ نجفی صاحب احناف کے مسئلہ میں جس طرح حضرت عمر کو معاف نہیں کرتے۔ اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ پر بھی ہاتھ صاف کر جائیں۔ مختصر یہ کہ اگر تین طلاقوں کو حضرت عمر کا تین قرار دینا بدعت نہیں۔ تو احناف کا مسئلہ ثابت۔ اور اگر بدعت ہے۔ تو حضرات صحابہ کرام اور ائمہ اہل بیت کی مخالفت۔

اعلان

اگر نجفی اینڈ کمپنی یہ حیلہ پیش کریں۔ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے تین طلاقوں کو تین ہی قرار دینے کے وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہاں میں ہاں نہ ملائی تھی۔ بلکہ اس کی مخالفت کی تھی۔ تو کوئی ایک ایسی روایت جو مسند مرفوع اور صحیح ہو۔ نجفی وغیرہ پیش کر دیں۔ تو ہم منہ مانگا انعام پیش کریں گے۔

هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين

امر دوم کا جواب:

تین طلاقوں کو بدعت اور گناہ بھی کہنا اور اس کے وقوع کے جواز کا قول کرنا اور پھر اتباع عمر میں حلالہ کا حکم دینا۔

یہ اعتراض بظاہر عوام کے لیے کچھ وزن رکھتا ہے۔ لیکن صاحبان علم و بصیرت کے نزدیک ’’ھباء منثورا‘‘ ہے۔ یہ ایک باریک مسئلہ ہے۔ کہ ایک بدعت یا گناہ کا کام ہو اور اس کے کرنے پر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ یا نہیں؟ ہم اس کو ایک مثال سے واضح کرتے ہیں کہ چوری کرنا گناہ ہے۔ اور اگر کوئی شخص کسی کے

کپڑے چُرالے پھر انہیں پہن کر نماز پڑھے۔ تو کیا اس کی نماز کو جائز کہا جائے گا۔ نا جائز؟ کسی کی چھری چُرائی۔ اور اس سے کسی حلال جانور کو ذبح کر دیا۔ کیا وہ ذبیحہ حلال ہوا۔ یا حرام؟ آپ بخوبی سمجھ گئے ہوں گے۔ کہ نماز جائز اور ذبیحہ حلال ہے۔ یہ تو ان گناہوں کی بات ہوئی۔ جو کبیرہ ہیں۔ لیکن تین طلاقیں بیک لفظ و بیک وقت دینا گناہ ہے۔ لیکن کبیرہ نہیں۔ بلکہ یہ مکروہ کے زمرے میں آتا ہے۔ اس لیے ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ مکروہ کے اپنے مقام پر قائم رہتے ہوئے اس پر عمل کرنے والا گناہ گار ہو گا۔ لیکن یہ نہیں کہ اس مکروہ کا وقوع ہی سرے سے باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ قاعدہ یہی ہے کہ کسی فعل میں مکروہ کا وجود اسس کو باطل نہیں کر دیتا۔ جیسا کہ نماز روزہ وغیرہ جیسے افعال میں اکثر مکروہات موجود ہوں۔ تو ثواب میں کمی تو آسکتی ہے۔ لیکن سرے سے نماز روزہ کا باطل ہونے کا قول کوئی بے وقوف ہی کرے گا

امر سوم کا جواب:

حلالہ زناء سے بدتر ہے۔ کیونکہ زناء میں فریقین راضی اور حلالہ میں ایک فریق ناراض ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں ہم یہ وضاحت طلب کرنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ "حلالہ" کو زناء سے بدتر کہنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ یا اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ائمہ اہل بیت ہیں؟ اگر ان میں سے کوئی اس کا قائل ہے تو کوئی آیت حدیث یا قول آئمہ جو بالتصریح ہو پیش کرنا نجفی کی ذمہ داری ہے۔ اور اگر نجفی اینڈ کمپنی ان میں سے ایک دلیل بھی پیش نہ کر سکیں۔ تو پھر ہم اس کے الٹ میں حلالہ کے ثبوت میں آیات قرآنیہ احادیث نبویہ اور اقوال ائمہ پیش کرتے ہیں۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے۔ کہ ان حضرات کے نزدیک حلالہ جائز ہے۔ اور زناء ناجائز۔ اب مقام غور ہے۔ کہ حلالہ کو زناء سے

بدتر کہنے والا نجفی دراصل ان حضرات پر یہ الزام دھرتا ہے۔ کہ انہوں نے ایک ایسے فعل کی اجازت دی۔ جو زنا سے بدتر ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ اگر بدتر کی اجازت ہو گئی تو اس سے کم درجہ کی اجازت خود بخود ہو جائے گی۔ شاید اسی منطق کے پیش نظر "متعہ" کو شیر مادر سمجھ کر مزے اڑانے کے لیے یار لوگوں نے اپنے ہاں لاگو کر لیا ہو۔ چھوڑ یئے ان باتوں کو آیئے۔ قرآن و حدیث و اقوال ائمہ سے "وزنا سے بدتر" کے جواز پر دلائل پیش کریں۔

قرآن کریم:

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ۔ (پ۲ البقرہ)

ترجمہ:

(دو طلاقیں دینے کے بعد مرد رجوع کر سکتا ہے) اور اگر دو کے بعد تیسری طلاق دے دے۔ تو پھر وہ عورت اس کے بعد اس وقت حلال ہو گی۔ جب وہ کسی دوسرے سے نکاح کرلے۔ (اور وہ طلاق دے دے) اور عدت گزر جائے۔)

حدیث:

عن عبد اللہ بن سنان عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فِی امْرَاَةٍ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا ثَلَاثًا قَبْلَ اَنْ يَدْخُلَ بِهَا قَالَ لَا تَحِلُّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ

(وسائل الشیعہ جلد ۱۵ باب ان من طلق زوجتہ ثلاثا الخ ص ۳۵۱)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے عبداللہ بن سنان روایت کرتا ہے۔ کہ امام نے اس عورت کے بارے یوں فرمایا۔ جس کو اس کے خاوند نے وطی سے پہلے تین طلاقیں دے دیں۔ کہ وُہ عورت اس مرد کے لیے حلال نہیں رہتی۔ ہاں اگر کسی اور مرد سے نکاح کرائے۔ (پھر طلاق لے اور عدت گزارے۔)

صاحب وسائل الشیعہ نے اس مقام پر تقریباً۔ سوا احادیث ایسی ذکر کی ہیں۔ جن میں اثباتِ حلالہ کا ذکر ہے۔ اور حلالہ ہوتا ہی یہ ہے۔ کہ پہلے خاوند کے ساتھ نکاح کرنے کے جواز کی صورت۔

نجفی صاحب! ذرا اپنی اداؤں پر غور تو کرو کبھی یہ گپ لگائی گئی۔ کہ متعہ کے تمام احکام حلالہ پر فٹ آتے ہیں۔ اور کبھی یہ بڑ لگائی کہ حلالہ زنا ء سے بدتر ہے۔ ذرا اس تقابلی میدان میں تبلاؤ تو سہی۔ کہ ایک عورت حلالہ کے ذریعہ پہلے خاوند کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے۔ لیکن کیا وہ اگر زنا کروالے۔ تو پھر بھی پہلے خاوند کے ساتھ نکاح جائز ہوگا؟ بارہ اماموں کا واسطہ اور خاص کر امام الزمان کی فریاد: ان کا نام ہے کہ اس کے جواز کا فتویٰ صادر فرما دو۔ تو دنیائے شیعت پر بہت بڑا احسان ہوگا۔ بیویاں طلاق ثلاثہ کے بعد چکلے سے پھر آئیں۔ پیسے بھی لے آئیں۔ اور پہلے خاوند کی بدستور موطوءۃ بھی رہیں اور ایک عرصہ تک رنڈوے گھی شکر بانٹیں۔ اور مذہبِ شیعیت کے تیل جلائیں۔

"متعہ کے تمام احکام کا حلالہ پر فٹ آنا" ذرا اس بند کھڑکی کو کھولوں۔ تو اندر سے ذاکرین و مجتہدین کی قطار نظر آئے گی۔ اور جوش میں رستے توڑتے ہوں گے۔ حلالہ میں ایک عورت کسی مرد کے ساتھ وقتی نکاح نہیں بلکہ دائمی کی نیت کرتا ہے۔ پھر اگر وہ اپنی مرضی سے چھوڑ دے۔ تو پہلے خاوند کے عقد میں وہ عورت آسکتی ہے

لیکن اگر اس طرح کرنے کی بجائے عورت وہ عمل کرے۔ جو نجفی اینڈ کمپنی کا محبوب ترین مشغلہ ہے۔ اور بقول اُن کے جسے ایک مرتبہ کرنے والا امرتبۂ حسین، دو مرتبہ کرنے والا امقام حسن اور تین مرتبہ کرنے والا امرتبۂ علی المرتضٰے کو حاصل کرتا ہے۔ اور اگر توفیق ملے تو چار مرتبہ کرنے والا " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام پالیتا ہے۔ (والعیاذ باللہ) جب حلالہ اور متعہ (محبوب ترین مشغلۂ شیعیت) احکام میں برابر ٹھہرے۔ تو کیا ضرورت ہے۔ کہ شیعہ عورت حلالہ نکلواتی پھرے۔ اُسے ہم خُرما وہم ثواب کے تحت " محبوب ترین کام " کرنا چاہئے لیکن ابھی تک کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی۔ کہ " متعہ " کرانے سے کوئی عورت اپنے پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جاتی ہو۔ بلکہ اس کے برعکس حوالہ جات موجود ہیں۔ تو اب برابری کہاں چلی گئی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ:

عن صفوان بن یحییٰ عن عبد اللہ بن سکان عن الحسن الصیقل عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قَالَ قُلْتُ رَجُلٌ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ طَلَاقًا لَا تَحِلُّ لَهٗ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَتَزَوَّجَهَا رَجُلٌ مُتْعَةً اَتَحِلُّ لِلْاَوَّلِ قَالَ لَا۔

(وسائل الشیعہ کتاب الطلاق باب انہ یشترط فی المحلل دوام العقد الخ جلد ۱۵ ص ۳۶۹ مطبوعہ تہران طبع جدید۔)

ترجمہ: امام جعفر صادق سے حسن صیقل نے روایت کی۔ کہ میں نے

ان سے ایک ایسی عورت کے بارے میں پوچھا۔ کہ اُسے اس کے خاوند نے ایسی طلاق دے دی تھی۔ کہ وہ اب بغیر حلالہ اس کے لیے حلال نہ ہو سکتی تھی۔ کیا اگر یہی عورت کسی مرد سے ،، نکاح متعہ ،، کرے۔ تو اس سے پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی ؟ امام نے فرمایا۔ ہرگز نہیں۔

صاحب ، وسائل الشیعہ نے اس مقام پر پانچ احادیث مسند مرفوع ذکر کی ہیں۔ کہ ،، متعہ ،، سے عورت پہلے خاوند پر حلال نہیں ہو سکتی۔ نجفی صاحب ! اپنے اماموں کو بھی معاف نہ کیا۔ وہ جسے حلال کہیں۔ تم اُسے حرام کہتے پھرو۔ اب اپنا مقام و مرتبہ خود ہی متعین کر لو۔ تو بہتر ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

امر چہارم کا جواب :

حلالہ نکالنے والے ملعون ہیں۔ اور سُنّی پھر اس کو جاری کرتے ہیں۔

گزشتہ اعتراضات کی طرح یہ اعتراض بھی جہالت اور دھوکہ دہی کا پلندہ ہے لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهٗ صرف ہماری کتابوں میں ہی نہیں۔ بلکہ اہل تشیع کی کتب میں موجود ہے۔ لیکن اس کے باوجود ،، حلالہ ،، کے جواز پر سُنی شیعہ دونوں متفق ہیں۔ اب جس صورتِ حلالہ پر لعنت کا ذکر ہے۔ وہ ایک مخصوص حلالہ ہے ہر حلالہ سبب لعنت نہیں۔ اگر حلالہ بہر صورت امر ملعون ہوتا تو اس کی اجازت ہی نہ ہوتی۔ حالانکہ ہم آیت و حدیث سے اس کا جواز ذکر کر چکے ہیں۔ حلالہ کی اقسام کو جاننے کے لیے ہم اہل تشیع کی فقہ میں مشہور کتاب المبسوط سے حوالہ پیش کرتے ہیں۔ تاکہ نجفی کی جہالت معلوم ہو سکے۔

المبسوط:

اِذَا تَزَوَّجَ امْرَأَةً لِيُبِيْحَهَا لِلزَّوْجِ الْاَوَّلِ فَفِيْهِ ثَلَاثُ مَسَائِلَ اِحْدَاهَا اِذَا تَزَوَّجَهَا عَلٰى اَنَّهٗ اِذَا اَبَاحَهَا لِلْاَوَّلِ فَلَا نِكَاحَ بَيْنَهُمَا اَوْ حَتّٰى يُبِيْحَهَا لِلْاَوَّلِ فَالنِّكَاحُ بَاطِلٌ بِالْاِجْمَاعِ لِمَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ لَعَنَ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهٗ۔
الثانية تزوجها على انه اذا اباحها للاول طَلَّقَهَا فَالنِّكَاحُ صَحِيْحٌ وَالشَّرْطُ فَاسِدٌ اَلثَّالِثَةُ ۔ اِذَا نَكَحَهَا مُعْتَقِدًا اَنَّهٗ يُطَلِّقُهَا۔

(المبسوط جلد چہارم ص ۲۴۷، ۲۴۸)

ترجمہ:

جب کوئی عورت اپنی شادی اس غرض سے کراتی ہے۔ کروہ پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے۔ تو اس میں تین مسائل ہیں۔ اس شرط پر نیا نکاح کرے۔ کہ جب خاوند اُسے پہلے کے لیے حلال کر دے گا۔ تو نکاح فوراً ختم ہو جائے گا۔ یا اس شرط پر نکاح کرے کہ وہ پہلے خاوند کے لیے حلال کر دے۔ اس صورت میں نکاح بالاتفاق باطل ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ محلل اور محلل لہ پر لعنت ہے۔

دوسرا۔ اس شرط پر نکاح کرے۔ کہ جب پہلے کے لیے حلال ہو جائے گی۔ تو پھر نیا خاوند طلاق دے دے گا۔ اس صورت میں نکاح درست ہے۔ اور شرط فاسد ہے۔

تیسرا۔ نکاح کرتے ہوئے صرف اس کی نیت میں ہے۔ کہ یہ خاوند مجھے طلاق دے دے گا۔ (شرط وغیرہ کوئی نہیں لگاتی)

حلالہ کی ان تین اقسام میں سے صرف پہلی قسم پر لعنت کا اطلاق ہوتا ہے۔ دوسری دونوں اقسام اس زمرے میں نہیں آتیں۔ اب ان اقسام کے بعد نجفی کے وہ الفاظ پھر سے پڑھیں "ہدایہ گواہ ہے۔ کہ حلالہ کا کاروبار کرنا لعنتی لوگوں کا کاروبار ہے"؛ آخری دو صورتوں میں ائمہ اہل بیت نے اس "لعنتی کاروبار" کو جائز قرار دیا۔ قرآن کریم اور احادیث اس کے جواز پر موجود ہیں۔ تو بقول نجفی قرآن و حدیث نے "لعنتی کاروبار" کی اجازت دی۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر بتلاؤ۔ کہ اگر کسی شیعہ عورت نے امام کے قول پر عمل پیرا ہو کر "حلالہ" نکالا۔ (اور وہ بھی آخری دو صورتوں میں کسی ایک صورت کے مطابق) وہ بیچاری تو "ملعون" ٹھہری۔ اور "مشکی کتیا" بن گئی۔ لیکن اُسے اس راستہ پر ڈالنے والے کے بارے میں کیا کہو گے؟

فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

امر پنجم کا جواب:

"حلالہ والی عورت مشکی کتیا کی طرح ہے الخ،" اندازِ تحریر نجفی کے مذہب اور مسلک کا آئینہ دار ہے۔ جس عورت کو تین طلاقوں سے مرد نے فارغ کر دیا۔ کتنی وہ عورتیں ہیں۔ جو حلالہ نکال کر پہلے خاوند کے پاس آنا چاہتی ہیں۔ اور کتنی تعداد ان کی جو حلالہ کے لیے تیار ہوں۔ اگر اس کا سروے کیا جائے۔ تو چند فی صد عورتیں ایسی دکھائی دیں گی۔

جو کہیں نیا نکاح رچانے کے بعد وہاں سے فراغت چاہتی ہوں۔ اور پھر سے اُسی خاوند کے پاس آنے کی تمنا رکھیں۔ جس نے ایک مرتبہ اسے اپنی زوجیت سے نکال دیا تھا۔ اول تو وہ "حلالہ" کے لیے کہیں جائے گی نہیں۔ اور اگر کسی مجبوری کے تحت اُسے نئی شادی کرنا پڑی۔ تو واپسی کا معاملہ تقریباً ختم ہو جاتا ہے۔ ان چند فی صد عورتوں کے لیے "مشکی کتیا" کا کام پورا ہونے کے بعد کے لیے باری باری آنے والے کُتے اور دیگر خرافات کا اظہار شاید اس لیے کیا گیا۔ کہ "مشکی کتیا" کے الفاظ اور حلالہ نکالنے والے کے لیے وہ مخلوق جنم لیتی ہے۔ جو کسی ویران امام باڑہ کے کونے میں پلنے والے "آزاد توم" کہلاتی ہے۔ اور اس کی آزادی" اور "مشک ریزی" کی ایک جھلک "فروع کافی" کی درج ذیل عبارت پیش کر رہی ہے۔

وسائل الشیعہ:

عن زرارہ عن ابی جعفر علیہ السلام قَالَ
قُلْتُ لَهُ جَعَلْتُ فِدَاكَ الرَّجُلُ يَتَزَوَّجُ
الْمُتْعَةَ وَ يَنْقَضِيْ شَرْطُهَا ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا
رَجُلٌ اٰخَرُ حَتّٰى بَانَتْ ثُمَّ يَتَزَوَّجُ الْاَوَّلُ
حَتّٰى بَانَتْ مِنْهُ ثَلَاثًا وَ تَزَوَّجَتْ ثَلَاثَةَ
اَزْوَاجٍ يَحِلُّ لِلْاَوَّلِ اَنْ يَتَزَوَّجَهَا قَالَ نَعَمْ كَمْ
شَاءَ لَيْسَ هٰذِهٖ مِثْلُ الْحُرَّةِ هٰذِهٖ مُسْتَاجَرَةٌ
وَ هِيَ بِمَنْزِلَةِ الْاِمَاءِ۔

(فروع کافی جلد ۵ کتاب النکاح صفحہ نمبر ۴۶۰

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۴۸۰ کتاب النکاح

ترجمہ:

زرارہ نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ حضور! میں آپ پر قربان! ایک شخص کسی عورت سے متعہ کرتی ہے۔ پھر اس سے جدا ہوتی ہے۔ پھر تین دفعہ قطع تعلق اور تین دفعہ نیا خاوند کرے۔ کیا اب پہلا شخص اس سے پھر متعہ کر سکتا ہے۔؟ امام نے فرمایا۔ ہاں۔ وہ جتنی مرتبہ چاہے متعہ کرائے یہ کوئی آزاد عورت کی مانند تھوڑی ہے۔ ایک کرایہ پر لی گئی لونڈی کی طرح ہے۔

چلتے چلتے ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو جائے۔

مصائب النوائب:

وَاَمَّا تَاسِعًا فَلِاَنَّ مَا نَسَبَهُ اِلٰى اَصْحَابِنَا مِنْ اَنَّهُمْ جَوَّزُوْا اَنْ يَّتَمَتَّعَ الرِّجَالُ الْمُعْتَقِدُوْنَ لَيْلًا وَاحِدَةً مِّنْ اِمْرَاَةٍ سَوَاءً كَانَتْ مِنْ ذَوَاتِ الْاَقْرَاءِ اَمْ لَا فَمِمَّا خَانَ فِيْ بَعْضِ قُيُوْدِهٖ وَذَالِكَ اَنَّ الْاَصْحَابَ قَدْ خَصُّوْا ذَالِكَ بِالْاٰيِسَةِ لَا بِغَيْرِهَا مِنْ ذَوَاتِ الْاَقْرَاءِ۔

(مصائب النوائب از نور اللہ شوستری کتاب النکاح باب المتعۃ)

ترجمہ:

مصنف نواقض الروافض نے من جملہ دیگر اعتراضات کے ایک اعتراض

یہ بھی ہمارے اصحاب کی طرف منسوب کیا ہے۔ کہ ہم (اہلِ تشیع) اس بات کے قائل ہیں۔ کہ ایک رات میں ایک ہی عورت کے ساتھ باری باری کئی مرد متعہ کریں۔ وہ عورت چاہے حیض آنے والی عورتوں میں سے ہو۔ یا ادھیڑ عمر کی کہ اس کا حیض منقطع ہو چکا ہو۔ یہ اعتراض کچھ تبدیل شدہ ہے۔ کیونکہ ہمارے مسلک میں (متعۂ دوریہ) کا جو جواز ہے۔ وہ ہر عورت کے لیے نہیں۔ بلکہ اس کے لیے کہ جو ادھیڑ عمر کی ہو یعنی حیض اُسے نہ آتا ہو۔

فروعِ کافی، وسائل الشیعہ اور مصائب النوائب کے حوالہ جات سے شیعہ مسلک کا بہترین وظیفہ اور اعلیٰ عبادت "متعۂ دوریہ" ثابت ہو تا ہے۔ ثابت کیا بلکہ خود اس کے جواز پر اقرار کیا جا رہا ہے۔ "متعہ دوریہ" کیا ہوتا ہے۔ اس کی ایک کیفیت ابھی آپ نے مصائب النوائب کے حوالہ میں ملاحظہ فرمائی۔ یعنی ایک ہی شیعہ عورت (اس لیے کہ سنی تو اس فعل کے قائل ہی نہیں) ایک ہی رات میں کئی "شب زندہ داروں" کی خواہشات نفسانیہ پوری کر رہی ہے۔ غالب گمان یہی ہے کہ اس مشق کے لیے (جو اعلیٰ عبادت ہے) کوئی عام مکان نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ "متبرک اور مخصوص" جگہ ہونی چاہیئے۔ چلو مان لیا کہ جہاں چاہے اس پر عمل کر لو۔ لیکن ایک عورت سے بیک وقت تو دو آدمی بھی متعہ نہیں کر سکتے۔ یہاں تو درجنوں کا تذکرہ ہے۔ اب یا تو دہی صورت ہو گی۔ جو نجفی کی پسندیدہ ہے۔ کہ ایک عضو مخصوص کے ساتھ چمٹا ہوا ہو۔ دوسرا ران میں مصروف اور تیسرا بغل میں کام نکال رہا ہو۔ اور چوتھا کسی اور جگہ کا متلاشی ہو۔ یا پھر باری کا انتظار کریں۔ اور ٹکٹ لے کر پہلے کے فارغ ہونے کا انتظار کریں۔ وہ بیچاری

بارہ اماموں کا واسطہ دے۔ امام الزمان کو پکارے۔ لیکن جواز متعہ کے شائقین

دوزخی فرشتوں کی طرح کچھ سنتے ہی نہیں بس اپنے دام کے بدلے اپنے کام سے واسطہ کوئی مرے یا جیئے۔ مذہب زندہ ہو رہا ہے۔ اس کشمکش میں اگر کوئی روح اٹکی۔ تو ذفیفی کشیر کی بنا پر کم از کم "حجۃ الاسلام" تو ضرور بنے گی۔

قارئین کرام! بلکہ نجفی اینڈ کمپنی! ذرا ایمان سے بتلانا۔ (کیونکہ بزعم خویش مؤمنین ہو) کہ یہ عورت "دمشقی کتیا" اور اس سے متعہ کرنے والے خان بہادر رہے ہیں۔ کہ نہیں۔ جو تمہیں حلالہ کی صورت میں نظر آئے تھے۔ یہ سب کچھ اسی انداز کی وجہ سے لکھنا پڑا۔ جو نجفی نے اپنایا تھا۔ ورنہ ہمیں اس کی کیا پڑی تھی۔ کہ کسی کی نجی زندگی اور "مذہبی کون" میں روڑے اٹکائیں۔

امر ششم کا جواب

"حلالہ نکالنے والے سانڈ کی شکل ہیں" اس کا جواب تو تقریباً گزشتہ سطور میں ہو چکا ہے۔ بہرحال نجفی سے یہ پوچھا جائے۔ کہ جن صحابہ کرام نے حلالہ پر عمل کیا۔ کیا یہ ان کی توہین نہیں ترین صحابہ تو ان کی ہی چہیتی ہیں۔ ذرا امام باقر رضی اللہ عنہ کے حضور چلیں۔ گزشتہ اوراق میں وسائل الشیعہ جلد ۱۵ ص ۳۶۶ کا حوالہ ہم درج کر چکے ہیں۔ جس میں مذکور تھا۔ کہ آپ کی یہ حدیث ہے۔ "اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے۔ تو وہ اس پر دوبارہ حلال اس وقت تک نہ ہوگی۔ جب تک وہ حلالہ نہ نکلوا لے۔ اور اگر دوسرے مرد سے نکاح کرنے کے بعد اس سے ہم بستری نہ کی۔ یا خاوند مر گیا۔ اور ہم بستری کا موقعہ ہی نہیں ملا۔ تو صرف نکاح کرنے سے وہ پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی۔"

امام باقر رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ کسی نے دریافت کیا۔ وہ سائل آپ کے اصحاب میں سے ہی ہوگا۔ اس حوالہ کے پیش نظر ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ نجفی نے تین شدید گستاخیوں کا ارتکاب کیا۔

۱ - امام باقر کے اصحاب کو سانڈ سے تشبیہ دی۔
۲ - ائمہ اہل بیت کے حکم کا مذاق اڑا کر ان کی توہین کی۔
۳ - قرآن وحدیث نے حلالہ کا جواز بتایا۔ ان کا بھی تمسخر اڑایا گیا۔
ان امور کی روشنی میں ہر پڑھا لکھا "نجفی" کی "محبت اہل بیت" اور "دعویٰ ایمان" کا اندازہ کرسکتا ہے۔ اور ایمان وکفر میں سے ایک اس کا پسندیدہ نظریہ معلوم کیا جاسکتا ہے۔

یضل بہ کثیرا ویہدی بہ کثیرا

اعتراض نمبر ۶۰

حقیقت فقہ حنفیہ

زنا کی متعدد صورتوں میں حد کی تنسیخ

فتاوی قاضی خان

لو تزوج بذات رحم محرم نحو البنت والاخت والام والعمة والخالة وجامعها لاحد علیه فی قول ابی حنیفة وان قال علمت انها علی حرام عند ابی حنیفة ولو تزوج امراة لها زوج فوطیها لاحد علیه عند ابی حنیفة۔

(فتاوی قاضی خان کتاب الحدود جلد دوم ص ۸۲۱)

ترجمہ:

اگر کوئی شخص ایسی عورت سے نکاح کرے جس سے نکاح کرنا حرام ہے مثلاً بیٹی

بہن، ماں، پھوپھی، خالہ اور پھر ان سے ہم بستری کرے۔ اور یہ بھی کہے کہ میں جانتا تھا۔ کہ یہ عورتیں مجھ پر حرام ہیں۔ تو امام اعظم فرماتے ہیں کہ ایسے شخص پر کوئی حد یعنی سزائے شرعی نہیں ہے۔ نیز اگر کوئی شخص شوہردار عورت سے نکاح کرے۔ اور پھر ہم بستری کرے اور یہ بھی دعویٰ کرے کہ میں اس کو حلال سمجھتا تھا۔ تو بھی امام اعظم کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے

نیز۔ لو استاجر امراۃ لیزنی بھا فزنی بھا لاحد فی قول ابی حنیفۃ۔ اگر کوئی شخص کسی عورت کو زنا کے لیے کرائے پر لائے۔ اور پھر اس سے زنا کرے تو امام اعظم فرماتے ہیں۔ کہ اس پر سزائے شرعی نہیں ہے۔ نیز رجل زنی بصغیرۃ لاتحتمل الجماع فافضاھا لاحد علیہ اگر کوئی شخص ایسی کم سن بچی سے زنا کرے۔ جو ہم بستری کے قابل نہ تھی اور اس کو افضاء (یعنی اس کے حیض و پیشاب کے مقام کو) ایک کردے تو اس پر کوئی حد نہیں ہے۔

ومن اتی امراۃ فی موضع المکروہ او عمل عمل قوم لوط فلاحد علیہ عند ابی حنیفۃ۔

(الھدایہ کتاب الحدود جلد ۲ ص ۱۲)

ترجمہ:

اگر کوئی شخص عورت سے وطی فی الدبر کرے۔ یا مردوں سے بُرا فعل کرے۔ تو امام اعظم فرماتے ہیں۔ کہ اس پر کوئی حد (یعنی سزائے شرعی) نہیں ہے۔

نوٹ:

قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ فقہ حنفی بلے بلے جس میں کوئی شخص ماں سے نکاح کرے یا زنا کرے اس پر کوئی حد شرعی نہیں ہے۔ تو پھر کسی اور محرم کو کیا ڈر ہے۔ نیز کرائے کی عورتوں سے زنا کرنا عورتوں کی گانڈ مارنا لڑکوں سے بدفعل کرنا امام اعظم کے نزدیک ایسے گناہ نہیں ہیں جن کی کوئی سزائے شرعی ہو۔ پس حنفی لوازن کو چاہیئے کہ امام صاحب کی اجازت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مذکورہ فعل خیر بجالائیں اور اس کا ثواب روح نعمان کو ہدیہ کریں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۵ تا ۱۲۷)

جواب:

نجفی کے اعتراض کا پہلے خلاصہ عرض کیا جاتا ہے۔

۱۔ محارم (ماں، بہن، بیٹی وغیرہ) سے نکاح کرنے والے اور ان سے وطی کرنے والے کے لیے باوجودیکہ وہ اسے حرام سمجھتا ہو۔ حد نہیں ہے۔

۲۔ شادی شدہ عورت سے نکاح کرنے والے پر بھی حد نہیں۔ اگرچہ وہ اس کے ساتھ وطی کرنے کو جائز ہی سمجھے۔

۳۔ زناء کے لیے اجرت پر لی گئی عورت سے وطی پر حد نہیں۔

۴۔ کم سن بچی کے ساتھ لواطت کرنے والا بھی حد سے بچ جائے گا۔

۵۔ عورت یا مرد کے ساتھ زناء کرنے والا بھی حد لگنے کے دائرے میں نہیں آئے گا۔

یہ تھے وہ پانچ امور کہ جن کو نجفی نے اعتراض کی بنیاد بنایا۔ اور عوام کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی۔ کہ فقہ حنفی اس قدر بے حیا اور بے باک ہے۔ کہ اتنے بڑے بڑے کاموں پر بھی ان کے ہاں حد نہیں ہے۔ لیکن صاحبان علم و دانش بخوبی آگاہ ہیں کہ یہی

باتیں جو فقہ حنفی پر اعتراض کے لیے نجفی نے منتخب کیں۔ خود ان کی فقہ جعفریہ میں بھی موجود ہیں۔

انداز تحریر سے نجفی نے یہ مغالطہ دینا چاہا۔ کہ جب ان کاموں پر حنفی مسلک میں حد نہیں ہے۔ تو پھر ان کے کرنے میں قباحت نہ رہی۔ اسی مقصد کو وہ "نوٹ" کے ضمن میں یوں تحریر کر رہا ہے۔ "پس حنفی طوائفوں کو چاہیئے کہ امام صاحب کی اجازت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے الخ"۔ قارئین کرام! فتاوی قاضی خاں ہو یا ہدایہ یا کوئی دوسری فقہ حنفی کی کتاب۔ نجفی اینڈ کمپنی ان میں سے ایک آدھ سطر بھی ایسی نہیں دکھا سکتے۔ کہ ان افعال قبیحہ کی امام اعظم نے اجازت دی ہے۔ اجازت دینا اور بات ہے۔ اور ان بُرے کاموں پر حد نہ لگنا اور بات ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے صرف ان پر حد کے نہ ہونے کا ذکر فرمایا۔ باقی رہا ان کے جواز کا قول تو کہیں بھی اس کا ثبوت نہیں۔ یہ نجفی کا اختراعی اجتہاد ہے یعنی ہر وہ کام جس پر حد نہ ہو۔ وہ نجفی اینڈ کمپنی کے نزدیک جائز ہے۔ یہ قانون ہمارا نہیں بہرحال یہ مغالطہ دے کر اس نے اپنا الو سیدھا کرنے کی کوشش کی۔ اور عام آدمی کو فقہ حنفی سے متنفر کرنا چاہا۔

دوسرا مغالطہ یہ دیا جا رہا ہے۔ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس قدر قبیح افعال ہونے کے باوجود ان پر حد نہیں۔ اور حد کا خود بریکٹ میں مطلب یہ نکالا کہ ان پر سزائے شرعی نہیں۔ اول تو ان تمام مسائل میں "حد نہیں" ہونا فقہ حنفی کا متفق علیہ نہیں۔ دوسرا حد نہ ہونے سے مراد مطلقاً سزائے شرعی نہیں۔ اول تو ان تمام مسائل میں شادی شدہ کے لیے رجم اور غیر شادی شدہ کے لیے سو کوڑے ہیں۔ امام اعظم کا کہنا یہ ہے۔ کہ ان افعال مذمومہ پر "حد زنا" نہیں آئے گی۔ کیونکہ زنا کی تعریف کیا ہے؟ اہل تشیع اور اہل سنت کی کتب معتبرہ سے اس کی تعریف سنیئے۔

زنا کی تعریف

الروضۃ البہیہ شرح اللمعۃ الدمشقیہ

اَلزِّنَا اِیْلَاجُ الْبَالِغِ الْعَاقِلِ فِیْ فَرْجِ امْرَأَۃٍ مُحَرَّمَۃٍ مِنْ غَیْرِ عَقْدٍ وَلَا مِلْکٍ وَلَا شُبْہَۃٍ قَدْرَ الْحَشْفَۃِ اَیْ مِقْدَارَ الْحَشْفَۃِ فِیْ فَرْجِہَا۔

(۱۔ الروضۃ البہیۃ جلد نہم کتاب الحدود حد الزنا صفو نمبر ۱۵ مطبوعہ قم طبع جدید)

(۲۔ فتح القدیر جلد چہارم ص ۱۲۸ مطبوعہ مصر کتاب الحدود)

ترجمہ:

کسی عاقل بالغ مرد کا اپنا آلہ تناسل بقدر حشفہ کسی ایسی عورت کی شرمگاہ میں داخل کرنا جس کے ساتھ عقد نہ ہوا ہو۔ اور نہ وہ اس مرد کی ملک یا شبہ ملک میں ہو۔ زنا کہلاتا ہے۔

صاحب اللمعۃ الدمشقیہ نے زنا کی تعریف میں ذکر شدہ قیود کا فائدہ بیان کرتے ہوئے لکھا کہ

عورت سے مراد ایسی عورت ہے جو بالغہ ہو۔

۔اور ۔ شرمگاہ میں ۔۔ سے مراد لواطت کو خارج کرنا ہے

اگرچہ لواطت قبیح ترین اور فحش ترین عمل ہے۔ اور "عقد" کی قید سے وہ محارم نکل گئیں۔ کہ جن کے ساتھ نکاح کے بعد وطی کی گئی ہو۔ مختصر یہ کہ زنا کے لیے عورت بالغہ ہونا چاہیئے۔ کہ اگر نابالغہ ہے۔ تو اس کے ساتھ بدفعلی پر زناء کی تعریف صادق نہ آنے کی وجہ سے اس پر حد زنا جاری نہ ہوگی۔ بقول شیعہ مجتہد نجفی کے اعتراض ۴ کا جواب خود کتب شیعہ نے دے دیا۔

اسی طرح زنا کے لیے عورت کی "شرمگاہ" میں دخول ہونا ضروری ہے۔ اب جو شخص "شرمگاہ" کی بجائے دبر میں وطی کرتا ہے۔ چاہے وہ عورت کی ہو یا مرد کی وہ بھی زنا میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے حد زنا سے بچ جائے گا۔ یہ جواب نجفی کے اعتراض ۵ کا ہوگیا۔ اور نکاح کیے بغیر محارم سے وطی ہو۔ اب جبکہ کسی نے محارم سے نکاح کیا پھر وطی کی۔ تو وہ بھی اس تعریف سے خارج ہوگا۔ اس قید نے نجفی کے اعتراض ۱، ۲ کا جواب دے دیا۔

نوٹ:

گزشتہ اوراق میں فروع کافی جلد پنجم صفحہ نمبر ۱، ۵ کتاب النکاح کا ایک حوالہ گزر چکا ہے۔ جس میں مذکور تھا۔ کہ اگر کوئی شخص ماں، بہن سے نکاح کر کے ان سے وطی کرتا ہے۔ اور پھر اس وطی سے کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو وہ بچہ ہرگز ہرگز حرام زادہ نہیں کہلائے گا۔ بلکہ اس کو حرامی کہنے والے پر حد لگے گی۔ اور اسی طرح وہ نکاح کرنے والا بھی حد سے بچا رہے گا۔ فروع کافی کی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

فروع کافی: (ترجمہ:)

مثال اس کی یہ ہے۔ کہ وہ عورتیں کہ جن کے ساتھ نکاح کرنا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حرام قرار دے دیا۔ جیسا کہ ماں بیٹی، بہن وغیرہ

ان کے ساتھ نکاح کرنا تو جائز ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کی وجہ سے حرام ہوا۔ لہٰذا ان تمام محرمات سے شادی کرنا باعتبار شادی کرنے کے جائز اور دوسری وجہ سے حرام اور فاسد ہے۔ کیونکہ کسی سے شادی اسی طریقہ سے ہو سکتی ہے۔ جو طریقہ اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا۔ اس لیے یہ شادی بدکاری اور فعل مردود متصور ہونے کی وجہ سے قاضی کے لیے لازم ہے۔ کہ ایسے دو مرد و عورت میں فوراً تفریق کر دے۔ لیکن اس کے باوجود یہ نکاح "زنا" شمار نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی اس سے پیدا ہونے والی اولاد "حرام زادی" ہو گی۔ اور جو شخص کسی ایسے شخص کو زنا کی تہمت لگائے گا۔ جس کے ہاں محارم کے نکاح سے بچے پیدا ہوئے۔ (یعنی محارم سے نکاح کو زنا پر محمول کرے گا) تو اس تہمت لگانے والے پر حد قذف جاری کی جائے گی۔ کیونکہ وہ بچہ کہ جس کی وجہ سے زنا کی تہمت لگائی جا رہی ہے۔ وہ شادی کے طور پر پیدا ہوا ہے۔ اگرچہ یہ شادی فاسد تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام کر دیا تھا اور ایسی صورت میں پیدا ہونے والا بچہ اسی باپ کی طرف منسوب ہوگا (جس کے نطفے سے یہ پیدا ہوا) جیسا کہ ملتوں میں سے ایک ملت پر ایسا ہوتا رہا۔ بہرحال یہ نکاح حد زنا سے خارج ہے۔ لیکن بطور سزا ان دونوں میاں بیوی میں تفریق لازم ہے۔ اور پھر اسے اس طرف لوٹانا چاہیئے۔ جو جائز اور حلال صورت ہے۔

یہ حوالہ خود اپنا آپ تبصرہ ہے۔ لہٰذا اسے بار بار پڑھیں۔ بلکہ نجفی کو بھی کوئی سا بلکہ خاص کر اس وقت جب "مجمع الحق" کا بہت بڑا مجمع ہو۔ تاکہ ان سب کو حلالی اولاد پیدا کرنے کا ایک اور نسخہ ہاتھ آ جائے۔ اور اس پر انگشت اٹھانے والے

کی خبر لی جائے۔

نابالغہ کے ساتھ بدکاری کے مرتکب پر اگرچہ حد زنا نہیں لیکن اچھا ہوتا کہ نجفی "فتاوٰی قاضی خان" کی پوری عبارت نقل کر دیتا۔ تاکہ حقیقت حال کی پوری وضاحت ہو جاتی۔

عبارت یہ ہے۔

قاضی خان:

رَجُلٌ زَنٰی بِصَغِیْرَۃٍ لَا تَحْتَمِلُ الْجِمَاعَ فَاَفْضَاھَا لَاحَدَّ عَلَیْہِ فِیْ قَوْلِہِمْ ثُمَّ یُنْظَرُ فِی الْاِفْضَاءِ اِنْ کَانَتْ تَسْتَمْسِکُ الْبَوْلَ کَانَ عَلَیْہِ الْمَھْرُ بِالْوَطْیِ وَثُلُثُ الدِّیَۃِ بِالْاِفْضَاءِ وَاِنْ کَانَتْ لَا تَسْتَمْسِکُ الْبَوْلَ کَانَ عَلَیْہِ جَمِیْعُ الدِّیَۃِ وَ لَا مَھْرَ عَلَیْہِ فِیْ قَوْلِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَ اَبِیْ یُوْسُفَ رَحِمَھُمَا اللّٰہُ تَعَالٰی۔

(فتاوٰی قاضی خان جلد سوم ص ۵۰۸ برحاشیہ فتاوٰی عالمگیری مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

جس شخص نے نابالغہ سے بدکاری کی۔ جو جماع کے قابل نہ تھی۔ اور اس فعل سے وہ بچی حالت افضاء میں ہو گئی۔ تمام علماء کا فتویٰ ہے کہ اس شخص پر حد زنا نہیں ہے۔ پھر اس عورت کے افضاء کو دیکھا جائے گا۔ اگر وہ پیشاب روک سکتی ہے۔ تو پھر بدکاری کرنے والے پر بوجہ وطی کے حق مہر ہو گا۔ اور افضاء کی وجہ سے تہائی دیت

ہو گی۔ اور اگر وہ پیشاب نہیں روک سکتی۔ تو پھر وطی کرنے والے پر پوری
دیت ہو گی۔ اور حق مہر نہیں ہو گا۔ یہ قول امام اعظم رضی اللہ عنہ اور امام
ابو یوسف کا ہے۔

فتاوی قاضی خان کی عبارت اور اس کے ترجمہ سے قارئین کرام آپ صغیرہ کے ساتھ بدکاری کے ارتکاب کرنے والے کے متعلق "حد زنا" کے نہ ہونے کی وجہ جان چکے ہیں۔ وہ یہ کہ اس فعل پر درحقیقت "زنا" کی تعریف ہی صادق نہیں آتی لیکن یہ بھی واضح ہوا کہ ایسے شخص کو بالکل معافی نہیں دی گئی۔ بلکہ ایک صورت میں حق مہر اور نصف دیت اور دوسری صورت میں مکمل دیت کی سزا ہے۔ آخر اس سزا کو نجفی نے ذکر کیوں نہ کیا؟ وجہ صاف ظاہر ہے۔ کہ احناف کے ساتھ حسد و عداوت نے ایسا کرنے پر مجبور کیا ہو گا۔

الدر المختار:

وَلَا حَدَّ بِالزِّنَا بِالْمُسْتَاجَرَةِ اَیْ لِلزِّنَا وَالْحَقُّ
وُجُوْبُ الْحَدِّ كَالْمُسْتَاجَرَةِ لِلْخِدْمَةِ۔

(الدر المختار جلد 2 ص 29 مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

اس عورت کے ساتھ بدکاری کرنے پر حد نہیں جو کرائے پر لی گئی ہو۔
اور حق یہ ہے۔ کہ اس پر بھی حد زنا ہے۔ اسی طرح جس طرح خدمت کے لیے
تنخواہ پر لی گئی عورت کے ساتھ بدکاری پر ہے۔

نجفی نے جان بوجھ کر اس قول راجح کو چھوڑ دیا۔ اور مرجوح پر گرفت کی دھوکہ دہی
آخر اس کی پرانی عادت ہے۔ اور حسد و بغض اس کا پیچھا چھوڑنے کے لیے تیار نہیں

ان کے ہاتھوں ایسا کرنے پر مجبور رہیں ، کہ حضرت زینب کی بد دعا کی وجہ سے رونا پیٹنا اور گریبان چاک کرنا (مروجہ ماتم) وغیرہ ان کے مقدر میں ہو چکا ہے ۔

مختصر یہ کہ محرمات کے ساتھ نکاح کرنے اور اس کے بعد وطی کرنے والے پر حد زنا اس لیے نہیں کہ یہ فعل زنا کی تعریف میں داخل نہیں ہے ۔ یہ تو تھی وجہ حد نہ لگنے کی لیکن شیعوں نے تو کمال کر دی ۔ کہ اس طرح سے پیدا ہونے والا بچہ ہرگز "حرامزادہ" نہیں ۔ کیونکہ وہ "نکاح رشدہ" سے پیدا ہوا ہے "نکاح رشدہ" واقعی قابل غور اور قابل عمل ہے ۔ اس سے دو قدم اور آگے چلئے ۔ تو آپ ایک عجیب مقام پر کھڑے پائیں گے ۔ "فروع کافی" والے نے تو نکاح محارم کی دو جہتیں بیان کیں تھیں ایک درست اور دوسری فاسد لیکن قربان جائیں شیعہ مجتہد شیخ زین العابدین پر کہ اس نے اپنے ایک "نامی گرامی" "ابوحنیفہ" سے محارم کے ساتھ وطی کی ایک "عمدہ تدبیر" بیان کی ہے ۔ سنیئے ۔

ذخیرۃ المعاد:

لزوم غسل خالی از قوت نیست واز ابوحنیفہ نقل شدہ کہ جماع در فرج محارم بالف حریر جائز است ۔

(ذخیرۃ المعاد تالیف شیخ زین العابدین مطبع ریاض ارضا اشرف آباد لکھنو ۱۳۱۷ھ باب الطہارت ص ۷۸)

ترجمہ:
(کسی شخص نے شیخ زین العابدین سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص خواہشات نفسانیہ پورا کرنے میں یہ طریقہ اختیار کرے ۔ کہ رومال کی طرح کا کوئی کپڑا اپنے عضو مخصوص پر اس طرح لپیٹ لے ۔ کہ دونوں (مرد

اور عورت) کی شرمگاہیں بلا واسطہ ایک دوسرے سے نہ چھو پائیں۔ یا ظرف (یعنی عورت کی شرمگاہ) بہت کشادہ ہے۔ یا مظروف (مرد کا آلۂ تناسل) باریک ہو۔ کہ ظرف سے مَس نہ ہونے پائے۔ ان حالتوں میں غسل واجب ہے یا نہیں۔ اس کے جواب میں شیعہ مجتہد نے کہا)
غسل لازم ہونا مضبوط وجہ رکھتا ہے۔ اور "ابو حنیفہ" سے منقول ہے کہ محارم کے ساتھ ان کی شرمگاہ میں جماع کرنا جائز ہے۔ جبکہ جماع کرنے والے نے اپنے عضو مخصوص پر ریشم کا کپڑا لپیٹ رکھا ہو۔

نوٹ:

۱۹۵۴ء علامہ محمود احمد رضوی نے یہی عبارت اپنے رسالہ "رضوان" میں پیش کی تو اس وقت شیعہ برادری کی طرف سے ایک اخبار بنام "رضا کار" کے ایڈیٹر نے یہ جواب لکھا تھا۔

"ہاں ممکن ہے۔ کہ کوئی بے سود یہ شبہ پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ کہ ہو سکتا ہے۔ کہ ابو حنیفہ کسی شیعہ عالم کا نام یا کنیت ہو۔ تو ہم اس مغالطہ کی گنجائش کو بھی ختم کر دیتے ہیں۔ ذخیرۃ المعاد میں جہاں یہ مسئلہ درج ہے۔ وہیں اس سلسلہ میں حجۃ الاسلام علامہ مفتی سید محمد عباس جیسے اعاظم علماء کے حواشی بھی موجود ہیں جن میں ان تمام اکابر نے بالصریح یہ اعلان فرمایا ہے۔ کہ شیعوں کی فہرست میں یہ نام ناپید ہے۔"

(رضا کار ۱۶/ نومبر ۱۹۵۴ء)

رضا کار کی اس عبارت پر علامہ محمود احمد رضوی نے لکھا۔ کہ اگر بقول تمہارے یہ "ابو حنیفہ" تمہارا نہیں۔ بلکہ ہمارا ہے۔ تو پھر بتلاؤ۔ کہ ہمارے ابو حنیفہ سے یہ مسئلہ

(لف حریر) کس کتاب میں درج ہے۔ یا احناف کی تمام کتب میں سے کسی ایک میں لف حریر کا مسئلہ دکھادو۔ پاک و ہند کے تمام شیعوں کو چیلنج ہے۔ کہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقہی کتب سے یہ مسئلہ دکھاؤ۔ تو دس ہزار روپیہ انعام پاؤ۔ الخ

اس کے جواب میں "رضا کار" نے جو کچھ لکھا۔ وہ جواب نہ تھا۔ بلکہ بے تعلق اور بے مقصد باتیں تھیں۔ اس کا اور اس کے تمام ہم نواؤں کا یہی اصرار ہے۔ کہ لف حریر کا مسئلہ ہم شیعہ لوگوں کا نہیں۔ کیونکہ اس کا قائل ابو حنیفہ ہم میں سے کوئی بھی نہیں۔ بلکہ یہ حنفیوں کا مسئلہ ہے۔ کیونکہ "ابو حنیفہ" کی کنیت رکھنے والا انہی کا امام اور مجتہد ہے اس مقام کی مناسبت سے ہم مناسب سمجھتے ہیں۔ کہ کچھ گفتگو اس پر بھی ہو جائے تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی سامنے آجائے۔

٭

"ابو حنیفہ" نامی شیعہ عالم اور مصنّف کا ثبوت

از کتب شیعہ

مجالس المومنین:

(القاضی ابو حنیفہ النعمان بن محمد منصور بن حیون المغربی)

ترجمہ: تاریخ خلکان اور ابن کثیر شامی میں تحریر ہے۔ کہ یہ ابو حنیفہ جانے پہچانے فضلاء میں سے تھا۔ علم فقہ اور دین میں ایسا مرتبہ اور مقام رکھتا تھا۔ کہ جس سے زائد کا تصور نہیں ہو سکتا۔ دراصل امام مالک کے مذہب کا پیرو تھا۔ لیکن بعد میں "مذہب امامیہ" کی طرف پلٹ آیا۔ اس کی بہت سی تصانیف ہیں۔ مثلاً کتاب اختلاف اصول المذاہب، کتاب اختیار اور کتاب الدعوۃ للعبیدیین۔

ابن زولاق سے مروی ہے۔ کہ نعمان بن محمد قاضی بہت بڑا فاضل شخص تھا۔ قرآن کے معانی کی تفسیر و تشریح میں مشہور تھا۔ اور فقہی اصول پر اسے کامل دسترس تھی۔ لغت کی وجوہ کا عارف ہونے کے ساتھ ایک بلند پایہ شاعر اور مورخ تھا۔ عقل و انصاف سے آراستہ تھا۔ اہل بیت کے مناقب میں کئی ہزار اوراق لکھے کہ جو تحریر و سجع وغیرہ کے اعتبار سے عجیب مقام رکھتے تھے۔ اسی طرح اہل بیت کے دشمنوں کی زیادتیوں پر کتابیں لکھیں۔ اسی کی ایک کتاب اس موضوع پر بھی

ہے۔ کہ اس میں امام ابو حنیفہ کوفی امام مالک، امام شافعی اور ابن شریک وغیرہ کا بلیغ رد لکھا ہے۔ اس کی تصانیف میں "اختلاف الفقہاء" بھی ہے اس میں اہل بیت کے مذہب کی تائید اور تقویت ذکر کی۔ علم فقہ میں اس کا ایک قصیدہ بھی ہے۔

یہ ابو حنیفہ فاطمی خلیفہ معزالدین کے ہمراہ مغرب سے مصر میں آیا۔ اور ۳۶۳ھ میں رجب کے مہینہ میں اس نے انتقال کیا۔

(مجالس المؤمنین۔ جلد اول ص ۵۴۹ مجلس پنجم۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

تنقیح المقال:

ترجمہ: نعمان ابن محمد ابن منصور مغربی کے متعلق ابن خلکان اور ابن کثیر نے ذکر کیا ہے۔ کہ شخص مشہور فضلاء میں سے تھا۔ پہلے مالکی تھا۔ بعد میں امامی ہو گیا۔ اس کی تصانیف میں سے ایک کا نام "دعائم الاسلام فی مناقب اہل بیت علیہم السلام" تھا۔ اہل بیت کے مخالفین کی زیادتیوں پر بھی اس کی تصانیف ہیں۔ اس کی اولاد میں بھی بڑے بڑے فاضل لوگ ہوئے۔ ابو الحسن علی بن نعمان، ابو عبداللہ محمد بن نعمان وغیرہ۔ صاحب تاریخ مصر نے کہا۔ کہ قاضی نعمان علم، فقہ، دین اور دیگر علوم میں یگانہ روزگار تھا۔ اس کی "کتاب الدعا" عمدہ کتاب ہے۔ اور اس کی عبارت اس شخص کے بارے میں کہی گئی صفات کی تائید کرتی ہے لیکن وہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بعد والے حضرات ائمہ کی روایات نقل نہیں کرتا اس کا باعث "اسماعیلیہ" کا خوف تھا۔ کیونکہ ان کی طرف سے یہ مصر کا

قاضی بنا تھا۔ لیکن تقیہ کا سہارا لے کر مذہب امامیہ کا اظہار کرتا رہا۔ یہ بات ہر عقل مند بخوبی جانتا ہے۔

ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب معالم میں جو اس کے متعلق لکھا ہے۔ کہ یہ شخص امامی نہ تھا۔ یہ بہت بڑا اشتباہ ہے۔ کیونکہ گھر والے ہی اپنے گھر کی بات بخوبی جانتے ہیں۔ اور گھر والے (مورخین نے اس کو پکا امامی لکھا ہے۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ ایک شخص امامی نہ ہو۔ اور وہ حق و صداقت کے غاصبین کے مظالم پر تصانیف لکھے۔؟ اس کی ایک اور کتاب "فضائل الائمۃ الاطہار" ہے۔ تیسری کتاب مسئلہ امامت پر ہے۔ اس کا اس نے خود تحریری طور پر اعتراف کیا ہے۔ کہ وہ کٹر امامی ہے۔ اس کی کتابیں بہت اچھی ہیں۔ "شرح الاخبار فی فضائل الائمۃ الاطہار ذکر مناقب ابی الصادق علیہ السلام، الاتفاق والافتراق، المناقب والمثالب الامامت، اصول المذہب الروایۃ الایضاح اس کی تصانیف میں سے ہیں۔ (معالم العلماء)

مجلسی نے کہا۔ کہ ابو حنیفہ مذکور فاطمی خلیفہ معزالدین کے ہمراہ مصر آیا۔ اور ۳۶۳ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

(تنقیح المقال جلد سوم باب النعمان من ابواب النون ص ۲۷۲ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ "ابو حنیفہ" نامی ایک شیعہ بھی گزرا۔ اور وہ محض عام شیعہ نہ تھا۔ بلکہ صاحب تحریر و تصنیف اور عالم فقیہ تھا۔ اس کی اولاد میں بھی علم وفقہ کے حامل پیدا ہوئے۔ "لعت حریر" اسی ابو حنیفہ کا تحفہ ہے۔ اب جبکہ یہ تحفہ بھیجنے والے کا نام اور پتہ ہم نے تمہاری کتابوں میں سے ہی ثابت کر دیا ہے۔ تو اس کی قدر کرو۔

اور اس پر بے جھجک عمل کرو۔ یہاں تو محارم کے ساتھ نکاح کی بھی ضرورت نہیں۔ اور کوئی گناہ بھی نہیں۔ کیونکہ "جائز" کے کرنے پر گناہ نہیں ہوا کرتا۔ ان گزارشات کے بعد نجفی کی وہ زبان ملاحظہ ہو۔ کہ جو ان اعتراضات کے بعد "نوٹ"، میں اُس نے حنفی علماء کو خطاب کر کے کہی۔ کس قدر شرم و حیاء سے عاری اور اُس بازار کی زبان ہے۔ اگر وہ گالیاں "مذہب حنفی" پر اس لیے دی گئیں۔ کہ اس میں مذکورہ جرائم پر "حد زنا"، نہیں۔ تو وہی جرائم مذہب جعفریہ میں بھی موجود ہیں۔ اور اس میں بھی وہ حد نہیں ہے۔ تو پھر "مذہب جعفریہ"، کے لیے وہی کلمات خبیثہ کیوں نہ فٹ آئیں۔ بلکہ یہاں تو ان "جرائم"، کو "جائز"، بھی کر دیا گیا۔ اب ان کے پلڑا برابر ہو کر خود انصاف کرو۔ کہ ان کا ثواب کس کو جائے گا۔؟

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

اعتراض نمبر ۶۱

شراب کی سزا معاف

حقیقت فقہ حنفیہ:

فان اقر بابعد ذھاب رائحتھا لم یحد عند ابی حنیفۃ۔

(الہدایہ باب حد الشرب جلد دوم ص ۵۲۷۔)

ترجمہ:

اگر کوئی شخص شراب پینے کا اقرار اس وقت کرے۔ جبکہ اس کے منہ سے شراب کی بو ختم ہو چکی ہو۔ تو امام اعظم اور قاضی ابو یوسف کے نزدیک اس شخص پر کوئی سزائے شرعی نہیں۔ نیز اگر کسی شخص پر شراب پینے کی گواہی دے اور اس کے منہ سے شراب پینے کی بو ختم ہو چکی ہو۔ اس پر بھی حد نہیں ہے۔ نیز ''و من اقر بشرب الخمر ثم رجع لم یحد''۔ جو شخص شراب پینے کا اقرار کرے اور پھر مکر جائے۔ تو اس پر بھی حد نہیں ہے۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۷)

جواب:

اعتراض میں بنیادی بات یہ ہے۔ کہ شراب کی بو ختم ہونے پر ''حد شراب'' نہیں لگے گی۔ اس اعتراض کو بھی نجفی نے اس لیے ذکر کیا۔ کہ شاید عوام اس کی چال میں آ جائیں۔ اور وہ ''فقہ حنفیہ'' کو اچھا سمجھنے کی غلطی نہ کریں۔ لیکن صاحبانِ علم اس کو بھی دھوکہ

اور فریب کا ہی نام دیں گے۔ کیونکہ مسئلہ مذکورہ اپنے پس منظر میں دیکھا جائے۔ تو بات کچھ اور نظر آتی ہے۔ وہ یہ کہ یہ مسئلہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا اپنا اجتہادی مسئلہ نہیں۔ کہ ان کی طرف اس کی نسبت کر دی جائے۔ بات یوں ہے۔ کہ جب شرابی پر حد شراب کا معاملہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر پیش ہوا۔ تو آپ نے اس کے لیے شراب کی بو پایا جانا شرط قرار دیا۔ اسی شرط پر موجود تمام صحابہ کرام نے اجماع کر لیا۔ لہٰذا اسی اجماعی بات کو امام اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح لیا۔ اور مذکورہ صورتوں میں چونکہ بو ئے شراب موجود نہیں ہوتی۔ اس لیے "حد شراب" نہیں لگے گی۔ ہدایہ کی پوری عبارت اس کی وضاحت کرتی ہے۔

الہدایہ:

وَعِنْدَهُمَا لَا يُقَامُ الْحَدُّ إِلَّا عِنْدَ قِيَامِ الرَّائِحَةِ لِاَنَّ حَدَّ الشُّرْبِ ثَبَتَ بِاِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ وَلَا اِجْمَاعَ اِلَّا بِرَأْيِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَقَدْ شَرَطَ قِيَامَ الرَّائِحَةِ عَلٰى مَارَوَيْنَا۔

(ہدایہ ص ۵۲۷ باب حد الشرب مطبوعہ کلام کمپنی کراچی)

ترجمہ:

شیخین کے نزدیک شرابی پر حد اس وقت قائم کی جائے گی۔ جب اس کے منہ سے شراب کی بو آ رہی ہو۔ کیونکہ شراب پینے پر حد صحابہ کرام کے اجماع سے ثابت ہے۔ اور اس اجماع کا اصل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے تھی۔ آپ کی رائے یہی تھی۔ کہ شرابی سے

شراب کی بوآنا ضروری ہے۔ جیسا کہ ہم نے روایت کی ہے۔

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ حد شراب نوشی کا قیام بوقت موجودگی بوئے شراب ہے۔ اور یہ شرط حضرات صحابہ کرام نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی رائے پر اتفاق واجماع کرتے ہوئے تسلیم کی۔ اب مسائل مذکورہ میں حلالہ امام نہ ہونا امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مسئلہ نہیں۔ وہ تو صحابہ کرام کا مسئلہ ہے۔ لہٰذا امام اعظم پر اعتراض کرنا نری حماقت اور پرلے درجے کی جہالت ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قصور صرف یہ ہے۔ کہ بقول رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم بایہم اقتدیتم اہتدیتم آپ نے حضرات صحابہ کرام کی اقتدا کی ہے یہ اقتدا عین شریعت ہے۔ نہ کہ خلاف شریعت۔

آخری مسئلہ کہ شرابی اقرار کرکے مکر جائے۔ تو اس پر حد نہیں لگے گی۔ اس پر اعتراض کیوں؟ ایسی کئی ایک مثالیں احادیث میں موجود ہیں۔ سردست ایک مثال حاضر خدمت ہے۔ اور وہ بھی شیعوں کے اپنے گھر سے۔

وسائل الشیعہ:

اِنَّ مَاعِزًا بنَ مَالِكٍ اَقَرَّعِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالزِّنَا فَاَمَرَبِهٖ اَنْ يُّرْجَمَ فَهَرَبَ مِنَ الْحَضْرَةِ فَرَمَاهُ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ بِسَاقِ بَعِيْرٍ فَعَقَلَهٗ فَسَقَطَ النَّاسُ فَقَتَلُوْهُ ثُمَّ اَخْبَرُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَالِكَ فَقَالَ لَهُمْ فَهَلَّا تَرَكْتُمُوْهُ اِذَا هَرَبَ يَذْهَبُ فَاِنَّمَا هُوَ الَّذِيْ اَقَرَّ عَلٰى نَفْسِهٖ وَقَالَ لَهُمْ اَمَا لَوْكَانَ عَلِيٌّ حَاضِرًا مَعَكُمْ لَمَا ضَلَلْتُمْ قَالَ

وَ وَدَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِنْ بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِيْنَ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۸ ص ۳۷۶ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زنا کا اقرار کیا۔ تو آپ نے انہیں رجم کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ جب رجم کیا گیا۔ تو جناب ماعز گڑھے سے بھاگ نکلے۔ زبیر بن العوام نے اونٹ کی پنڈلی کی ہڈی اٹھا کر ماری۔ اس کے لگنے سے وہ رک گئے۔ لوگ ان پر ٹوٹ پڑے۔ اور مار دیا۔ پھر جب اس واقعہ کی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں نے خبر دی۔ تو آپ نے فرمایا۔ جب وہ بھاگ نکلا تھا۔ تو تم نے اُسے جانے دیا ہوتا۔ وہ تو خود اپنی ذات پر زنا کا اقراری تھا۔ (کوئی گواہی نہ تھی۔ اس لیے اس کے بھاگنے سے فرق نہ پڑتا اقراری ہونے کی صورت میں بھاگنا ایک طرح اقرار سے مکرنا بھی بنتا ہے۔) پھر آپ نے فرمایا۔ کاش کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمہارے ساتھ ہوتے۔ تو وہ تمہیں اس غلطی سے بچا لیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ماعز کی دیت بیت المال سے ادا کی۔

شراب کے مسئلہ میں شرابی کا اقرار کے بعد صاف صاف مکر جانا تھا۔ جس پر حد شراب نہ لگانے کا امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے قول فرمایا۔ لیکن یہاں تو حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کا صاف انکار نہیں۔ بلکہ انکار کی ایک صورت بنتی ہے۔ اس پر بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی سزا کا کچھ نہ کچھ بدلہ عطا فرما دیا۔ جب انکار کی صورت اپر یہ رعایت ہو۔ تو صراحت کے ساتھ انکار پر نہ ہو گی؟

امام اعظم پر اعتراض کرنا آسان تھا۔ تو نخعی نے کر دیا۔ لیکن وہی نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ قابلِ اعتراض (بقول نخعی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیت ادا کرنا اور لوگوں کو رجم سے باز رہنے کی تعلیم و تلقین فرمانا ہے۔ لیکن یہ نخعی کی سوچ ہے۔ کہ اس گدھے کی سوچ سے نہ عام بچ سکے۔ اور نہ خواص۔ (معاذ اللہ)

ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

اعتراض نمبر ۶۲

چوری کی متعدد صورتوں میں ہاتھ کاٹنے کی تنسیخ :۔

الہدایہ: حقیقت فقہ جعفریہ

ولا قطع فیما یتسارع الیہ الفساد کاللبن واللحم والفواکہ الرطبۃ۔

(الھدایۃ کتاب السرقہ جلد دوم ص۵۳۹)

ترجمہ:

جو شخص ایسی چیز کی چوری کرے جو دیر تک صحیح نہیں رہتی مثلاً دودھ گوشت اور تازہ میوے وغیرہ تو ایسی چوری کرنے میں چور کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں۔ نیز ولا فی سرقۃ المصحف وان کان علیہ حلیۃ۔ جو شخص قرآن مجید چوری کرے اگرچہ قرآن پر کوئی قیمتی غلاف یا اس کے مثل کوئی اور چیز ہو تو ایسے چور کے بھی ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔ نیز ولا قطع علی النباش جو شخص قبر کھود کر مردے کا کفن چوری کرے اس کے ہاتھ بھی نہ کاٹے جائیں۔

نوٹ:

ہم نے نمونہ کے طور پر صرف چند چوروں کا ذکر ہے۔ جن میں فقہ نعمان نے چھٹی دی ہے۔ اور اگر تفصیل میں پڑیں۔ تو فقہ حنفیہ نے اس باب میں بھانت

بھانت کے فتوے دیئے ہیں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۲۸)

جواب:

ہدایہ سے ذکر کردہ عبارت میں نجفی کو چار چاند نظر آئے۔ جو اس نے ایک ہی سانس میں ذکر کر دیئے ہیں۔

الزام اوّل:

ان اشیاء کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں۔ جو دیر تک باقی نہیں رہتیں۔

الزام دوم:

قرآن کریم کے چور پر بھی حدِ سرقہ نہیں۔ اگرچہ قرآن کریم پر کوئی قیمتی غلاف یا زیور لگا ہو۔

الزام سوم:

دفتری کاغذات پر قطع ید نہیں۔

الزام چہارم:

کفن چور پر چوری کی سزا (ہاتھ کاٹنا) نہیں ہے۔

ان الزامات میں نجفی نے جو مرکزی بات ذکر کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ "فقہ نعمان" نے چند چوروں کو چوری کی سزا نہ دے کر عقل و نقل کے خلاف کیا۔ کیونکہ یہ بہر حال چور ہونے کی وجہ سے چوری کی سزا سے بچنے نہیں جا ئیں۔ اب ان الزامات کا ترتیب وار ہم جواب پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

تردید الزام اول:

دیر تک نہ رہنے والی اشیاء کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہ دینا امام اعظم رضی اللہ عنہ کا اپنا گھڑا ہوا مسئلہ نہیں۔ بلکہ اس مضمون کی احادیث موجود ہیں۔ جن سے استنباط کے طور پر یہ مسائل بیان ہوئے۔ ایسی احادیث کتب شیعہ میں بھی موجود ہیں۔

اللمعة الدمشقيه:

الرابعة۔ لَاقَطْعَ فِيْ سَرْقَـةِ التَّمَرِعَلَى الشَّجَرَةِ وَإِنْ كَانَ مُحْرَزًا بِحَائِطٍ وَغَلْقٍ لِإِطْلَاقِ النُّصُوْصِ الْكَثِيْرَةِ بِعَدَمِ الْقَطْعِ بِسَرْقَـةِ۔

(اللمعة الدمشقيه۔ كتاب الحدود جلد نهم ص ٢٧٥ مطبوعه قم ايران طبع جديد)

ترجمہ:

درخت پر سے پھل چوری کرنے پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں ہوگی۔ اگرچہ وہ درخت دیوار یا دروازہ وغیرہ کے ذریعہ محفوظ کر دیا گیا ہو کیونکہ نصوص کثیرہ میں مطلقاً اس قسم پر قطع کی سزا نہیں ہے۔

روضة البهيه شرح اللمعة الدمشقيه

عن ابى عبد الله عليه السلام قَالَ اِذَا اَخَذَ الرَّجُلُ مِنَ النَّخْلِ وَ الزَّرْعِ قَبْلَ اَنْ يُصْرَمَ فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَطْعٌ

(روضة البهيه شرح اللمعة جلد ۹ ص ۲۴۹، ۲۵۰ مطبوعہ قم)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص کھجور کے درخت سے کھجوریں یا کسی زمین کی پیداوار چوری کرے۔ لیکن یہ چوری ان اشیاء کے کاٹنے سے پہلے ہو۔ تو اس چور کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بھی وہی بات فرمائی۔ جو امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تھی۔ ہدایہ کی عبارت میں "تازہ میوہ" کے لفظ اس طرف اشارہ کرتے ہیں۔ کہ یہ چوری درخت پر لگے ہوئے میوے کی گئی۔ اگر اس پر ہاتھ نہ کاٹنے کی بات کر کے امام اعظم رضی اللہ عنہ مورد الزام ٹھہرے۔ تو پھر امام جعفر رضی اللہ عنہ کی معافی کیونکر ہو گئی؟ نجفی نے احناف کو بدنام کرنے کی ناکام کوشش میں اپنے ائمہ کو بھی "رگڑا" دے دیا۔ سچ ہی کہاوت ہے۔ "ہلکا کتا اپنیاں نوں وی وڈھن پیندا اے"

جواب الزام دوم:

قرآن کریم کی چوری اور اس پر لگے ہوئے زیورات کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں۔ اس کی آخر دئی وجہ ہوگی۔ کوئی دلیل ہوگی۔ اچھا ہوتا کہ نجفی اس وجہ اور دلیل پر اعتراض کرتا۔ کیونکہ یہ تو ایک جزئی مثال ہے۔ قانون پر گرفت ہوتی۔ تو بہتر تھا۔ بہرحال صاحب ہدایہ نے اس کی وجہ جو بیان فرمائی۔ وہ ملاحظہ ہو جائے۔

ھدایہ:

وَوَجْهُهُ الظَّاهِرُ اَنَّ الْاٰخِذَ يَتَاَوَّلُ فِيْ اَخْذِهِ الْقِرَاۃَ وَالنَّظَرَ فِيْهِ۔

(ھدایہ جلد دوم ص۵۴۲ مطبوعہ کلام کمپنی کراچی)

ترجمہ:

قرآن کریم کا چور اس پر لگے زیورات کا چور پوچھنے پر یہ تاویل کر سکتا ہے کہ میں نے قرآن کریم بغرض چوری نہیں۔ بلکہ پڑھنے کے لیے اور اس کو دیکھنے کے لیے اٹھایا ہے۔

گویا اس چور کی ہاتھ کاٹنے کی سزا کی معافی ایک تاویل اور شبہ کی بنا پر ہوئی۔ اب قانون یہ سامنے آیا۔ کہ کیا شبہ کی بنیاد پر حد معاف ہو سکتی ہے؟ اگر ہو سکتی ہے تو امام اعظم کا کیا قصور اور اگر نہیں ہو سکتی تو پھر مورد الزام ٹھہریں گے۔ یہ قانون حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر مبنی ہے۔ اور اس کی بہت سی مثالیں کتب شیعہ میں بھی موجود ہیں۔

المبسوط:

ترجمہ:

ایک عورت حاملہ ہے لیکن اس کا خاوند کوئی نہیں ہے۔ اب اس سے اس حمل کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اگر وہ کہتی ہے کہ یہ زنا سے ہوا ہے۔ تو پھر اس پر حد زنا ہے۔ اور اگر کہتی ہے کہ زنا کے بغیر ہے۔ تو اس پر حد نہیں ہو گی۔ اگرچہ بعض شیعہ۔۔۔۔ علماء اس دوسری صورت میں حد کا قول کرتے ہیں۔ لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ اصل یہ ہے۔ کہ کسی نہ کسی طرح بری الذمہ ہونا چاہیے اب اس صورت میں زنا کا احتمال بھی ہے۔ وطی بالشبہ اور زبردستی کی گئی کے احتمالات ہیں۔ اور حدود حکم شرعی ہے۔ جو شبہ سے ختم ہو جاتا ہے۔

کیوں صاحب! ذرا دونوں مسائل کا موازنہ کر کے دیکھیں۔ شبہ تو یہ کس طرف ہے؟ عورت کا حمل بالکل ظاہر اور شبہ میں اس سے وطی ہو جانا شاید زندگی بھر کبھی

کو ایک دفعہ بھی نہ ملے۔ اس قدر قلیل الوقوع ہے۔ اور دوسرا شبہ یہ کہ اس سے زبردستی وطی کی گئی۔ اگرچہ یہ شبہ مضبوط ہے۔ لیکن جب عورت کی ذات کی طرف خیال جاتا ہے آخر وہ بھی جسمانی خواہشات رکھتی ہے۔ اور التقائے ختانین بلکہ ادخال ذکر سے کچھ اکراہ والا معاملہ کمزور پڑھ جاتا ہے۔ لیکن ان دونوں کے مقابلہ میں قرآن کریم کے چوری کی یہ تاویل کہ "میں نے پڑھنے کے لیے اٹھایا" کثیر الوقوع ہے اور جانب مخالف کے احتمالات سے بہت دور۔ گویا اُسے فی مد شبہ ہے۔ ادھر اس درجہ کا نہیں۔ لیکن شبہ کمزور ہونے کے باوجود حد اٹھالی گئی۔ اگر امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاں شبہ قویہ ہوتے ہوئے حد ساقط کر دی گئی۔ تو نجفی کو برا لگا۔ اور اعتراض کر دیا لیکن اپنی کتب کو نہ دیکھا۔ کہ ان میں اس قسم کے بیسیوں مسائل موجود ہیں۔ ان کے مصنفین بلکہ اقوال ائمہ اہل بیت پر اعتراض بنتا ہے۔ اسی بے وقوفی یا حسد و بغض کی اندھی سوچ پر "حجۃ الاسلام" کا لقب ملا ہوگا۔ "نجفیں" تو بہت اتی ہیں۔ لیکن علماء تو علماء، عام آدمی بھی ان اعتراضات و جوابات کو پڑھ کر تمہیں "دجحتی" کہنے میں باک محسوس نہیں کریں گے۔ تمہارے حال پر ہمیں ایک بے ٹکٹے دیہاتی کا واقعہ یاد آگیا گاڑی کے ٹکٹ چیکر نے ایک دیہاتی کو پوچھا۔ ٹکٹ دکھلاؤ۔ دیہاتی بولا۔ باؤ جی ٹکٹ تا کوئی نہیں۔ جب دونوں میں تکرار ہوئی۔ تو باؤ نے اس دیہاتی کو پکڑا۔ اور اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔ واپس گاؤں آیا۔ تو لوگوں کو کسی طریقہ سے اس کی پٹائی کی اطلاع ہو چکی تھی۔ انہوں نے پوچھا۔ تو مونچھوں کو تاؤ دے کر کہنے لگا "باؤ نے مینوں چک کے ماریا پر باؤ تھلے اور میں باؤ دے اُتے"، ایمانداری کی بات ہے۔ یہ اعتراض و جواب کوئی سُن سنا کر نجفی سے پوچھے۔ جحتی صاحب! آپ تو شکست کھا گئے۔ تو ان کی دیرینہ عادت کے مطابق لگتا ہے۔ جواب یہی ملے گا "یار لت میری ہی اُتے اے"

جواب الزام سوم:

کتابوں اور دفاتر کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا کیوں نہیں؟ صاحب ہدایہ نے اس کی وجہ بیان کی ہے۔

هدایه:

وَلَا قَطْعَ فِي الدَّفَاتِرِ كُلِّهَا لِاَنَّ الْمَقْصُوْدَ مَافِيْهَا وَذَالِكَ لَيْسَ بِمَالٍ۔

(هدایه جلد دوم ص ۵۴۱ کتاب الحدود)

ترجمه:

تمام قسم کی کتب اور رجسٹر وغیرہ کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا اس لیے نہیں۔ کہ چوری کرنے والے کا اصل مقصود وہ تحریر ہے۔ جو اس میں ہے۔ اور تحریر "مال" نہیں۔ (کہ اس کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جائے) ہر شخص یہ سمجھتا ہے۔ کہ چوری کا "اطلاق مال" پر ہوتا ہے اور ایسی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا بعض دیگر قیود کے ساتھ ہے۔ اب جبکہ کسی کتاب کے نقوش یا اس میں تحریر شدہ عبارت "مال" کے زمرے میں شامل نہیں۔ تو اس کی چوری پر قطع ید کا حکم نہ لگانا کون سا عیب ہے۔ یہاں بھی نجفی کا حسد و بغض کارفرما نظر آتا ہے۔

جوابُ الزام چہارم:

"کفن چور" پر ہاتھ کاٹنے کی سزا امام اعظم رضی اللہ عنہ نے خود معاف نہیں فرمائی۔ جس سے آپ پر اعتراض آئے۔ بلکہ اس ضمن میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

—— کی ایک حدیث کا حوالہ دیا گیا۔ الفاظ یہ ہیں۔ لا قطع علی المختفی۔ "مختفی" کے لیے ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں۔ پھر مختفی کے بارے میں لکھا۔ کہ مدینہ پاک کے رہنے والے کفن چور کو مختفی کہتے تھے معلوم ہوا کہ کفن چور کی سزا از روئے حدیث ساقط ہوئی۔ نہ یہ کہ امام اعظم کی رائے سے ایسا ہوا۔ لہٰذا امام صاحب پر اعتراض کرنا حماقت ہے علاوہ ازیں قرآن کریم میں ہاتھ کاٹنے کی سزا "سرقہ" پر ہے۔ اور "سرقہ" کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے۔ جو "حرز" میں ہو یعنی وہ مال محفوظ ہو۔ مال کی حفاظت کا شرعی طور پر کوئی متعین و مقرر طریقہ نہیں۔ اس لیے اس کا فیصلہ "عرف" کے اعتبار سے کیا جائے گا۔

اللمعۃ الدمشقیہ:

اَلْحِرْزُ لَا تَحْدِيْدَ شَرْعًا فَيُرْجَعُ فِيْهِ اِلَى الْعُرْفِ۔

(اللمعۃ الدمشقیہ۔ جلد ۹ ص ۲۴۲)

ترجمہ:

"حرز" کی شرعی کوئی تعریف نہیں۔ لہٰذا اس بارے میں "عرف" کو لیا جائے گا۔

اس بنا پر "حرز" کی تعریف میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاں "حرز" کی صورت یہ ہے۔ کہ کسی مکان یا ظرف میں کوئی چیز محفوظ ہو چکی ہے یا اس کی نگرانی کے لیے کسی کو مقرر کر دیا گیا ہو۔ میت کے کفن کے بارے میں "حرز" کی یہ دونوں صورتیں موجود نہیں۔ نہ کسی مکان محفوظ میں تالا وغیرہ لگا کر اُسے رکھا گیا اور نہ کوئی چوکیدار یا نگران مقرر ہے۔ لہٰذا یہ چوری "حرز" کو توڑ کر نہ ہوگی۔ جب شرط چوری نہ پائی گئی۔ تو پھر وہاں کی سزا بھی نہ دی جائے گی۔ اسی بنا پر غالباً کفن چور

کو "سارق" نہیں کہا گیا۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

اعتراض نمبر ٦٣

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں قضاءت کا بیان

ھدایہ کتاب اداب القاضی:

یَجُوْزُ التَّقَلُّدُ مِنَ السُّلْطَانِ الْجَائِرِ کَمَا یَجُوْزُ مِنَ الْعَادِلِ لِاَنَّ الصَّحَابَۃَ تَقَلَّدُوْا مِنْ مُعَاوِیَۃَ وَالْحَقُّ کَانَ بِیَدِ عَلِیٍّ وَالتَّابِعِیْنَ تَقَلَّدُوْا مِنَ الْحَجَّاجِ وَھُوَ کَانَ جَائِرًا۔

(ھدایہ کتاب اداب القاضی جلد ۳ ص ۱۳۲)

ترجمہ:

ظالم بادشاہ کی طرف سے قاضی بننا۔ اور فیصلے کرنے کے لیے جج بننا جائز ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام معاویہ کی طرف سے قاضی بنے ہیں۔ جبکہ حق علی کے ساتھ تھا۔ نیز صحابہ کے بعد تابعین حجاج کی طرف سے قاضی بنتے ہیں۔ اور حجاج بھی ظالم تھا۔

نوٹ:

سنی بھائیوں کا اہل تشیع پر ایک اعتراض یہ بھی ہے۔ کہ اگر ابوبکر و عمر و عثمان ظالم تھے۔ تو حضرت علی نے ان کی حکومت کے زمانہ میں ان کی طرف سے قضاوت کرنا کیوں قبول کیا۔ اور ثلاثہ کو مشورے کیوں دیئے؟ مشکل مسائل میں فیصلے کیوں کئے؟ ہم عرض کرتے ہیں۔ کہ جناب امیر نے ثلاثہ کی طرف سے ہرگز یہ عہدہ قضاوت قبول نہیں کیا۔ بلکہ اس زمانہ میں شرعی حاکم خود حضرت امیر علیہ السلام تھے۔ اور انہوں نے اپنے وظیفہ شرعی پر عمل کیا ہے۔ اور اگر اس طرح سنی بھائیوں کی تسلی نہیں ہوتی۔ تو پھر ہم یوں عرض کریں گے۔ کہ ثلاثہ ظالم بادشاہ تھے۔ اور سنی بھائیوں کی کتاب الہدایہ گواہ ہے۔ کہ ظالم کی طرف سے قاضی بن کر لوگوں میں فیصلے کرنا کوئی بری بات نہیں ہے اور اس چیز سے فیصلہ کرنے والے کی شان میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ اور وہ ظالم بادشاہ ظالم ہی رہے گا۔ اس کی عدالت ہرگز ثابت نہ ہو گی۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۳۹)

جواب:

نجفی نے "ہدایہ" کی جس عبارت کا سہارا لیا ہے۔ اور اس کی مدد سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو "ظالم بادشاہ" کے طور پر پیش کیا ...... اس عبارت میں مرکزی لفظ "جائر" ہے۔ اس لفظ کے معنی لکھنے میں نجفی نے دیرینہ بددیانتی سے کام لیا۔ آیئے! ذرا اس لفظ کے معانی معلوم کریں۔ پھر اس پر کچھ تحریر کیا جائے گا۔

(۱) جائر:

کسی شے سے ہٹ جانا کہتے ہیں۔ جار عن الطریق۔ وہ راستہ سے ہٹ گیا۔

(۲) **علیہ** : کسی پر ظلم کرنا۔ (بحوالہ منجد)

اس سے معلوم ہوا۔ کہ لفظ جائر دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ راہ راست سے ہٹ جانے والا اور ظالم۔ صاحب ہدایہ نے اس لفظ کا دو شخصیتوں پر دو مختلف معانی کے اعتبار سے اطلاق کیا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جائر تھے یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں خطائے اجتہادی کی وجہ سے سیدھے راستہ سے ہٹ گئے تھے۔ کیونکہ حضرت علی المرتضےٰ حق پر تھے۔ لیکن یہ یاد رہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق خطائے اجتہادی کا قول اس وقت تک صادق آتا تھا جب تک امام حسن نے آپ کی بیعت نہ کی تھی لیکن امام حسن کے بیعت کر لینے کے بعد آپ عادل اور سچے امیر المومنین تھے۔ نجفی نے ہدایہ کی عبارت میں خیانت سے کام لیتے ہوئے۔ ”و الحق كان بيد علی“ الفاظ پر اکتفا کیا۔ اور ”فی نوبته“ ہضم کر گیا۔ کیونکہ اس کے ہضم کے بغیر اس کا مقصد پورا نہ ہوتا تھا۔ ”فی نوبته“ کا معنی یہ ہے۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ اپنی باری اور اپنے زمانہ میں حق پر تھے۔ آپ کی باری اور زمانہ سبھی جانتے ہیں۔ کہ حضرات خلفاء ثلاثہ کے بعد میں آئی۔ لہٰذا اس سے مفہوم نکالنا کہ خلفائے ثلاثہ بھی حق پر نہ تھے اور ظالم تھے۔ نری جہالت ہے۔ حضرت علی اپنے زمانہ میں حق پر تھے۔ یعنی امیر معاویہ کے مقابلہ میں۔ جب علی حق پر ہوتے۔ تو امیر معاویہ اسی حق پر نہ ہونے کی وجہ سے ”جائر“ ہوئے۔ اب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ”جائر“ کا اطلاق جس معنی میں ہوا۔ وہ واضح ہو گیا۔ یہاں ”ظالم“ کے معنی میں اس لفظ کو لینا خود ظلم ہے۔ کیونکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں قتل وغیرہ آپ کے ہاتھوں سرزد نہیں ہوا۔ ہاں یہ ساری باتیں حجاج کے دور میں تھیں۔ اس لیے وہ جائر بمعنی ظالم ہو گا۔ ہدایہ کی عبارت کا یہی مفہوم ہے۔ جسے نجفی نے غلط ملط

کر دیا ہے۔ کیونکہ صاحب ہدایہ نے حضرت علی کے لیے مقابلۃً لفظ "حق" ذکر کیاہے۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اسی کا مقابل بنا کر "جائر" ذکر کیا۔

پھر آگے چل کر نجفی نے ایک اور منطق جھاڑی۔ وہ یہ کہ اگر خلفائے ثلاثہ ظالم تھے۔ تو حضرت علی کا ان کے دورِ خلافت میں عہدہ قضاء قبول کرنا اور انہیں مشورے دینا کیونکر جائز ہو گیا؟ یہ سُنیوں کی طرف سے اہل تشیع پر خود اعتراض گھڑا اور پھر اس کے دو جواب لکھے۔ پہلا جواب یہ دیا۔ کہ حضرت علی المرتضٰے نے عہدہ قضاء ان کی طرف سے قبول نہیں کیا۔ بلکہ آپ خود ہی ان کے زمانہ میں بھی شرعی حاکم تھے اس لیے آپ اپنی شرعی ذمہ داری پوری کرتے رہے۔ دوسرا جواب یہ دیا کہ جب اہل سنت کے نزدیک ظالم حکمران کی طرف سے عہدۂ قضاء قبول کر لینے میں کوئی حرج نہیں تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ بھی ظالم ہو گئے۔ یا اصحاب ثلاثہ کا ظلم ختم ہو گیا۔

نجفی کے یہ جواب ایسے ہیں۔ کہ جن کی خود کتب شیعہ تردید کرتی ہیں۔ دریافت کیا جا سکتا ہے۔ کہ اگر شرعی حاکم حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ تھے۔ تو پھر صدیق اکبر کے ہاتھ پر حضرت علی نے بیعت کر کے ان کی خلافت و امارت پر صاد کیوں کیا۔ خود تم ہی واویلا کرتے ہو۔ کہ حضرت علی کے گلے میں رسی ڈال کر کھینچ کر لایا گیا۔ اور ابوبکر کی بیعت کرنے کو کہا گیا۔ علی نے پوچھا اگر میں بیعت نہ کروں تو پھر کیا ہو گا۔ عمر بن الخطاب نے کہا۔ گردن زنم۔ میں تمہاری گردن اڑا دوں گا شیعہ کتب میں یہ ڈرامہ پھر کس لیے رچایا گیا۔

رہا یہ معاملہ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ تینوں خلفاء کو ظالم سمجھتے رہے اور ظالم کی طرف سے عہدۂ قضاء قبول کرنے میں سُنیوں کی طرف سے اجازت ہے۔

تو یہ جواب خود نجفی کا منہ چڑا رہا ہے۔ اس لیے کہ نجفی سے زیادہ حضرت علی المرتضٰے اور آپ کے خاندان کے بزرگ اس معاملہ کو بہتر جانتے تھے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کچھ ایسا ہی سوال ہوا۔

انوار نعمانیہ

قَدْ سُئِلَ فِیْ مَجْلِسِ الْخَلِیْفَۃِ عَنِ الشَّیْخَیْنِ فَقَالَ اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ کَانَا عَلَی الْحَقِّ وَ مَاتَا عَلَیْہِ عَلَیْہِمَا رَحْمَۃُ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

(انوار نعمانیہ ص ۳۰ جلد طبع قدیم ایران)

ترجمہ:

شیخین کے بارے میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے خلیفہ کی مجلس میں پوچھا گیا۔ تو فرمایا۔ تو عادل امام و خلیفہ تھے۔ انصاف پسند تھے۔ اور حق پر زندہ رہے۔ اور اسی پر رخصت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی بروز حشر ان پر رحمت ہو۔

نجفی صاحب! تم معصوم نہیں۔ کہ تمہاری منطق قابل اعتبار ہو۔ بلکہ تمہارے مذہب میں ائمہ کے اقوال قابل عمل اور لائق تقلید ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں۔ تو ایک معصوم امام نے شیخین کو عادل و قاسط اور حق پر قائم فرمایا۔ اور تم ظالم ثابت کرنا چاہتے ہو۔ اگر اس پر تسلی نہیں تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک "ظالم" شخص کو امام صحابہ کرام کا اپنا قائم مقام بنا رہے ہیں۔ کچھ تو حیا کرو اگر یہ مجلات تمہارا پیٹ نہیں بھرتی تو نہج البلاغہ میں حضرت علی المرتضٰے کی زبانی تعریف فاروق اعظم ملاحظہ ہو۔

نہج البلاغہ:

لِلّٰهِ بِلَادُ فُلَانٍ فَلَقَدْ قَوَّمَ الْأَوَدَ وَدَاوَى الْعَمَدَ وَأَقَامَ السُّنَّةَ وَخَلَّفَ الْفِتْنَةَ ذَهَبَ نَقِيَّ الثَّوْبِ قَلِيلَ الْعَيْبِ أَصَابَ خَيْرَهَا وَسَبَقَ شَرَّهَا أَدَّى إِلَى اللّٰهِ طَاعَتَهُ وَاتَّقَاهُ بِحَقِّهِ۔

(نہج البلاغہ چھوٹا سائز۔ ص ۳۵۰ خطبہ ۲۲۸ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

اللہ کے لیے ہیں شہر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے۔ جس نے کجی کو سیدھا کیا۔ اور مرض کی دوا کی۔ اور سنت کو قائم کیا۔ اور فتنے کو دور چھوڑا اور دنیا سے صاف کپڑے پہن کر گیا۔ قلیل العیب، خیر اور بھلائیوں کو اس نے پایا۔ اور اس خلافت میں شر سے پہلے چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا اس نے حق ادا کر دیا۔ اور اس کے حق سے ہمیشہ ڈرتا رہا۔

خلاصہ کلام:

صدیق اکبر، فاروق اعظم رضی اللہ عنہما وہ شخصیات ہیں۔ کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عادل اور پرہیزگار فرمایا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کی بیعت کی۔ اور ان کے حق پر قائم رہنے کی گواہی دی۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے واشگاف الفاظ میں انہیں صاحبانِ عدل قرار دیا۔ یہ گواہیاں ایک طرف

اور دوسری طرف نجفی کا ان کو ظالم ٹھہرانا کون مسلمان نجفی کی بات پر دھیان دے گا۔ ظالم کو سیرتِ حسین بھی یاد نہ رہی کہ جن کی رگوں میں حضرت علی المرتضےٰ کا خون تھا یہی حسین ہیں۔ کہ جنہوں نے درحقیقت ظالم شخص کی نہ بیعت کی۔ نہ اس کی اقتدار میں نمازیں پڑھیں۔ بلکہ شہادت قبول کر لی۔ لیکن ان کے والد گرامی شیخین کی بیعت بھی کرتے ہیں۔ ان کی اقتدار میں نمازیں بھی ادا کرتے ہیں۔ اور پھر نجفی انہیں ظالم کہنے پر اُدھار کھائے بیٹھا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کے دور خلافت میں جو عہدۂ قضاء قبول کیا۔ وہ ان کے عادل ہونے کے وجہ سے تھا۔ اور انہیں اپنے مشورے دیئے۔ اس لیے کہ امت کے خیر خواہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین تھے۔ اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ کیونکہ وہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا حقدار اور امت مسلمہ کا نجات دہندہ سمجھتے تھے

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۶۴

حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں حلال جانوروں اور حرام جانوروں کے احکام

بخاری شریف:

قَالَ الشَّعْبِيُّ لَوْ أَنَّ أَهْلِي أَكَلُوا الضَّفَادِعَ لَأَطْعَمْتُهُمْ وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ بِالسُّلَحْفَاةِ بَأْسًا۔

(بخاری شریف کتاب الصید جلد ۲ ص ۷۹)

ترجمہ:

(ایک سنی عالم شعبی کہتا ہے۔ اگر میرے اہل وعیال مینڈک کھانا پسند کریں تو میں ان کو مینڈک ہی کھلاؤں۔ اور حسن بصری کہتا ہے۔ کہ کچھوا کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام شافعی کے نزدیک دریائی کتا، دریائی خنزیر اور دریائی انسان کا گوشت کھانا حلال ہے۔ (ہدایہ کتاب الذبائح جلد دوم ص ۴۴۲)

میزان الاعتدال:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ سرطان دریائی کتا مینڈک اور خنزیر حلال ہیں۔
(میزان الکبری جلد دوم ص ۵۸ باب الاطعمہ۔)

میزان الکبری:

نیز قَالَ اَصْحَابُ الشَّافِعِیِّ وَھُوَ الْاَصَحُّ عِنْدَ
ھُمْ اَنَّہٗ یُؤْکَلُ جَمِیْعُ مَا فِی الْبَحْرِ۔
(میزان الکبری کتاب الاطعمہ
جلد دوم ص ۵۸)

ترجمہ:

شافعی مذہب کے علماء فرماتے ہیں۔ اور یہی قول ان کے نزدیک
صحیح ہے۔ کہ دریا کے تمام جانور حلال ہیں۔ حتٰی کہ مگرمچھ بھی۔

نوٹ:

سنی بھائیوں کے بڑے مزے ہیں۔ مہنگائی کا زمانہ ہے۔ اور پھر گوشت تو بہت ہی مہنگا ہے۔ خدا بخشے امام بخاری کو جو مینڈک اور کچھوا حلال کر گئے۔ اور پھر امام مالک اور امام شافعی کو بھی خدا بخشے جو دریائی کتا اور خنزیر حلال کر گئے۔ سنی بھائیوں کو چاہیئے۔ کہ مینڈک، کچھوے، کتے اور خنزیر کے کباب بنائیں۔ اور اپنے اماموں کے نام پر خیرات کریں۔ اور رمضان المبارک میں اپنے مسلمان بھائیوں کے انہی کبابوں سے روزے افطار کرائیں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۳۹ - ۱۴۰)

جواب:

جیسا کہ نجفی کی کتاب کے نام سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس میں "فقہ حنفیہ" پر اعتراضات و الزامات ہوں گے۔ اور اس بات کو نجفی وغیرہ سبھی جانتے ہیں۔

کہ "فقہ حنفیہ" حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اجتہادی مسائل کے مجموعہ کا نام ہے۔ اس کے باوجود اس کتاب میں فقہ شافعی اور مالکی کے مسائل درج کر کے نجفی نے اپنے موضوع سے بھی غداری کی۔ اور یہ غداری ایک آدھی جگہ نہیں۔ بلکہ بہت سے مقامات پر ہوئی۔ اور پھر اسے چھپانے کے لیے "سنی فقہ" کا سہارا لینا پڑا۔ جیسا کہ متعدد مرتبہ ہم یہ کہہ چکے ہیں۔ کہ دوسری فقہ کا جواب دینا ہم پر لازم نہیں۔ اس لیے امام شافعی اور امام مالک رضی اللہ عنہما کی فقہ کے مسائل ہمارے زیر بحث نہیں۔ لیکن ایک سنی ہونے کے اعتبار سے اس بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں۔

"ہدایہ" کے حوالہ سے یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ دریائی کتا، خنزیر اور انسان حلال ہیں۔ اور پھر اس پر از راہ ... تمسخر کباب بنا کر کھانے اور افطاری کی پھبتی کسی گئی ہے انداز عبارت بتاتا ہے۔ کہ یہ اشیاء سنیوں کے نزدیک حلال ہیں۔ اور شیعوں کے نزدیک حرام۔ ورنہ اگر شیعہ بھی انہیں حلال کہیں۔ تو پھر مذاق اور اعتراض کس بنا پر؟ تو آئیے! ذرا فقہ جعفریہ میں ان جانوروں کے بارے میں کچھ حوالہ جات ملاحظہ کریں۔ تاکہ حقیقت حال سامنے آنے پر بات واضح ہو جائے۔

توضیح المسائل:

سگ وخوکی کہ در خشکی زندگی میکنند حتیٰ کہ مو واستخوان وپنجہ و ناخن ورطوبتہائے آنہا نجس است ولی سگ وخوک دریائی پاک است۔

(توضیح المسائل باب النجاسات ص۱۲
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

وُہ کتا اور خنزیر جو خشکی پر رہتے ہیں۔ ان کے بال، ناخن، پنجے اور دیگر رطوبتیں نجس ہیں۔ لیکن دریائی کتا اور خنزیر پاک ہیں۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ دریائی کتا اور خنزیر تو فقہ جعفریہ میں بھی حلال ہیں۔ پھر کس منہ سے "سنی فقہ" پر اعتراض کیا گیا۔ اور اگر نجفی کوئی ایک حوالہ اپنی کتاب میں سے ایسا دکھا دے۔ کہ جس میں دریائی کتا اور خنزیر ان کے نزدیک حرام ہیں۔ تو منہ مانگا انعام ملے گا۔ معلوم ہوا۔ کہ نجفی جانتے بوجھتے اپنے مذہب کا مذاق اُڑا رہا ہے۔ اسی لیے ہم نے اسے "ججتی" کہا ہے۔ کتے اور خنزیر کو حلال و پاک نہیں کہا گیا۔ لیکن قربان جائیں فقہ جعفریہ کی پاکیزگی، پر کہ اس نے کتوں پر اور خنزیروں کو بھی پاک کر دیا۔ جو خشکی پر "ان کی مثل امت" ہیں۔

المبسوط:

وَ قَالَ بَعْضُهُمُ الْحَيَوَانُ كُلُّهُ طَاهِرٌ فِي حَالِ حَيٰوتِهِ وَ لَمْ يَسْتَثْنِ الْكَلْبَ وَ الْخِنْزِيْرَ قَالَ اِنَّمَا يَنْجِسُ الْخِنْزِيْرُ وَ الْكَلْبُ بِالْقَتْلِ اَوِ الْمَوْتِ)

(المبسوط جلد ششم ص ۲۷۹ کتاب الاطعمہ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

بعض اہل تشیع کا کہنا ہے۔ کہ حیوان ہر قسم کا جب تک زندہ ہے۔ وہ پاک ہے۔ ان لوگوں نے اس حکم طہارت سے نہ تو کتے کو نکالا اور نہ ہی خنزیر کو۔ اور کہا۔ کہ کتا اور خنزیر دو ہی صورتوں میں نجس ہو

سکتے ہیں۔ یا مر جائیں یا مار دیئے جائیں۔

اس حوالہ کے ذریعہ کتے اور خنزیر کے مرنے کے بعد کی نجاست کا اقرار کیا۔ لیکن "متعہ کے رسیا" اور "تقیہ کے عادی" اس پر ہی بس کیوں کریں۔ اگر "سبیل امام" کا پانی پی کر پورا ثواب حاصل کرنا ہو، تو پھر مرے ہوئے سور کی کھال کے بنے ہوئے ڈول میں یہ شوق پورا کرنے میں کون پیچھے رہے۔ زرارہ نے یہ نسخہ امام سے پایا ہے۔

وسائل الشیعہ:

عن زرارة قال سألت ابا عبد الله عليه السلام عن جلد الخنزير يجعل دلوا يستقى به الماء قال لا بأس۔

(وسائل الشیعہ جلد اول ص ۱۲۹ کتاب الطہارۃ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

زرارہ جی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھتے ہیں۔ اے امام معصوم! خنزیر کی کھال کا ڈول بنا کر اس سے پانی نکال کر پیا جا سکتا ہے؟ امام نے فرمایا۔ کوئی حرج نہیں۔

بات ادھوری رہ جائے گی۔ اگر پانی پینے کے ساتھ ساتھ کھانا نہ کھایا جائے جیسا پانی ویسا کھانا۔ ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ:

عن اسحاق بن عمار عن ابی عبد الله

عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّهُ قَالَ آكِلُ الْمَيْتَةِ وَالدَّمِ وَلَحْمِ الْخِنْزِيْرِ عَلَيْهِمْ اَدَبٌ فَاِنْ عَادَ اُدِّبَ فَاِنْ عَادَ يُؤَدَّبُ قَالَ وَ يُؤَدَّبُ وَلَيْسَ عَلَيْهِ حَدٌّ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۸ ص ۵۸۱ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ۱۰ ص ۹۸)

(۳۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد چہارم ص ۵۰ باب حد الاکل المیتہ الخ۔)

(۴۔ فروع کافی جلد ۷ ص ۲۴۲ کتاب الحدود)

ترجمہ:

اسحاق بن عمار نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا۔ جو شخص مردار، خون اور خنزیر کا گوشت کھائے اس کی سزا کیا ہے؟ فرمایا۔ سزا کوئی نہیں۔ صرف سمجھا بجھا دیا جائے۔ چاہے وہ بار بار کھائے۔

کیوں صاحب! اسحاق بن عمار نے اُن اشیاء کے کھانے کی امام سے "ادب کے ساتھ" اجازت لے دی۔ اور زرارہ جی نے سُور کی کھال میں پانی پینے کا راستہ دکھا دیا۔ خنزیر کے گوشت کو بریاں کرکے کباب بنا کر اور "خون" کی چٹنی سے لطف اندوز ہوں۔ اور "مال مفت دل بے رحم" کا خوب فائدہ اٹھائیں۔ اللہ تعالیٰ نے سچ ہی فرمایا ہے۔ الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات الخ۔ فلعتبروا یا اولی الابصار۔

اعتراض نمبر ۶۵

مختلف حرام جانوروں کی تحلیل

رحمۃ الامہ:

عن ابن عباس ابلحۃ لحوم حمر اھلیۃ۔
(رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ
کتاب الاطعمہ)

ترجمہ:

ابن عباس کے نزدیک پالتو گدھے بھی حلال ہیں۔ نیز امام مالک کے نزدیک عقاب، باز، شکرا اور شاہین بھی حلال ہیں۔ اور امام شافعی کے نزدیک طوطا، چمگادڑ اور اُلو بھی حلال ہیں۔

جواب:

"رحمۃ الامہ" کے حوالہ سے نجفی نے حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا۔ کہ ان کے نزدیک پالتو گدھا حلال ہے۔ لیکن ائمہ اربعہ میں سے اس کی حلت مطلقہ کا قول کس نے کیا؟ آیئے ہم آپ کو اس کی نشاندہی کیے دیتے ہیں۔

میزان الکبریٰ:

وَمِنْ ذَالِكَ قَوْلُ الْاَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ بِتَحْرِيْمِ أَكْلِ لَحْمِ الْبِغَالِ وَ الْحَمِيْرِ الْاَهْلِيَّةِ مَعَ قَوْلِ مَالِكٍ بِكَرَاهَتِهِ كَرَاهَتُهُ مُطْلَقَةً

وَقَالَ مُحَقِّقُوْا اَصْحَابِهٖ اِنَّهٗ حَرَامٌ۔

(میزان الکبریٰ للشعرانی جلد دوم ص۱۱ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

اسی وجہ سے تینوں اماموں (ابوحنیفہ، شافعی، احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم) نے پالتو گدھے اور خچروں کے گوشت کو حرام قرار دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ امام مالک کا اس بارے میں وہ "مکروہ تحریمی" کا قول ہے۔ اور مالکی فقہ کے محققین نے اسے حرام ہی کہا ہے۔

حضرات ائمہ اہل سنت کا پالتو گدھے کے بارے میں فتویٰ آپ پڑھ چکے ہیں اب ان پر اس کے گوشت کو حلال قرار دینے کا الزام کس قدر بہتان ہے۔ ذرا اس کے ساتھ ساتھ اپنے گھر میں بھی جھانکتے۔ عین ممکن ہے کہ کسی امام نے اس "شریف" مخلوق کے بارے میں کچھ فرمایا ہو۔ لو ہم تمہیں بتاتے ہیں۔

وسائل الشیعہ:

فَقَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْلِهَا لِاَنَّهَا كَانَتْ حَمُوْلَةَ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ وَاِنَّمَا الْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فِى الْقُرْاٰنِ اِلَّا قَالَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِنَانٍ اَلرِّضَا عَلَيْهِ كُتِبَ اِلَيْهِ فِيْمَا كُتِبَ مِنْ جَوَابِ مَسَائِلِهٖ كُرِهَ اَكْلُ لُحُوْمِ الْبِغَالِ وَالْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ لِحَاجَةِ النَّاسِ اِلٰى ظُهُوْرِهَا وَاسْتِعْمَالِهَا وَالْخَوْفِ مِنْ فَنَائِهَا وَقِلَّتِهَا لَا تُعَذَّرُ خَلْقِهَا وَلَا قَذَرُ غَذَائِهَا۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۶ ص ۳۹۲ کتاب الاطعمہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع کر دیا۔ کیونکہ یہ ان دنوں لوگوں کے بوجھ اٹھانے کے کام آتے تھے۔ (لیکن) دراصل حرام وہی جانور ہیں جنہیں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حرام کیا۔ اگر ان کا قرآن میں بطور حرمت ذکر نہیں۔ تو وہ حرام نہیں ہیں۔

محمد بن سنان نے امام رضا سے چند مسائل پوچھے۔ ان میں ایک مسئلہ کا یہ جواب تھا۔ "خچروں اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانا مکروہ اس لیے ہے۔ کہ یہ لوگوں کے بوجھ اٹھانے کے کام آتے ہیں۔ اور استعمال میں آنے والے چار پائے ہیں۔ اور ان کے گوشت کی کراہت صرف اس وجہ سے ہے۔ کہ لوگ انہیں ذبح کر کے کھاتے کھاتے ان کی نسل ہی ختم نہ کر دیں۔ یا ان کی تعداد کم نہ ہو جائے۔ ورنہ ان کی خلقت میں اور ان کی غذا میں کوئی کراہت کی بات نہیں ہے۔

"وسائل الشیعہ" میں پالتو گدھے کا ایک مستقل موضوع ہے۔ جس میں "عدم تحریمہا" صراحت سے موجود ہے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ اہل تشیع کے نزدیک خچر اور پالتو گدھے کا گوشت "حرام" نہیں۔ صرف مکروہ ہے۔ اب نجفی صاحب سے پوچھئے کہ چور کس کے گھر سے نکلا۔ اور کس کی ہنڈیا میں "شریف مخلوق" کا گوشت پکتا ہے یہی گوشت کھا کر اور "مرغوب چٹنی" کے ساتھ ساتھ سور کی کھال میں پانی ڈال کر پینے سے تو لوگ "حجۃ الاسلام" بن جاتے ہیں۔

نوٹ:

"حقیقت فقہ حنفیہ" میں نجفی نے ان گزشتہ اعتراضات کے بعد "باب المتفرقات" کا عنوان باندھ کر تقریباً ۶۴ الزامات درج کیے۔ ان میں

چند کو چھوڑ کر باقی الزامات کا تعلق فقہ حنفی سے نہیں اور ان میں سے بعض کا تعلق عقائد کے ساتھ تھا۔ ان عقائد سے متعلقہ الزامات کا جواب ہم تحفہ جعفریہ میں دے چکے ہیں۔ اب اس باب کے اُن الزامات کا جواب سپرد قلم ہے۔ جو حنفی فقہ سے متعلق ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۶۶

کھانے میں مکھی گر جائے تو اسے ڈبو دیں۔

بخاری شریف:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ اذا وقع الذباب فی شراب احدکم فلیغمسہ۔

(بخاری شریف کتاب بدأ الخلق جلد ۲ ص ۱۳)

ترجمہ:

کہ جب کسی کے پینے والی چیز میں مکھی گر جائے۔ اسے چاہیئے کہ وہ اسے غوطہ دے کر نکالے۔

نوٹ:

صرف ڈبونے سے کیا بنے گا تھوڑا سا نچوڑ بھی لیں۔ اور پھر وہ دودھ یا جائے ابوہریرہ کی روح کو دیر کریں۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۴۲)

جواب:

سب سے پہلے گزارش یہ ہے۔ کہ بخاری شریف میں اشیائے نوش میں مکھی پڑنے کے بعد اسے غوطہ دینے کی حکمت بھی مذکور تھی لیکن نجفی نے وہ حکمت ذکر نہ کی۔ اور مذکورہ حکمت زبان نبوت سے بیان ہوئی ہے۔ کیونکہ وہ حکمت ہر شخص اپنے علم سے معلوم نہیں کر سکتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فَاِنَّ فِیْ اِحْدٰی جَنَاحَیْہِ دَاءً وَفِی الْاُخْرٰی

شفا ہے غوطہ دے کر اس لیے نکالو کہ مکھی کے ایک پر میں بیماری اور دوسرے میں شفاء ہوتی ہے۔ اب اگر کوئی شخص مکھی پڑنے کے بعد اس پر عمل کرتا ہے تو ابوہریرہ کی بات پر نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرے گا۔ لہٰذا نجفی کا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ذات کو استہزاء اور مذاق کا نشانہ بنانا در اصل سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے تمسخر کرنا ہے۔ ایک سنی کو یہ کہنا کہ وہ دودھ کہ جس میں مکھی گر گئی۔ غوطہ دے کر نچوڑ کر ابوہریرہ کی روح کو ہدیہ کرو حقیقت میں نجفی نے اس تحریر سے اپنے لیے وہ "ہدیہ" تیار کر لیا ہے۔ جو دوزخیوں کو پیپ اور خون کے عصارہ کی شکل میں اُبال کر پلایا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے کسی صحابی کی کھلے بندوں توہین کرنے والوں کو اگر یہ نہیں ملتا۔ تو پھر اور کس کو ملے گا۔ علاوہ ازیں ان کی کتب میں بھی مکھی کے بارے میں مذکورہ مسئلہ موجود ہے۔ کبھی تو گھر کی خبر بھی لی ہوتی۔

وسائل الشیعہ:

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الذُّبَابِ يَقَعُ فِي الدُّهْنِ وَالسَّمْنِ وَالطَّعَامِ فَقَالَ لَا بَأْسَ كُلْ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۶ ص ۴۶۶ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ۹ ص ۸۶ فی الذبائح مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے

پوچھا۔ اگر مکھی تیل، گھی یا کسی خوردنی شئی میں گر جائے۔ تو کیا کرنا چاہیئے؟
فرمایا کوئی حرج نہیں۔ کھاؤ۔

اس حوالہ کا معلوم ہوا۔ کہ امام جعفر کے نزدیک مکھی پڑنے کے بعد اشیائے خورد و نوش نجس نہیں ہوتیں۔ بلکہ وہ طیب و حلال ہونے کی وجہ سے کھا لی جائیں گی۔ اور یہی بات سنی فقہ نے کہی۔ پھر دونوں کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا چاہیئے تھا۔ اس پر اگر نجفی اینڈ کمپنی یہ شور مچائیں۔ کہ ہماری کتب میں مکھی گری اشیاء کے طیب ہونے کا ذکر تو ہے۔ لیکن اُسے غوطہ دینے کا کوئی حکم نہیں لہٰذا مجھے غوطہ دینے پر اعتراض ہے۔ تو اس سلسلہ میں ہم یہ کہیں گے۔ کہ جب مکھی گر ہی گئی۔ تو اس کو غوطہ دو یا نہ دو۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر نجس ہے۔ تو جتنی ڈوبی وہ ناپاک کر دے گی۔ اور اگر نجس نہیں۔ تو خواہ ساری غوطہ کھا گئی۔ فرق نہیں پڑے گا۔ اسے ہر عقل مند (نجفی کے سوا) تسلیم کرے گا۔ اس کے علاوہ ہم سنی اگر اس کو غوطہ دیتے ہیں۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ایسا کرتے ہیں۔ از خود یہ طریقہ ایجاد نہیں کیا۔

اور اگر رجال کشی ص ۱۹۵ کی عبارت کو دیکھا جائے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اہل تشیع نے "غوطہ دینے والے" الفاظ حدیث سے نکال دیئے ہیں۔ کیونکہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم سے بیان کردہ احادیث میں ہمارے شیعوں نے گڑبڑ کر دی ہے۔ لہٰذا جو ہماری بات اور حدیث تم قرآن و سنت مصطفےٰ کے موافق و مطابق پاؤ۔ اس پر عمل کرو۔ دوسری کو چھوڑ دو۔

"وسائل الشیعہ" میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا جو جواب اور سائل کا سوال ذکر کیا گیا۔ اس میں تو سرے سے مکھی نکال کر تیل گھی اور دیگر اشیاء کے کھانے کا حکم ہی نہیں۔ جتنی عبارت ہے۔ اس سے یہی پتہ چلتا ہے۔ کہ مع مکھی

کھا جاؤ۔ ایک غیر جانب دار سے پوچھئے۔ کہ جس سنی نے مکھی کو غوطہ دے کر نکال باہر پھینکا۔ اور پھر اس پانی وغیرہ کو پیا۔ ایک طرف یہ اور دوسری طرف شیعہ مکھی سمیت سب کچھ کھا گیا۔ دونوں میں قابل اعتراض بات کون سی ہے۔؟

لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا مذاق، ابو ہریرہ صحابی رسول کی گستاخی اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے تمسخر کوئی گھٹیا سے گھٹیا مسلمان بھی نہیں کر سکتا۔ لیکن ہمت ہے۔ نجفی کی کہ کسی سے باز نہ آیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۶۷

بسم اللہ شریف سورۃ فاتحہ کی جزء ہے

حقیقت فقہ حنفیہ: میزان الکبریٰ

سُنی فقہ میں ہے۔ ان البسملة ليست من الفاتحة عند ابي حنيفة۔

(میزان الکبریٰ جلد اول ص۱۵۳)

(حقیقت فقہ حنفیہ)

ترجمہ:

کہ بسم اللہ قرآن پاک کی سورہ فاتحہ کی جز نہیں ہے۔ اس لیے اس کا نماز میں پڑھنا واجب نہیں ہے۔

جواب:

"میزان الکبریٰ" سے جو حوالہ درج کیا گیا۔ واقعی امام اعظم رضی اللہ عنہ بسم اللہ کو الفاتحہ کی آیت شمار نہیں کرتے۔ لیکن بات یہیں ختم نہیں ہوتی۔ بلکہ صاحب میزان الکبریٰ نے اس کی وجہ بیان فرمائی۔ نجفی وہ ہڑپ کر گیا۔ کیونکہ اگر وہ وجہ لکھ دی جاتی۔ تو پھر دال گلنا مشکل ہو جاتی۔ بسم اللہ کے بارے میں اختلاف ائمہ نقل کرتے ہوئے صاحب میزان نے لکھا ہے۔

حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

میزان الکبرٰی:

فَقَدْ وردَ أَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُهَا مَعَ الْفَاتِحَةِ تَارَةً وَيَتْرُكُهَا تَارَةً أُخْرٰى فَاَخَذَ كُلُّ مُجْتَهِدٍ بِمَا بَلَغَهُ مِنَ إِحْدَى الْحَالَتَيْنِ۔

(میزان الکبرٰی جلد اول ص ۱۴۱
مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بسم اللہ کے بارے میں دو قسم کی روایات آئی ہیں۔ایک یہ کہ آپ فاتحہ کے ساتھ ملا کر اسے پڑھتے تھے اور دوسری یہ کہ فاتحہ بغیر اس کے پڑھتے تھے۔لہٰذا ہر مجتہد نے ان دونوں حالتوں میں سے جو اس کو مضبوط نظر آئی۔اس پر عمل کیا۔

"میزان الکبرٰی" نے جو وجہ بیان کی۔ہر صاحب عقل اس کے مطابق یہی کہے گا۔کہ بسم اللہ کو فاتحہ کی جزء بنانا یا نہ بنانا کسی کا ذاتی معاملہ نہیں ہے۔بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر عمل ہے۔

اعتراض نمبر ۶۸

ولدالزنا (حرامی) کے پیچھے نماز جائز ہے

حقیقت فقہ حنفیہ: میزان الکبریٰ

سنی فقہ میں ولدالزنا (حرامی) کے پیچھے نماز پڑھنا اور ہر قسم کے فاسق و فاجر کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام حجاج بن یوسف کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک لاکھ بیس ہزار صحابہ اور تابعین کا قاتل ہے۔

(میزان الکبریٰ جلد اول ص ۱۹۲ باب صلوٰۃ الجماعۃ)

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۴۳)

جواب:

"سنی فقہ" پر حرامی اور فاسق و فاجر کے امام بنانے کے متعلق نجفی کا اعتراض ہے۔ لیکن اپنی فقہ "فقہ جعفریہ" کو کیا کہے گا؟ کیونکہ یہ مسئلہ ان کی فقہ میں بھی موجود ہے۔ بلکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قول اور عمل دونوں اس کے ثبوت میں موجود ہیں آپ کا قول یوں مذکور ہے۔

نہج البلاغہ:

وَاَنَّہٗ لَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ اَمِیْرٍ بَرٍّ اَوْ فَاجِرٍ۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۴۰
ص ۸۲ چھوٹا سائز بیروت)

ترجمہ:

لوگوں کا کوئی نہ کوئی امام ضرور ہونا چاہیئے۔ چاہے وہ نیک ہو یا فاجر
یہ تھا حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کا قول جو سلسلہ امامت کی بنیاد ہے
اور انہی سے عملی طور پر یوں گواہی موجود ہے۔ کہ آپ نے خلفائے ثلاثہ کے دور
خلافت میں ان کی امامت میں نماز ادا کی۔ اور نجفی اینڈ کمپنی کے عقائد کے مطابق
خلفائے ثلاثہ فاسق و فاجر تھے۔ (معاذ اللہ) اسی طرح حسنین نے مروان کی اقتداء
میں نماز کیوں ادا کی۔ اور یہ بھی عقائد شیعہ کے مطابق فاسق و فاجر تھے۔ اور اس
امر کی گواہی موجود ہے۔ کہ ان ائمہ نے ان حضرات کے پیچھے نمازیں پڑھ کر دوبارہ
لوٹائی نہیں۔ تاکہ یہ بہانہ بنایا جاسکے۔ کہ وہ تقیہ کرتے رہے۔ اور اپنی نماز بعد میں ادا
کرتے رہے۔ ملا باقر مجلسی نے اس کی وضاحت و صراحت کی ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

بحار الانوار

عن موسی بن جعفر عن ابیہ قَالَ کَانَ الْحَسَنُ
وَالْحُسَیْنُ یُصَلِّیَانِ خَلْفَ مَرْوَانَ بْنَ الْحَکَمِ
فَقَالُوْا لِاَحَدِھِمَا مَاکَانَ اَبُوْكَ یُصَلِّیْ اِذَا
رَجَعَ اِلَی الْبَیْتِ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَاکَانَ یَزِیْدُ
عَلٰی صَلٰوۃٍ۔

(بحار الانوار جلد دھم صفحہ قلمی ۱۰۰
مطبوعہ ایران طبع قدیم)

ترجمہ:

موسیٰ بن جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرات حسنین

کریمین رضی اللہ عنہما مروان بن الحکم کے پیچھے نمازیں پڑھا کرتے تھے
لوگوں نے ان میں سے ایک سے پوچھا۔ کیا آپ کے والد گرامی گھر
واپس آکر نماز لوٹایا کرتے تھے۔ کہنے لگے۔ خدا کی قسم! وہ ایک مرتبہ
نماز پڑھ کر دوبارہ لوٹایا نہیں کرتے تھے۔ (یعنی اسی نماز پر اکتفار
کرتے تھے جو امام کے پیچھے پڑھتے)

اسی طرح قرب الاسناد ص ۲۱۰ پر موجود ہے۔ کہ زین العابدین نے بتلایا۔
کہ جب علی المرتضیٰ کی بیٹی ام کلثوم کا انتقال ہوا۔ تو اس وقت مدینہ کا گورنر مروان
بن الحکم ان کی نماز جنازہ کے لیے آگے بڑھا۔ تو یہ دیکھ کر امام حسین رضی اللہ عنہ نے
فرمایا۔ لَوْلَا السُّنَّةُ مَا تَرَكْتُهُ يُصَلِّيْ عَلَيْهَا۔ اگر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ
والسلام سے یہ طریقہ مروی نہ ہوتا۔ (کہ جنازہ امیر وقت پڑھاتے۔) تو اے مروان
میں تجھے اپنی ہمشیرہ کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے اجازت نہ دیتا۔

حضرات ائمہ اہل بیت کے قول و عمل سے فاسق و فاجر کی اقتدار کا ثبوت
موجود ہے۔ تو ان کے ان ارشادات پر نجفی کیا کہے گا۔؟ ان حضرات نے نمازیں
پڑھیں۔ لیکن کسی نے ان نمازوں کے بارے میں "کراہت" کا قول بھی نہیں کیا اس
کے ساتھ یہ مسئلہ موجود ہے۔ میزان الکبریٰ کا حوالہ ملاحظہ کیجئے۔

میزان الکبریٰ :

وَمِنْ ذَالِكَ قَوْلُ الْأَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ بِكَرَاهِيَةِ
إِمَامَةِ مَنْ لَمْ يُعْرَفْ أَبُوْهُ مَعَ قَوْلِ أَحْمَدَ
بِعَدْمِ الْكَرَاهِيَةِ...... وَمِنْ ذَالِكَ قَوْلُ أَبِيْ
حَنِيْفَةَ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَأَحَدُ
رِوَايَتَيْهِ بِصِحَّةِ إِمَامَةِ الْفَاسِقِ مَعَ

الْكَرَاهِيَةِ مَعَ قَوْلِ مَالِكٍ وَ اَحْمَدَ فِي اَشْهَرِ رِوَايَتِهِ اَنَّهَا لَا تَصِحُّ اِنْ كَانَ فِسْقُهُ بِلَا تَاوِيْلٍ وَ يُعِيْدُ مَنْ صَلّٰى خَلْفَهُ الصَّلٰوةَ۔

(میزان الکبریٰ جلد ۱ ص ۱۷۷ مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

امام احمد کے سوا باقی تینوں ائمہ کا قول ہے۔ کہ حرامی کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ امام احمد اسے مکروہ نہیں کہتے۔ اور فاسق کے بارے میں بس امام ابوحنیفہ، شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہم کے نزدیک فاسق کی اقتدار کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ امام مالک اور امام احمد کے ایک قول کے مطابق جو زیادہ مشہور ہے۔ فاسق کے پیچھے نماز صحیح نہیں۔ لیکن یہ اس وقت ہے۔ جبکہ اس کا فسق تاویل کے بغیر ہو۔ اور فرماتے ہیں۔ جس نے ایسے کے پیچھے نماز پڑھی۔ وہ اس نماز کا اعادہ کرے۔

اس عبارت کو دیکھ کر ہر صاحب انصاف یہی کہے گا۔ کہ نجفی کا سنی فقہ پر اعتراض لغو اور دھوکہ دہی ہے۔ ورنہ حقیقت میں یہ اعتراض تو فقہ جعفریہ پر ہوتا ہے۔ جس میں ان کی امامت بلاکراہت موجود ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۶۹

ظہر و عصر مغرب و عشاء ملا کر پڑھنا جائز ہے

میزان الکبریٰ:

سنی فقہ میں ظہر اور عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ملا کر پڑھنا جائز ہیں اور یہ حکم عوام الناس کے لیے ہے۔ ملاتے ملا کر نہ پڑھیں۔
(میزان الکبریٰ ص ۱۸۲ جلد اول باب صلوٰۃ المسافر)
(حقیقت فقہ حنفیہ)

جواب:

جیسا کہ گزشتہ اوراق میں ہم متعدد بار کہہ چکے ہیں کہ نجفی نے اپنی کتاب کے نام "حقیقت فقہ حنفیہ" کی لاج بھی نہ رکھی۔ عقل کے اندھے نے جو شافعی فقہ کا مسئلہ تھا وہ بھی اس میں درج کر دیا۔ اور مالکی و حنبلی فقہ کے مسائل بھی اس میں ذکر کر دیے۔ ان ہی مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے۔ فقہ حنفیہ میں ظہر و عصر کو اکٹھا کرنے اور مغرب و عشاء کو جمع کرنے کی ایک صورت جائز اور دوسری ناجائز ہے۔ جائز یہ کہ ظہر کو آخری وقت میں ادا کیا جائے۔ اور اس کے ساتھ ابتدائی وقت میں عصر پڑھ لی جائے۔ اسی طرح مغرب اور عشاء کا جمع کرنا ہے۔ یہ بوقت ضرورت جائز ہے۔ لیکن دوسری صورت کہ ظہر کے وقت میں عصر کو اور مغرب کے وقت میں عشاء کو ادا کیا جائے۔ تو یہ صورت صرف عرفات و مزدلفہ میں اور وہ بھی چند شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ اس کے علاوہ کہیں اور کسی وقت بھی جائز نہیں۔ میزان الکبریٰ

کا جو حوالہ نجفی نے دیا ہے۔ اس کی مکمل عبارت خود اس من گھڑت اعتراض کی بیخ کنی کر دیتی ہے۔ اُس نے اسی لیے اُسے ذکر ہی نہ کیا۔

میزان الکبریٰ:

وَمِنْ ذَالِكَ قَوْلُ الْاَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ بِجَوَازِ الْجَمْعِ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَبَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ تَقْدِيمًا وَتَاخِيرًا مَعَ قَوْلِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اَنَّهُ لَا يَجُوْزُ الْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ بِعُذْرِ السَّفَرِ بِحَالٍ اِلَّا فِيْ عُرْفَةَ وَمُزْدَلِفَةَ .... وَمِنْ ذَالِكَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَحْمَدَ بِعَدَمِ جَوَازِ الْجَمْعِ بِالْمَطَرِ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ تَقْدِيمًا وَتَاخِيرًا۔

(میزان الکبریٰ جلد اوّل ص ۱۸۳ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

اسی سے تینوں ائمہ (مالک، شافعی، حنبل) کا قول ہے۔ کہ ظہر اور عصر کو ظہر کے وقت میں اور مغرب اور عشاء کو عشاء کے وقت میں اکٹھا کرنا جائز ہے۔ اور اس کے ساتھ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے۔ کہ سفر کی وجہ سے دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا ماسوائے عرفات اور مزدلفہ میں قطعاً جائز نہیں ہے۔ اور اسی سے امام اعظم اور امام احمد کا قول ہے۔ کہ ظہر و عصر کو مقدم اور مؤخر کر کے اکٹھا کرنا بارش کے عذر کی بنا پر یہ بھی ہرگز جائز نہیں ہے۔

"میزان الکبریٰ" کی پوری عبارت نے "فقہ حنفیہ" میں جمع بین الصلوتین کے

مسئلہ کو صراحتہً بیان کر دیا۔ کہ یہ جواز چند شرائط کے ساتھ صرف مزدلفہ اور عرفات میں ہے اس کے علاوہ ہرگز نہیں۔ تو جب حنفی ایسی جمع کے قائل ہی نہیں۔ بلکہ اس کے منکر اور مخالف ہیں۔ تو پھر نجفی کا "حقیقت فقہ حنفیہ" میں اس اعتراض کو ذکر کرنا بالکل عبث اور دھوکہ دہی ہے۔ چونکہ دوسرے ائمہ اہل سنت کے ہاں اس جمع کی اجازت ہے۔ اس لیے حنفی فقہ کو چھوڑ کر "سنی فقہ" کا عنوان باندھا گیا۔ چلو ایک سنی ہونے کے اعتبار سے جمع بین الصلواتین پر "شیعہ" اعتراض کر رہا ہے۔ اس بات کو سبھی جانتے ہیں۔ کہ اعتراض اسی وقت وزن رکھتا ہے۔ کہ خود معترض اس کا قائل نہ ہو۔ گویا نجفی یوں کہنا چاہتا ہے۔ کہ اگر دیکھو۔ سنی لوگ دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھتے ہیں۔ حالانکہ ہر نماز کا وقت مقرر ہے۔ اور ہم اہل تشیع ہر نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنے کے قائل ہیں۔ تو آئیے ذرا اس ڈھول کا پول بھی کھل جائے۔

وسائل الشیعہ:

عن زرارة عن ابی جعفر علیہ السلام قَالَ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ دَخَلَ الْوَقْتَانِ الظُّهْرُ وَالْعَصْرِ فَاِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ دَخَلَ الْوَقْتَانِ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءُ الْاٰخِرَةُ۔

(وسائل الشیعہ جلد سوم ص ۹۱ کتاب الصلوٰة الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام باقر رضی اللہ عنہ سے زرارہ روایت کرتا ہے۔ کہ امام نے فرمایا۔ جب سورج دوپہر سے ڈھل جائے تو دو وقت یعنی ظہر و عصر کے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ پھر جب سورج ڈوب جائے۔ تو مغرب

اور عشاء دونوں کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

گویا امام محمد۔۔ باقر رضی اللہ عنہ کے نزدیک نمازیں پانچ ہی ہیں لیکن ان کے اوقات مقررہ صرف تین ہیں۔ اس طرح ثابت ہوا۔ کہ ظہر اور عصر کا وقت ایک ہی ہے اور مغرب اور عشاء کا وقتِ ادا ایک ہی ہے۔ جب وقت دو نمازوں کا ایک ہے تو پھر خود بخود جمع کر کے ہی ادا ہوں گی۔ یہاں جمع کرنے یا نہ کرنے کا اپنا اختیار ہے ہی نہیں۔ اب بتلائیے۔ کہ سنیوں نے دو نمازوں کو اکٹھا کرنے کا جو قول کیا ہے اس میں یہ بات، ہرگز نہیں۔ کہ ان دونوں کا وقت بھی ایک ہی ہے۔ بلکہ سنی ہر نماز کا مستقل اور مقررہ وقت مانتے ہیں۔ ایک طرف یہ اور دوسری طرف "فقہ جعفریہ" کا دو نمازوں کا اکٹھا کرنا ہے۔ جس میں علیحدہ ادا کرنا ناممکن ہے۔ اب دو نمازوں کو اکٹھا کرنے کا اعتراض کس پر ہوتا ہے۔ اور نجفی اسے دھوکہ دینے کے لیے کس طرف لے جا رہا تھا۔

یاد رہے۔ کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی طرف دو نمازوں کا ایک ہی وقت میں ہونے کا قول کسی "محب اہل بیت"، نے ہی حق محبت ادا کرتے ہوئے منسوب کیا۔ کہتے ہیں نا کہ محبت اور عداوت میں سب کچھ جائز ہوتا ہے۔ ورنہ خود امام باقر رضی اللہ عنہ تو قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے خلاف کبھی مسئلہ بیان نہیں فرما سکتے۔ ایسی ہی روایتوں اور حدیثوں کو دیکھ سن کر امام جعفر نے فرمایا تھا۔ کہ ہمارے چاہنے والوں نے ہماری ہی باتوں کا حلیہ بگاڑ دیا ہے۔ اس لیے ایسے لعینوں کی بات نہ ماننا۔ بلکہ جو روایت قرآن و حدیث کے مطابق ملے۔ وہ ہی ہماری ہے۔ اس مسئلہ پر قرآن کہتا ہے۔ ان الصلوۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا۔ بے شک نماز مومنوں پر مقررہ اوقات پر فرض کی گئی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جبریل امین نے ہر نماز کا اول و آخر وقت عملی طور پر بتایا تھا

جب قرآن وعملِ مصطفیٰ یہ ہے۔ تو امام باقر اس کے خلاف ہرگز نہیں فرما سکتے۔ کہتے ہیں۔ کہ "دروغ گورا حافظہ نہ باشد" یعنی جھوٹے کی یاداشت نہیں ہوتی۔ امام موصوف کی طرف یہ روایت جھوٹی کیسے ثابت ہوئی۔ سنیئے!

وسائل الشیعہ: ترجمہ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ جناب جبرئیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نمازوں کے اوقات لے کر نازل ہوئے زوال شمس کے وقت آئے۔ اور کہا۔ اب نماز ظہر ادا کیجیئے۔ پھر جب ہر چیز کا سایہ اس چیز جتنا ہو گیا۔ تو نماز عصر ادا کرنے کا کہا۔ پھر غروب شمس کے بعد آئے۔ اور نماز مغرب پڑھنے کو کہا۔ پھر شفق کے ڈھلنے پر آئے۔ اور عشاء ادا کرنے کا کہا۔ پھر صبح صادق کے وقت حاضر ہو کر نماز صبح پڑھنے کا کہا۔ دوسرے دن پھر حاضر ہوئے جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر بڑھ چکا تھا۔ تو کہا۔ حضور! نماز ظہر ادا کیجیئے۔ پھر دو مثل سایہ پڑھنے پر نماز عصر، غروب شمس پر نماز مغرب اور ایک تہائی رات گزارنے پر نماز عشاء ادا کرنے کو کہا اور پھر کچھ روشنی ہو جانے پر نماز فجر پڑھنے کو کہا۔ (جب دو دن کی پانچ نمازیں اس طرح اوقات کے اعتبار سے پڑھا چکے) تو کہنے لگے۔ ان دونوں اوقات کے درمیان ہر نماز کا وقت ہے

(وسائل الشیعہ جلد سوم ص ۱۱۵)

یہ روایت وسائل الشیعہ کے علاوہ تہذیب الاحکام جلد اول ص ۲۰۷۔ اور صافی جلد اول ص ۳۱۲ پر بھی موجود ہے۔

روایتِ بالا اس شخصیت کی ہے۔ جن کی طرف شیعوں نے اپنی فقہ کی نسبت کی ہے اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہرگز اپنے والد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی ان کے والد گرامی نے کوئی ایسا قول کیا۔ کہ جس سے خود امام جعفر واقف نہ ہوں۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ امام جعفر رضی اللہ عنہ کے ہاں نماز کے وہی اوقات ہیں جو احناف بلکہ تمام اہل سنت کے ہیں۔ اس لیے جہاں کہیں بنام نہاد "محبان اہل بیت" دو نمازوں کو ایک وقت میں ادا کرتے دیکھو۔ تو سمجھ لو۔ کہ یہ "جعفری" نہیں۔ خدا بہتر جانتا ہے۔ کون ہیں۔؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۱

سنی فقہ میں ہے کہ نماز جنازہ بغیر وضو پڑھنا جائز ہے

میزان الکبریٰ: حقیقت فقہ جعفریہ

سنی فقہ میں ہے۔ کہ ان کے امام شعبی اور محمد بن جریر فرماتے ہیں۔ کہ نماز جنازہ بغیر وضوء کے پڑھنا جائز ہے۔ اور یہ حکم علماء کے لیے ہے۔ اور عوام ان کو چاہیئے کہ وہ وضوء کر کے نماز جنازہ پڑھیں۔

(میزان الکبرای جلد اول ص ۲۲۴) حقیقت فقہ حنفیہ

جواب:

امام شعبی اور محمد بن جریر رحمۃ اللہ علیہما کے قول کو نجفی نے کس چالاکی اور مکاری سے "سنی فقہ" بنا دیا ہے۔ اور پھر کمال بد دیانتی سے میزان الکبرای کی عبارت کا صرف اتنا حصہ لیا۔ جو اس کے مقصد کے لیے معاون بن سکتا تھا۔ ہم اس وقت مسئلہ مذکورہ پر میزان الکبرای کی عبارت درج کرتے ہیں۔ جس سے آپ بھی اس مکاری اور بد دیانتی کی تصدیق کیے بغیر نہ رہ سکیں گے۔

میزان الکبریٰ

وَمِنْ ذَالِكَ قَوْلُ الْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ اَنَّ الطَّهَارَةَ شَرْطٌ فِیْ صِحَّةِ الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ

مَعَ قَوْلِ الشَّعْبِيِّ وَمُحَمَّدِ ابْنِ جَرِيْرِ الطَّبَرِي اَنَّهَا تَجُوْزُ بِغَيْرِ طَهَارَةٍ...... وَوَجْهُ الْاَوَّلِ اَنَّهَا صَلٰوةٌ عَلٰى كُلِّ حَالٍ وَقَدْ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلٰوةَ اَحَدِكُمْ اِذَا اَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّاَ وَفِىْ حَدِيْثٍ اٰخَرَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلٰوةً بِغَيْرِ طَهُوْرٍ فَشَمَلَ صَلٰوةَ الْجَنَازَةِ وَمَا فِىْ مَعْنَاهَا سَجْدَةَ التِّلَاوَةِ وَالشُّكْرِ۔

(میزان الکبریٰ الجزء الاول ص ۲۰۶

مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

اس سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ چاروں ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ نماز جنازہ تبھی صحیح ہو گی۔ جب باوضو پڑھی جائے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ امام شعبی اور محمد بن جریر طبری کا قول ہے۔ کہ نماز جنازہ طہارت کے بغیر بھی جائز ہے...... ائمہ اربعہ کے اجماعی قول کی وجہ یہ ہے۔ کہ نماز جنازہ آخر نماز ہی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے لیے ارشاد فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کی نماز بے وضو ہرگز قبول نہ کرے گا" ایک اور حدیث پاک میں ہے "اللہ تعالیٰ بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں فرماتا"۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات نماز جنازہ کو بھی شامل اور ان عبادات کو بھی جو اس کے حکم میں ہیں۔ مثلاً سجدہ تلاوت وسجدہ شکر۔

"ائمہ اربعہ" کی باتیں ہی "سنی فقہ" کہلاتی ہیں۔ آپ نے حوالہ ملاحظہ فرمایا۔ کہ وہ تو نماز جنازہ کے لیے طہارت کو شرط لازم قرار دے رہے ہیں۔ اور صاحب میزان نے ان کے اس اجماعی مسئلہ پر دو عدد ارشادات نبوی بھی ذکر کیے لیکن یہ سب کچھ بجنی گول کر گیا اور امام شعبی و محمد بن جریر کا قول لے لیا۔ کیا انصاف و دیانت اسی کا نام ہے۔ یہ تو تھا ائمہ اربعہ کا متفقہ مسئلہ۔ اب فقہ جعفریہ کی بھی سنیئے۔ وہ کیا کہتی ہے۔

وسائل الشیعہ:

عن یونس ابن یعقوب قَالَ سَأَلْتُ اَبَاعَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الْجَنَازَةِ اُصَلِّيْ عَلَيْهَا عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ فَقَالَ نَعَمْ اِنَّمَا هُوَ تَكْبِيْرٌ وَتَسْبِيْحٌ وَتَحْمِيْدٌ وَ تَهْلِيْلٌ كَمَا تُكَبِّرُ وَتُسَبِّحُ فِيْ بَيْتِكَ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ۔

(وسائل الشیعہ جلد دوم ص ۷۹۹ باب جواز الصلوٰۃ علی الجنازۃ بغیر طہارۃ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد دوم ص ۱۰۷ باب فی الصلوٰۃ علی المیت۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(فروع کافی جلد اول ص ۱۷۸ کتاب الجنائز باب من یصلی علی الجنازۃ و ھو علی غیر وضوء مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: یوسف بن یعقوب کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

سے پوچھا۔ کہ نماز جنازہ بغیر وضو کے میں پڑھ سکتا ہوں۔ فرمایا کیوں نہیں وہ تکبیر، تسبیح، تحمید اور تہلیل ہی تو ہے۔ جیسا تو گھر میں بغیر وضو تکبیر و تسبیح کر لیتا ہے۔ ویسا یہ بھی جائز ہے۔

نوٹ:

فروع کافی کے مذکورہ حوالہ پر حاشیہ میں لکھا ہوا ہے۔ اَجْمَعُ عُلَمَاءُنَا عَلٰی عَدَمِ شَرْطِ هٰذِهِ الصَّلٰوةِ بِالطَّهَارَةِ۔ ہمارے تمام علماء کا اس امر پر اتفاق ہے۔ کہ نماز جنازہ کے لیے طہارت شرط نہیں ہے۔ اس تصریح سے ثابت ہوا۔ کہ "فقہ جعفریہ" میں نماز جنازہ بغیر وضو پڑھنا جائز ہے لیکن نجفی غلطی سے اسے "سنی فقہ" سمجھ بیٹھا۔ قارئین کرام! اس طرح نماز جنازہ بغیر وضو پڑھنے پر اعتراض کر کے نجفی نے دراصل "فقہ جعفریہ" کو مورد الزام ٹھہرایا۔ حالانکہ اسے اپنی فقہ کا ممنون ہونا چاہیے تھا۔ کہ کسی شیعہ کے دفن کرتے وقت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے وضو سے جان چھڑا دی۔ ہم کہتے ہیں۔ امام صاحب نے دور کی سوچی تھی۔ کہ آخر جنازہ پڑھنے والے مردے کی بخشش کا اللہ تعالیٰ سے سوال کریں گے۔ لہٰذا ایسے شخص کی بخشش کے لیے باوضو ہونا ضروری نہیں جس کی زندگی صحابہ کرام کو برا بھلا کہتے گزری۔ اسے بس بے وضو ادھر ادھر گزبھر کر گڑھے میں پھینک دینا ہی اس کے لیے مناسب ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۷۱

شیعوں کی مخالفت میں انگوٹھی دائیں میں نہیں پہننا چاہیئے۔

الدر المختار: حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنیں الا انہ من شعائر الروافض فیجب التحرز عنہا۔ لیکن چونکہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا شیعہ اور رافضی ہونے کی نشانی ہے۔ اس لیے اس سے پرہیز کرنا واجب ہے
(الدر المختار فصل فی اللبس جلد چہارم صفحہ نمبر ۵۲۔)
(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۴۲)

جواب:

جہاں تک انگوٹھی کا مسئلہ ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں میں پہننا جائز ہے۔ اب اس میں سے دائیں کی نسبت بائیں ہاتھ میں پہننا راجح اور بہتر اس لیے قرار دیا گیا۔ کہ اس طرح مشابہت سے بچا سکتا ہے۔ کسی غیر کی مشابہت سے بچنا اور اس کے شعائر سے اجتناب کرنا "فقہ جعفریہ" میں بھی ہے۔ جیسا کہ گزشتہ کئی ایک سوالات کے جواب میں ہم تحریر کر چکے ہیں۔ یعنی یہ کہ جب شیعہ مجتہدین کے درمیان کسی مسئلہ کے جواز و عدم جواز میں اختلاف ہوا۔ تو بالآخر وہ طرف اختیار کی گئی۔ جو "احناف" کے خلاف ہو۔ اب احناف چونکہ "غیر" ہیں۔ یا سنی چونکہ "غیر" ہیں۔ لہٰذا ان کی مشابہت سے ایک شیعہ ہر ممکن طور پر بچنے کی کوشش کرے گا۔ ان کی نماز، ان کی اذان

ان کا جنازہ، ان کا کلمہ، ان کا قرآن، ان کے امام یہ سب کچھ سنیوں سے جدا ہیں۔ بلکہ ان کا خدا اور ان کا رسول بھی وہ نہیں جو سنیوں کا ہے۔ یہ سب کچھ کیوں؟ لیکن اس کے باوجود اہل تشیع کے پاس کوئی ایک ایسی دلیل نہیں۔ کہ جو مخالفت پر پیش کر سکیں ادھر ہماری حیثیت یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا اپنے امتیوں کو یہود و نصاریٰ کی مخالفت اور ان کے شعائر سے بچنے کی تبلیغ فرمائی۔ لہٰذا ہر سنی یہ کوشش کرتا ہے۔ کہ یہودیوں، عیسائیوں اور ان کے دم چھلوں سے مشابہت نہ رہے۔ اور یہ تاریخی حقیقت ہے۔ (جو تحفہ جعفریہ کی جلد اول میں بیان ہو چکی۔) کہ شیعوں کا خمیر عبداللہ بن سبا یہودی سے اٹھا۔ اس گندی جڑ سے پھوٹنے والا یہ پودا ہرگز ہرگز اس لائق نہیں۔ کہ اس کے شعائر اپنائے جائیں۔ اسی بنا پر انگوٹھی کا مسئلہ بھی علمائے اہل سنت نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَآاُولِی الْاَبْصَارِ

❊

اعتراض نمبر ۲

بکری کا بچہ خنزیر دودھ سے پالا جائے تو وہ حلال ہے

فتاوی قاضی خان؛ حقیقت فقہ حنفیہ:

عن الحسن انہ قال اذا ربی الجدی بلبن الخنزیر لا بأس بہ۔

(فتاوی قاضی خان کتاب الحظر جلد ۳ ص ۴۴)

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۴۳)

ترجمہ:

حسن بصری کہتا ہے۔ کہ جب بکری کا بچہ خنزیر کے دودھ سے پالا جائے۔ تو وہ حلال ہے۔ اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔

جواب:

یہاں بھی وہی پرانی بددیانتی اور دھوکہ دہی سے کام لیا گیا۔ ورنہ اگر قاضی خان کی پوری عبارت نقل کی ہوتی۔ تو یہ مسئلہ بعینہٖ "فقہ جعفریہ" سے ملتا جلتا مسئلہ تھا۔ کیونکہ ایسا جانور حلال ہے۔ لیکن ایک شرط کے ساتھ تبھی وہ شرط اسی طرح ہڑپ کر گیا۔ جس طرح بکری کا بچہ خنزیرنی کا دودھ پی گیا پہلے فتاوی کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

فتاوی قاضی خان:

الجدی اذا ربی بلبن الاتان قال ابن المبارک

رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی يَكْرَهُ اَكْلُهُ قَالَ وَاَخْبَرَنِیْ رَجُلٌ عَنِ الْحَسَنِ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَّهُ قَالَ اِذَا اُرْبِیَ الْجَدْیُ بِلَبَنِ الْخِنْزِيْرِ لَا بَاْسَ بِهٖ قَالَ مَعْنَاهُ اِذَا اعْتُلِفَ اَيَّامًا بَعْدَ ذَالِكَ كَالْجَلَّالَةِ

(فتاوی قاضی خان ص ۴۴ جلد سوم مطبوعہ بیروت۔)

ترجمہ:

بکری کا بچہ جب گدھی کے دودھ پر پلے۔ تو ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اس کا کھانا مکروہ کہتے ہیں۔ کہ مجھے ایک شخص نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بتایا۔ کہ انہوں نے فرمایا تھا۔ بکری کا بچہ جب کسی خنزیرنی کے دودھ سے پلے۔ تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ انہوں نے کہا۔ اس کا معنی یہ ہے۔ کہ یہ مسئلہ اس وقت ہے۔ جب اس بچے کو کچھ دنوں تک باندھ کر گھاس ڈالی جائے جیسا کہ وہ جانور جو گندگی کھاتا ہو۔ اس کے بارے میں ہے۔ کہ چند دنوں تک اسے باندھ کر پھر ذبح کر کے کھایا جائے۔

عبارت بالا سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسئلہ مذکورہ میں بکری کا بچہ فوراً ذبح کر کے کھانا مکروہ ہے۔ جبکہ وہ دودھ پیتا ہو۔ ہاں اگر اسے کچھ دنوں کے لیے یہ دودھ نہ دیا جائے۔ تو چند دنوں کے بعد اس کے گوشت کی کراہت ختم ہو جاتی ہے۔ یہ تھا سنی فقہ یا حنفی فقہ کا مسئلہ۔ اب ذرا فقہ جعفریہ میں اس مسئلہ کے بارے میں کچھ بات ہو جائے۔

وسائل الشیعہ:

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام ان امیرالمؤمنین

عَلَيْهِ السَّلَامُ سُئِلَ عَنْ حَمَلٍ غُذِيَ بِلَبَنِ خِنْزِيرٍ فَقَالَ قَيِّدُوهُ وَاعْلِفُوهُ الْكُسْبَ وَالنَّوَى وَالشَّعِيرَ وَالْخُبْزَ إِنْ كَانَ اسْتَغْنَى عَنِ اللَّبَنِ وَإِنْ لَمْ يَكُنِ اسْتَغْنَى عَنِ اللَّبَنِ فَلْيُلْقَى عَلَى ضَرْعِ شَاةٍ سَبْعَةَ أَيَّامٍ ثُمَّ يُؤْكَلُ لَحْمُهُ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۶ ص ۴۲۰
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا۔ کہ بکری کا وہ بچہ جو خنزیرنی کے دودھ پر پلا ہوا۔ (کیا اس کا کھانا جائز ہے؟) فرمایا۔ اُسے باندھ دو۔ اور اُسے گھاس گٹھل، جو اور روٹی وغیرہ کھلاؤ۔ لیکن یہ اس وقت ہو گا جب وہ دُودھ کو چھوڑ کر ان چیزوں پر گزارہ کر سکتا ہو۔ اور اگر وہ ان اشیاء پر گزارہ نہیں کر سکتا۔ تو پھر ترکیب یہ ہے۔ کہ اُسے خنزیرنی کی بجائے سات دن تک کسی بکری کا دودھ پلایا جائے۔ تو اب ان دونوں کا گوشت حلال ہونے کی وجہ سے کھانا جائز ہو جائے گا۔

وہی مسئلہ جو سنی فقہ کی ہے۔ وہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور ان سے روایت کرنے والے بھی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہیں۔ جلوسنی یا حنفی فقہ سے نجفی کو اس لیے چڑ ہے۔ کہ یہ اُسے پسند نہیں۔ لیکن حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی روایت سے گریز کس لیے اور اس پر اعتراض کیوں؟ کیا "حجۃ الاسلام"

کا مطلب یہ ہے۔ کہ بس اپنی حجتوں کو چلاؤ۔ کسی امام اور دوسرے عالم کی بات ہرگز نہ مانو۔ حنفیت کی مخالفت میں حضرت علی المرتضےٰ ایسی شخصیت کی بات پر بھی اعتراض کر دیا۔ خلاصہ یہ کہ بکری کے بچے کا مذکورہ مسئلہ فقہ حنفیہ اور فقہ جعفریہ کا متفقہ مسئلہ ہے۔ اگر اختلاف ہے۔ تو "نجفی" کو کیونکہ وہ نہ ادھر کا ہے نہ ادھر کا

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

اعتراض نمبر ۷۳

بعض نجس چیزوں کی حلت

فتاوی سراجیہ :حقیقت فقہ حنفیہ :

سنی فقہ میں ہے۔ کہ بھیڑ کے بچے کہ جن میں رُوح داخل نہ ہو۔ اور انڈہ جو مردہ مرغی سے نکلے۔ اور اسی طرح دودھ جو مردہ بکری کے پستانوں سے اور وہ جَو جو اونٹ یا بکری کی مینگن سے نکلیں۔ ان سب کا کھانا جائز ہے۔ نیز چوہے کی مینگن اگر روٹی کے لقمے میں نظر آئے۔ اور وہ مینگن سخت ہو۔ تو اُسے پھینک دو۔ اور وہ لقمہ کھانا جائز ہے۔

(فتاوی سراجیہ کتاب الکراہیہ ص ۷۴)

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۴۴)

جواب:

یہ ایک واضح بات ہے۔ کہ نجس اشیاء کا کھانا درست نہیں ہے۔ ان کے سوا کھانا جائز ہے۔ اگرچہ بعض صورتوں میں کراہت پائی جاتی ہے۔ فتاوی سراجیہ سے جن چند جزئیات کا ذکر کرکے فقہ حنفی پر اعتراض کیا گیا ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ ان کی نجاست ثابت کی جاتی۔ اور پھر کہا جاتا۔ کہ دیکھو حنفی نجس اشیاء کا بھی کھانا جائز قرار دیتے ہیں۔ عوام تو اس قسم کی باتوں سے شک میں پڑ سکتے ہیں۔ لیکن جاننے بوجھنے والے نجفی کے اس فریب سے کبھی بھی دھوکہ نہیں کھا سکتے۔ خود نجفی کی من پسند "فقہ" میں بھی اسی قسم بلکہ اس سے بھی زیادہ قابل اعتراض اشیاء کو

جائز قرار دیا گیا ہے۔ ایک دو حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

المبسوط:

إِذَا نُحِرَتِ النَّاقَةُ وَ ذُبِحَتِ الْبَقَرَةُ أَوِ الشَّاةُ وَكَانَ فِيْ بَطْنِهَا جَنِيْنٌ نُظِرَتْ فَإِنْ خَرَجَ مَيِّتًا فَهُوَ حَلَالٌ۔

(المبسوط جلد ۶ ص ۲۸۲ کتاب الاطعمہ فی ذکاۃ الجنین مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جب اونٹنی، گائے یا بکری ذبح کی جائے۔ اور اس کے پیٹ میں بچہ ہو۔ اگر مردہ نکلے۔ تو وہ حلال ہے۔

وسائل الشیعہ:

عن یونس عنہم علیہ السلام قال سُئِلَ عَنْ حِنْطَةٍ مَجْمُوْعَةٍ ذَابَ عَلَيْهَا شَحْمُ خِنْزِيْرٍ قَالَ إِنْ قَدَرُوْا عَلَى غَسْلِهَا أُكِلَ وَ إِنْ لَمْ يَقْدِرُوْا عَلَى غَسْلِهَا لَمْ تُؤْكَلْ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۶ کتاب الاطعمہ الخ ص ۴۶۹ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

ائمہ اہل بیت سے یونس روایت کرتا ہے۔ کہ امام سے پوچھا گیا۔ ایسی گندم کا ڈھیر کہ جس پر خنزیر کی چربی پگھلا کر ڈالی گئی ہو۔ کیا اس کا کھانا جائز ہے۔؟ فرمایا۔ اگر اسے دھونے کی قدرت ہو تو

کھائی جائے اور اگر دھونے کی قدرت نہ ہو۔ تو نہ کھائی جائے۔

قارئین کرام! ان دونوں روایتوں سے وہی کچھ ثابت ہو رہا ہے۔ جو نجفی کو قابل اعتراض نظر آیا تھا۔ فتاویٰ سراجیہ وغیرہ کی تمام جزئیات "فقہ جعفریہ" میں نہیں ملتیں۔ کیونکہ یہ فقہ مختصر ہے۔ بہر حال آپ ان دونوں روایتوں سے اندازہ ضرور لگا سکتے ہیں۔ کہ بات ایک ہی ہے۔ پھر ہم مزید عرض کرتے ہیں۔ کہ اگر بیل وغیرہ کے گوبر سے نکلنے والا گندم کا دانا کھانا ہم اسے مکروہ کہتے ہیں۔ لیکن فقہ جعفریہ کے اصول کے مطابق اس میں کراہت بھی نہیں۔ وہ اس طرح کہ اس فقہ میں جن جانوروں کا گوشت حلال ہے۔ ان کا گوبر وغیرہ سب پاک ہیں۔ یوں سمجھئے۔ کہ فقہ جعفریہ میں گئے بیل کے گوبر سے نکلنے والا گندم کا دانہ ویسے ہی ہے۔ جیسا کسی نے سرسوں کا ساگ پکایا ہو۔ اور اس سے گندم کا دانہ نکل آئے۔ آپ اس گندم کا حال وسائل الشیعہ کے حوالہ سے پڑھ چکے ہیں۔ جس پر خنزیر کی چربی پگھلا کر ڈالی گئی۔ امام کہتے ہیں۔ اسے دھو کر کھاؤ۔ حالانکہ سور اور اس کی ہر چیز نجس العین ہے۔ اس مقام پر ہر شخص یہی کہے گا۔ کہ فقہ حنفی کہیں بہتر ہے۔ اور اس میں انسانی زندگی کے تمام مسائل کا بہترین حل پیش کیا گیا ہے۔ شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

٭

اعتراض نمبر ۴۷

سنی فقہ میں گھوڑے کی حلت

بخاری شریف: حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ اسماء ابوبکر کی بیٹی کہتی ہے۔ کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گھوڑا حلال کر کے کھایا تھا۔

(بخاری شریف کتاب الذبائح باب النحر والذبح ص)

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۴۴)

جواب:

معلوم ہوتا ہے۔ کہ نجفی کو یہ اعتراض اس لیے سوجھا۔ کہ اس کی روایت حضرت ابوبکر صدیق کی بیٹی کر رہی ہیں۔ لہذا اصل چور دل میں یہ تھا۔ کہ ابوبکر صدیق اور ان کی اولاد پر کسی نہ کسی طرح غصہ نکالا جائے۔ لہذا "سنی فقہ" کے حوالے سے ایک تیر سے دو شکار کرنے کی کوشش کی گئی۔ اگر دل میں یہ چور نہ ہوتا۔ تو پہلے سنی فقہ (حنفی فقہ) میں گھوڑے کے بارے میں تسلی کر لی ہوتی۔ پھر اس پر حاشیہ آرائی کی جاتی۔ فتاوی قاضی خان نے اس مسئلہ کو یوں بیان کیا ہے۔

فتاوی قاضی خان

وَيُكْرَهُ لَحْمُ الْخَيْلِ فِيْ قَوْلِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى خِلَافًا لِصَاحِبَيْهِ رحمهما الله تعالٰى

وَاخْتَلَفَ الْمَشَائِخُ فِی تَفْسِیْرِ الْکَرَاهِیَةِ فِی قَوْلِ اَبِی حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللہ تعالیٰ الصَّحِیْحُ اَنَّهُ اَرَادَ بِهِ التَّحْرِیْمَ۔

(فتاوی قاضی خان جلد سوم ص ۲۹۲
مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق گھوڑوں کا گوشت کھانا مکروہ ہے صاحبین کا اس میں اختلاف ہے۔ مشائخ کرام میں اس بارے میں اختلاف ہے۔ کہ امام ابوحنیفہ کے قول میں کراہت سے مراد کونسی کراہت ہے اس بارے میں صحیح یہ ہے۔ کہ آپ کی اس سے مراد مکروہ تحریمہ ہے

"فقہ حنفی" میں گھوڑے کے گوشت کو مکروہ تحریمہ کہا گیا۔ لہٰذا ہم پر اس کے گوشت کے حلال کرنے کا الزام بے وقوفی ہے۔ رہا یہ مسئلہ کہ حدیث پاک میں تو اس کے کھانے کا ذکر موجود ہے۔ اور حنفی اسے مکروہ کہہ رہے ہیں۔ تو اس کا سیدھا سا جواب ہے۔ کہ یہ واقعہ منع سے پہلے کا ہے۔ ہاں! گھوڑے کے گوشت کے بارے میں اگر اعتراض اس وجہ سے تھا۔ کہ اس کی روایت حضرت اسماء بنت ابی بکر کر رہی ہیں۔ تو یہ خواہ مخواہ نجفی اینڈ کمپنی کے پیٹ میں درد کی وجہ بن گیا حالانکہ ایسی ہی روایت حضرت علی المرتضیٰ سے بھی ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ

عن زید بن علی عن آبائہ عن علی علیہ السلام قَالَ اَتَیْتُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ فَاِذَا فَرَسٌ لَهٗ يَكِيْدُ بِنَفْسِهٖ
فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
انْحَرْهُ يُضَعَّفُ لَكَ بِهٖ اَجْرَانِ بِنَحْرِكَ اِيَّاهُ
وَاحْتِسَابِكَ لَهٗ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَيَّ مِنْهُ
شَيْءٌ قَالَ نَعَمْ كُلْ وَاَطْعِمْنِيْ قَالَ فَاَهْدٰى
لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ فَخِذًا مِنْهُ فَاَكَلَ
مِنْهُ وَاَطْعَمَنِيْ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۶ ص ۳۹۴ مطبوعہ
تہران طبع جدید)
(تہذیب الاحکام جلد ۹ صفحہ نمبر ۴۸)

ترجمہ:

حضرت زید بن علی اپنے آباؤ اجداد کے واسطے سے حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ کہ حضرت علی نے فرمایا۔ میں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری شخص کے گھر آئے۔ وہ اپنے گھوڑے کو کسی بہانے سے پکڑ رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے ذبح کر دو۔ دوگنا ثواب ملے گا۔ ایک ثواب ذبح کرنے کا اور دوسرا اس کے احتساب کا۔ وہ کہنے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم! اس میں سے مجھے بھی کچھ ملے گا۔ فرمایا ہاں۔ تو بھی کھا۔ اور مجھے بھی کھلا۔ اس نے ذبح کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی ران ہدیہ میں دی۔ آپ نے اس سے تناول فرمایا۔ اور مجھے (علی) بھی کچھ کھانے کو عطا فرمایا۔

اب وہی اعتراض جو گھوڑے کے گوشت کو حلال سمجھنے کا فقہ حنفیہ پر تھا پلٹ کر فقہ جعفریہ پر آن پڑا۔ سارے سنیوں اور جاہل شیعوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی تھی کہ دیکھو سنی گھوڑا کھاتے ہیں۔ حالانکہ ہم تو اسے مکروہ تحریمی کہتے ہیں۔ لیکن بقول شیعوں کے نکلا یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کھایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھلایا اس لیے گھوڑا کھانا فقہ جعفریہ میں موجود ہے۔ اس کی کوئی کراہت نہیں ہونی چاہیے۔ لہذا بابا جی (بنا وٹی ذوالجناح) جب بیمار پڑ جائیں۔ اور عالم نزع طاری ہو تو سالس کے نام لیواؤں کو خوشی کرنی چاہیئے۔ کاب دوگنا ثواب حاصل کرنے کا موقعہ آرہا ہے۔ جب عام گھوڑے کا گوشت حلال وطیب ہے۔ تو اس پلے بلائے اور نسلی بابا جی کا گوشت ویسے ہی ٹھیک ٹھاک اور دوگنا ثواب کا حامل کیونکر نہ ہوگا۔؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر

حضورؐ کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنا گئے تھے۔

بخاری شریف: حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ عمر نے کہا تھا۔ کہ ان اترك فقد ترك من هو خير منی۔ کہ اگر میں کسی کو خلیفہ نہ بناؤں تو کیا حرج ہے مجھ سے بہتر نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو خلیفہ نہیں بنایا۔

(بخاری شریف ج۲ ص۱۰۷۱ حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۴۶)

جواب:

اعتراض بالا میں معترض نے دو طرح سے بددیانتی کی ہے۔ ایک یہ کہ حدیث پوری نقل نہ کی۔ اور دوسری اس طرح کہ اس کا ترجمہ من بھاتا کیا۔ بخاری شریف میں موجود پوری حدیث یوں ہے۔

بخاری شریف:

عن عبد الله بن عمر قَالَ قِيلَ لِعُمَرَ اَلَا تَسْتَخْلِفُ قَالَ اِنْ اَسْتَخْلِفْ فَقَدْ اِسْتَخْلَفَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّيْ اَبُوْ بَكْرٍ وَ اِنْ اَتْرُكْ فَقَدْ تَرَكَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّيْ رَسُوْلُ الله صلی الله عليه وسلم فَاَثْنَوْا عَلَيْهِ

فَقَالَ رَاغِبٌ وَرَاهِبٌ وَدِدْتُ أَنِّي نَجَوْتُ مِنْهَا كَفَافًا لَا لِي وَلَا عَلَيَّ لَا أَتَحَمَّلُهَا حَيًّا وَلَا مَيِّتًا۔

(بخاری شریف جلد دوم ص ۱۰۷۲)

ترجمہ:

عبداللہ بن عمر کہتے ہیں۔ کہ آخری عمر میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ آپ کسی کو اپنا خلیفہ کیوں نہیں بنا دیتے؟ فرمایا اگر میں خلیفہ بنا دوں۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ مجھ سے کہیں بہتر شخصیت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق کو اپنا خلیفہ بنا دیا تھا۔ اور اگر خلیفہ نہیں بناتا۔ تو بھی حرج اس لیے نہیں کہ مجھ سے بہتر شخصیت نے یہ کام چھوڑ دیا تھا۔ یہ سن کر لوگوں نے آپ کی تعریف کی۔ پھر حضرت عمر نے فرمایا۔ خلافت کے بارے میں دو قسم کے آدمی ہیں۔ کچھ وہ جو اسے چاہتے ہیں۔ اور کچھ دوسرے جو اس سے بھاگتے ہیں۔ لیکن میں چاہتا ہوں۔ کہ خود کو اس بھنور میں دھنساؤں۔ تاکہ فائدہ نقصان سے بچ جاؤں۔ زندگی اور موت کی حالت میں بھی میں اس بوجھ کو اٹھانے کے لیے تیار نہیں ہوں۔

بخاری شریف کی مذکورہ عبارت اور نجفی کا اس میں سے اپنے مطلب کا ٹکڑا لے کر غلط ترجمہ کرنا آپ پر آشکارا ہو چکا ہوگا۔ مقصد حدیث واضح ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر کسی کی خلافت کا اعلان کر دیں تو تب بھی درست اور اگر نہ کریں تو تب بھی روا۔ کیونکہ یہ دونوں باتیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ میں موجود ہیں۔ ابوبکر صدیق کی خلافت علانی (مانی۔ اور ان کے نام کی تصریح بھی نہیں

فرمائی۔ لیکن نجفی مطلب یہ بیان کرتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا۔ یعنی ابوبکر صدیق کو خلیفہ نہیں بنایا تھا۔ یہ یعنی والا جملہ بخاری شریف کے کن الفاظ کا معنی ہے۔ اور اگر حدیث بالا کا مفہوم یہی ہے۔ تو پھر اس سے بات واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کو بھی خلافت عطا نہیں کی تھی۔ پھر "خلیفہ بلافصل" کا نعرہ کہاں جائے گا؟ ان حالات میں آپ اُن دونوں بدیانتیوں کو جان چکے ہوں گے۔ جن کا تذکرہ ہم نے کیا ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

اعتراض نمبر ۵ ۷

جوتوں جرابوں اور عمامہ پر مسح کرنا جائز ہے۔

بخاری شریف:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ جوتوں پر جرابوں کا مسح کرنا جائز ہے۔ نیز عمامہ پر بھی مسح کرنا جائز ہے۔

(بخاری شریف کتاب الوضو جلد اول ص ۴۸)

(حقیقت فقہ جعفریہ ص ۵۰)

جواب: بخاری شریف میں اس مسئلہ پر ایک سے زائد روایات ہیں۔ ان روایات کی اصلیت ذکر کرنے سے پہلے ہم اس سلسلہ میں اپنا موقف واضح کر دیتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ جوتیوں پر مسح کے احناف قائل نہیں۔ اب یہ نجفی کی ذمہ داری ہے۔ کہ بخاری شریف سے دیئے گئے حوالہ میں جوتیوں پر مسح کرنے کا کوئی لفظ دکھائیں۔ بلکہ پوری کتاب الوضو میں اس کی کوئی صراحت نہیں ہے اسی طرح عمامہ پر مسح کو احناف کے نزدیک جائز قرار دینا ایک بہت بڑا فریب ہے۔ رہا یہ مسئلہ کہ مسح تو سر پر ہوتا ہے۔ عمامہ پر کون کرتا ہے۔ تو اس سلسلہ میں گزارش ہے۔ کہ مسح والی روایت دو واسطوں سے مذکور ہے۔ ایک میں اوزاعی نے یحییٰ سے روایت کی ہے۔ اور دوسری میں شیبان نے یحییٰ سے ذکر کیا۔ اول الذکر میں بے احتیاطی ہوگئی۔ واضح طور پر موجود نہیں۔ لیکن دوسری میں واضح طور پر موجود ہے۔ اس لیے ناقدین نے اس بارے میں فرمایا ہے۔ کہ اوزاعی سے روایت کے الفاظ میں بے احتیاطی ہوگئی۔ قال ابن بطال قال الاصیلی ذکر العمامۃ فی ھذا الحدیث من خطاء الاوزاعی یعنی اس حدیث میں عمامہ کا لفظ امام اوزاعی نے غلطی سے لکھ دیا۔ لہٰذا عمامہ پر مسح کرنے کو ہم بھی جائز نہیں سمجھتے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۶

حالت نماز میں دائیں طرف تھوکنا جائز ہے

بخاری شریف: حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ حالت نماز میں دائیں طرف تھوکنا جائز ہے۔

(بخاری شریف جلد دوم ص ۶۵ باب البصاق فی الصلوٰۃ)

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۵۰)

جواب:

الا لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ بخاری شریف میں اول تو اس نام کا باب ہی کوئی نہیں جس کا نجفی نے حوالہ دیا۔ ہاں کچھ احادیث میں دائیں کی بجائے بائیں طرف یا قدموں میں تھوکنے کا ذکر ہے۔ لوگوں کو متنفر کرنے کے لیے افسانہ یہ بنایا گیا۔ کہ سنی حالت نماز میں تھوکنا جائز سمجھتے ہیں اور وہ بھی دائیں طرف حالانکہ دائیں طرف کی ایک حدیث بھی نہیں پیش کی جا سکتی اتنا ضرور ہے کہ بائیں طرف تھوکنے کو ہم جائز کہتے ہیں لیکن پھر بھی حقیقت حال کے اعتراض کے برعکس ہے۔ وہ یہ کہ بائیں طرف یا قدموں میں تھوکنا فقہ حنفیہ اور فقہ جعفریہ میں متفق علیہ مسئلہ ہے۔ لیکن دائیں طرف تھوکنا فقہ جعفریہ اسے جائز اور فقہ حنفیہ ناجائز کہتی ہے۔ نجفی کو اگر دائیں طرف تھوکنا واقعی برا لگتا ہے۔ تو پھر اس برے مذہب کو چھوڑے۔ جس میں یہ جائز ہے۔

لیکن سے چھٹتی نہیں ہے منہ سے کافر لگی ہوئی یہ کب ممکن ہے۔ فقہ جعفریہ میں دائیں طرف دوران نماز تھوکنے کا جواز ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ:

عن عبد اللہ بن سنان عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قَالَ قُلْتُ لَهُ الرَّجُلُ يَكُوْنُ فِي الْمَسْجِدِ فِي الصَّلٰوةِ فَيُرِيْدُ اَنْ يَّبْزُقَ فَقَالَ عَنْ يَسَارِهٖ وَاِنْ كَانَ فِيْ غَيْرِ الصَّلٰوةِ فَلَا يَبْزُقُ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَيَسَارِهٖ

....

عن عبید بن زرارۃ قال سمعت اباعبد اللہ علیہ السلام يَقُوْلُ كَانَ ابوجعفر علیہ السلام يُصَلِّيْ فِي الْمَسْجِدِ فَيَبْصُقُ اَمَامَهٗ وَعَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَخَلْفِهٖ عَلَى الحصٰى وَلَا يُغَطِّيْهِ۔

(وسائل الشیعہ جلد سوم ص ۴۹۸، ۴۹۹ کتاب الصلوۃ)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے عبداللہ بن سنان راوی ہے کہ میں نے امام موصوف سے پوچھا۔ ایک شخص مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے اور وہ دوران نماز تھوکنا چاہتا ہے۔ (وہ کیا اور کیسے کرے؟) فرمایا اپنی بائیں طرف تھوک دے۔ اور اگر نماز کے سوا تھوکنا چاہے۔ تو قبلہ کی طرف تھوکنے سے بچے۔ باقی دائیں بائیں جدھر چاہے تھوک دے۔ کوئی حرج نہیں ہے۔

عبید بن زرارہ نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے

تھے۔ کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ مسجد میں دوران نماز اپنے سامنے دائیں، بائیں اور پیچھے پڑی کنکریوں پر تھوک لیا کرتے تھے۔ اور اس پر مٹی وغیرہ ڈال کر چھپایا نہیں کرتے تھے۔

وسائل الشیعہ کی پہلی نقل کردہ روایت میں بائیں طرف تھوکنے کی اجازت ہے۔ اور یہی ہمارے ہاں بھی ہے۔ لہٰذا اس قدر پر دونوں میں اتفاق ہو گیا۔ لیکن دوسری روایت میں دوران نماز دائیں طرف تھوکنے کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ یہی بات فقہ حنفیہ میں کہیں نہ ملے گی۔ اب دائیں طرف تھوکنا اگر قابل اعتراض ہے۔ تو پھر خود اہل تشیع کی فقہ پر اعتراض ہوتا ہے۔ نہ کہ اہل سنت کی فقہ پر۔ یہ تھا وہ دھوکہ اور بددیانتی کہ جس سے نجفی نے کام لیا۔ اور عوام کو مذہب حنفیت سے بیزار کرنے کی کوشش کی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۱۰

اپنی بیوی سے غیر فطری ہم بستری کرنا سنتِ عمر ہے۔

ترمذی شریف: حقیقت فقہ حنفیہ:

سنی فقہ میں ہے۔ کہ اپنی بیوی سے غیر فطری ہم بستری کرنا سنت عمر ہے۔

(ترمذی شریف کتاب التفسیر پارہ ۲ ص ۱۲۲۔)
(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۵۱)

جواب:

ترمذی شریف کے حوالے سے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں نجفی نے جو کچھ ذکر کیا۔ وہ انتہائی دروغ گوئی اور بد دیانتی ہے ہم پہلے اس کی بد دیانتی کا بھانڈا پھوڑتے ہیں۔ اور پھر "فقہ جعفریہ" سے اس مسئلہ پر کچھ حوالہ جات ذکر کریں گے۔ ترمذی شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ روتے روتے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ میں ہلاک ہو گیا۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ کیا ہوا؟ کہنے لگے۔ حولت رحلی اللیلۃ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم چُپ رہے۔ پھر اس مسئلہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ نساء کم حرث لکم فأتوا حرثکم انی شئتم اقبل وادبر واتق الدبر والحیضۃ۔

"وحولت رحلی اللیلۃ" ہے کہ وہ الفاظ ہیں۔ جن کا نجفی نے

"غیر فطری ہم بستری کرنا" معنی کیا ہے۔ آیئے ذرا اس جملہ کے معانی معلوم کریں۔ ان الفاظ پر حاشیہ لکھتے ہوئے یوں تحریر ہے۔

كَنّٰى بِرَحْلِهٖ عَنْ زَوْجَتِهٖ أَرَادَ بِهٖ غِشْيَانَهَا فِيْ قُبُلِهَا مِنْ جِهَةِ ظَهْرِهَا۔

ترجمہ:

حضرت عمر بن الخطاب نے لفظ "رحلی" سے مراد اپنی بیوی لیا ہے۔ اور اس سے مراد یہ تھی۔ کہ میں نے اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستری کرتے وقت آگے کی طرف سے آنے کی بجائے اس کی پشت کی طرف سے (شرمگاہ میں) خواہش نفس پوری کی۔ چونکہ اپنی بیوی کے ساتھ اس سے قبل اس طرح وطی حضرت عمر نے کبھی نہ کی تھی۔ اس لیے جب ایک نیا کام ہوگیا۔ تو فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "عورتیں تمہاری کھیتی ہیں اپنی کھیتی میں جدھر سے چاہو آؤ۔" گویا اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فعل کو درست اور جائز قرار دے دیا۔ آیت کریمہ کی تفسیر میں ترمذی شریف کے الفاظ پر غور کریں۔ اقبل وادبر واتق الدبر والحیضة۔ یعنی عورت کے ساتھ وطی کرتے وقت اس کے آگے کی طرف سے کرو تب بھی جائز اور پشت کی طرف سے مقام مخصوص میں وطی کرو پھر بھی درست ہے لیکن عورت کے مقام پاخانہ میں وطی کرنے سے بچو۔ اور بحالت حیض مقام مخصوص سے بھی احتراز کرو۔

قارئین کرام! حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں پورا واقعہ آپ کے

سامنے ہے۔ از راہِ انصاف بتلایئے۔ کہ کہیں اس میں اپنی بیوی سے "غیر فطری ہم بستری" کرنا، اس کا کوئی نام ونشان ہے۔ یہ تھی نجفی کی بددیانتی اور دروغ گوئی اب دوسری بات کی طرف آیئے۔ وہ یہ کہ نجفی کا مذہب "غیر فطری ہم بستری" کے بارے کیا کہتا ہے سنیئے۔

تفسیر عیاشی:

عن الحسین بن علی بن یقطین قال سألت ابا الحسن عَنْ اِتْيَانِ الرَّجُلِ الْمَرْاَةَ مِنْ خَلْفِهَا قَالَ اَحَلَّتْهَا اٰيَةٌ فِيْ كِتَابِ اللهِ قَوْلُ لُوْطٍ هٰؤُلَاءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ وَقَدْ عَلِمَ اَنَّهُمْ لَيْسَ الْفَرْجَ يُرِيْدُوْنَ۔

(تفسیر عیاشی جلد دوم ص ۱۵۷،
در آیت لو ان لی بکم قوۃ سورۃ الھود
پ ۱۲ ۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حسین بن علی نے ابوالحسن سے پوچھا۔ کہ ایک مرد اپنی بیوی کے مقام پاخانہ میں خواہش پوری کرتا ہے۔ تو کیا اس کے لیے جائز ہے؟ فرمایا ہاں۔ قرآن کریم میں حضرت لوط علیہ السلام کا قول اس بارے میں موجود ہے آپ نے قوم سے فرمایا۔ "یہ میری بیٹیاں ہیں۔ وہ تمہارے لیے پاک ہیں"، یہ آپ نے اس قوم کو فرمایا جس کے بارے میں آپ کو علم تھا۔ کہ وہ عورت کی پیشاب کی جگہ خواہش پورا کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔

صاحب تفسیر عیاشی نے اس روایت کو اس استدلال کے طور پر پیش کیا۔ کہ حضرت لوط علیہ السلام کو اپنی قوم کی بدعملی کے بارے میں خوب علم تھا کہ ان فرشتوں کے پاس جو شکل انسانی میں تھے وہ لوگ اس لیے آئے تھے کہ اُن کے ساتھ خواہشات نفسانیہ پوری کرسکیں۔ ورنہ ان کی اپنی بیویاں بھی ہوں گی۔ اگر صرف خواہش نفسانی پوری کرنا ہوتی۔ تو اس کا سامان موجود تھا۔ لیکن وُہ تو دُبر استعمال کرنے کے عادی تھے۔ اس علم کے ہوتے ہوئے آپ کا یہ پیش کش کرنا کہ یہ میری بیٹیاں ہیں۔ اور تمہیں ان کے ساتھ خواہش نفس پوری کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ تو نتیجہ یہ نکلا۔ کہ حضرت لوط علیہ السلام نکاح کے بعد عورت کے ساتھ لواطت کو درست قرار دے رہے ہیں۔ لہٰذا یہ فعل "اہل تشیع" کے نزدیک ناجائز کیوں ہو۔ یہاں تک تو تھا ثبوت کہ فقہ جعفریہ میں عورت کے مقام پاخانہ میں وطی کرنا ان کے ہاں جائز ہے۔ اس جواز کے دیگر فوائد میں سے کچھ پیش خدمت ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ:

سُئِلَ اَبُوْ عبد اللہ علیہ السلام عَنْ الرَّجُلِ یُصِیْبُ الْمَرْاَۃَ فِیْمَا دُوْنَ الْفَرْجِ اَعَلَیْھَا غُسْلٌ اِنْ ھُوَ اَنْزَلَ وَلَمْ تُنْزِلْ ھِیَ قَالَ لَیْسَ عَلَیْھَا غُسْلٌ وَاِنْ لَمْ یُنْزِلْ ھُوَ فَلَیْسَ عَلَیْہِ غُسْلٌ۔

(وسائل الشیعہ جلد اول ص ۴۸۱
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کی شرمگاہ کو چھوڑ کر کسی اور جگہ وطی کرتا ہے۔ (یعنی گانڈ مارتا ہے۔) اس صورت میں اگر مرد خلاص ہو جائے اور عورت کو انزال نہ ہو۔ تو کیا، عورت پر غسل ہے؟ فرمایا۔ اس عورت پر غسل نہیں ہے۔ اور اگر مرد بھی خلاص نہ ہوا۔ تو دونوں پاک صاف ہیں غسل کی ضرورت نہیں ہے۔

وسائل الشیعہ:

عن بعض الکوفیین یرفعہ الی ابی عبداللہ علیہ السلام فِی الرَّجُلِ یَاْتِیْ الْمَرْاَۃَ فِی دُبُرِ ھَا وَ ھِیَ صَائِمَۃٌ قَالَ لَا یَنْقُضُ صَوْمَھَا وَ لَیْسَ عَلَیْھَا غُسْلٌ۔

(وسائل الشیعہ جلد اول ص ۴۸۱ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: ایک کوفی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کرتا ہے۔ کہ آپ ایسے شخص کے بارے میں فرمایا۔ جو روزہ دار عورت کی گانڈ مارتا ہے؟ فرمایا۔ اس طرح کرنے سے اُس عورت کا روزہ بھی نہیں ٹوٹے گا۔ اور اس پر غسل بھی (واجب) نہیں ہے۔

عورت کے ساتھ "وطی فی الدبر"، اہل تشیع کا پسندیدہ فعل ہے۔ اس کے جواز پر بہت سے دلائل بھی انہوں نے پیش کیے ہیں۔ بڑے مزے کا مذہب ہے۔ قوم لوط کے فعل سے لطف اندوز بھی ہو لیں۔ اور موسم سرما میں غسل وغیرہ کی تکلیف بھی نہ اٹھانی پڑے۔ اسے کہتے ہیں۔ "چپڑیاں اور دو دو"۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض نمبر ۸۰

غصبی مال کو کھانا جائز ہے۔

فتاوی قاضی خان : حقیقت فقہ حنفیہ :

سنی فقہ میں ہے۔ کہ غصبی مال کو غاصب جب چبا کر باریک کر دے تو اس کے لیے حلال ہے۔

(فتاوی قاضی خان کتاب الحظر جلد دوم ص ۲۲۹۔)

(حقیقت فقہ حنفیہ صفحہ نمبر ۱۵۱)

جواب:

اس اعتراض کا جواب خود فتاوی مذکورہ کی عبارت ہی ہے لیکن اس وقت جبکہ وہ مکمل طور پر سامنے آئے۔ پوری عبارت ملاحظہ ہو۔

فتاوی قاضی خان:

وَعَنْ ابی بکر الاسکاف رحمہ اللہ تعالیٰ اَنَّہٗ قَالَ اِذَا اَکَلَ عَیْنَ الْغَصْبِ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رحمہ اللہ تعالیٰ اَنَّہٗ یَاکُلُ حَلَالاً اَنَّہٗ اِسْتَھْلَکَہٗ بِالْمَضْغِ فَیَصِیْرُ مِلْکًا لَہٗ قَبْلَ الْاِبْتِلَاعِ قَالَ رضی اللہ عنہ وَ یَنْبَغِیْ اَنْ لَّا یُؤْخَذُ بِھٰذَا کَیْ لَا یَتَجَاسَرُ الْغَاصِبُ وَالظَّلَمَۃُ اِلٰی اَکْلِ اَمْوَالِ النَّاسِ وَ فِیْہِ تَرْکُ قَوْلِہٖ تَعَالٰی اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ

اَمْوَالَ الْيَتَامٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا۔ وَهٰذَا مُخَالِفٌ ظَاهِرَ امَذْهَبَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى فَاِنَّ عِنْدَهُ الْمُسْتَهْلَكَ يَكُوْنُ عَنْ مِلْكِ الْمَالِكِ حَتّٰى لَوْ صَالَحَ مِنَ الْمَغْصُوْبِ عَلٰى اِضْعَافِ قِيْمَتِهٖ بَعْدَ الْاِسْتِهْلَاكِ جَازَ عِنْدَهُ۔

(فتاوی قاضی خان برحاشیہ فتاوی عالمگیری جلد سوم ص ۲۳۷ تا ۲۳۸ مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

ابوبکر اسکاف سے روایت ہے۔ کہ امام ابوحنیفہ سے روایت ہے۔ کہ جب کوئی شخص غصب کردہ چیز کھا جائے۔ تو اُس نے وہ حلال کھایا کیونکہ جب اُس نے منہ میں ڈال کر چبانا شروع کیا تھا۔ تو وہ چیز اپنی حالت پر باقی رہنے کی وجہ سے اُس کے ہاتھوں ہلاک ہوگئی ہے۔ لہٰذا نگلنے سے قبل وہ چیز اُس غاصب کی ملکیت قرار پائے گی مصنف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ابوبکر کی اس روایت پر عمل نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے غاصب اور ظالم لوگ دوسرے لوگوں کے غصبًا اور ظلمًا مال کھانے میں دلیر ہو جائیں گے۔ اور ایسا ہونے پر اللہ تعالیٰ کے اس قول کا ترک لازم آئے گا۔ ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلمًا الخ۔ اور ابوبکر اسکاف کی یہ روایت خود امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ظاہر مذہب کے بھی مخالف ہے۔ کیونکہ آپ کے نزدیک ہلاک کردہ چیز اصلی مالک کی ملکیت میں باقی رہتے ہوئے ہلاک ہوتی ہے۔ اسی لیے

اگر وہ غصب کرنے والے سے ہلاک کر دینے کے بعد کسی قیمت پر صلح
کرلیتا ہے۔ توایسا کرنا امام صاحب کے نزدیک جائز ہے۔
نجفی نے کمال ڈھٹائی کے ساتھ اول تو فتاوٰی کی پوری عبارت نقل نہ کی تاکہ
اس کا کہیں پول نہ کھل جائے۔ اور دوسرا ابوبکر اسکاف کی طرف سے امام اعظم رضی اللہ عنہ
کا ایک قول پیش کیا۔ جو خود امام صاحب کے ظاہر مسلک کے خلاف ہے۔ بہرحال امام
صاحب رضی اللہ عنہ کے ظاہر مسلک کے مطابق غصب کردہ چیز کو کھا جانے والا بری الذمہ
نہیں۔ کیونکہ اس نے کسی غیر کی مملوکہ کو ضائع کیا۔ لہٰذا مالک اس کے ساتھ جس قیمت پر
بھی صلح کرے۔ وہ اُسے دینا پڑے گی۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْاَبْصَارِ

نوٹ: چند شیعہ راویوں کی نا جائز وکالت کا رد

"حقیقت فقہ حنفیہ" میں دو صفحات (۳۹-۴۰) پر اُن کے ایک ایسے شخص کا
تذکرہ کیا گیا۔ جسے "ابوبصیر" کہتے ہیں۔ اور اُس میں "آثار نبوت" ہویدا تھے لیکن اس
کے ساتھ ساتھ اہل تشیع کو رجال کشی کی ایک عبارت پیش کی جاتی ہے۔ جس سے
"ابوبصیر" گستاخِ امام ثابت ہوتا ہے۔ نجفی نے اپنے موضوع سب ہٹ کر
اس سگ گزیدہ ابوبصیر کی صفائی کا ایک باب باندھا ہے۔ اور پھر ایک صفحہ آگے چل
کر ایک اور حضرت صاحب "زرارہ" کی صفائی کے پیچھے پڑے۔ جس کی امام وقت
نے مٹی پلید کر دی تھی۔ گویا ان دونوں پر کئے گئے اعتراضات کا جواب دیا جارہا ہے
اسی کے ساتھ "نورہ والی روایت کی صفائی" اور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے حنفی نہ
ہونے کی بحث بھی نجفی نے ذکر کی ہے۔ جہاں تک "فقہ حنفی" پر اعتراضات کا
معاملہ تھا۔ ہم اس سے لعون اللہ فارغ ہو چکے ہیں۔ یہ "صفائیاں" درمیان میں سے

ہم نے چھوڑ دیں۔ لیکن برخوردار نامراد محمد اکرم شاکر کروڑی وغیرہ کے اصرار پر ان پر بھی کچھ لکھا جا رہا ہے۔ تاکہ معلوم ہو جائے۔ کہ کیا نجفی نے واقعی ان کی "صفائی" کر دی ہے؟

بحث اول

"ابو بصیر کی صفائی کہاں تک ہوئی؟"

حقیقت فقہ حنفیہ:

لک اور تونسوی نے رجال کشی سے نقل کیا ہے۔ کہ ابو بصیر نے امام کی شان میں ایک جسارت کی تو ایک کتا آیا اور اس کے منہ میں پیشاب کر گیا۔

جواب:

بالکل درست ہے۔ اگر کوئی امام کی شان میں گستاخی کرے۔ تو اس کے منہ میں کتے کو پیشاب کرنا چاہیئے۔ اور جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل اور دماغ کی شان میں گستاخی کرے اس کے منہ میں خنزیر کو پیشاب کرنا چاہیئے۔

جناب عثمان نے قرآن جلائے تھے۔ بخاری شریف باب جمع القرآن ملاحظہ ہو بس اسی بے ادبی کی وجہ سے عثمان صاحب جب اصحاب نبی کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ تو تاریخ اعثم کوفی ذکر وفات عثمان میں لکھا ہے۔ کہ کتے اس کی ٹانگ لے گئے ٹانگوں کا جرم یہی تھا کہ میدانِ جنگ میں رسول کو چھوڑ کر بھاگ جاتی تھیں۔ اور جن کتوں نے ٹانگ اٹھائی تھی۔ انہوں نے عثمان صاحب کی اور بھی بہت کچھ خاطر کی تھی۔ جس کے بیان سے آدمی کو شرم آتی ہے۔

نیز الامامۃ والسیاستہ میں یہ لکھا ہے۔ کہ بی بی عائشہ جب مقام حواب پر پہنچی تھیں۔

تو چونکہ امام حق سے لڑنے کے لیے جارہی تھیں۔ پس حواب کے کتوں نے اس کے اونٹ کو گھیر لیا۔ ساتھیوں کی وجہ سے بچ بچاؤ ہوگیا۔ ورنہ خیر نہیں تھی ....

تونسوی اور لک نے جس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ وہ ابوبصیر المکفوف ہے۔ اور شعیب عقرقوفی اس سے روایت کرتا ہے۔ اور یہ ابوبصیر شیعوں کے نزدیک قابل اعتماد نہیں ہے۔ اور جو معتبر ہے۔ وہ ابوبصیر لیث بن بختری ہے۔

(حقیقت فقہ حنفیہ ص ۳۸، ۴۰)

جواب:

پوری کتاب میں جھوٹ کے پلندوں میں ایک سچ نجفی کی زبان سے بھی نکلا۔ وُہ بھی آدھا۔ یعنی سچ یہ کہ وہ اگر کوئی امام کی شان میں گستاخی کرے تو اس کے منہ میں کتے کو پیشاب کرنا چاہیئے، لیکن آدھا اس لیے کہ وہ "ابوبصیر" کی صفائی میں کتے کا پیشاب اس ابوبصیر کے منہ میں کروا دیا جس سے امام کی شان میں گستاخی نہ ہوئی۔ یہ جھوٹ ذرا چند سطور آگے آپ خود معلوم کرلیں گے۔ نجفی کے بقول ابوبصیر کنیت کے دو آدمی ہوئے ہیں ایک المکفوف دوسرا المرادی۔ امام کی شان میں گستاخی کا واقعہ بہر حال ہوا۔ اور اس گستاخ کے منہ میں کتے نے پیشاب بھی کیا۔ یہ حقیقت نجفی کو بھی تسلیم ہے۔ لیکن اس حقیقت کے ضمن میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں تاریخ اعثم کوفی کے حوالہ سے جو بکواس کی گئی۔ وُہ حجت نہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے۔ کہ تاریخ مذکور میں صرف اتنے الفاظ مرقوم ہیں "دو سگاں یک پائش را ربودہ بودند" (ص ۲۴۲ جلد ۲) یعنی عثمان غنی کے پاؤں کو کتے لے گئے۔ لیکن اس کے بعد دو کتوں نے اور بھی بہت کچھ خاطر کی تھی الخ، یہ سب نجفی کے خبیث ذہن کی پیداوار ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس تاریخ کا مصنف بھی تو نجفی کا پچھلا بزرگ ہے۔ احمد بن اعثم کوفی شیعہ تھا تو کیا کسی شیعہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تعریف لکھنے کی توقع کی جا سکتی

ہے۔ ؟اس قسم کی گستاخی لکھنا تو اس کے مذہب کی بنیادوں میں سے ہے۔ بھیڑیے سے چوکیداری اور وہ بھی بھیڑوں کی اس کی توقع فضول ہے۔ اس قسم کے حوالہ جات سے اسی کے ہم خیال تو خوش ہو سکتے ہیں لیکن اہل سنت کے لیے ایسی باتوں کوئی کام نہیں دے سکتا۔

یہ تو تھا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے واقعہ کا پس منظر اور اس کی حقیقت۔ اسی سانس میں نجفی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کو مقام حواب میں کتوں کے گھیر لینے کا جو ذکر کیا ہے۔ یہ واقعہ الامامۃ والسیاسۃ میں منقول ہے۔ اس کتاب کا مصنف ابن قتیبہ کون اور کیسا ہے ؟ حوالہ ملاحظہ ہو۔

لِسَانُ المِیْزَان:

اِنَّ الدَّارَقُطْنِی قَالَ کَانَ ابْنُ قُتَیْبَۃَ یَمِیْلُ اِلَی التَّشْبِیْہِ وَ قَالَ الْبَیْہَقِیُّ یَرٰی رَأْیَ الْکَرَامِیَۃِ ..... وَ ذَکَرَ الْمَسْعُوْدِیُّ فِی الْمُرُوْجِ اَنَّ ابْنَ قُتَیْبَۃَ اِسْتَمَدَّ فِی کُتُبِہٖ مِنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ الدِّیْنَوَرِیِّ وَ سَمِعْتُ شَیْخِیْ الْعِرَاقِیَّ یَقُوْلُ کَانَ ابْنُ قُتَیْبَۃَ کَثِیْرَ الْغَلَطِ۔

(لسان المیزان جلد سوم ص ۳۵۸ حرف العین
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

دارقطنی نے کہا کہ ابن قتیبہ "فرقہ مشبہ" کی طرف مائل تھا۔ اور بیہقی نے فرقہ کرامیہ سے متعلق بتایا۔ اور المسعودی نے مروج نے کہا۔ کہ ابن قتیبہ نے اپنی کتابوں میں ابو حنیفہ دینوری کی باتیں درج کیں۔

(اور دیوری پکا شیعہ ہے) صاحب لسان المیزان کہتے
ہیں۔ کہ میں نے اپنے عراقی استاد سے سُنا۔ فرماتے تھے۔ کہ ابن قتیبہ
کثیر الغلط تھا۔

مِیزَانُ الْاِعْتِدَال :

وَقَالَ الْحَاکِمُ اَجْمَعَتْ اُمَّۃٌ عَلٰی اَنَّ الْقُتَیْبِیَّ کَذَّابٌ۔

(میزان الاعتدال جلد دوم ص ۷۷)

ترجمہ :

امام حاکم کا کہنا ہے۔ کہ ابن قتیبہ کے کذاب ہونے پر امت کا اجماع ہے
یہ تھا حال ان دو باتوں کا جو نجفی نے اصل مسئلہ کے ضمن میں اپنے بغض و حسد
کے اظہار کے طور پر کہی تھیں۔ کسی نے سچ ہی کہا ہے۔

اذا یئس الانسان طال لسانہ

کسنور مغلوب یصول علی الکلب

جب آدمی بے بس اور نا امید ہو جاتا ہے۔ تو اس کی زبان لمبی ہو جاتی ہے
یعنی وہ بکنے لگتا ہے۔ جس طرح بلی جب کتے کے سامنے اپنے آپ کو بے بس اور
مغلوب دیکھتی ہے۔ تو وہ کتے پر حملہ کر دیتی ہے۔

اب آیئے ذرا اصل مسئلہ کی طرف۔ یعنی جس کے منہ میں کتے نے بول کیا۔ وہ
ابو بصیر کون تھا؟ اس سلسلہ میں ابو بصیر نامی دو شخص سامنے آتے ہیں۔ ایک المکفوف
اور دوسرا المرادی۔ نجفی نے یہ واقعہ ابو بصیر المکفوف کے سر تھوپا۔ اور اپنے چہیتے،
ابو بصیر لیث بن بختری المرادی کو بری الذمہ کر دیا۔ بری الذمہ ابو بصیر کو معتبر اور المکفوف
کو غیر معتبر قرار دیا ہے۔ اہل تشیع کی کتابوں سے دونوں کا تذکرہ اور واقعہ مذکورہ
پیش کیا جاتا ہے۔

رجال کشی:

عَنْ حَمَّادِ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ خَرَجْتُ اَنَا وَ ابْنُ اَبِیْ یَعْفُوْرَ وَ آخَرُ اِلَی الْحِیْرَۃِ اَوْ اِلٰی بَعْضِ الْمَوَاضِعِ فَتَذَاکَرْنَا الدُّنْیَا فَقَالَ اَبُوْبَصِیْرَۃَ المرادی اَمَّا اِنَّ صَاحِبَکُمْ لَوْ ظَفَرَ بِھَا لَاِسْتَاثَرَ بِھَا قَالَ فَاَغْفِیْ فَجَآءَ کَلْبٌ یُرِیْدُ اَنْ یَشْغَرَ عَلَیْہِ فَذَھَبْتُ لِاَطْرُدَہٗ فَقَالَ لِیْ ابْنُ اَبِیْ یَعْفُوْرٍ دَعْہُ فَجَاءَہٗ حَتّٰی شَغَرَ فِیْ اُذُنِہٖ۔

(رجال کشی ذکر ابوبصیر لیث بن البختری المرادی ص ۱۵۴ مطبوعہ کربلا)

ترجمہ:

حماد بن عثمان کہتا ہے۔ کہ میں ابن ابی یعفور اور ایک دوسرا آدمی حیرۃ یا کسی اور مقام کی طرف نکلے۔ ہم دنیا کا تذکرہ کر رہے تھے۔ ابوبصیر المرادی نے کہا اگر تمہارا صاحب (امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ) دنیا کے بارے میں کامیاب ہو گیا۔ تو اسے خوب اکٹھا کرے گا۔ یہ کہہ کر کچھ دیر بعد ابوبصیر مرادی کو نیند آگئی۔ ایک کتا آیا۔ اور وہ اس پر پیشاب کرنا چاہتا تھا یہ دیکھ کر میں (حماد بن عثمان) اٹھا۔ تاکہ اس کتے کو بھگا دوں۔ مجھے ابن ابی یعفور نے کہا۔ چھوڑو۔ بیٹھ جاؤ۔ (میں بیٹھ گیا) کتا آیا۔ اور اس نے ابوبصیر کے کان میں پیشاب کر دیا۔

صاحب رجال کشی نے ابوبصیر کی تعریف میں یہاں تک لکھا۔ کہ اس پر نبوت کے

آثار موجود تھے۔ اور پھر اس کی تعریف کی۔ اور لکھا۔ کہ آثارِ نبوت والا ابوبصیر ہو لیث بن بختری المرادی "ہے۔ اب جس ابوبصیر کو نجفی نے بچایا تھا۔ اور اپنا معتبر کہا تھا۔ وہ کون تھا۔ وہ بھی یہی ابوبصیر ہے۔ یعنی ابوبصیر لیث بن بختری۔ اور اسی کی رجال کشی میں "المرادی" نسبت بیان ہوئی۔ اور یہی ہے وہ سور ماکہ جس کے کان میں کتے نے پیشاب کیا۔ دو ابوبصیروں میں سے جس پر کتے نے پیشاب کیا۔ وہ کھل کر سامنے آگیا۔ اب دوسرے ابوبصیر کا حال سنیئے۔

رجال کشی:

محمد ابن مسعود قَالَ سَأَلْتُ عَلِی ابن الحسن بن فضال عن ابی بصیر فَقَالَ کَانَ اسمہ یحییٰ بن ابی القاسم فقال ابو بصیر کَانَ یُکْنیٰ اَبَا مُحَمَّدٍ وَ کَانَ مَوْلٰی لِبَنِیْ اَسَدٍ وَ کَانَ مَکْفُوْفًا سَأَلْتُہٗ ہَلْ یُتَّہَمُ بِالْغُلُوِّ فَقَالَ اَمَّا الْغُلُوُّ فَلَا لَمْ یُتَّہَمْ وَلٰکِنْ کَانَ مُخْلِطًا۔

(رجال کشی ذکر ابو بصیر لیث بن البختری المرادی ص ۱۵۴ مطبوعہ کربلا طبع جدید۔)

ترجمہ:

محمد ابن مسعود کہتا ہے۔ (میں نے علی بن حسن بن فضال سے ابوبصیر کے بارے میں پوچھا۔ تو کہنے لگے۔ کہ اس کا نام یحییٰ بن ابی القاسم تھا۔ پھر کہا۔ کہ ابوبصیر کی کنیت ابو محمد تھی۔ اور بنی اسد کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اور آنکھوں سے نابینا تھا۔ میں نے پھر پوچھا۔ کیا اس پر غلو کی تہمت ہے۔؟ جواب دیا۔ غلو کی تہمت تو نہ تھی۔ لیکن باتیں ادھر ادھر کی جوڑ دیا کرتا تھا۔

ابوبصیر نامی دوسرا شخص جو سامنے آیا۔ وہ یحییٰ بن ابی القاسم ہے۔ اور آزاد شدہ غلام تھا۔ صاحب رجال کشی نے ان دونوں کا تذکرہ کرتے وقت کتے کے پیشاب کرنے کا واقعہ ابوبصیر لیث بن بختری المرادی کے ساتھ ذکر کیا۔ اور ابوبصیر یحییٰ بن ابی القاسم المکفوف کا صرف تعارف کرایا۔ یہ واقعہ اس کے ساتھ نقل نہ کیا۔ اس کی وجہ بھی صاف ظاہر ہے۔ کہ کتے نے ایک ہی پر پیشاب کیا تھا۔ وہ یا تو المرادی ہوگا۔ یا المکفوف۔ اور یہ احتمال ہو ہی نہیں سکتا۔ کہ یہ دونوں ایک ہی شخصیت ہوں۔ کیونکہ ایک ابوبصیر کا نام لیث اور اس کے والد کا نام بختری اور مُراد کی طرف نسبت رکھنے والا ہے۔ دوسرے کا نام یحییٰ اور باپ کا نام ابوالقاسم ہے۔ اور یہ نابینا ہوتے ہوئے آزاد شدہ غلام بھی ہے یعنی وہ المرادی،، ابوبصیر اور ہے۔ اور وہ المکفوف'' اور ہے۔ اور ان دونوں میں سے وہ المرادی،، کے کان میں کتے نے پیشاب کیا ہے المکفوف اس سے بری ہے۔ اور المرادی صاحب وہی ہیں جنہیں نجفی نے بھی اپنا معتبر کہا تھا۔ اور انہی کے کان شریف کا سپرے کتے نے کیا۔ اور یہی ہیں آثار ان کی نبوت والے۔ اور یہی ہیں سا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرنے والے!

ابوبصیر یحییٰ بن ابی القاسم المکفوف نے نہ تو امام کی شان میں گستاخی کی۔ اور نہ ہی کتے نے اس کا سپرے کیا۔ یہ اگرچہ نجفی اینڈ کمپنی کے نزدیک معتبر نہیں لیکن کتے کے پیشاب سے بہرحال بچا ہوا ہے۔ اگرچہ نجفی نے اس پہ پیشاب ڈالنے کی کوشش کی کی تھی۔ لیکن وہ رائیگاں گئی۔

چیلنج

ہم نجفی اینڈ کمپنی کو چیلنج کرتے ہیں۔ کہ ان کی جس حدیث میں کتے کے پیشاب

کرنے کا ذکر ہے۔ وہاں مذکورا ابوبصیر کے ساتھ "مکفوف" کا لفظ دکھا دیں۔ یا جس ابوبصیر کے ساتھ مکفوف لکھا ہوا ہے۔ اس پر کتے کا پیشاب کرنا کسی روایت سے دکھا دکھادیں۔ تو بیس ہزار روپیہ نقد انعام ملے گا۔ "ابوبصیر کی صفائی" دیکھا کیسے ہوئی۔

بحث دوم

ابوبصیر کی "صفائی" کی صحیح صفائی کے بعد دوسری بحث پر گفتگو کرتے ہیں یعنی "زرارہ کی صفائی" اس بارے میں نجفی نے جو صفائی پیش کی ہے۔ اسے من وعن ملاحظہ کیجئے۔

زرارہ کی صفائی

حقیقت فقہ حنفیہ:

أَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَأَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا۔

ترجمہ:

جناب خضر نے فرمایا۔ کہ کشتی غریب لوگوں کی تھی۔ جو دریا میں کام کرتے تھے۔ میں نے اس کو اس لیے عیب دار کیا۔ کہ جو کشتی صحیح حالت میں ہوتی تھی۔ ایک بادشاہ اس کو چھین لیتا تھا۔

نوٹ:

معلوم ہوا کہ کسی شئے کی حفاظت کی خاطر اس کو عیب دار کیا جا سکتا ہے۔ جیسا حضرت

خضر نبی علیہ السلام نے ان غریبوں کی کشتی کو عیب دار کیا تھا۔ تاکہ وہ ظالم بادشاہ نہ چھینے اسی طرح زرارہ آل نبی علیہ السلام سے بہت عقیدت رکھتا تھا۔ اور حکام وقت کی نگاہوں میں کھٹکتا تھا۔ اور زرارہ کو سخت خطرہ تھا۔ کہ کہیں ظالم بادشاہ اس کو قتل نہ کر دے۔ پس امام نے زرارہ کی مذمت فرمائی۔ اور اس کی شخصیت کو دوسروں کی نگاہوں میں عیب دار کر دیا۔

نیز سورۂ یوسف میں ہے۔ جناب یوسف نے اپنے بھائی کی حفاظت کی خاطر اس پر چوری کا الزام لگایا تھا۔ تاکہ اس جرم کے الزام کے سبب اسے مصر میں رہنا پڑے۔

نیز بخاری شریف کتاب بدءِ الخلق جلد چہارم میں لکھا ہے۔ کہ ابراہیم نبی نے تین باتیں خلاف واقعہ فرمائی ہیں۔ اور ان میں ایک یہ ہے۔ کہ اپنی بیوی کو بہن کہا تھا اور غرض یہ تھی۔ کہ اپنی بیوی کی عزت اس ظالم سے محفوظ رہ جائے۔ معلوم ہوا۔ کہ حفاظت جان و ناموس کی خاطر خلاف واقعہ بیان دیا جا سکتا ہے۔ پس زرارہ کی حفاظتِ جان کی خاطر امام نے خلاف واقعہ بیان دیا۔ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۴۱)

جوابِ اوّل:

"زرارہ" کی صفائی کرنے کے لیے نجفی نے جن تین باتوں کا سہارا لیا ہے۔ اُن کا اس کی "صفائی" سے کوئی تعلق نہیں۔ ان تینوں باتوں کا مختصر سا بیان یہ ہے کہ

حضرت خضر علیہ السلام نے غریبوں کی سالم کشتی کو بحکم الٰہی توڑ دیا۔ تاکہ ظالم بادشاہ کی دستبرد سے کشتی محفوظ رہ سکے۔ حضرت خضر نے اس میں کون سی بات خلاف واقعہ کہی۔ تاکہ اس کو زرارہ پر کی گئی امام کی لعنت پر قیاس کیا جائے۔

دوسرا واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے مطابق فرمایا۔ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ۔ ہم نے یوسف کو یہ تدبیر سکھائی

حضرت یوسف نے اللہ تعالیٰ کے سکھانے پرایسا کیا۔ اس میں بھی کون سی بات خلافِ واقعہ ہے۔ اور پھر یہ صفائی پیش کرنا کہ زرارہ کو خطرہ تھا کہ محبت آلِ رسول کی وجہ سے ظالم حکمران اُسے قتل نہ کر دے۔ لہٰذا اس کی جان بچانے کے لیے امام نے لعنتوں کا تحفہ اس کی طرف بھیجا۔ کیا حضرت یوسف کو خطرہ تھا۔ کہ کہیں بنیامین کو قتل نہ کر دیا جائے۔ یا یہ صحیح سالم واپس اپنے گھر چلے گئے۔ اس لیے جھوٹ بول کر انہیں اپنے پاس رکھ لیا جائے۔ پھر اگر یہ خطرہ نہ تھا۔ تو اس واقعہ کا زرارہ پر لعنت بھیجنے کے خطرہ سے کیا تعلق؟

تیسرا واقعہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی سائرہ کو بہن کہا۔ اور ظالم بادشاہ سے ان کی عصمت بچانے کی خاطر ایسے کیا۔ تو نجفی صاحب! اس میں آپ کو کونسا امر خلاف واقعہ نظر آیا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا بقول قرآن کریم " اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ " حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دینی بہن بنتی ہیں۔ آپ نے اس طرح سے کوئی بات بھی خلاف واقعہ نہیں فرمائی۔ اس لیے ان تینوں باتوں کا زرارہ کے واقعہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان تین باتوں کا مختصر تذکرہ کرنے کے بعد اصل بات کی طرف ہم لوٹتے ہیں یعنی زرارہ پر امام کی لعنت کا واقعہ کیا ہے؟ ان کی کتاب سے سنیئے۔

رجال کشی:

عن زیاد بن ابی الحلال قال قلت لابی عبد اللہ اَنَّ زُرَارَۃَ رَوٰی عَنْکَ فِی الْاِسْتِطَاعَۃِ شَیْئًا فَقَبِلْنَا مِنْہُ وَصَدَّقْنَاوَ قَدْ اَحْبَبْتُ اَنْ اَعْرِضَہٗ عَلَیْکَ فَقَالَ ھَاتِہٖ فَقُلْتُ یَزْعَمُ اَنَّہٗ سَأَلَکَ عَنْ قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَ لِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا۔ فَقُلْتُ مَنْ مَّلَکَ زَادًا وَّرَاحِلَۃً فَقَالَ

لَكَ كُلُّ مَنْ مَلَكَ زَادًا وَرَاحِلَةً فَهُوَ مُسْتَطِيعٌ لِلْحَجِّ وَإِنْ لَمْ يَحُجَّ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ لَيْسَ هٰكَذَا سَأَلَنِيْ وَلَا هٰكَذَا قُلْتُ كَذَبَ عَلَيَّ وَاللهِ كَذَبَ عَلَيَّ وَاللهِ لَعَنَ اللهُ زُرَارَةَ لَعَنَ اللهُ زُرَارَةَ لَعَنَ اللهُ زُرَارَةَ اِنَّمَا قَالَ لِيْ مَنْ قَالَ لَهُ زَادٌ وَرَاحِلَةٌ فَهُوَ مُسْتَطِيعٌ لِلْحَجِّ قُلْتُ قَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ قَالَ فَمُسْتَطِيعٌ هُوَ فَقُلْتُ لَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَهُ قُلْتُ فَأُخْبِرُ زُرَارَةَ بِذٰلِكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ زِيَادٌ فَقَدِمْتُ الْكُوْفَةَ فَلَقِيْتُ زُرَارَةَ فَاَخْبَرْتُهُ بِمَا قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللهِ وَسَكَتَ عَنْ لَعْنِهِ قَالَ اَمَّا اِنَّهُ قَدْ اَعْطَانِي الْاِسْتِطَاعَةَ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُ وَصَاحِبُكُمْ هٰذَا لَيْسَ لَهُ بَصَرٌ بِكَلَامِ الرِّجَالِ۔

(رجال کشی ذکر زرارۃ بن اعین ص ۱۳۳
مطبوعہ کربلا طبع جدید)

ترجمہ:

زیاد بن ابی الحلال کا کہنا ہے۔ کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا حضور! زرارہ آپ سے حج کی استطاعت کے بارے میں کچھ باتیں نقل کرتا ہے۔ ہم نے انہیں قبول کر لیا ہے۔ اور ان کی تصدیق بھی کر دی۔ (کیونکہ وہ آپ کی طرف سے بیان کرتا ہے) اب میں چاہتا ہوں۔ کہ ان باتوں کو آپ کے سامنے رکھوں امام نے فرمایا۔ کہو وہ کیا باتیں ہیں۔ میں نے کہا۔ کہ زرارۃ آپ کی طرف سے

لوگوں کو یہ کہتا پھرتا ہے۔ کہ جو شخص زاد و راحلہ کی طاقت رکھتا ہو۔ وہ حج کی استطاعت والا ہے۔ اگرچہ اس نے یہ بات آپ سے وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا۔ آیت کی تشریح و تفسیر میں پوچھی۔ آپ نے اس کی تصدیق کر دی۔ یہ بات سن کر امام جعفر بولے۔ نہ اس نے ایسا مجھ سے کوئی سوال کیا۔ اور نہ ہی میں نے ایسا کوئی جواب دیا۔ خدا کی قسم! اس نے مجھ پر بہتان باندھا ہے۔ خدا کی قسم! وہ جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی زرارہ پر پھٹکار۔ اللہ تعالیٰ کی زرارہ پر لعنت، اللہ تعالیٰ کی زرارہ پر لعنت، اللہ تعالیٰ کی زرارہ پر لعنت اس نے مجھ سے تو یہ سوال پوچھا تھا۔ کہ جس شخص کے پاس زاد و راحلہ ہو وہ مستطیع کہلا سکتا ہے۔؟ میں نے جواباً کہا۔ اس پر حج فرض ہے۔ اس نے پھر پوچھا۔ وہ مستطیع کہلا سکتا ہے۔ میں نے کہا۔ وہ مستطیع اس وقت تک نہیں کہلا سکتا۔ جب تک اسے اجازت نہ دی جائے۔

راوی کہتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ حضور! اگر اجازت ہو۔ تو میں یہ سوال و جواب زرارہ کے سامنے جا کر پیش کروں؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں، راوی زیاد کہتا ہے۔ کہ میں پھر کوفہ آیا۔ زرارہ سے ملاقات ہوئی۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے قول کے بارے میں اسے مطلع کیا۔ سب کچھ سن کر زرارہ لعنت والے مسئلہ سے خاموش رہا۔ لیکن استطاعت کے مسئلہ پر کہنے لگا۔ کہ امام موصوف نے ہی استطاعت مجھے عطا کی تھی۔ لیکن انہیں اس کی خبر نہ تھی۔ اور سنو! تمہارے یہ ساتھی (امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ) ایسے ہیں۔ جنہیں لوگوں کے ساتھ گفتگو کرنے کا سلیقہ نہیں ہے۔

رجال کشی:

عن زرارہ قال واللہ لو حدثت بکل ما سمعتہ

مِنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَا نْفَخْتُ ذُکُوْرُ الرِّجَالِ عَلَی الْخُشُبِ۔

(رجال کشی صفحہ نمبر ۱۲۳)

ترجمہ:

زرارہ کہتا ہے۔ خدا کی قسم! اگر وہ تمام باتیں جو میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سن رکھی ہیں تمہیں بتادوں۔ تو تمہارے آلات تناسل لکڑی کی طرح (کھڑے کھڑے رہ جائیں۔اور) سخت ہو جائیں۔

زرارہ پر امام جعفر صادق کی لعنت کی کیا وجہ تھی؟ رجال کشی کے حوالے سے یہ بات صاف کردی۔ کہ آپ نے اس پر لعنت اس لیے بھیجی۔ کہ اس نے امام پر جھوٹ گھڑا تھا جس کا امام کو پتہ چل گیا تھا۔ یہ لعنت بادشاہ کے ظلم سے خوف کی وجہ سے نہ تھی۔ سائل بھی شیعہ تھا۔ اور امام صاحب کے اپنے در دولت پر بھی کوئی امیر اغیرا موجود نہ تھا۔ جو مخبر ہوتا۔ پھر زیاد بن ابی الحلال ایسے محب اہل بیت کے سامنے زرارہ پر پھٹکار یہ سب اس بات کے شواہد ہیں۔ کہ وہ امام صاحب کی طرف سے جھوٹی باتیں لوگوں کو سنایا کرتا تھا۔ اور امام صاحب کی شان میں گستاخی کیا کرتا تھا۔ باوجود اس صراحت کے پھر بھی اہل تشیع اس زرارہ ملعون کو اپنے مسلک کا ستون گردانتے ہیں۔ اور نجفی اینڈ کمپنی اس شخص کی طرفداری میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔

جواب دوم:

لعنت کی جو وجہ صاحب رجال کشی نے ذکر کی ہے بالکل واضح ہے اس میں بادشاہ کے ظلم سے بچانے کا کوئی حیلہ بہانہ نظر نہیں آتا۔ اب ہم اسی بہانہ کے سلسلہ میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے زمانہ کے حالات کا ایک مختصر سا خاکہ پیش کرتے ہیں جس سے اس دور کے بادشاہ کا ظلم وغیرہ ایک فریب معلوم ہوگا۔

اصل واصول شیعہ:

صادق آل محمد کا زمانہ نسبتاً کافی موافق تھا۔ کیونکہ اموی اور عباسی طاقتیں تھک چکی تھیں۔ اضمحلال پیدا ہو گیا تھا۔ علانیہ ظلم وستم کے مواقع جاتے رہے تھے۔ بنابریں دبی ہوئی صداقتیں اور چھپی ہوئی حقیقتیں سورج کی طرح اُبھریں۔ اور روشنی کی طرح پھیل گئیں۔ خوف وخطر کے باعث جو لوگ تقیہ میں تھے۔ وہ بھی کھل گئے۔ فضا موافق تھی۔ اور راہیں ہموار۔ امام عالی مقام نے تبلیغ وتلقین میں دن رات ایک کر دیئے۔ ہاں تبلیغ وتلقین کا وہ سلسلہ جس کا تعلق محمد وآل محمد کی تعلیمات سے تھا۔ درس حق عام ہوا۔ اور لوگ جوق در جوق مذہب جعفری قبول کرنے لگے۔ اس عہد کو تشیع کی نشر واشاعت کا زریں دور کہا جاتا ہے۔ قبل ازیں اس کثرت سے اور کھلم کھلا مسلمان شیعیت کی جانب رجوع نہیں ہوتے تھے۔ دریائے فیض جاری تھا تشنگانِ معرفت خود بھی سیراب ہوتے تھے اور دوسروں کی پیاس بھی بجھاتے تھے۔ بقول ابوالحسن وشاء میں نے اپنی آنکھوں سے مسجد کوفہ میں چار ہزار علما کا مجمع دیکھا ہے۔ اور سب کو یہ کہتے سنا کہ حَدَّثَنِیْ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ۔ یعنی یہ روایت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمائی۔

(اصل و اصول شیعہ تالیف حجۃ الاسلام محمد حسین آل کاشف الغطاء مترجم سید ابن حسن نجفی ص ۵۲، ۵۳)

لمحہ فکریہ:

قارئین کرام! اہل بیت کے گستاخ زرارہ پرلعنت کا قصہ آپ نے اس کے پچاریوں کی کتابوں سے ملاحظہ کیا۔نجفی نے امام کے اس ملعون کو بچانے کے لیے تین عدد واقعات کا سہارا لیا۔لیکن وہ تار عنکبوت ثابت ہوئے۔امام کی لعنت بھیجنے کی یہ تاویل کی گئی تھی۔کہ آپ نے ظالم بادشاہ سے اپنے اس محب کو بچانے کے لیے جھوٹ کہا۔بالکل خلاف واقعہ ہے۔کیونکہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا دور ایسا تھا۔جس میں آپ کوفہ کی جامع مسجد میں درس تدریس میں مصروف تھے۔اور بلاخوف خطر تبلیغ و تلقین شروع تھی۔ظالم بادشاہ کے ظلم کا خطرہ سب سے زیادہ تو امام جعفر صادق کو ہونا چاہیئے تھا۔وہ تو علی الاعلان تبلیغ کر رہے تھے۔اور نجفی یہ تاثر دے رہا ہے۔کہ زرارہ تو بنا ہوا تھا۔اور امام اس کی جان بچانے کے بہانے تلاش کر رہے تھے۔ان تمام حالات و واقعات کے پیش نظر ہر ذی عقل یہی سمجھے گا۔کہ امام کی لعنت ”تقیہ،، کے طور پر نہ تھی۔بلکہ زرارہ ان کے بارے میں طرح طرح کی جھوٹی روایات گھڑتا تھا جس پر مطلع ہو کر امام جعفر نے اسے صف ابلیس میں شامل کیا۔یہ تھی سیرت اور عادت ابوبصیر اور زرارہ صاحبان کی کہ جن کے سر پر مذہب شیعہ کھڑا ہے۔امام ان پر لعنت کریں۔اور یہ تمام نہاد محبان اہل بیت ،، ایسوں کو اپنے مذہب کا ستون قرار دیں۔جیسے ستون ویسی عمارت۔یہی زرارہ ہے۔جسے بحوالہ رجال کشی امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہود و نصاریٰ سے زیادہ شریر کہا ہے۔حضرات ائمہ اہل بیت کے نزدیک ان ان کا یہ مقام اور ” نام نہاد محبان اہل بیت ،، کے حروں کے یہ سردار ہ شیعو! سوچو۔نجفی اینڈ کمپنی کن لوگوں کی صفائی پیش کر رہے ہیں۔اور کیسے ملعونوں کو اپنا اکابر کہہ رہے ہیں۔اگر واقعی محبان اہل بیت ہو۔تو دشمنان اہل بیت کو۔۔

اپنے حلقہ میں سے باہر نکال پھینکو۔ کیونکہ محبت اور گستاخی یک جا جمع نہیں ہو سکتیں:۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

سنی مآخذ و مراجع

وہ کتب اہل سنت جن سے فقہ جعفریہ جلد چہارم میں استفادہ کیا گیا۔

بخاری شریف	امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ	اصح المطابع کراچی
مسلم شریف	مسلم بن حجاج القشیری متوفی سنہ ۲۶۰ھ	"
ابن ماجہ	ابو عبداللہ محمد بن یزید ماجہ متوفی سنہ ۲۷۳ھ	" نور محمد
ادب المفرد	امام محمد بن اسماعیل	بیروت
مسند امام احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبل متوفی سنہ ۱۸۹ھ	اصح المطابع طبع جدید
طبقات الکبریٰ	امام عبدالوہاب شعرانی متوفی سنہ ۱۹۷۳ء	مصر سنہ ۱۹۲۵ء
البدایہ النہایہ	امام ابن کثیر عماد الدین متوفی سنہ ۷۷۵ھ	بیروت سنہ ۱۹۶۶ء
طبقات ابن سعد	محمد بن سعد متوفی سنہ ۲۲۳ھ	بیروت
صفۃ الصفوۃ	امام الفرج ابن جوزی متوفی سنہ ۵۹۷ھ	" سنہ ۱۴۰۶ھ
تفسیر قرطبی	محمد بن عبداللہ متوفی سنہ ۶۷۱ھ	مصر سنہ ۱۳۷۷ھ
تفسیر اتقان	جلال الدین سیوطی متوفی سنہ ۹۱۱ھ	بیروت سنہ ۱۹۷۹ء
تفسیر در منثور	"	" طبع جدید
لسان المیزان	علامہ ابن حجر مکی متوفی سنہ ۸۵۲ھ	حیدر آباد سنہ ۱۳۱۹ھ
المعارف لابن قتیبہ	عبد بن مسلم متوفی ۲۷۶ھ	بیروت طبع جدید

میزان الاعتدال	محمد بن احمد ذہبی سنہ ۷۴۸ھ	بیروت طبع جدید
تاریخ بغداد	احمد بن علی المعروف خطیب بغدادی متوفی سنہ ۴۶۳ھ	مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ
الکامل فی ضعفاء الرجال	عبداللہ بن عدی متوفی سنہ ۳۶۵ھ	بیروت سنہ ۱۹۶۹ء
المغنی	علامہ محمد بن عثمان ذہبی متوفی سنہ ۷۴۸ھ	دمشق
ردالمختار	محمد امین المعروف ابن عابدین	مصر سنہ ۱۲۸۶ھ
فتاوی عبدالحی	عبدالحی فرنگی محلی لکھنوی	ایم ایچ سعید کراچی
فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بہ ابن ہمام متوفی سنہ ۸۶۱ھ	مصر طبع جدید
فتاوی قاضی خان	جماعت فقہاء احناف	مصطفی البابی مصر
بیہقی شریف	ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی سنہ ۴۸۵ھ	دکن حیدرآباد سنہ ۱۳۵۲ھ
رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ	محمد بن عبدالرحمن دمشقی شافعی	مصر
نیل الاوطار	محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی سنہ ۱۲۵۵ھ	مصر سنہ ۱۳۴۴ھ
کنز العمال	علاء الدین علی متقی بن حسام الدین الھندی متوفی سنہ ۹۷۵ھ	بیروت
تفسیر کبیر	امام فخر الدین الرازی متوفی سنہ ۶۰۶ھ	مصر طبع جدید
ہدایہ مع الدرایہ	برہان الدین علی بن ابی بکر متوفی سنہ ۵۹۳ھ	" "
نووی شرح مسلم	محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی متوفی سنہ ۶۷۶ھ	اصح المطابع کراچی

شیعہ مآخذ و مراجع

اہل تشیع کی وہ کتب جن سے فقہ جعفریہ جلد چہارم میں استفادہ کیا گیا۔

کتاب	مصنف	طبع
رجال کشی	محمد بن عمر الکشی (قرن رابع)	کربلا
انوار نعمانیہ	نعمت اللہ جزائری	ایران طبع قدیم
فرق الشیعہ	ابو محمد بن موسیٰ نوبختی	نجف طبع جدید
کشف الغمہ	ابوالحسن اسیدار دبیلی متوفی سنہ ۶۸۷ھ	تبریز
ابن ابی حدید شرح نہج البلاغہ	ابو طامد عبدالحمید متوفی سنہ ۶۵۶ھ	بیروت جدید
مجالس المومنین	نور اللہ شوستری متوفی سنہ ۱۰۹۹ھ	تہران قدیم
جامع الاخبار	ابو جعفر الصدوق بن متوفی سنہ ۳۸۱ھ	نجف
من لا یحضرہ الفقیہ	" " "	تہران جدید
المبسوط	حسن بن علی الطوسی متوفی سنہ ۴۶۰ھ	" ۱۳۸۹ھ
فروع کافی	محمد بن یعقوب کلینی متوفی سنہ ۳۲۹ھ	تہران جدید
تفسیر لوامع التنزیل	سید علی حائری لاہوری	طبع قدیم لاہور
مجمع البیان	ابو علی فضل بن حسن طبری متوفی سنہ ۵۴۸ھ	تہران طبع جدید
الامام الصادق	اسد حیدر شیعی	طبع بیروت
مناقب آل ابی طالب	محمد بن علی بن شہر آشوب	قم جدید
اصول کافی	محمد بن یعقوب کلینی سنہ ۳۲۹ھ	تہران جدید
منتہی الآمال	شیخ عباس قمی متوفی سنہ ۱۳۵۹ھ	

تفسیر امام حسن عسکری	امام حسن عسکری متوفی ۲۵۴ھ	
ناسخ التواریخ	مرزا محمد تقی لسان الملک متوفی ۱۲۹۷ھ	تہران جدید
نہج البلاغہ	سید شریف رضی متوفی ۴۰۴ھ	بیروت جدید
احقاق الحق	قاضی نور اللہ شوستری ۱۰۱۹ھ	
احتجاج طبرسی	شیخ ابو منصور احمد بن علی طبرسی متوفی ۵۴۸ھ	نجف قدیم ۱۲۸۶ھ
الکنیٰ والالقاب	شیخ عباس قمی ۱۳۵۹ھ	تہران ۱۲۹۷ھ
اعیان الشیعہ	السید محسن الامین	بیروت ۱۲۹۷ھ
روضۃ الکافی	محمد بن یعقوب کلینی ۳۲۹ھ	تہران جدید
ارشاد شیخ مفید	محمد بن محمد بن نعمان متوفی ۴۱۳ھ	قم
چہاردہ معصوم	عمار زادہ	تہران ۱۳۸۰ھ
حلیۃ المتقین	ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۱ھ	تہران جدید
ذبح عظیم	سید اولاد حیدر معروف بہ خان بہادر	لاہور کتب خانہ اثنا عشری
تحفۃ العوام	سید ابوالحسن موسوی	لکھنؤ جدید
منہج الصادقین	ملا فتح اللہ کاشانی متوفی ۱۳۳۲ھ	تہران جدید
الروضۃ البہیہ فی شرح اللمعۃ الدمشقیہ	زین الدین عاملی الشہید الثانی متوفی ۹۶۵ھ	تہران ۱۲۹۶ھ
وسائل الشیعہ	محمد بن حسن الحر العاملی متوفی ۱۱۰۴ھ	تہران ۱۲۹۶ھ
توضیح المسائل	روح اللہ موسوی خمینی متوفی ۱۴۱۰ھ	تہران جدید
تہذیب المتین	سید ظہور حسین بہارنپوری	دہلی ۱۳۲۹ھ
اصل و اصول الشیعہ	محمد حسین آل کاشف الغطاء متوفی ۱۳۷۳ھ	قاہرہ ۱۳۰۰ھ
تہذیب الاحکام	ابو جعفر محمد بن حسن طوسی ۴۶۰ھ	

تفسیر قمی	علی بن ابراہیم قمی متوفی سنہ ۳۰۷ھ	ایران قدیم
نیرنگ فصاحت	سید ذاکر حسین اختر	یوسفی دہلی قدیم
جلاء العیون	ملا باقر مجلسی متوفی سنہ ۱۱۱۱ھ	تہران سنہ ۱۳۹۸ھ
عین الحیاۃ	〃 〃	تہران طبع جدید
مصائب النوائب	نوراللہ شوستری متوفی سنہ ۱۰۱۹ھ	تہران قدیم
ذخیرۃ المعاد	شیخ زین العابدین	لکھنو
تنقیح المقال	عبداللہ مامقانی سنہ ۱۳۰ھ	تہران جدید

قارئین کرام سے التجا ہے کہ اس کتاب کے استفادہ کے بعد مصنف کے لیے دعاء مغفرت کریں۔